انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسانوں کی سرگزشت حیات

سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم

حصہ چہارم و پنجم

وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ

اور جن لوگوں نے مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور اُن کی مدد کی۔ وہی ہیں سچے مسلمان'
اُن کے لئے بڑی مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔

سِیَرُالصَّحَابَہ رضی اللہ عنہم

سِیَرَ انصار (حصہ اوّل)

جلد سوم حصہ چہارم و پنجم 3

سیر انصار اوّل دوم کامل

اُن جلیل القدر انصار اور خلفائے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مفصل سوانح زندگی جنھوں نے تن من دھن کی بازی لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا۔

تحریر و ترتیب

جناب مولانا سعید انصاری صاحب مرحوم
سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ

ناشر
اسلامی کتب خانہ
فضل الٰہی مارکیٹ
چوک اُردو بازار لاہور
فون 042 - 7223506

marfat.com

کتاب کی کمپوزنگ کے حقوق محفوظ ہیں

جس میں پہلے ایک مقدمہ میں انصار کی تاریخ قبل از اسلام اور اُن کے تمدنی، معاشرتی اور اُن کے باہمی جنگ و صلح کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اُس کے بعد پچاس انصار کرام رضی اللہ عنہم کے سوانح و حالات اور اُن کے فضائل و کمالات نہایت مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروفِ تہجی لکھے گئے ہیں۔

بسلسلہ .... سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم (جلد سوم)

نام کتاب .... سیر انصار (کامل دو حصے)

طابع .... ممتاز احمد

ناشر .... اسلامی کتب خانہ

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ملنے کے پتے

⇦ مکتبہ رحمانیہ — غزنی سٹریٹ، اقراء سنٹر، اُردو بازار لاہور

⇦ ممتاز اکیڈمی — فضل الٰہی مارکیٹ اُردو بازار لاہور

⇦ مکتبۃ العلم — ۱۸/اُردو بازار لاہور

⇦ خزینہ علم و ادب — الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

نوٹ

ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ' معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دُور کیا جائے۔ شکریہ!

(ادارہ)

marfat.com

فہرست موضوعات

سیر الانصار حصہ اوّل

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	5	جنگ بقیع	43	تعلیم	74
انصار قبل از اسلام	6	جنگ فجار اول	44	انصار بعد از سلام	75
انصار کا نسب نامہ	6	جنگ معبس اور مضرس	44	انصار میں اسلام کی ابتداء	75
انصار کی تاریخ	20	جنگ فجار ثانی	45	بیعت عقبہ اولیٰ	77
مورخین عرب کا بیان	20	جنگ بعاث	46	بیعت عقبہ ثانی	80
ہمارا خیال	22	بعض غیر معروف جنگیں	48	سعد بن معاذ اور اسید	
انصار کی شاخیں	31	انصار کا مذہب	50	بن حضیر کا اسلام	82
انصار کی آبادی	34	انصار کا تمدن	57	بیعت عقبہ کبیرہ	84
انصار کی خانہ جنگیاں	38	نظام اجتماعی	57	مدینہ میں اس کا اثر	90
جنگ سمیر	39	نظام عسکری	60	ہجرت مہاجرین	92
جنگ کعب بن عمرو	40	انصار کے قلعے	61	ہجرت نبوی	93
جنگ سرارۃ	41	نظام مذہبی	65	مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر	96
جنگ حصین بن اسلت	41	نظارت نافعہ	66	یہود سے معاہدہ	97
جنگ ربیع	41	متفرقات	67	مواخاۃ	97
جنگ فارع	41	زراعت	69	حضرت عبداللہ ابن	
جنگ حاطب	42	تجارت	71	زید بن عبدربہ کا خواب	98
جنگ ربیع	43	صنعت وحرفت	74	حکم اذان	100

marfat.com

فہرست : اسمائے انصار کرام رضی اللہ عنہم

مضمون	صفحہ
(الف)	
حضرت ابوایوب انصاریؓ	101
حضرت انس بن نضرؓ	111
حضرت انسؓ بن مالک	113
حضرت ابیؓ بن کعب	136
حضرت ابوطلحہؓ انصاری	158
حضرت ابودرداءؓ	168
حضرت ابوسعید خدریؓ	182
حضرت ابومسعودؓ بدری	191
حضرت ابوقتادہؓ	193
حضرت اسیدؓ بن حضیر	200
حضرت ابودجانہؓ	205
حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو	208
حضرت ابولبابہؓ	211
حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان	215
حضرت اسعدؓ بن زرارہ	218
حضرت ابوقیس صرمہؓ	221
حضرت ابوحمید ساعدی	224
حضرت اصیرمؓ	226
حضرت ابوزیدؓ بن عمرو بن اخطب	228
حضرت ابوعمرہؓ	230
حضرت اوسؓ بن خولی	231
حضرت ابوعبسؓ بن جبر	232
حضرت ابوزیدؓ	234
حضرت ابواسیدؓ ساعدی	235
(ب)	
حضرت براء بن مالک	236
حضرت براء بنؓ عازب	239
حضرت براءؓ بن معرور	244
(ث)	
حضرت ثابتؓ بن قیس	246
حضرت ثابتؓ بن ضحاک	250
(ج)	
حضرت جابرؓ بن عبداللہ	252
حضرت جبارؓ بن صخر	266
حضرت جلیبیؓ	267
(ح)	
حضرت حباب بن منذرؓ	269
حضرت حرام بن ملحان	272
حضرت حسانؓ بن ثابت	274
حضرت حارثہ بن سراقہؓ	294
حضرت حارثہؓ بن صمہ	295
حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر	297
(خ)	
حضرت خبیبؓ بن عدی	299
حضرت خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر	302
حضرت خزیمہؓ بن ثابت	304
حضرت خواتؓ بن جبیر	306
حضرت خلاد بنؓ سوید	308
(ر)	
حضرت رافعؓ بن مالک	309
حضرت رفاعہؓ بن رافع زرقی	311
حضرت رافعؓ بن خدیج	313
حضرت رویفعؓ بن ثابت	317
(ز)	
حضرت زیدؓ بن ارقم	319
حضرت زیدؓ بن ثابت	324
حضرت زیادؓ بن لبید	350
حضرت زید بن دثنہ	352

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دیباچہ

سیر الصحابہ کے نام سے دارالمصنفین کے زیر اہتمام جو سلسلہ تیار ہو رہا ہے پیش نظر کتاب اس کی ایک جلد ہے۔ اس میں انصار کرام کے حالات وسوانح' اور ان کے علمی' مذہبی' اخلاقی اور سیاسی کارناموں کی پوری تفصیل کی گئی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس صف میں انصار کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور سیر الصحابہ کا یہ حصہ اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں انہی مقدس بزرگوں کے اکابر اور مشاہیر کے سوانح و حالات مذکور ہیں۔ یہ واقعات کتب احادیث اور سیر ورجال کی مستند کتابوں کے سینکڑوں' ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کر کے فراہم کئے گئے ہیں۔

ان حالات وخدمات کی تفصیل سے پہلے ایک بسیط مقدمہ میں انصار کی قبول اسلام کی مفصل تاریخ' ان کے نسب نامے' آداب وتمدن اور معاشرت و اخلاق کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ حصہ انصار کی تاریخ قبل الاسلام اور بعد الاسلام کا ایک بہترین مجموعہ بن گیا ہے۔

اس سے پہلے سیر الصحابیات کی جو جلد شائع ہوئی تھی ملک کے بعض مشہور اہل قلم نے اس ''لف ونشر مرتب'' کو ''غیر مرتب'' کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔ اب اسی سلسلہ کی ایک اور نئی جلد ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

''دارالمصنفین''

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انصار کا نسب نامہ

اہل عرب تین بڑے قبیلوں میں منقسم ہیں' بائدہ' عاربہ' مستعربہ' بائدہ میں وہ قبائل شامل ہیں جنہوں نے طوفان نوح علیہ السلام کے بعد عرب میں حکومت کی اور ناپید ہو گئے۔ عاد' ثمود' عالقہ' طسم' جدلیس وغیرہ انہیں میں داخل ہیں۔ عاربہ سے وہ قبائل مراد ہیں جو بائدہ کے ہم عصر تھے اور ان کے بعد عرب کے مالک ہوئے۔ قحطان' سبا' حمیر' معین وغیرہ ان کی شاخیں ہیں۔ مستعربہ سے وہ خاندان مراد ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد تھے اور عرب کے شمالی حصہ میں بودو باش رکھتے تھے۔

انصار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عرب عاربہ کی اولاد ہیں۔ اس بناء پر عرب کے تمام انساب ان کے نسب نامے قحطان بن عابر تک پہنچاتے ہیں جو عرب عاربہ کا مورث تھا لیکن قحطان پر پہنچ کر اختلاف شروع ہوتا ہے اور نسابہ عرب دو گروہ میں منقسم ہو جاتے ہیں۔

❶ ایک گروہ کہتا ہے کہ قحطان خود ایک مستقل خاندان کا بانی تھا اور اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام اس کے نزدیک قحطان اور یقطن جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے ایک ہیں[1]

❷ دوسرا گروہ قحطان کو کوئی علیحدہ شاخ نہیں مانتا بلکہ نابت بن اسماعیل کی اولاد بتاتا ہے۔ چنانچہ کلبی نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے کہ:

انہ ادرک اھل العلم النسب ینسبون کذالک۔[2]

''انہوں نے اہل علم اور نسابین کو قحطان کی نسبت یہی فیصلہ کرتے پایا''۔

کلبی کے علاوہ بعض اہل یمن بھی اس کے مدعی ہیں۔

---

[1] ذیل طبری ص ۲۴۰۰ ج ۳۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۷۔

marfat.com

لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے حد درجہ کمزور ہے' اور اس کی تردید میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ تمام اہل یمن اس کے مخالف ہیں۔ چنانچہ مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ

واسائر الیمانیة تابی ذالک و تذهب الی انه قحطان بن عابر[1]

تمام اہل یمن اس کے منکر ہیں' اور قحطان کو عابر کا بیٹا سمجھتے ہیں''۔

والقوم اعرف بانسابهم ینقله الباتی عن الماضی قولا و عملا موزونا انهم من ولد قحطان بن عابر لا یعرفون غیر ذالک۔

''اہل یمن اپنے نسب کو زیادہ جانتے ہیں اور سلسلہ بہ سلسلہ نقل کرتے آئے ہیں کہ وہ قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں۔ ان کے سوا ان کا کوئی خیال نہیں''۔

البتہ پہلے خیال سے ہم کو اتفاق ہے' قحطان ایک مستقل قوم اور ایک مستقل سلطنت کا بانی تھا۔ یمن میں اس کی اولاد موجود تھی اور سینکڑوں برس تک برسر حکومت رہی' لیکن یہ کہنا کہ انصار بھی قحطان کی اولاد ہیں ہمارے نزدیک صحیح نہیں' اور یہ وہ خیال ہے جس کی تردید نہایت مشکل ہے۔

نسابہ عرب میں جو لوگ انصار کو قحطان کی اولاد مانتے ہیں ان کے دلائل اگرچہ کسی تاریخ میں مذکور نہیں تاہم ایسے مواقع پر وہ اشعار عرب سے استناد کرتے ہیں' اس بناء پر ہم اس دعویٰ کی تقویت کے لیے چند اشعار بھی درج کرتے ہیں۔ حضرت حسان کا شعر ہے۔[2]

تعلمتموا من منطق الشیخ یعرب ابینا فصرتم معربین ذوی نفر

اس میں اگرچہ قحطان کا نام مذکور نہیں تاہم چونکہ یہ عدنانیوں (اسماعیلیوں) کے مقابلہ میں کہا گیا ہے اس لیے ضرور ہے کہ یعرب' قحطان کی اولاد سے ہو اور تھا' عبدالرحمن بن حسان یا نعمان بن بشیر کا شعر ہے[3]

لنا من بنی قحطان سبعون تبعا اقرت لها بالخرج منها الا عاجم

لیکن یہ دونوں شعر صحت کے لحاظ سے مشکوک ہیں' پہلا شعر جو حضرت حسان کی

---

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۸۱۔ [2] العرب والعوارہم ص ۳۱۔
[3] التنبیہ والاشراف ص ۱۸۵۔

marfat.com

طرف منسوب ہے ان کے دیوان میں موجود نہیں۔ اور حسانؓ کے اشعار کی نسبت عام فیصلہ ہے کہ:

تنسب الیه اشیاء لا تصح عنه[1]

''ان کی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب ہیں جو ان سے ثابت نہیں''۔

دوسرے شعر کی کیفیت ہے کہ خود کہنے والے کا پتہ نہیں' پھر مضمون ایسا ہے کہ اس کو دیکھ کر ہنسی آ جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن ہوں یا نعمان کوئی اتنا صریح جھوٹ گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ انصار قحطانی نہیں بلکہ ثابت بن اسماعیل کی اولاد ہیں۔ یعنی وہ عرب عاربہ نہیں بلکہ مستعربہ ہیں۔ یہ خیال مورخین اور نسابین کے خیال سے بالکل جدا ہے اور ہم اس کو کسی قدر پھیلا کر لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں یہ بتلانا ضروری ہے کہ اس باب میں ہمارا طریقہ استدلال کیا ہوگا؟

مورخین عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرنے میں عموماً دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔

❶ نسابین کی روایت ❷ شعرائے قبیلہ کے اشعار' اور یہ دونوں چیزیں تنہا قابل اعتماد نہیں۔ نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل ہوتی ہے کہ ان پر مشکل سے یقین آ سکتا ہے پرانے نسب نامے اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ تمام عالم آبائے تورات کے اندر سمٹ آیا ہے' مثلاً منوچہر حضرت اسحٰق علیہ السلام کا پوتا ہے۔[2] صنہاجہ' کتامہ سبا کی اولاد ہیں' ہند' یونان' ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں سام' حام اور یافث کی اولاد ہیں قحطان بن عابر (یہودیوں کے نزدیک) حام کی اولاد ہے۔ وغیر ذلک' یمن کے تبع' الحارث الرائش کے نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں۔ یہاں تک طبری نے ایک جگہ اس کو سباء اصغر کی اولاد بتایا ہے لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں ہیں' وقس علی هذا۔

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح

---

[1] استیعاب ص ۱۳۵ ج ۱۔ [2] ابن اثیر ص ۱۱۵ و ۱۱۶ ج ۷۔

marfat.com

ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے یہ ظاہر ہے کہ عرب بالکل امی تھے اور ان میں لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا اس بنا پر ان کے پاس قدماء کا ذخیرہ کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت کا جو کچھ کلام ہم تک پہنچا ہے بہت کم ہے اور وہ بھی اسلام سے صدی دو صدی آگے کا نہیں۔

اس کے علاوہ عرب میں بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈمڈ ہو گئے۔ چنانچہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبیلہ لخم سے تھا لیکن جبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس کو عجم بن قنص کی اولاد بتایا[1] قضاعہ انمار بجیلہ اسماعیلی اور نزاری تھے اور مکہ ہی سے یمن گئے تھے۔ لیکن امتداد زمانہ اور جہالت کے باعث قحطانیوں میں ضم ہو گئے اور جدید نسب نامے تیار کر لیے[2] اوروں کا بھی حشر ہوا۔ جن میں غسان خزاعہ اور انصار بھی داخل ہیں۔ ایسی صورت میں ان قبائل کے شعراء اگر اپنے نسب نامے کسی غیر نسل تک پہنچائیں اور اس کو اشعار میں ظاہر کریں تو ان کا کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ انصار کے نسب نامہ میں سخت دقتیں واقع ہو گئی ہیں جن کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم قدیم طرز استدلال کو چھوڑ کر تحقیق و تفتیش کی ایک نئی راہ نکالیں جو نہایت صاف واضح اور مستقیم ہو۔ چنانچہ اس کے لیے ہم نے حسب ذیل ماخذ قرار دیے

● قرآن مجید ● احادیث صحیحہ ● اشعار عرب جو روایت اور درایت کے اصول سے صحیح ہوں۔ ● اکتشافات اثریہ۔

● قرآن مجید سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی صحت میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا۔ لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان قوموں کے نام آئے ہیں' جن کے حالات نہایت مؤثر اور عبرت خیز ہیں۔ اور چونکہ انصار اور تمام اسماعیلیوں نے جاہلیت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے اس لیے قرآن مجید میں ان کا ذکر کیونکر آ سکتا ہے۔

● حدیث میں البتہ انصار کے متعلق کچھ اشارے اور قصے موجود ہیں مثلاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ

مر النبی صلعم علی نفر من اسلم ینتضلون فقال النبی صلعم ارموا

[1] طبری ص ۲۲۵۵ ج ۵۔ [2] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱۱۱۱۔

marfat.com

بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا[1]

''آنحضرت ﷺ بنو اسلم کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی میں مصروف تھے اور فرمایا آل اسمٰعیل! تیر پھینکو' کیونکہ تمہارا باپ قدر انداز تھا''۔

اسلم کا قبیلہ عرب میں خزاعہ کی اولاد مشہور تھا اور خزاعہ' حارثہ بن مزیقیاء کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا۔ چنانچہ امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسی طرح نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے' اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔[2] اور اس کے بعد لکھا ہے من خزاعۃ ہم کو اس وقت اس نسب کی صحت اور سقم سے بحث نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ایک مسلم الثبوت قحطانی خاندان کو آنحضرت ﷺ نے اسماعیلی فرمایا اور تمام مجمع نے اس کو قبول کیا۔[3]

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ ؓ کی ہے۔ وہ حضرت ہاجرہؓ کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں[4]

فتلک امکم یابنی ماء السماء. ''اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمہاری ماں تھیں''۔

ماء السماء عامر کا لقب ہے جو مزیقیاء کا باپ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ صرف ابو ہریرہؓ اس کو بیان کر سکتے' اور نہ انصار میں اس کو کوئی سن سکتا' اس حدیث کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملاؤ جس میں غیر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانے کی خبر دی گئی ہے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیثیں بخاری میں متعدد جگہ آئی ہیں اور صحت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہیں کہ ان میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ اس بناء پر ان سے زیادہ انصار کے اسماعیلی ہونے پر اور کوئی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی۔ انہی وجوہ سے خطابی نے اہل یمن کو اسماعیلی کہا ہے بخاری نے جامع صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام ''باب نسبتہ الیمن الیٰ اسماعیل'' ہے[5] ابن حجر تحقیق و کاوش کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں' ھذا ھو الذی حج فی نقدی'[6]

---

[1] صحیح بخاری ص ۴۰۶ ج ا باب التحریض علی الرمی الخ۔ [2] ایضاً ص ۴۹۷ باب نزل القرآن بلسان قریش۔
[3] فتح الباری ۳۹۱ باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل۔ [4] صحیح بخاری ص ۷۶۱ ج ۲ باب اتخاذ السراری و من عتق جاریہ ثم تزوجھا۔ [6] فتح الباری ص ۳۹۱ ج ۶۔

marfat.com

قاضی عیاض بھی اسی کی طرف مائل ہیں[1] اور سید سمہودی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔[2]

لیکن ان بزرگوں کی رایوں میں کچھ مبالغہ ہے' مذکورہ بالا حدیثوں میں صرف دو قبیلوں کی نسبت تصریح آئی ہے اس لیے ہم کو یہیں توقف کرنا چاہیے' اصل یہ ہے کہ یمن میں کچھ قبیلہ یقیناً اسماعیلی تھے جو قحطانی مشہور ہو گئے تھے لیکن اس سے تمام یمن اور خود قحطان کا اسماعیلی ہونا لازم نہیں آتا۔

اشعار عرب میں سے دو شعر ہمارے پاس نہایت مستند ذریعہ سے پہنچے ہیں' جو حضرت حسانؓ کے کے دادا منذر بن عمرو کے ہیں۔ وہ کہتا ہے:[3]

ورثنا من البهلول عمرو بن عامر ، وحارثة مجداء موثلا
موارث من آل ابن نبت بن مالك ونبت بن اسماعيل ما ان تحولا

اس میں شاعر نے اپنے تمام سر برآوردہ بزرگوں کے اس ترتیب سے نام لیے ہیں۔ عمرو بن عامر حارثہ الغطریف' نابت بن مالک اور پھر نابت بن اسماعیل۔

اسی شاعر کی ابو طاہر مقدسی نے جو نہایت قدیم مصنف ہے ایک روایت بھی نقل کی ہے اور وہ یہ ہے:[4]

وقال المنذر بن حرام جد حسان بن ثابت بن المنذر فی الجاهلية العمياء يذكر نسبهم الى غسان .... ثم الىٰ ثابت بن مالك ثم الىٰ نابت بن اسماعيل بن ابراهيم.

''حسان بن ثابت کا دادا منذر بن حرام جو خالص زمانہ جاہلیت میں تھا (ان کا یعنی اوس وخزرج کا) نسب غسان تک اور غسان سے ثابت بن مالک تک اور نابت بن اسماعیل بن ابراہیم تک پہنچاتا ہے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر اپنے کو غسان کا ہم نسب سمجھتا تھا' اور ان کا

---

[1] عمدۃ القاری عرف عینی ص ۲۵۵ ج' مطبوعہ مصر۔ [2] خلاصۃ الوفاص ۱۸۱۔ [3] فتح الباری ص ۳۹۳ ج ۱۔
[4] کتاب البدء والتاریخ (لابی طاہر المقدسی) المنسوب الی ابی زید البلخی ص ۱۲۲ و ص ۱۲۳ ج ۴۔

maktabah.org

سلسلہ قحطان کے بجائے نابت بن اسماعیل تک پہنچاتا تھا۔ اب اگر اس کے ساتھ اتنا اور بڑھایا جائے کہ یہ شاعر شاہان غسان کا معاصر تھا اور یہ اشعار انہی کے زمانہ میں لکھے گئے تو انصار اور آل غسان کے نسب کے متعلق اس سے موثوق تر شہادت کوئی نہیں مل سکتی۔

4 اکتشافات اثریہ میں ہمیں حسب ذیل چیزوں سے بحث کرنا ہے۔

(۱) نظام اجتماعی یا طرز بود و باش (۲) زبان (۳) مذہب

(۴) نام (۵) قرابت (۶) شکل وصورت۔

1 نظام اجتماعی:

سامی زبانوں میں عرب کے معنی صحرا اور بادیہ کے ہیں اس بناء پر عرب درحقیقت وہ ہیں جو بدوی بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ فراعنہ اشوریوں اور فنیقیوں کے زمانہ میں عرب صرف شمالی حصہ کا نام تھا۔ جو نیل سے دریائے فرات تک پھیلا ہوا ہے[1] اور یہ مسلم ہے کہ یہاں قاطبۃً اسماعیلی عربوں کی آبادی تھی۔

انصار کی تاریخ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی زندگی بھی مدت تک بدویانہ رہی ہے۔ چنانچہ وہ نابت بن اسماعیل کی وفات کے بعد یمن گئے ہیں اور ۲۰۰ء تک یعنی تقریباً اڑھائی ہزار برس عرب کے متعلق حصوں میں مارے مارے پھرے ہیں۔ قدیم تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف مزیقیا اور اس کی اولاد ہی کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ سے یثرب کے قیام تک ان لوگوں نے سینکڑوں مقامات کی خاک چھانی ہے۔ چنانچہ ان مقامات کے نام ہم نے انصار کی تاریخ میں لکھ دیئے ہیں۔

اس بدویت کے ساتھ انصار میں کسی قدر حضریت بھی پیدا ہوگئی تھی یعنی وہ مدینہ آ کر کاشت کرتے تھے' قلعہ بناتے تھے اور یہ ان کے قبطی ہونے کا اثر تھا اور اپنی حفاظت کے لیے قلعے تیار کرتے تھے۔

2 زبان:

قحطانیوں اور اسماعیلیوں میں دوسرا فرق زبان کا ہے۔ قحطانیوں یا اہل یمن کی

---

[1] ہیروڈوٹس ص ۱۱۲۔

marfat.com

زبان حمیری تھی اور وہ حجاز کی زبانوں سے بہت مختلف تھی۔ چنانچہ مورخ مسعودی نے اس کی صاف تصریح کی ہے و وجدنا لغة ولد قحطان بخلاف لغة ولد نزار بن معد (مروج الذہب ص ۵۷۰ ج ۱) ہمدانی نے اس کو اور بھی مفصل بیان کیا ہے' مثلاً ایک یمنی قبیلہ (خشب) کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں:

والخشب عربی یخلط حمیریة . ''اور خشب کی زبان حمیری ملی ہوئی عربی ہے''۔

خیوان کی نسبت:

فصحا وفیھم حمیرة کثیرة . ''فصیح ہیں لیکن حمیری بہت بولتے ہیں''

اہل صنعا:

فی اھلھا بقایا من العربیه المحضة ونبذ من کلام حمیر الشری.

''اس کے باشندوں میں کسی قدر خالص عربی اور کچھ عربی اور کچھ حمیری باقی ہے''۔

شبام' اقیان' مصانع' تخلی:

حمیریة محضة .... ''ان کی زبان خالص حمیری ہے''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمیری عربی زبان سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ اب اگر تم خود اس عربی زبان لو جو یمن میں رائج تھی تو تم کو یمن اور حجاز کی زبانوں کا فرق صاف معلوم ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ دونوں زبانوں کی اصل ایک ہے لیکن ان میں اعراب' ضمیریں' اشتقاق اور تصریف میں جس قسم کا اختلاف موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بولنے والوں میں اخلاق و عادات کے لحاظ سے کتنا فرق تھا۔

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ یمن کی عربی' حمیری زبان سے مخلوط تھی' اور اکثر معاملات میں غیر فصیح بھی تھی۔ بخلاف اس کے تم جس قدر شمال کی طرف بڑھو گے زبان زیادہ صاف اور شستہ ملے گی۔ یہاں تک کہ حجاز پہنچ کر نظر آئے گا:

کذلک الحجاز فنجد السفلی فالی الشلام والی دیار مضر ودیار ربیعة فیھا الفصاحة.

''حجاز' نجد' اسفل' حدود شام' دیار مضر اور دیار ربیعہ فصاحت کے معدن ہیں''۔

marfat.com

یمن اور حجاز کی عربی میں جس قسم کے اختلافات تھے' ان کو مختصر طور پر علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب[1] میں بیان کیا ہے اور ہم طوالت کے خیال سے اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔

زبان کے اختلافات کے ساتھ حجاز و یمن کے رسم خط میں بھی اختلاف ہے۔ اہل یمن کا خط مسند تھا' بخلاف اس کے اہل حجاز کا نبطی اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

③ مذہب:

حجاز و یمن کے باشندوں میں بڑا فرق طرق عبادت اور بتوں کے ناموں کا ہے۔ اہل یمن یا بنو قحطان کے بت اہل بابل کے بتوں سے مشابہ تھے۔ مثلاً ان کے نام یہ تھے عشتار' ایل' بعل وغیرہ' بخلاف اس کے اسماعیلیوں کے بت ان سے بالکل علیحدہ تھے۔ چنانچہ ان کے نام یہ ہیں۔ لات' مناۃ' عزیٰ' ہبل وغیرہ۔ نبطیوں کے جن بتوں کا کتبات میں ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں: ذوالشرا' خراشہ' لات عمند' منوت یا منوتو (منات) قیس یا قیشہ[2]

اب انصار اور قریش کے بتوں کا ان بتوں سے مقابلہ کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ ان کے اور نبطیوں کے بت بالکل ایک تھے' چنانچہ ہم نے اوپر جو نام لکھے ہیں ان میں ذوالشریٰ' قبیلہ دوس کا[3] لات ثقیف[4] کا اور مناۃ انصار اور غسان کا بت تھا۔[5]

ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ اسماعیلیوں میں بھی بعض قبیلے بابلیوں کے بت پوجتے تھے۔ مثلاً قبیلہ ہذیل اور کلب بن وبرہ (قضاعہ) سواع اور ود کی پرستش کرتے تھے[6] لیکن یہ بالکل جزئی واقعات ہیں جن سے ہمارے کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اہل حجاز اور اہل یمن کے ہاں عبادت کے طریقے اس قدر مختلف تھے کہ اسماعیلیوں میں رواج بت پرستی کے بعد بھی مذہب حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں' مثلاً حج کعبہ' چنانچہ انصار کے متعلق متفقاً مذکور ہے کہ وہ حج کرتے تھے'[7] بخلاف اس کے

---

[1] ص ۱۳۴ تا ص ۱۳۶ [2] cook۔ [3] قاموس ص ۹۴۹ ج ۲۔ [4] سیرۃ ابن ہشام ص ۵۰ ج ۱۔
[5] صحیح بخاری ص ۲۲۲ ج ۱ باب وجوب الصفا والمروۃ الخ وطبقات ابن سعد ۱۰۶ ج ۲ قسم ۱۔
[6] سیرت ابن ہشام ص ۴۸ ج ۱۔ [7] صحیح بخاری ص ۲۴۲ ج ۱ باب قول اللہ تعالیٰ اتو البیوت من ابوابها.

marfat.com

اہل یمن کی نسبت اس کے مخالف شہادتیں ملتی ہیں۔ چنانچہ جب ابرہۃ الاشرم نے حج روکنے کے لیے کعبہ پر حملہ کیا ہے تو ان کے ساتھ یمنیوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ حناطہ حمیری تھا[1] اور خود بادشاہ حمیر بھی اس کے ساتھ[2] آیا تھا۔ اب اگر انصار یمانی النسل تھے تو ان کو قدرۃً ابرہہ کے حملہ سے خوش ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ کعبہ کے بجائے یمن میں ایک دوسرا کعبہ بنایا گیا تھا اور ابرہہ اس کی طرف تمام عرب کو بجبر مائل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ انصار کو مسرت نہیں بلکہ حد درجہ غم ہوا اور جس طرح قریش نے اس حملہ کی نسبت نہایت پر درد اشعار لکھے ہیں انصار نے بھی لکھے۔ چنانچہ ان کے ایک شاعر ابوقیس صیفی بن اسلت نے متعدد قصیدوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا۔[4] انصار کے مورثوں میں ایک شخص کا نام تیم اللات ہے اس کی نسبت ایک روایت ہے کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا' اسی وجہ سے نجار مشہور ہوا۔[5] اس کے ماسوا انصار نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا ہے۔ لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان لوگوں نے مسلمان ہو کر ختنہ بھی کیا تھا۔

❹ نام:

ہر قوم کے ناموں میں کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیاز پایا جاتا ہے۔ قحطانی اور اسماعیلی قوموں کے ناموں میں بھی صریح تفاوت موجود ہے۔ قحطانیوں کے نام حمورابیوں یا بابلیوں سے ملتے جلتے تھے۔ جیسے اب یذع' الیفع' یع ایل' معدی کرب' ابوکریب علبان' الیشرح' کرب ایل' ذمرعلی' وہب ایل یاسر' نعم شمر' یرعش' بخلاف اس کے اسماعیلیوں کے نام ان سے بالکل الگ تھے مثلاً اسد' تمر' ثعلبہ' کلب' بکر' صخر' ثعبان' جبل وغیرہ اس میں اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ قحطانی مدت سے صاحب حکومت

---

1. سیرۃ ابن ہشام ص ۳۲ ج ۱۔ 2. طبری ص ۹۴۴ ج ۲۔ 3. سیرۃ ابن ہشام ص ۳۸ ج ۱۔
4. صحیح بخاری ص ۴۷۳ ج ۱ باب قول اللہ عزوجل اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔ الخ۔
5. عمدۃ القاری عرف عینی ص ۹ ج ۸۔

marfat.com

تھے اورانہوں نے مال و دولت کے آغوش میں پرورش پائی تھی۔ اس لیے ان کے ناموں میں تمدن کی جھلک نظر آتی تھی۔ بخلاف اس کے اسماعیلی ازل سے بدو تھے۔ اس لیے حالات گردوپیش کے اثر سے کتا، بھیڑیا، شیر، چیتا، پہاڑ، پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے کیونکہ یہی چیزیں ہر وقت ان کی نگاہ کے سامنے رہتی تھیں۔ انصار، قریش اور نبطیوں کے ناموں میں یہ فرق صاف معلوم ہوگا۔ مثلاً

قریش کے نام یہ ہیں۔ فہر، کنانہ، نزار، اسد، زہرہ، عدی، کعب، سعد، عمرو، عثمان، حرب، خالد۔

نبطیوں کے نام یہ ہیں: حارث، عبادہ، مالک، جمیلہ۔

انصار کے نام یہ ہیں: غضب، خزرج، اوس، خالد، زید، کلیب، ثعلبہ، غنم، عبادہ، عمرو، عامر، حارثہ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اور قریش کے نام قحطانیوں کی بہ نسبت نبطیوں سے زیادہ ملتے ہیں۔

5 قرابت:

یہ مسلم ہے کہ عرب میں خاندان اور کفو کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا۔ انصار کے اسماعیلی ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ ان کی قرابتیں مکہ میں اور خاص قریش میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس کو ہم کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں۔

انصار کے مورثین میں ایک شخص کا نام ازد ہے جس کی نسبت حضرت حسانؓ کہتے ہیں:[1]

اما سئالت معشر نجب الا زدنسبتنا ولماء غسان

قریش کی اس کی اولاد سے قرابتیں نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہیں۔ چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثہ الغطریف کی حقیقی پوتی تھی۔[2]

---

1 سیرۃ ابن ہشام ص ج ا۔

2 تاریخ یعقوبی ص ۲۶۷ ج ا۔

marfat.com

کنانہ کے بعد غالب بن فہر نے قبیلۂ خزاعہ میں شادی کی[1] اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہے کہ وہ عمرو مزیقیا کی اولاد تھا[2]

مرہ بن کعب نے جو غالب کی نسل سے تھا ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا' جو بارق کے خاندان سے تھی اور بارق متفقاً مزیقیاء کی نسل تسلیم کیا جاتا تھا[3]

قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا جن سے عبد مناف پیدا ہوئے[4]

ہاشم بن عبد مناف نے سلمی بنت عمرو سے شادی کی جو خاندان بنونجار سے تھیں۔

عبدالمطلب جو آنحضرت ﷺ کے جد بزرگوار تھے' انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

حرفت شیبة والنجار قد جعلت ابناء هاحوله بالنبل تنتضل

ہاشم نے ثعلبہ بن خزرج میں بھی ایک شادی کی تھی اور ابوصیفی انہی سے پیدا ہوئے تھے[5]

عبدالمطلب نے قبیلہ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں' جن سے ابولہب اور حجل پیدا ہوئے تھے[6]

عبدالمطلب کے بیٹوں میں مقوم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نکاح مدینہ میں ہوا' چنانچہ مقوم کی بیوی مالک بن نجار سے تھیں۔ حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں ایک بیوی بنونجار سے تھیں اور دوسری قبیلہ اوس سے'[7] جو بنونجار سے تھیں ان کا نام خولہ بنت قیس تھا[8]

ان لوگوں کے علاوہ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کیے تھے چنانچہ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

انیس بن قتادہ' عمرو بن عوف کے خاندان سے تھے' ان کی شادی جثامہ بنت وہب

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ص ۵۶ ج ۱۔ [2] یعقوبی ص ۲۳۰ ج ۱۔ [3] سیرت ابن ہشام ص ۶ ج ۱۔
[4] طبری ص ۱۰۹۱ ج ۲۔ [5] سیرت ابن ہشام ص ۶۱ ج ۱۔ [6] یعقوبی ص ۲۹۱ ج ۱۔
[7] زرقانی ص ۳۱۵ ج ۳ و مسند ص ۴۱۰ ج ۶۔ [8] اسد الغابہ ص ۲۱۴ ج ۵۔

marfat.com

سے ہوئی جو بنو اسد (خزیمہ بن مدرکہ کی اولاد) سے تھیں [1]

ابوقیس بن اسلت قبیلہ اوس سے تھے' ارنب بنت اسد سے جو قصی بن کلاب کے خاندان سے تھیں' شادی کی' ارنب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی دادی ہوتی تھیں [2]

خیر یہ تو زمانہ جاہلیت کا زمانہ تھا' اسلام کے زمانہ میں مدینہ آ کر مہاجرین سے جو قرابتیں کیں وہ ان سے الگ ہیں۔ مہاجرین مکہ سے عموماً یکہ وتنہا آئے تھے کیونکہ ان میں سے بہتوں کی بیویاں یا تو علانیہ اسلام سے منحرف تھیں اور یا ہجرت کرنے میں ان کے خاندان مزاحم تھے۔ اس بنا پر مدینہ آ کر مہاجرین نے انصار میں شادیاں شروع کیں' چنانچہ مسند احمد میں ہے: [3]

لم قدم المهاجرون المدينة على الانصار تزوجوا من نسائهم.

''یعنی جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار کی عورتوں سے شادیاں کیں''۔

چونکہ مہاجرین عموماً قریشی تھے اور قریش سے انصار کی قدیم قرابتیں چلی آتی تھیں اس لیے انصار کو ان سے قرابت کرنے میں کیا تامل ہوسکتا تھا؟ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انصار کے مختلف خاندانوں میں شادیاں کیں' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے دو نکاح کیے' جن میں سے ایک کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے [4]

البتہ آنحضرت ﷺ نے انصار میں کوئی شادی نہیں کی۔ لیکن اس شرف سے نہ صرف انصار بلکہ خود بنو ہاشم بھی محروم رہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ام حبیب (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ میری زندگی میں جوان ہوگئی تو اس سے نکاح کروں گا' لیکن پھر آنحضرت ﷺ خود ہی انتقال فرما گئے [5] انصار کے متعلق بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے کہ حبیبہ بنت سہل سے آپ

---

[1] اسد الغابہ ص ۴۴۱ ج ۵۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۱۴۸۔ [3] مسند ص ۳۱۸ ج ۶۔ [4] صحیح بخاری ص ۷۵۹ ج ۲ باب قول الرجل لاخیہ' نظر ای زوجتی شئت الخ۔ [5] اسد الغابہ ص ۵۷۲ ج ۵۔

marfat.com

نکاح کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب انصار کی غیرت کا خیال آیا تو یہ خیال چھوڑ دیا۔[1]

6 شکل وصورت:

انصار شکل وشباہت میں بھی اسماعیلیوں سے مشابہ تھے۔ ان کا عام حلیہ یہ تھا کہ وہ خوب صورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور صاف ستھرے ہوتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ہے:

﴿ واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم ﴾ (منافقون)

''اور تم جب ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں لکھا ہے:[2]

كانوا رجالاً اجمل شئی. ''یعنی وہ نہایت خوبصورت لوگ تھے''۔

یہ ظاہر ہے کہ منافقین انصار ہی کے قبیلوں سے تھے۔ چنانچہ عبداللہ ابن ابی جو راس المنافقین تھا اور جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی خود انصار کے ایک قبیلہ کا سردار تھا۔ اس کے ماسوا انصار میں بہت سے بزرگوں کے حلیے ہم ان کے حالات میں لکھیں گے۔ ان کو پڑھ کر ایک مرتبہ قریش کے حلیوں پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوگا کہ دونوں قوموں کی شکل وشباہت میں کچھ فرق نہیں۔ بخلاف اس کے قحطانی چونکہ یمن میں رہتے تھے اس لیے ان کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز تھا۔ چنانچہ عاد کے قد وقامت کی درازی کا خود قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

بہر حال انصار کے نسب نامہ کے متعلق ہماری جو رائے تھی اس کو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ متقدمین کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں، اور اب قارئین کو موقع ہے کہ ان رایوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دے لیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۲۶۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸ص باب قوله و خشب سندالخ۔

marfat.com

انصار کی تاریخ

مورخین عرب کا بیان

چونکہ عرب کے مؤرخین انصار کو قحطان کی اولاد سمجھتے ہیں اس لیے وہ ان کی تاریخ قحطان کے عہد سے شروع کرتے ہیں۔ قحطان کی اولاد میں عبدشمس نامی ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور ہے اور یمن کی سبائی سلطنت کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے دو بیٹے تھے حمیر اور کہلان۔ اس نے اپنی وفات کے وقت دونوں بیٹوں' خاندان شاہی اور عمائد سلطنت کو طلب کیا اور وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا بڑا لڑکا ہے' سلطنت کا دایاں قطعہ' اور کہلان کو بایاں قطعہ دینا۔ چونکہ داہنے ہاتھ کے لیے تلوار' کوڑے اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے اور بائیں ہاتھ کے لیے عنان' ڈھال اور کمان کی' اس لیے سب نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنانا چاہیے اور کہلان صرف سلطنت کا محافظ رہے گا۔

چنانچہ حمیر یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسل مسند حکومت پر متمکن ہوتی رہی۔ کہلان اور اس کی اولاد سلطنت کے استحکام حفاظت اور مدافعت کے کام انجام دیتی تھی۔ الحارث الرائش کے زمانہ میں عامر بن حارثہ جو ماء السماء کے لقب سے مشہور ہے اور اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے۔ عمرو کی بیوی نے جس کا نام طریفہ بنت جعہر تھا اور کاہنہ تھی ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہو گیا ہے۔ بجلی نے چمک چمک کر تمام زمین میں زلزلہ ڈال دیا ہے اور جہاں گرتی ہے وہ مقام ایک تودۂ خاکستر ہو جاتا ہے۔ گھبرا کر اٹھی تو عمرو سے یہ خواب بیان کیا۔ اور کہا کہ اب خیر نہیں۔ عمرو نے کہا پھر کیا کرنا چاہیے؟ بولی کہ یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہیے ورنہ دیوار (عرم) ٹوٹنے والی ہے جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائے گا۔

marfat.com

عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعۃً کوچ نہیں کر سکتا تھا، اس کے علاوہ لوگوں سے کیا کہتا؟ اس لیے اس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے ثعلبہ سے کہا کہ ''میں تم کو از دیوں کے سامنے کوئی حکم دوں گا۔ تم اس کی تعمیل سے انکار کرنا اور جب تنبیہ کروں تو ایک تھپڑ مارنا'' ثعلبہ نے کہا یہ گستاخی کیونکر ممکن ہے۔ بولا کہ مصلحت اسی میں ہے۔ غرض تمام سرداروں کو ایک پر تکلف دعوت دی، جب سب لوگ جمع ہوگئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا تو عمرو نے نیزہ اٹھایا، ثعلبہ نے فوراً ایک تھپڑ کھینچ مارا۔ عمرو بولا ہائے افسوس! یہ ذلت! اتنا سننا تھا کہ ثعلبہ کے بھائی اس کے قتل پر کمر بستہ ہوگئے۔ عمرو نے روکا اور کہا اس کو چھوڑ دو۔ میں اپنی جائیداد فروخت کر کے کہیں نکل جاتا ہوں اور اس کو اس گستاخی کے عوض میں ایک حبہ بھی نہ دوں گا۔ غرض اس بہانہ سے عمرو نے اپنی تمام جائیداد نہایت اچھے داموں فروخت کی اور اپنے بیٹوں، پوتوں اور کنبہ والوں کو لے کر یمن سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے بعد یمن میں عام تباہی آئی اور سد عرم ٹوٹ گیا۔

عمرو نے مارب سے نکل کر بلاد عک میں پناہ لی اور اپنے تین بیٹوں یعنی حارث، مالک اور حارثہ کو آگے روانہ کیا۔ یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی اور ثعلبہ العنقاء اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا[1] اس کے بعد ان لوگوں نے عک سے بھی کوچ کیا اور عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئے چنانچہ خزاعہ، حجاز و مکہ، میں غسان شام میں، اور اوس و خزرج یثرب میں مقیم ہوئے[2] اور اس طرح سباء اولیٰ کا خاتمہ ہوگیا۔ عرب میں یہ مثل ''تفرقوا ایدی سبا'' اسی وقت سے مستعمل ہوئی۔

یہ روایت اگرچہ تمام تر خرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس میں اصولی حیثیت سے جو غلطیاں ہیں ان کا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے۔

❶ مزیقیا نے محض ایک کاہنہ کے کہنے سے یمن کو خیر باد کہا اور چاروں طرف مارا

---

[1] العقود واللولویہ ص ۱۱ تا ۱۲ ج ۱۔ [2] ابن اثیر ص ۴۹۲ ج ۱۔

marfat.com

مارا پھرا' نہایت لغو ہے' اور اگر ہمارے مؤرخین کی یہ روایت صحیح ہے کہ ''عمران بن عامر اور اس کا بھائی عمرو (مزیقیا) یمن کے بادشاہ تھے اور عمران کے زمانہ میں سلطنت حمیر سے کہلان میں منتقل ہوگئی تھی[1] تو اس لغویت کی کیا انتہا رہ جاتی ہے۔

❷ بند' مارب میں تھا' اس لیے اس کے ٹوٹنے سے تمام یمن تباہ نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ ہوا۔ اس لیے مزیقیا کو مارب چھوڑنے کی ضرورت تھی نہ کہ تمام یمن کی۔

❸ یہ بند مزیقیا کے بعد بھی کئی بار ٹوٹا ہے۔ چنانچہ ابرہہ کے زمانہ میں بھی ۵۴۲ء (۶۵۷ء حمیری) میں ٹوٹ گیا تھا لیکن اس کی مرمت کرادی گئی۔ اور جیسا کہ ابرہہ نے کتبہ میں ظاہر کیا ہے اس کی تعمیر میں ۱۱ ماہ لگے۔ اور عمرو مزیقیا جو یمن کا بادشاہ گزرا ہے کیا اس کی تعمیر سے عاجز تھا؟

❹ سب سے اخیر یہ کہ سبا اولیٰ کی تباہی سیلاب کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ سے مارب کے صرف وہ باغ ویران ہوئے جو اس کے دائیں بائیں واقع تھے' اور جن کو قرآن مجید نے جنتین کے نام سے یاد کیا ہے۔ سبا کی بربادی کا اصلی حمیر کا ظہور تھا' جس کی وجہ سے ان کی نو آبادیاں نکل گئیں' تجارت مسدود ہوگئی اور قوت وشوکت کا شیرازہ بکھر گیا۔

ہمارا خیال

ہم انصار کو نابط کی اولاد بتلا چکے ہیں۔ اس لیے ہم کو ان کی تاریخ نابط کے عہد سے شروع کرنا چاہیے۔

نابط:

نابط (نابت) یا نبت' عبرانی میں نبایوت[1] ہے۔ توراۃ میں ان کا نام حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے سلسلہ میں آیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ان سب سے بڑے بیٹے تھے۔[2] مورخین عرب نے بھی ان کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری

---

[1] تاریخ ابوالفدا ص ۶۷ ج ۱۔ [2] سفر تکوین ۲۵۔۱۴۔

marfat.com

لکھتے ہیں [1]

من نابت وقیدار نشر الله الغوب. ”یعنی خدا نے عرب کو نابت اور قیدار سے پھیلایا“۔

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں لکھا ہے [2]

ولی البیت بعد اسماعیل ابنه نابت.

”یعنی حضرت اسماعیل کے بعد کعبہ کی تولیت ان کے بیٹے نابت کو پہنچی“۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابت مکہ میں رہتے تھے اور خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا ان کی تولیت میں تھا۔ اس کے علاوہ ان کے حالات کچھ معلوم نہیں، اور معلوم بھی کیونکر ہوں؟ اس زمانہ تک اسماعیلی عربوں نے کوئی تمدن پیدا نہیں کیا تھا بلکہ محض بدویانہ حیثیت سے رہتے تھے۔

نابط کی اولاد:

چونکہ مکہ کی سرزمین بالکل بے آب و گیاہ تھی اس لیے نابت کی وفات کے بعد ان کی اور ان کے بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں جا کر آباد ہو گئی [3] چنانچہ دوماہ دومۃ الجندل میں، تیما نجد میں، نافیش، وادی القریٰ میں مساعد (حدد) قید ماہ یمن میں اور نابت کی اولاد عرب کے شمال مغربی حصہ میں مقیم ہوئی۔ لیکن قیدار بن اسماعیل اب تک مکہ ہی میں تھے [4] لیکن جب مضاض جرہمی نے خانہ کعبہ پر قبضہ کر لیا [5] تو انہوں نے بھی مکہ کی سکونت ترک کر دی، اور کاظمہ، غمر ذی کندہ اور شعثمین وغیرہ میں جا بسے۔ اور اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس بیان کی تصدیق کی جس میں انہوں نے آل اسماعیل کی آبادی کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ جویلاہ (یمن) سے شور (شام) تک آباد ہوئے [6]

انباط:

اوپر گزر چکا ہے کہ نابت کی اولاد حجاز کے شمالی حصہ میں مقیم ہوئی تھی، چنانچہ

---

[1] تاریخ طبری ص ۳۵۲ ج ۱۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۳ ج ۱۔ [3] یعقوبی ص ۲۵۳ ج ۱۔

[4] الاخبار الطوال ص ۱۱۔ [5] طبری ص ۱۱۳۱ ج ۳۔ [6] تکوین ۲۵۔ ۱۸۔

marfat.com

انہوں نے ایک زمانہ کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے چار سو برس ایک حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولۃ الانباط کے نام سے مشہور ہے۔ اس حکومت کا پایہ تخت پہلے حجر (پٹرا) تھا۔ جس کو یہودی ''سلاع'' کہتے ہیں۔ سکندر اعظم کے زمانہ میں یہ حکومت اس درجہ قوی تھی کہ جب اس نے ایران و مصر پر فوج کشی کی تو اس کی فوجیں بھی رومی فوجوں کے پہلو بہ پہلو لڑ رہی تھیں۔ انطونی (Antigon) جانشین سکندر نے ۳۱۲ ق م میں اس پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اس کے بعد ڈیمتریوس نے پٹرا کا محاصرہ کیا اور ناکام واپس ہوا[1]

۲۰۰ ق م میں نبطی حکومت نہایت پرزور ہوگئی اور سبا کا اثر شمال سے اکھاڑ دیا[2]

۶۲ ق م میں حارث تخت نشین ہوا' جو اس حکومت کا سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے عہد میں اس حکومت کی حدود' جنوب میں وادی القریٰ تک' مشرق میں حدود عراق تک' اور مغرب میں جزیرہ نمائے سینا تک تھے' اسطرابواس (Strabo) نے نبطیوں کا ملک اس سے بھی وسیع بتایا ہے اور بائبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے زمانہ میں نہایت مشہور اور زبردست تھی[3]

غرض دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک نبطیوں نے نہایت زور قوت کے ساتھ حکومت کی۔ یہاں تک کہ ۱۰۶ء میں ٹراگان شہنشاہ روم نے ایک کثیر لشکر بھیج کر ان کو بالکل برباد کر دیا' وشحان من یرث الارض ومن علیھا!

ازد:

انباط کی طرح آل نابت کی ایک شاخ اور بھی ہے جو کسی نامعلوم زمانہ میں یمن میں جا کر آباد ہوئی۔ ہماری مراد اس سے قبیلہ ازد یا[4] اسد[5] ہے۔ جو نبت بن مالک کی اولاد میں تھا چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اما سالت فانا معشر نجب — الازدنسبتنا والماء غسان[6]

---

[1] sharpe 1.274 ۔ [2] ایضاً۔ [3] اشعیاء ۶۔۷۔ [4] التنبیہ والاشراف ص ۳۴۔

[5] انساب سمعانی ص ۱۰۶۔ [6] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱۔

marfat.com

ونحن بنو الغوث بن نبت بن مالك ابـن زيـد بـن كهلان و اهل المفاخر[1]

مـن تلك عـنـا معشر الاسد سائلا فنحن بنو الغوث بن زيد بن مالك[2]

اوپر گزر چکا ہے کہ اسماعیلیوں کے چند خاندان یمن میں مقیم ہوئے تھے۔ غالباً اسی زمانہ میں یا اس کے بعد یہ لوگ بھی یمن گئے ہوں گے۔ چنانچہ ان کی اقامت کا سب سے پہلے مارب میں پتہ چلتا ہے۔ جب یہ خاندان وسیع ہوا تو قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بنا پر مارب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس زمانہ میں اس خاندان کا رئیس عمرو بن عامر تھا جو تاریخ عرب میں مزیقیا کے لقب سے مشہور ہے اور جو تمام انصار و غسان کا مورث اعلیٰ ہے۔ چنانچہ اوس بن حارثہ پدر قبیلہ اوس کہتا ہے:[3]

تـقـربهـم مـن ال عـمـرو بن عـامـر عيـون لدى الداعى الىٰ طلب الوتر

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ارونـی سعـودا كالسعود التى سمت بـمـكـة مـن اولاد عـمـرو بن عـامـر[4]

الـم تـرنـا اولاد عـمـرو بـن عـامـر لـيـنـا شـرف يـعـلـو على كل مرتق[5]

كـجـفـنـة والـقـمـقـام عمرو بن عامر واولاد مـاء الـمـزن وابـنـى محرق

حضرت اوسؓ بن صامت کا شعر ہے:[6]

انـا ابـن مـزيـقـيـا عـمـرو وجـدى ابـو عـامـر مـاء الـسـمـاء

انصار کی تاریخ اسی کے زمانہ سے روشنی میں آئی ہے۔ چنانچہ اس کے اور اس کی اولاد کے مقامات سفر نہایت تفصیل سے کتابوں میں قلم بند ہیں اور ہم ان ہی کی مدد سے انصار کی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہیں۔

عمرو نے اولاً مالک بن یمان اور قبیلہ ازد کو لے کر مارب سے کوچ کیا۔ نواح خولان سرزمین عنس اور کشت زار صنعا میں قیام کرتے ہوئے ازال اور ہمدان میں مقیم ہوئے۔ چونکہ آدمیوں کا جم غفیر ساتھ تھا اور اونٹ' گھوڑے' گائے' بکریاں بھی بافراط

---

[1] یعقوبی ص ۲۳۰ ج ۱۔ [2] دیوان حسان ص ۷۷۔ [3] خلاصۃ الوفا ص ۸۳۔

[4] اصابہ ص ۷۶ ج ۲۔ [5] دیوان حسان ص ۴۷، ۷۵۔ [6] استیعاب ص ۳۷ ج ۱۔

marfat.com

تھیں اس لیے ان کو شاداب مقاموں کی تلاش رہتی تھی اور ان کے آدمی اس مقصد کے لیے عرب کے مختلف حصوں میں گشت لگاتے تھے۔ جب پانی اور سبزی کا ذخیرہ ختم ہوجاتا اور کسی دوسرے مقام کی اطلاع ملتی تو وہاں روانہ ہوجاتے اور اس جگہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ ہمدانی لکھتے ہیں۔[1]

فاقبلوا لا یمرون بماء الا انزفوه ولا بكلأ الا اسحقوه ....

"یہ لوگ جہاں جاتے تھے پانی کو صاف کردیتے تھے اور گھاس کو چرا دیتے تھے"۔

غرض کچھ زمانہ تک ازال اور ہمدان میں ٹھہرنے کے بعد جب پہاڑوں پر چڑھنے کی قوت پیدا ہوگئی تو سہام اور رمع کی سمت سے پہاڑوں پر چڑھ کر وادی ذوال میں اترے اور قبیلہ غافق کو شکست دی[2] اس کے بعد یہاں سے نکل کر تہامہ یا غور کے اس حصہ میں قیام کیا جہاں قبیلہ عک کی آبادی تھی۔ یہ ایک تالاب تھا جس کا نام غسان[3] تھا۔ قبیلہ عک جو ایک اسماعیلی قبیلہ تھا یمن آ کر آباد ہوا تھا۔ چنانچہ عباس بن مرداس عدنانی کہتا ہے۔[4]

وعك بن عدنان الذين قعلبوا بغسان حتى طردوا كل مطرد

عمرو بن عامر کے غسان پر مقیم ہونے کی شہادت حضرت حسانؓ کے ایک شعر سے بھی ملتی ہے۔ فرماتے ہیں۔[5]

اما سئالت فانا معشر نجب الازد نسبتنا والماء غسان

لیکن اس کے قیام کا زمانہ مورخین عرب متعین نہیں کرتے۔ البتہ یونانی مورخین نے متعین کیا ہے۔ چنانچہ بطلیموس نے ۲۰۰ء کے اواسط میں قبیلہ غسان کا تذکرہ کیا ہے[6] اور یہ معلوم ہے کہ غسان اور مزیقیاء کوئی جداگانہ چیز نہیں۔[7]

معارف ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اولاد عک سے کسی قدر دور سکونت اختیار کی تھی۔ لیکن جب وبا پھیلی اور عمرو نے انتقال کیا تو ثعلبہ بن عمرو نے جو

---

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷۔ [2] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۹۔ [3] عقد الفرید ص ۵۲ ج ۲۔
[4] سیرۃ ابن ہشام ص ۷ ج ۱۔ [5] خلاصۃ الوفا ص ۸۲۔ [6] اسپرنگر ص ۴۲ و ۵۲۔ [7] خلاصۃ الوفا ص ۸۲۔

marfat.com

عنقا کے لقب سے مشہور ہے عک کے رئیس شملقہ بن الجباب کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے ہاں کی آب و ہوا خراب ہوگئی ہے اس لیے ہم تمہارے پاس آنا چاہتے ہیں اور چند روز ٹھہر کر کہیں چلے جائیں گے۔ لیکن عک نے اس کو نامنظور کیا اور دونوں قبیلوں میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی۔ جس میں عک نے شکست کھائی اور شملقہ مارا گیا۔ اب ثعلبہ کو غسان میں رہنے کا موقع تھا' لیکن جیسا کہ علامہ ہمدانی نے لکھا ہے کہ عک کا تمام خاندان ان لوگوں کا دشمن ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا سخت چالاک اور مکار واقع ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا۔ سخت چالاک اور مکار واقع ہوا تھا۔ اس کی چالبازیوں نے ثعلبہ کو اور بھی تکلیفیں پہنچائیں جن کی وجہ سے وہ غسان سے کوچ کرنے پر بالکل آمادہ ہوگیا۔[1]

ثعلبۃ العنقاء: عمرو مزیقیاء کا سب سے بڑا لڑکا اور اوس و خزرج کا جد اعلیٰ ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس کی نسبت فرماتے ہیں:[2]

ولدنا بنی العنقاء وابنی محرق فاکرم بنا خالا واکرم بذا ابن ما

اس نے بلاد عک سے نکل کر نجران میں اقامت کی اور یہاں قبیلہ مذحج سے جنگ ہوئی۔[3] اس کے بعد حجاز کا قصد کیا اور چلتے پھرتے مکہ کے قریب آ کر فروکش ہوا۔ مکہ میں قبیلہ جرہم آباد تھا۔ اس لیے ثعلبہ نے اس سے سکونت کی اجازت طلب کی اور کہلا بھیجا کہ ہم جہاں گئے وہاں ہمارا نہایت تپاک سے خیر مقدم ہوا ہے اس بنا پر ہم تم سے بھی اسی کے آرزومند ہیں۔ ہم کو چند روز مکہ میں قیام کرنے دو جس وقت کوئی عمدہ اور پرفضا مقام مل جائے گا یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہمارے آدمی شام اور مشرق میں اس غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ لیکن جرہم پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور اس کو ٹھہرانے سے صاف انکار کردیا۔ ثعلبہ نے کہا "اب ہم ضرور ٹھہریں گے خواہ تم خوش ہو یا ناخوش"۔ غرض تین دن تک لڑائی ہوئی جس میں جرہم نے شکست کھائی[4] اور ثعلبہ نے مکہ طوو یا سراۃ (عرفہ کا پہاڑ)

---

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۹۔ [2] دیوان حسان ص ۹۷۔
[3] تاریخ یعقوبی ص ۲۳۲ ج ۱۔ [4] خلاصۃ الوفا ص ۸۴۔

marfat.com

سروم اور حدود طائف تک تمام مقامات پر قبضہ کر لیا[1]

چونکہ یہاں کی آب و ہوا ان لوگوں کے ناموافق تھی اس لیے ایک ہی سال قیام کے بعد بخار میں مبتلا ہو گئے[2] اور ثعلبہ مکہ میں وفات پا گیا' اب ان قبائل کو دوسرے مقامات تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ثعلبہ کی اولاد مکہ سے نکل کر ثعلبہ اور ذی قار تک مقیم ہوئی اور وہاں کے تالاب پر قبضہ کر لیا[3] خزاعہ نے مکہ ہی میں رہنا پسند کیا اور تمام وادی مر (مر الظہران) پر اپنا تسلط جما لیا۔ عوف بن ایوب انصاری سلمی کہتے ہیں:[4]

فلما هبطنا بطن تخزعت خزاعة منانی حلول كدا كد

اسماعیل بن رافع انصاری کا شعر ہے[5]

فلما هبطنا بطن مكة احمدت خزاعة درالاكل المتحامل

نصر بن ازد نے عمان اور بحرین میں اقامت کی۔ مالک بن فہم نے عراق کا راستہ لیا اور جفنہ بن عمرو نے شام کی سکونت اختیار کی۔ غرض اس طرح یہ تمام قبائل نجد' بحرین' عمان' عراق' حجاز اور شام تک پھیل گئے[6]

اوس وخزرج:

ثعلبہ میں ان قبائل کی جو شاخ قیام پذیر تھی' جب اس کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو وہ اس مقام سے کوچ کر کے یثرب کی سمت روانہ ہوئی اور قریظہ' نضیر' خیبر' تیما' وادی القریٰ کے درمیان اقامت کی اور ان کا بیشتر حصہ یثرب میں اترا[7] اور صرار میں مقیم ہوا[8]

یثرب میں اس وقت یہودیوں کی آبادی تھی' جو بقول بعض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ یا ایک خیال کے مطابق نبوخذ نصر (بخت نصر) کی تباہی بیت المقدس کے بعد سے عرب میں آباد ہوئے اور یثرب اور اس کے نواح پر قابض تھے' اوس وخزرج نے یہاں قلعے اور مکانات بنا کر رہنا شروع کیا اور یہود سے جان و مال کی محافظت کا عہد و پیمان

---

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱۰۔ [2] خلاصۃ الوفاء ص ۸۲۔ [3] معجم البلدان ص ۲۵۷ ج ۷۔
[4] ابوالفداء ص ۱۰۱ ج ۱۔ [5] سیرت ابن ہشام ص ۵۴ ج ۱۔ [6] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱۰۔
[7] معجم البلدان ص ۳۵۷ ج ۷۔ [8] اغانی ص ۹۵ ج ۱۹۔

marfat.com

کرلیا اور عرصہ تک کچھ خراج دیتے رہے[1] لیکن جب ان کی اولاد اور مال و دولت میں ترقی ہونے لگی تو یہودی خائف ہوئے کہ مبادا کہیں ہم پر غالب نہ آ جائیں۔ اوس وخزرج کو بھی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہودی ان کو جلاوطن نہ کر دیں، اس بناء پر سخت کشمکش پیدا ہوئی اور دونوں قبیلے جنگ وجدل پر بالکل آمادہ ہو گئے۔

مالک بن عجلان کے زمانہ میں جو اوس وخزرج کا سردار تھا[2] اور سالم بن عوف ابن خزرج کے خاندان سے تھا۔ فطیون یہودیوں کا سردار مقرر ہوا۔ چونکہ وہ نہایت جابر اور بدباطن شخص تھا اس لیے مالک نے اس کے ظلم واستبداد کی غسان کے ایک رئیس سے فریاد کی۔ غسانی رئیس جس کا نام ابوجبیلہ تھا ایک کثیر لشکر لے کر شام سے یثرب آیا اور ذی حرض نامی ایک مقام میں یہود کے تمام سرداروں کو جمع کر کے قتل کرا دیا۔ اس وقت سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور اوس وخزرج کا تمام یثرب پر تسلط ہو گیا۔ رمق بن زید خزرجی ابوجبیلہ کی تعریف میں کہتا ہے[3]

وابـوجبيـلة خيـر مـن — يـمشـى واوفـاه يـمينـا

وابـرهـم بـراواعـلمهـم — بهـدا. ـصهـا لـحينـا

ابـقـت لـنـا الا يـام — لـحـرب الـمهـمة تعتـرينـا

كبشـالـه قـرن بـعـض — حسـامـه الـذكـر السنينـا

اس کے بعد یمن کا ایک تبع جس کا نام مسعودی نے ابن حسان بن کلیکرب[4] اور طبری نے تبان اسعد ابوکرب بتایا ہے، یثرب سے گزرا۔ چونکہ یہاں اس کا ایک لڑکا مارا گیا تھا اس لیے اس نے یثرب کے بالکل تباہ کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اوس وخزرج کے رئیس عمرا بن طلحہ نجاری کو خبر ہوئی تو مدافعت کے لیے آمادہ ہوا اور تبع سے چند لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن ان ایام میں اوس وخزرج نے اس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا، یعنی بایں ہمہ

---

[1] معجم البلدان ص ۴۲۶ ج ۷۔ [2] خلاصۃ الوفا ص ۸۳۔ [3] ابن اثیر ص ۴۹۳، ص ۴۹۴ ج ۱۔
[4] مروج الذہب بر نفح الطیب ۵۷۵ ج ۱۔

marfat.com

کہ برسر پیکار تھے، رات کو اس کی ضیافت کرتے تھے۔ وہ ان کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا اور ان کی دل سے عزت کرتا تھا۔ اسی اثنا میں یہود کے دو عالم اس کے پاس گئے اور اس نے یہودی مذہب قبول کیا اور محاصرہ اٹھا کر یمن چلا گیا۔ انصار کے ایک شاعر خالد بن عبدالعزیٰ نجاری نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے:

اصحا ام انتھی ......ذکرہ ام قضی من لذۃ وطرہ

ام تذکرت الشباب وما ذکرك الشباب او عصرہ

انھا حرب رباعیۃ مثلھا اتی الفتی عبرۃ

فسلا عمران اوفسلا اسداً اذ یغدو مع الزھرہ

فیلق فیھا ابو کرب سابغا ابدانھا ذفرہ

ثم قالوا من یام بھا ابنی عوف ام النجرۃ

یابنی النجار ان لنا فیھم قبل الاوان ترہ

فتلقتھم عشنقہ مدھا کالغبیۃ النثرۃ

سید سامی الملوك ومن یغز عمر الا یجد قدرہ

دوسرا انصاری کہتا ہے:[1]

تکلفنی من تکالیفھا نخیل الاساویف والمنصعۃ

نخیلا حمتھا بنومالك خیول ابی کرب المقطعۃ

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ۲۴۰ برس قبل کا ہے[2]

[1] طبری ص ۹۶ ج ۲۔ [2] حمزہ ص ۱۲۴۔

marfat.com

انصار کی شاخیں

گزشتہ بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ انصار کے تمام خاندان دو شخصوں پر جا کر مل جاتے ہیں۔ جن کے نام اوس اور خزرج ہیں۔ یہ دونوں اگرچہ حارثہ (مزیقیا کے پوتے) کے بیٹے تھے لیکن قیلہ کے بیٹے مشہور ہیں، جو ان کی ماں تھی۔ ابن حزم اور ابن کلبی کے نزدیک وہ عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی[1] لیکن قبیلہ قضاعہ کے لوگ اس کو اپنے قبیلہ سے بتلاتے ہیں[2] بہرحال وہ دونوں صورتوں میں اسماعیلی تھی۔ پہلی صورت میں وہ جفنہ کی پوتی تھی، جو عمرو مزیقیاء کا بیٹا[3] اور شاہان غسان کا پدر اعلیٰ تھا اور عمرو کو ہم اسماعیلی ثابت کر چکے ہیں۔ دوسری صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ قبیلہ قضاعہ حضرت اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد تھا[4]

اوس و خزرج جہاں تک ہمیں معلوم ہے تین بھائی تھے اور تیسرے کا نام عدی تھا۔ اس کی اولاد بھی مدینہ میں موجود تھی۔ چنانچہ ابوزید عمرو بن اخطب کو بعض لوگوں نے اسی کی نسل سے بتایا ہے[5]

خزرج کے حالات کچھ معلوم نہیں۔ البتہ اوس کے کسی قدر معلوم ہیں۔ وہ خطیب اور شاعر تھا۔ اس کے چند جملے محفوظ ہیں جو اس نے اپنی وفات کے وقت کہے تھے۔ کہتا ہے:

لن یہلک ھالک ترک مثل مالک ان الذی یخرج النار من الوندة
قادر علی ان یجعل لمالک نسلا و رجالا بسلا[6] المنیة و لا الدنیة و لا عار و النار[7]

اس کے اشعار یہ ہیں:[8]

فعل الذی اودی ثمود و جرھما سیعقب لی نسلا علی آخر الدھر

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲۔ [2] التنبیہ والاشراف ص ۲۰۲۔ [3] حزم ص ۱۰۱۔ [4] ابن ہشام ص ۸ ج ۱۔
[5] اسد الغابہ ص ۲۰۲ ج ۵۔ [6] خلاصۃ الوفا ص ۸۳۔ [7] کتاب الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۴۷۔
[8] خلاصۃ الوفا ص ۸۳۔

marfat.com

تقربهم من آل عمرو بن عامر   عيون لدى الداعي الى طلب الوتر

اس میں کچھ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں:

اذ ابعث المبعوث من ال غالب   بمكة فيما بين زمزم والحجر

هناتك فابغوا نصره ببلادكم   بني عامران السعادة في النصر

فارسٹر صاحب نے حصن غراب (حضر موت) کے کتبوں میں سے ایک کتبہ میں ایک لفظ کو اوس اور عوس پڑھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ عرب کے خانہ بدوش خاندانوں کا نام ہے۔[1] چونکہ اس نام کے عرب میں دو قبیلے ہیں عوص (عاد) اوس (یثرب) اس بنا پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سے کہیں وہ اوس تو مراد نہیں جو انصار مدینہ کا پدر اعلیٰ تھا۔

اگر فارسٹر صاحب نے یہی سمجھا ہے کہ تو ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ اس میں انہوں نے سخت غلطی کی۔ اولاً تو یہ کہ انصار کے مورثین میں عمرو بن عامر نے یمن سے ہجرت کی تھی اور اس وقت اوس وخزرج کا پتہ تک نہ تھا۔ دوسرے ان قبائل نے اپنی خانہ بدوشی کے زمانہ میں کبھی حضر موت میں سکونت نہیں کی۔ اور سب سے آخر یہ کہ یہ نام عوص بن ارم بن سام (پدر عاد) کا ہے اور اس کے متعلق مسلم ہے کہ وہ یمن اور حضر موت میں آباد تھا۔[2]

غرض اوس وخزرج اور عدی کی اولادیں یثرب میں رہ کر خوب پھلی پھولیں اور متعدد خاندانوں میں تقسیم ہوگئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

عدی:

اس نام سے کوئی جداگانہ شاخ نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی اولاد بھی اوس وخزرج میں ضم ہو کر انصار کہلاتی تھی اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عرب میں بھتیجا اپنے چچا کی شہرت کی وجہ سے اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا تھا۔[3]

اوس:

اوس کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام مالک تھا مالک کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جو مختلف شاخوں کے مورث ہوگئے۔

---

[1] جغرافیہ عرب فارسٹر ص ۴۳۹ ج ۲۔ [2] ابوالفداء ص ۹۷ ج ۱۱۔ [3] اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵۔

marfat.com

عمرو بن مالک:

عمرو بن مالک میں ابتدأ دو شاخیں ہوئیں' خزرج اصغر اور عامر' عامر عمان میں رہتے تھے۔ اور چونکہ مدینہ میں ان کا ایک متنفس بھی نہ تھا اس لیے وہ انصار میں داخل نہیں[1] خزرج میں کعب (ظفر) اور حارث میں جشم اور حارثہ' اور جشم میں زعور (اہل راتج) اور عبدالاشہل داخل ہیں۔ انہی چاروں بطنوں یعنی کعب (ظفر) حارثہ' زعور اور عبدالاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے۔

عوف بن مالک:

عوف بن مالک میں عمرو اور زید ابن مالک بن عوف۔ عمرو میں جو قبائل میں رہتے تھے بہت سے بطون تھے۔ جن میں مشہور یہ ہیں۔ لوذان و بنوسمیعہ' عبیدہ بن زید' صبیعہ' معاویہ (بن مالک بن عوف) حجبا بن کلفہ بن عوف' حبیب' بنولوذان میں بنوسمیعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ لوذان بن عوف (پدر معاویہ و جحبا) اور ثعلبہ (بن عمرو) داخل سمجھے جاتے ہیں۔

مرہ بن مالک:

میں سعد (اہل راتج) اور عامر' امر میں امیہ' وائل اور عطیہ' مالک بن اوس کے یہ تینوں خاندان (عمرو' عوف' مرہ) جعادرہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔

امراء القیس بن مالک میں واقف اور سلم۔

جشم بن مالک میں خطمہ (عبداللہ)

خزرج:

کے پانچ بیٹے تھے۔ عمرو' عوف' جشم' کعب' حارث' ان کی اولاد حسب ذیل ہے:

عمرو بن خزرج: اس میں بنونجار کی تمام شاخیں شامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا ننھیال یہیں تھا۔ نجار سے دینار' عدی' مازن' مالک۔ مالک سے عمرو سے عمرو' غنم' عامر (مبذول) عمرو سے عدی (بنومعاویہ) اور معاویہ (بنوجدیلہ)

---

[1] خلاصۃ الوفا۔

marfat.com

عوف بن خزرج: سے سالم، عمرو، قطن۔ قطن سے سائب، یہ لوگ عمان میں رہتے تھے عمرو سے عوف اور غنم (قوافل) عوف سے حبلی (مالک بنو سالم، قبیلہ عبداللہ بن ابی) اور عجلان۔

جشم بن خزرج: سے تزید اور غضب۔ تزید میں سلمہ، اور سلمہ میں مرا اور غنم، اور غنم میں عبید (بن عدی) سواد اور حرام، غضب سے عبد حارثہ کعب (بنو غدارہ) معاویہ (بنو اجدع) عبد حارثہ سے زریق اور حبیب، زریق سے بیاضہ اور زریق۔

کعب بن خزرج: سے ساعدہ، ساعدہ سے طریف، قشبہ، عمرو، ثعلبہ۔ طریف سے وقش، عنان، ابوخزیمہ (خاندان سعد بن عبادہ)

حارث بن خزرج: سے جشم، زید، عوف۔ عوف سے حذرہ اور خدارہ[1]

چونکہ اوس، خزرج اور عدی میں تعداد اور غلبہ کے لحاظ سے خزرج کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا اس لیے ان قبائل کو عرب تغلیباً خزرج کہا کرتے تھے۔[2]

انصار کی آبادی

اوس اور خزرج پہلے ایک ہی جگہ آباد تھے لیکن جب ابوجبیلہ کی وجہ سے یہود کا زور ٹوٹ گیا تو وہ یثرب کے تمام نشیبی اور بالائی حصوں میں منتشر ہو گئے، اور اپنی علیحدہ علیحدہ آبادیاں قائم کیں۔ چنانچہ قبیلہ اوس میں سے عبدالاشہل اور حارثہ کا خاندان یثرب کے شرقی سنگستان میں آباد ہوا اور وہاں کئی قلعے تعمیر کیے۔ جن میں سے ایک کا نام واقم تھا اور ان کا محلہ بھی اسی نام سے مشہور تھا، انصار کا ایک شاعر کہتا ہے:

نحن بيننا واقم بالحرة بلازب الطين وبالامره

یہ قلعہ حضیر بن سماک کے قبضہ میں تھا۔

اس کے بعد بنو حارثہ، عبدالاشہل کے پاس سے ہٹ کر ان سے شمال کی طرف

---

[1] اس تمام تفصیل کے لیے دیکھئے خلاصۃ الوفا ۸۳، ۸۵ و تا ص ۸۹ عقد الفرید ص ۵۱ ج ۲ و معارف ابن قتیبہ ص ۳۶ و ص ۳۷۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۴۲ ج ۲۔

marfat.com

رہنے لگے۔ بنوظفر (کعب بن خزرج اصغر) بقیع سے پورب طرف عبدالاشہل کے پاس مقیم تھے۔ وہاں انہوں نے اسلام لانے کے بعد ایک مسجد بنائی تھی جس کا نام مسجد بغلہ تھا بنوزعورا بن جشم بھی یہیں سکونت کرتے تھے۔

یہ چاروں خاندان نبیت کہلاتے تھے جوان کا مورث اعلیٰ تھا اور عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھا۔

عوف بن مالک بن اوس' اس کے خاندان میں بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب قبا میں آباد تھیں۔ ان میں سے بنوضبیعہ شقیف نامی ایک قلعہ میں رہتے تھے جو احجار المراء اور مجلس بنی الموالی کے درمیان واقع تھا۔ کلثوم بن الہدم کا قلعہ عبداللہ بن ابی احمد کے احاطہ میں تھا اور احیحہ ابن الجلاح جحجی کا بھی ایک قلعہ تھا۔

زید بن مالک بن عوف میں ۱۴ قلعے تھے۔ اور صیاصی کے نام سے مشہور تھے' ان کا ایک قلعہ مسجد قباء سے مشرقی جانب مسکبہ میں بھی تھا۔ دوسرا جس کا نام مستظل تھا۔ چاہ غرس کے پاس تھا۔ اور احیحہ کا تھا۔

بنوجحجبا کچھ دنوں تک بنوضبیعہ کے ساتھ رہ کر مسجد قبا کے مغرب عصبہ میں چلے گئے۔ یہاں احیحہ نے سفید پتھروں کا ایک قلعہ بنایا لیکن وہ گر گیا تو ایک مربع سیاہ قلعہ تیار کرایا' بنومجدعہ اور جحجبا نے ہجیم نامی ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جو اس مسجد کے قریب واقع تھا جہاں آنحضرت ﷺ نے ایک بار نماز پڑھی تھی۔

معاویہ بن مالک پہلے قبا میں رہتے تھے۔ پھر بقیع الغرقد کے باہر رہے۔ وہاں ان کی مسجد اجابتہ یادگار ہے۔

بنوسمیعہ (لوذان بن عمرو بن لوف) رکیح کے کوچہ کے پاس آباد تھے اور سعدان نامی ایک قلعہ بنا دیا تھا۔

واقف اور سلم (مالک بن اوس) مسجد فضیح کے پاس رہتے تھے۔ بعد میں سلم' عمرو بن عوف میں چلے گئے' اور تقریباً ۱۹۹ برس وہیں مقیم رہے اور ان کی آبادی نے اتنی ترقی کی کہ زمانہ جاہلیت ہی میں ایک ہزار جوان ان میں موجود تھے۔

marfat.com

بعادرۃ میں بنو وائل بن زید اپنے نام کی مسجد کے پاس جو مسجد قبا کے پورب ایک بلند مقام پر واقع تھی سکونت کرتے تھے۔

امیہ بن زید عہن کے مشرقی سمت جہاں مذنیبت کا پانی بھرتا ہے اور کھیت سینچے جاتے ہیں بودوباش رکھتے تھے۔

عطیہ بن زید بنو حبلی کے قریب رہتے تھے' اور شناش نامی ایک قلعہ بنایا تھا۔ مسجد قبا میں قبلہ رخ کھڑے ہونے پر یہ قلعہ بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا تھا۔

سعد بن مرہ' راتج میں رہتے تھے۔

خطمہ بن جشم' ماجشونیہ اور غرس کے پاس بودوباش رکھتے تھے' اور دور تک قلعے بنائے تھے چونکہ یہ مقام شہر کے باہر اور نسبتہً کم آباد تھا اس لیے جب اسلام کے زمانہ میں ان لوگوں نے مسجد بنائی اور ایک شخص کو اس کی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو روزانہ صبح اٹھ کر اس کی خیریت دریافت کرتے تھے کہ کوئی درندہ تو نہیں اٹھا لے گیا۔ اس کے بعد پھر ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اس بستی کا نام ہی غزہ پڑ گیا جو شام کا ایک نہایت آباد شہر ہے۔

قبیلہ خزرج میں سے بنو حارث وادی بطحان اور تربہ صعیب کے مشرق جانب آباد ہوئے۔ ان کا محلہ حارث کہلاتا تھا۔ حارث کے لڑکوں جشم اور زید نے اپنے قلعہ سخ میں اقامت کی جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر اور مدینہ کے بالائی حصہ کی منزل اول ہے۔ حدرہ بن عوف بن حارث کا خاندان بازار مدینہ کے شمالی جانب جرار سعد میں مقیم ہوا' حدرہ ابن عوف نے چاہ بصہ کے پاس اجرو نامی ایک قلعہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ قلعہ ابو سعید خدری کے دادا کا تھا۔

سالم اور غنم (عوف بن عمرو بن خزرج) مغربی سنگستان میں مسجد جمعہ کے پاس اترے قوافل کا قلعہ انہی کا تھا۔ بنو حبلی (مالک بن سالم بن غنم) بنو نجار اور ساعدہ کے درمیان ٹھہرے ان کی آبادی کی پشت پر ایک قلعہ تھا جس کا نام مزاحم تھا اور وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی ملکیت تھا۔

بنو سلمہ (جشم بن خزرج) میں بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد ہوئے۔ ایک

marfat.com

قلعہ بھی تعمیر کیا۔ جابر بن عتیک کی زمین میں بھی ان کا ایک قلعہ تھا۔ ان کی وادی میں ایک چشمہ تھا جو حضرت جابرؓ کے دادا عمرو کے قبضہ میں تھا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت کے زمانہ میں اس کی مرمت کرائی۔ بنو سلمہ نے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد نبویؐ کے قریب رہنا چاہا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی ویرانی کے خیال سے منع کیا اور فرمایا: ''تم کو وہاں سے نماز کے لیے آنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے''۔[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں بنو حرام کو سلع میں منتقل کر لیا اور یہاں انہوں نے ایک عالی شان مسجد بنائی۔

بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن عبید دیناری کی زمین تک تھی (مسجد قبلتین انہی کی تھی) بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ دو نخل تک رہتے تھے۔ مسجد خربہ اور دو قلعے ان کی ملکیت میں تھے۔

بنو بیاضہ' زریق' غدارہ' اجدع (معاویہ بن مالک) مغربی سنگستان سے بطحان تک بنو سالم کے شمالی جانب رہتے تھے۔ ان کے پاس بیس قلعے تھے۔ بعض کے نام یہ ہیں: عقرب' سوید' لوی سرارہ۔

بنو ساعدہ (کعب بن خزرج) نے چار جگہ سکونت کی۔ بنو عمرو اور بنو ثعلبہ' بازار مدینہ کے مشرقی اور شمالی حد تک آباد ہوئے۔ ان کے دو قلعے تھے' ایک ابو دجانہ کے مکان کے پاس اور دوسرا مسجد بنو ساعدہ کے سامنے۔ مدینہ میں سب سے آخری یہی قلعہ تعمیر ہوا۔ بنو قشبہ ان لوگوں سے پورب کی جانب بنو جدیلہ کے قریب مقیم ہوئے۔ بنو ابی خزیمہ (سعد بن عبادہ کے خاندان) نے جرار سعد میں جو مدینہ کی انتہائی حد پر واقع تھا سکونت کی اور بنو وقش اور غسان مسجد الرایہ کے پاس (جرار سعد کے قریب) اترے۔

بنو مالک بن نجار میں سے بنو غنم' مسجد نبوی کے پورب طرف رہتے تھے اور ایک قلعہ بنایا تھا جس کا نام قویرع تھا۔ مسجد نبوی انہی کی تھی۔ بنو مغالہ (عدی بن عمرو) مسجد

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۳ ج ۱ باب کراھیته النبی ﷺ ان تعری المدینة

marfat.com

سے مغربی جانب باب الرحمہ کے پاس مقیم تھے۔ ان کے قلعہ کا نام فارع اور جائیداد کا بیرحا تھا۔ فارع حسان بن ثابت کے قبضہ میں تھا۔ بنو جدیلہ (معاویہ بن عمرو) مسجد کے شمالی اور شرقی جانب بقیع اور بیرحا کے قریب آباد تھے۔ ان کے قلعہ کا نام مشعط تھا جو مسجد ابی بن کعب کے پاس واقع تھا۔ بنو مبذول (عامر بن مالک) بنو غنم سے پورب طرف رہتے تھے۔

بنو عدی بن نجار مسجد سے مغرب طرف آباد تھے۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مکان بایں ہمہ کہ بنو عدی سے تھے مسجد سے شمال اور مشرق کی طرف تھا۔ ان کے قلعے کا نام زاہر یہ تھا۔

بنو مازن بن نجار، بنو زریق سے پورب طرف سکونت کرتے تھے۔ ان کا محلہ بنو مازن کہلاتا تھا۔

بنو دینار بن نجار بطحان کی پشت پر رہتے تھے[1]

ایام الانصار
یعنی
انصار کی خانہ جنگیاں

تبع کے بعد اوس وخزرج عرصہ تک متحد رہے۔ لیکن پھر خانہ جنگیوں کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قوم صفحہ ہستی سے یقیناً نیست و نابود ہو جاتی سید سمہودی خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں[2]

ثم وقعت بینهم حرب کثیرة لم یسمع فی قوم اکثر منها ولا اطول.

''پھر ان میں اس قدر لڑائیاں ہوئیں کہ کسی قوم میں ان سے زیادہ اور دیرپا جنگیں

---

[1] یہ پورا مضمون خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ص ۸۵ تا ۸۹ سے ماخوذ ہے۔

[2] خلاصۃ [illegible] ص ۸۵۔

marfat.com

نہیں سنی گئیں"۔

لڑائیوں کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس برس تک جاری رہ کر جنگ بعاث پر اختتام ہوا جو ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی۔ اس طویل زمانہ میں خدا معلوم کتنے معرکے پیش آئے ہوں گے۔ لیکن ان میں سے جو زیادہ مشہور ہیں تاریخوں میں انہی کا ذکر آتا ہے۔ علامہ ابن اثیر ایک مقام پر فرماتے ہیں:[1]

بینھا وبین حرب سمیر نحو مائة سنة وكان بينهما ايام ذكرنا المشهور منها وتركنا ما ليس بمشهور وحرب حاطب اخر وقعة كانت بينهم الا يوم بعاث.

"حرب حاطب اور حرب سمیر میں تقریباً سو برس کا فرق ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئی تھیں جن میں سے ہم نے مشہور لڑائیوں کو درج کیا ہے اور غیر مشہور کو چھوڑ دیا ہے اور حرب حاطب بعاث کے ماسوا سب سے اخیر لڑائی تھی"۔

جس جنگ کو علامہ نے سب سے اخیر جنگ قرار دیا ہے اس کی یہ حالت ہے کہ وہ بھی متعدد جنگوں کا مجموعہ ہے[2] پھر ان تمام مشہور لڑائیوں کی نسبت کیا کہا جا سکتا ہے جن کے ضمن میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئی ہوں گی اور جن کو ہمارے مورخین نے قلم انداز کر دیا۔

جنگ سمیر:

انصار کی سب سے پہلی جنگ جنگ سمیر ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مالک بن عجلان سالمی کا کعب ذبیانی حلیف بنا تھا۔ ایک روز وہ بازار قینقاع میں پھر رہا تھا کہ ایک غطفانی کی آواز سنی کہ میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو۔ کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی۔ کسی نے احیحہ بن الجلاح اوسی کا نام پیش کیا اور بعضوں نے

---

[1] ابن اثیر ص ۵۰۳ ج ۱۔ [2] ابن اثیر ص ۰۰۰۔

marfat.com

ایک یہودی کی نسبت کہا کہ وہ مدینہ کا سب سے بڑا شخص ہے اس بنا پر گھوڑے کا مستحق وہی ہے۔ غطفانی نے گھوڑا مالک بن عجلان کو دے دیا۔ اس پر کعب نے فخراً کہا: "کیوں میں نہ کہتا تھا کہ مدینہ میں مالک سے بڑھ کر کوئی نہیں" عمرو بن عوف کا ایک شخص جس کا نام سمیر تھا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ غصہ سے لال پیلا ہوگیا اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا۔ کعب دوسرے بازار میں جو قبا میں لگتا تھا ایک مرتبہ گیا تو چونکہ یہ عمرو بن عوف کا محلہ تھا سمیر نے موقع پا کر اس کو قتل کیا۔ مالک بن عجلان کو خبر ہوئی تو اس نے عمرو بن عوف کے پاس کہلا بھیجا کہ "قاتل کو ہمارے حوالہ کردو"۔ عمرو بن عوف نے انکار کیا' اور کہا "تم دیت لے سکتے ہو"۔ مالک نے اس شرط پر منظور کیا کہ دیت پوری دینا ہوگی"

چونکہ انصار میں حلیف کی دیت نصف دی جاتی تھی۔ عمرو بن عوف نے نہایت شدت سے انکار کیا۔ مالک کو اصرار تھا اس بناء پر لڑائی کی تیاریاں ہوئیں جس میں انصار کے تمام قبیلے شریک ہوگئے۔ دو مرتبہ نہایت معرکہ کا رن پڑا۔ اخیر میں اوس نے فتح پائی اور مالک کو کہلا بھیجا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسانؓ کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہیے۔ منذر نے کہا کہ "اس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کرو' آئندہ پھر اپنے قدیم دستور کے مطابق دینا"۔ دونوں فریقوں نے اس رائے کو پسند کیا' اور دیت ادا کردی گئی۔ لیکن دلوں میں جو غبار اور کدورت پیدا ہوگئی تھی وہ کسی طرح دفع نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لیے چند ہی روز کے بعد دوسری لڑائی کا افتتاح ہوا۔

جنگ کعب بن عمرو:

کعب بن عمرو مازنی نے جو بنونجار سے تھا بنی سالم میں شادی کی تھی اور اپنی سسرال اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ احیحہ بن جلاح دوسرے جحجبا (اوس) نے چند آدمیوں کو اس کے قتل پر آمادہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ کعب کے بھائی عاصم کو اطلاع ہوئی تو اس نے جحجبا کو اعلان جنگ دے دیا اور رحابہ میں نہایت سخت لڑائی ہوئی جس میں جحجبا نے شکست کھائی۔ احیحہ بھاگ گیا۔ عاصم نے تعاقب کر کے اس پر تیر چلایا۔ احیحہ قلعہ کے اندر جاچکا تھا۔ وہ تیر اس کے بھائی کے لگا اور وہ مرگیا۔ عاصم کو اب بھی چین نہ تھا اس لیے احیحہ گھات میں لگا رہا۔

marfat.com

احیحہ نے شب خون مارنے کی تجویز سوچی، سلمٰی بنت عمرو اس کی بیوی خاندان نجار سے تھی۔ اس نے ایک رات موقع پا کر اپنی قوم کو مطلع کر دیا اور بنو نجار ہتھیاروں سے آراستہ ہو گئے۔ صبح اٹھ کر احیحہ اور بنو نجار میں مڈبھیڑ ہو گئی اور تھوڑی دیر لڑائی رہی۔ احیحہ کو سلمٰی کی نسبت پتہ لگ چکا تھا اس لیے اس کو زدوکوب کر کے اپنے نکاح سے علیحدہ کر دیا۔

جنگ سرارۃ:

اس کے بعد عمرو بن عوف اور حارث بن خزرج میں نہایت معرکہ کی لڑائی ہوئی۔ بنی حارث کے ایک شخص نے بنی عمرو کے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ بنی عمرو اس کی فکر میں تھے۔ ایک روز موقع پا کر اس کو مار ڈالا۔ بنو حارث نے جنگ کا اعلان کیا اور سرارۃ میں دونوں فوجیں جمع ہوئیں۔ اوس پر حضیر بن سماک (حضرت اسیدؓ کے والد) اور خزرج پر عبداللہ بن ابی بن سلول افسر تھا۔ چار دن تک جنگ جاری رہی جس میں اوس ہزیمت اٹھا کر واپس گئے۔

جنگ حصین بن اسلت:

حصین بن اسلت وائلی (اوس) اور قبیلہ مازن بن نجار کے ایک آدمی میں کچھ جھگڑا ہوا اور حصین نے اس کو قتل کر دیا۔ بنو مازن کو خبر ہوئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑے اور گھیر کر مار ڈالا۔ حصین کے بھائی ابوقیس بن اسلت نے بنو وائل کو ابھارا۔ تمام اوس اس کی حمایت پر کمر بستہ ہو گیا۔ ادھر مازن کی طرف سے خزرج نے ساتھ دیا اور دونوں قبیلے نہایت جوش سے لڑے اور بہت آدمی کام آئے۔ اخیر میں اوس نے شکست کھائی۔

جنگ ربیع:

ربیع ظفری (اوس) مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین پر سے گزر رہا تھا۔ اس نے منع کیا۔ لیکن ربیع نہ مانا اور اس کو مار ڈالا۔ اس پر دونوں قبیلے جمع ہو گئے اور ایسا کشت و خون ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ اس میں بنو نجار نے شکست کھائی۔

جنگ فارع:

بنو نجار کے ایک شخص نے قبیلہ قضاعہ (بلی) کا ایک غلام پایا تھا جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعدؓ) کے پڑوس میں رہتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے

marfat.com

آیا تو نجاری نے اس کو قتل کر دیا۔ معاذ نے کہا کہ بنونجار یا دیت دیں یا قاتل کو میرے حوالہ کریں۔ بنونجار نے انکار کیا۔ اس لیے حضرت حسانؓ کے قلعہ فارع کے سامنے دونوں میں لڑائی ہوئی۔ چونکہ عبدالاشہل کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت میں عامر بن اطنابہ کو قتل کریں گے اور عامر خزرج کے ممتاز اشخاص میں تھا اس لیے عامر نے دیت خود ادا کی اور دونوں قبیلوں میں مصالحت ہوگئی۔ عامر نے اس کے متعلق کچھ اشعار بھی لکھے ہیں جو نہایت معتبر ہیں۔

جنگ حاطب:

اس کو جنگ جسر بھی کہتے ہیں۔ جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ حاطب بن قیس اوسی کے ہاں قبیلہ ثعلبہ (ذبیان) کا ایک شخص مہمان اترا تھا۔ ایک روز وہ بازار قینقاع میں گھوم رہا تھا کہ ابن فسحم (یزید بن حارث خزرجی) نے ایک یہودی سے کہا ''میں تم کو اپنی چادر دوں گا۔ تم اس ثعلبی کو یہاں سے نکال دو'' یہودی نے چادر لے کر اس کو اس بری طرح نکالا کہ بازار کے تمام لوگوں نے اس کی آواز سنی۔ ثعلبی نے اپنے میزبان کو پکارا کہ حاطب تمہارے مہمان کی بڑی ذلت ہوئی۔ حاطب نے جوش غضب میں اس یہودی کا سر اڑا دیا۔ ابن فسحم کو معلوم ہوا تو حاطب کا تعاقب کیا۔ حاطب اپنے قبیلہ کے کسی شخص کے ہاں چھپ گیا۔ لیکن ابن فسحم کو تسکین نہیں ہوئی۔ بنی معاویہ (اوس) کا ایک شخص چلا آرہا تھا اس کو قتل کر دیا۔ اس پر اوس وخزرج میں بنوحارث بن خزرج کے پل پر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی۔

خزرج کا لشکر عمرو بن نعمان بیاضی کے تحت میں تھا اور اوس کی زمام حضیر بن سماک اشہلی کے ہاتھ میں تھی۔ چونکہ ان لڑائیوں کا چرچا مدینہ کی آس پاس کی تمام آبادیوں میں پھیل چکا تھا اس لیے عیینہ بن حصن اور خیار بن مالک فزاری مدینہ میں آئے ہوئے تھے کہ کسی صورت ان دونوں قبیلوں میں صلح ہو جائے۔ انہی ایام میں یہ لڑائی پیش آ گئی عیینہ اور خیار دونوں میدان جنگ میں موجود تھے۔ جس جوش وخروش سے دونوں قبیلے معرکہ آرا ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ صلح ناممکن ہے۔ اس لڑائی میں میدان خزرج

marfat.com

کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد چند اور لڑائیاں ہوئیں جو درحقیقت اسی کا ضمیمہ تھیں۔

جنگ ربیع:

سنخ کے ایک گوشہ میں دیوار ربیع کے پاس اوس وخزرج میں ایک نہایت شدت کا معرکہ ہوا۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

فاقتلوا قتالا شديدا حتى كاديفني بعضهم بعضا.

''یہ لوگ نہایت سخت لڑائی لڑے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کو فنا کردینے پر بالکل تل گیا تھا''۔

جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو دستور کے خلاف خزرج نے ان کے گھروں تک ان کا پیچھا کیا' اس پر اوس نے امان چاہی لیکن بنونجار نے امان دینے سے انکار کیا۔ اس کے بعد اوس قلعہ بند ہوگئے۔ اس وقت خزرج نے مصالحت منظور کی۔

اس معرکہ میں قبیلہ خزرج میں سے سوید بن صامت اور اوس میں سے ابن اسلت اور صخر بن سلمان بیاضی زیادہ نمایاں تھے۔

جنگ بقیع:

یہ لڑائی بقیع الغرقد میں ہوئی۔ ابوقیس بن اسلت وائلی اوس کی فوجوں کا سردار تھا۔ اس میں اس نے فتح پائی۔ اس کے بعد ابوقیس نے قبیلہ اوس کو جمع کرکے کہا کہ ''میں جس قوم کا سردار ہوا ہوں وہ شکست کھاتی ہے۔ اس لیے تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کرلو''۔ چنانچہ سب نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو سردار لشکر بنایا۔ حضیر نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور ہوشیاری سے ادا کیے۔ چنانچہ جب قبا میں عرس کے پاس دونوں قبیلوں میں جنگ ہوئی تو محض حضیر کی تدبیر وسیاست کی بدولت اوس نے فتح حاصل کرلی اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ ''مقتولین کا شمار کیا جائے۔ جس کے زیادہ نکلیں وہ منہا کرنے کے بعد باقی کی دیت لے لے''۔ چنانچہ اوس کے ۳ آدمی زیادہ تھے۔ قبیلہ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر اوس کو ۳ غلام دیئے۔ اوس نے غلاموں کو قتل کرڈالا اور معاہدہ سابق ٹوٹ گیا۔

marfat.com

جنگ فجار:

خزرج کو اوس کی یہ پیمان شکنی حد درجہ ناگوار ہوئی' اور مدینہ کے باغات میں نہایت شدت کا رن پڑا' خزرج کا سپہ سالار عبداللہ بن ابی بن سلول اور اوس کا ابوقیس بن اسلت تھا۔ اس معرکہ میں قیس بن خطیم نے بڑی جانبازی دکھائی تھی۔ یہاں پر یہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ فجار اس کے علاوہ ہے جو کنانہ اور قیس میں برپا ہوئی تھی اور جو تمام عرب میں مشہور ہے۔

جنگ معبس اور مضرس:

معبس اور مضرس دو دیواریں ہیں جن کی آڑ میں بالترتیب اوس اور خزرج نے چند دنوں تک جنگیں کیں۔ اس میں اوس نے ایسی شکست کھائی کہ اس سے پہلے کبھی نہ کھائی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے لیے گھروں اور قلعوں میں چھپنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہ گیا۔ عمرو بن عوف اور اوس مناۃ نے جداگانہ صلح کرنی چاہی۔ لیکن عبدالاشہل اور ظفر نے انکار کیا اور کہا کہ ''ہم کو خزرج سے پورا بدلہ لے کر مصالحت کرنا چاہیے''۔ خزرج کو معلوم ہوا تو انھوں نے اشہل اور ظفر کو قتل و غارت کی دھمکی دی جس کی وجہ سے اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔

ادھر بنو سلمہ نے عبدالاشہل کی ایک زمین کو جس کا نام رعل تھا لوٹ لیا۔ اور دونوں قبیلوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس کے سخت چوٹ آئی۔ وہ عمرو بن جموح خزرجی کے ہاں اٹھا کر لائے گئے۔ عمرو نے ان کو پناہ دی اور خزرج کو رعل کے جلانے اور درختوں کے کاٹنے سے منع کیا۔ چونکہ اوس لڑتے لڑتے بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ عمرہ کے بہانہ سے مکہ گئے اور قریش سے حلف کا سلسلہ قائم کیا۔ ابوجہل موجود نہ تھا' اس کو معلوم ہوا تو قریش کے اس فعل کو برا کہا اور بولا تم نے اگلے لوگوں کا قول نہیں سنا۔ ''باہر کے آنے والے گھر والوں پر تباہی لاتے ہیں اور جو دوسروں کو اپنے ہاں بلا کر ٹھہراتا ہے وہ اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے۔ یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہیں'' قریش نے کہا پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ کام میں کیے

marfat.com

دیتا ہوں۔ چنانچہ وہاں سے اٹھ کر اوس کے آدمیوں کے پاس گیا اور کہا میں نے سنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہو اور میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیاں بازار میں پھرتی ہیں اور جو چاہتا ہے ان کو بازار میں مار پیٹ لیتا ہے تم یہاں آ کر رہو گے تو جو حشر ہماری عورتوں کا ہوتا ہے وہی تمہاری عورتوں کا بھی ہوگا۔ اگر تم یہ ذلت گوارا کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ ورنہ حلف منقطع کر دو'۔ چونکہ انصار میں حد درجہ غیرت تھی اس لیے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر کے واپس چلے گئے۔

جنگ فجار ثانی:

قریش کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اوس نے قریظہ اور نضیر سے حلیف بننے کی درخواست کی۔ خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے یہود کو اعلان جنگ دے دیا۔ یہود نے کہلا بھیجا کہ ہم کو یہ منظور نہیں اور ضمانت کے لیے خزرج کے پاس ۴۰ غلام بھیج دیئے اور معاملہ دب گیا۔

ایک دن زید بن فسحم خزرجی نے نشہ کی حالت میں چند اشعار پڑھے' جن میں اس واقعہ کا نہایت ذلت آمیز طریقہ سے ذکر کیا۔ یہود کو خبر ہوئی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا' ہم اتنے بے غیرت نہیں یہ کہہ کر اوس کو اپنا حلیف بنا لیا۔ خزرج نے سنا تو چند غلاموں کے علاوہ باقی سب کو قتل کر ڈالا اور اوس' یہود اور خزرج کے مابین ایک سخت لڑائی ہوئی۔

بعض لوگوں نے اس کا اور سبب بیان کیا' جو بظاہر زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ بنو بیاضیہ کو رہنے کے لیے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی' عمرو بن نعمان بیاضی نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم کو رہنے کے لیے قریظہ اور نضیر کے مقامات دلاؤں گا اور یا پھر ان کے غلاموں کو قتل کر ڈالوں گا۔ چونکہ ان لوگوں کی سکونت مدینہ کے بہترین حصہ میں تھی اس لیے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم ان مقامات کو ہمارے لیے خالی کر دو۔ یہود نے اس کو عملاً تسلیم کر لینا چاہا لیکن کعب بن اسد قرظی نے کہا تم اپنے گھروں کی حفاظت کرو اور غلاموں کو قتل کرنے دو اس پر تمام یہودی متفق ہو گئے اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے گھروں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ عمرو نے یہ دیکھ کر غلاموں کے قتل کا فیصلہ کر لیا' عبداللہ بن ابی بن سلول نے منع کیا اور کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے۔ اور تم کو میں دیکھتا ہوں کہ مقتول ہو کر چار آدمیوں پر لدے

marfat.com

چلے آ رہے ہو۔ لیکن عمرو نے نہ مانا اور اس کے قبضہ میں جتنے غلام تھے سب کو قتل کرا دیا۔ ابن ابی اور اس کے طرفداروں کے پاس جو غلام تھے رہا کیے گئے۔ چنانچہ محمد بن کعب قرظی کا دادا سلیم بن اسد انہی لوگوں میں تھا۔

جنگ بعاث:

اب قریظہ اور نضیر خزرج کی مخالفت پر بالکل تل گئے اور اوس کے ساتھ نہایت مستحکم عہد و پیمان کر کے لڑائی کا بندوبست کرنا شروع کیا۔ آس پاس کے یہودیوں کو جنگ پر ابھارا۔ اوس نے اپنے حلیف مزنیہ سے مدد طلب کی اور ۴۰ روز تک جنگ کا سامان مہیا کیا۔ خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی لڑائی کی تیاریاں کیں اور اپنے حلفاء اشجع اور جہینہ کو مدد پر آمادہ کیا۔ غرض اس سروسامان سے بعاث کے مقام میں جو بنو قریظہ کے علاقہ میں شامل تھا ایک نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں اولاً تو اوس وخزرج نہایت پامردی سے لڑے لیکن پھر اوس نے ہمت ہار کر بھاگنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر حضیر الکتائب جو اوس کا سپہ سالار تھا گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا نیزہ کی نوک پیر میں چھید لی اور پکارا ''ہائے اونٹ کی طرح ہاتھ پیر کٹ گئے۔ گروہ اوس! اگر تم مجھ کو بچا سکتے ہو تو بچاؤ خدا کی قسم! میں بغیر قتل ہوئے یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ عبدالاشہل کے دو لڑکے محمود اور یزید مدد کو پہنچ گئے اور لڑ کر قتل ہوئے۔

ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی سردار خزرج کے لگا اور وہ مر گیا۔ عبداللہ بن ابی اس جنگ میں بالکل طرفدار تھا۔ وہ لڑائی کی خبریں لینے کے لیے گیا تو دیکھا عمرو بن نعمان کی لاش چار آدمی اٹھائے ہوئے چلے آ رہے ہیں بولا ذق وبال البغی! یعنی اب اپنے ظلم کا مزہ چکھ! عمرو کے قتل ہونے سے خزرج کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ فرار ہونے لگے اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر تمام خزرج کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک آواز آئی کہ گروہ اوس! اپنے بھائیوں کے قتل سے باز آؤ کیونکہ ان کا رہنا لومڑیوں کے رہنے سے بہتر ہے۔ اوسیوں نے یہ سن کر ہاتھ کھینچ لیے۔ لیکن قریظہ اور نضیر کو یہ فقرہ باز نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے انہوں نے لوٹ مار برابر جاری رکھی' اوس حضیر کو میدان سے زخمی اٹھا لے

marfat.com

گئے اور خزرج کے مکانات اور باغات میں آگ لگا دی۔ اس موقع پر بنو سلمہ کے مکانات اور جائیداد یں سعد بن معاذ کی وجہ سے تمام آفتوں سے محفوظ رہیں۔

جنگ بعاث' انصار کی مشہور جنگوں میں سب سے آخری جنگ تھی اور ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی۔ ان لڑائیوں کی بدولت انصار کے دونوں قبیلے جس درجہ کمزور ہو گئے تھے اس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:[1]

کان یوم بعاث یوم قدمه الله عزوجل رسوله فقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد افترق ملؤهم وقتلت سرواتهم وجرحوا قدمه الله رسوله فی دخولهم فی الاسلام.

''جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول کے لیے کرایا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ آئے تو انصار کے معززین متفرق اور روٴسا قتل ہو چکے تھے' اور انصار بہت خستہ اور نزار ہو گئے تھے۔ اس لیے یہ دن خدا نے اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کے لیے بھیجا تھا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ' غیلان بن جریر اور دوسرے ازدیوں کو یہ واقعات سنایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تمہاری قوم نے فلاں فلاں کام کیے۔[2]

انصار کی مشہور لڑائیوں کے بعد اب ہم ان کی چند غیر مشہور لڑائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور چونکہ ان کا سنہ معلوم نہیں اس لیے ان کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہیں لکھ سکتے۔

سید سمہودی نے انصار کی مشہور جنگوں کے سلسلہ میں جنگ سرارہ کے بعد جنگ ''دیک''[3] کا نام لیا ہے اور دیک کے متعلق لکھا ہے کو انصار کی ایک جگہ کا نام تھا' غالباً یہ ''دیک'' نہیں بلکہ ''دریک'' ہے جس کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہاں اوس و خزرج میں ایک لڑائی ہوئی تھی[4] اور اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو یہ جنگ بنو خطمہ میں ہوئی ہو گی۔ کیونکہ ان لوگوں کی سکونت گاہ یہیں واقع تھی اور اس میں ایک قلعہ بھی تھا۔[5] تاہم علامہ ابن اثیر

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۳۳ ج ۱ باب القسامۃ فی الجاہلیۃ۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۳۳ ج ۱ باب مناقب الانصار۔
[3] خلاصۃ الوفاص ۸۹۔ [4] وفاء الوفاص ۲۰۶ ج ۲۔ [5] وفاء الوفاص ۲۵۲ ج ۲۔

marfat.com

نے یوم الدریک کے عنوان سے کسی معرکہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی معرکہ کی نسبت یہ تصریح کی کہ وہ مقام دریک میں برپا ہوا تھا۔ اس بناء پر ہم ''یوم الدریک'' کو انصار کی غیر معروف جنگوں میں شمار کرتے ہیں۔

یوم الدریک کے بعد انصار کی چند خانہ جنگیوں کا جستہ جستہ ذکر کیا گیا ہے' چنانچہ بنوحارثہ (اوس) اور عبدالاشہل میں ایک لڑائی چھڑی تھی۔ جس میں حارثہ نے بنوظفر کے ساتھ مل کر عبدالاشہل کو شکست دی اور سماک بن رافع (حضرت اسیدؓ بن حضیر کے دادا) کو قتل کر کے عبدالاشہل کو بنی سلیم کے علاقہ میں جلاوطن کر دیا۔ حضیر بن سماک نے بنی سلم میں رہ کر زور وقوت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ ان کو لے کر بنوحارثہ پر حملہ کیا اور فتح پانے کے بعد خیبر کی طرف بھیج دیا۔ بنوحارثہ تقریباً سال بھر تک خیبر میں رہے۔ پھر حضیر کو خود رحم آیا اور ان کو مدینہ بلا لیا اور صلح ہوگئی۔[1]

یہ غالباً یوم السرارہ سے قبل کا واقعہ ہے۔

احیحہ اور بنی عبدالمنذر میں بھی ایک خفیف سی جنگ ہوئی تھی جس میں ان کا دادا مارا گیا تھا اور احیحہ کو اپنا قلعہ جس کا نام واقم تھا اس کی دیت میں دینا پڑا تھا۔[2] بنوجحجبا نے رفاعہ اور غنم کو بھی قتل کیا تھا اور اس کی وجہ سے ان کو قبا کی سکونت ترک کرنا پڑی۔[3]

واقف اور سلم میں بھی کسی قدر شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی۔[4]

بنوسلمہ ایک زمانہ تک متحد ہو کر رہے اور امۃ بن حرام کو اپنا سردار بنایا۔ لیکن پھر اس میں اور صخر (بنی عبید) میں جائیداد کی بابت نزاع پیدا ہوئی۔ صخر تلوار لے کر مارنے اٹھا تو بنوعبید اور سواد درمیان میں پڑے اور امۃ نے نذر مانی کہ اس کو ضرور قتل کروں گا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو صخر کو بلوا لائے اور امۃ نے کچھ جائیداد لے کر اس کا قصور معاف کر دیا۔[5]

بنوحبیب اور بنوزریق میں حبیب کے قتل سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی جس سے بنوزریق اپنے قدیم مکانات چھوڑ کر چلے آئے۔[6]

---

1 خلاصۃ الوفاص ۸۵۔ 2 خلاصۃ الوفاص ۸۶۔ 3 ایضاً۔
4 ایضاً۔ 5 ایضاً ص ۸۷۔ 6 ایضاً ص ۸۸۔

marfat.com

بنو عذارہ، مالک بن غضب کے قبیلہ میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے اور بایں ہمہ نہایت حریص واقع ہوئے تھے۔ اس بنا پر بنو لین یا بنو اجدع میں ایک شخص کو مار ڈالا جب بات زیادہ بڑھی اور مقتول کے ورثہ دیت پر راضی نہ ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے مکانات چھوڑ کر عمرو بن عوف میں سکونت اختیار کی[1]

انہی بنی مالک کی دو شاخوں میں میراث کے متعلق ایک جھگڑا ہوا تھا جس کا یہ حشر ہوا کہ دونوں قبیلے بنو بیاضہ کے باغ میں گھس کر اس قدر لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور سب اسی جگہ کٹ کر رہ گئے۔ اس باغ کا نام اسی وجہ سے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا[2]

ابن واضح کاتب عباسی نے بعض نام اور بھی لیے ہیں اور وہ یہ ہیں[3]

1. یوم الصفینہ:۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی جنگ تھی۔ ممکن ہے کہ صفینہ کسی مقام کا نام ہو اور جنگ سمیر جو انصار کی سب سے پہلی لڑائی شمار ہوتی ہے وہیں ہوئی ہو۔
2. یوم وفاق بنی حطمہ۔
3. یوم اطم بنی سالم۔
4. یوم ابتروہ: ممکن ہے کہ اس سے حدیقۃ الموت کی لڑائی مراد ہو۔
5. یوم الدار۔
6. یوم بعاث ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بعاث دو مرتبہ ہوئی۔

---

[1] خلاصۃ الوفاص ۸۸۔ [2] خلاصۃ الوفاص ۸۸۔ [3] یعقوبی ص ۳۷۔ ۳۷ ج ۲۔

marfat.com

انصار کا مذہب

ہمارے نزدیک چونکہ انصار' ثابت بن اسماعیل کی اولاد ہیں اس لیے ابتداءً ان کا مذہب بھی وہی رہا ہوگا' جو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کا تھا۔ پھر جب عمرو بن لحی کے ذریعہ سے بت پرستی پھیلی تو اور اسماعیلیوں کی طرح انہوں نے بھی اس کو اختیار کیا ہوگا۔ چنانچہ واقعات حرف بحرف اس کی شہادت دیتے ہیں ۔ انصار کے یمن کے زمانہ سکونت میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ البتہ جب سے انہوں نے یثرب میں اقامت اختیار کی اس کا حال کسی قدر معلوم ہے۔ خزرج اکبر سے چوتھی پشت میں نجار گزرا ہے جو بنونجار کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کا نام جیسا کہ تاریخوں میں مذکور ہے تیم اللات تھا[1] لیکن بعد میں تیم اللہ ہوگیا۔ چنانچہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں یہی اخیر نام لکھا ہے جو ممکن ہے انصار کے مسلمان ہونے کے بعد بدلا گیا ہو اور اس قسم کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ بنو سمیعہ جاہلیت میں بنو ضماء کہلاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام سمیعہ رکھ دیا[2] قبیلے کے نام بدلنے کے ساتھ بہت سے اشخاص کے نام بھی تبدیل کیے تھے۔

غرض تیم اللات کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار میں لات کی پوجا ہوتی تھی انصار میں بعض قبائل اوس اللہ کہلاتے تھے۔ عجب نہیں کہ اوس اللہ بھی پہلے اوس اللات رہا ہو' اور اگر یہ صحیح ہے تو انصار میں بت پرستی کی مدت چار پشت اور آگے بڑھ جاتی ہے اور اس کی ابتداء متعین ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اوس' عمرو بن لحی کا بھتیجا ہوتا تھا[3]

مورخین عرب انصار کے بت کا نام مناۃ بتاتے ہیں جو نبطیوں کا بت تھا۔ اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے:

---

[1] طبری ص ۱۰۸۵ ج ۳۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۷۹ ج ۵۔ [3] یعقوبی ص ۲۹۵ ج ۱۔

marfat.com

﴿ومناة الثالثة الاخرى﴾ (سورہ نجم)

''اور سب سے اخیر تیسرا مناۃ''۔

یہ بت بنو اسماعیل میں سب سے پرانا تھا[1] اس کے بعد لات پوجا گیا ہے[2] مناۃ قدید میں سمندر کے ساحل سے متصل،[3] مشلل نام ایک پہاڑ[4] پر نصب تھا۔ جو مدینہ سے سات میل ہے[5] اوس وخزرج اور غسان اس کی پوجا کرتے تھے[6] ان کے علاوہ اور قبائل بھی اس کو پوجتے تھے۔ مثلاً ہذیل، خزاعہ، ازدشنوہ[7] (اہل عمان) بنی کعب[8] اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس کو صرف انصار پوجتے تھے یا انصار میں صرف اسی کی پوجا ہوتی تھی اور دوسرے بتوں کی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جہاں تک قرائن سے پتہ چلتا ہے مدینہ میں اور بھی بہت سے بت پوجے جاتے تھے۔ چنانچہ یاقوت نے لات کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وكانت قريش وجميع العرب يعظمونها. (ص ۳۱۰ ج ۷)

مناۃ کے متعلق بھی بعینہ یہی عبارت لکھی ہے (ص ۱۶۸ ج ۸) اور عزیٰ کے حالات میں تو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ولم تكن قريش بمكة ومن اقام بها من العرب يعظمون شيئا من الاصنام اعظامهم العزىٰ ثم اللات ثم مناة. (ص ۱۶۸ ج ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ان بتوں کی پرستش کسی خاص قوم یا قبیلہ میں محدود نہ تھی، انصار کے بتوں کی نسبت مورخ طبری نے ہجرت نبویؐ کے ضمن میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک مسلمان عورت کے ہاں جس کے شوہر نہ تھا اور قبا میں رہتی تھی ایک دو رات مقیم ہوئے تھے۔ اثنائے قیام میں روزانہ رات کو دروازہ کھلتا اور وہ عورت باہر سے کچھ لا کر رکھتی، چونکہ اس کے شوہر نہ تھا حضرت علیؓ نے پوچھا کہ دروازہ کیوں کھلتا ہے؟ بولی بات یہ ہے کہ میں بالکل لاوارث ہوں۔ اس لیے سہل بن حنیف رات کو اپنی

---

[1] معجم البلدان ص ۱۶۷ ج ۸۔ [2] ایضاً ۳۱۰ ج ۷۔ [3] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱۔
[4] معجم البلدان ص ۶۷ ج ۸۔ [5] ایضاً ص ۱۶۷۔ [6] طبقات ابن سعد ص ۱۰۶ ج ۲ ق ۱۔
[7] معجم البلدان ص ۱۶۸ ج ۸۔ [8] زرقانی ص ۳۰۲ ج ۲۔

marfat.com

قوم کے بت توڑتے ہیں اور خفیہ لا کر مجھ کو دے جاتے ہیں کہ ان کا ایندھن بناناؤں[1] حضرت علیؓ پر سہل بن حنیف کے اس فعل کا بڑا اثر پڑا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کے گھروں میں لکڑی کے بت کثرت سے تھے۔

بنوسلمہ میں عمرو بن جموح ایک نہایت ممتاز شخص تھے' جب حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ مسلمان ہوئے' تو ان کے بت کو جس کا نام مناۃ تھا اور لکڑی کا تھا اٹھا کر پھینک آتے تھے۔ عمرو کے ماسوا تمام سربرآوردہ لوگوں کے گھروں میں بت موجود تھے[2] اور مندروں میں جو بت موجود تھے ان کا شمار ان کے علاوہ تھا۔ چنانچہ غنم بن مالک بن نجار کا ایک بت خانہ تھا۔ جس میں بہت سے بت تھے اور عمرو بن قیس اس کا متولی تھا[3] مذکورہ بالا قرائن کے باوجود کیا ان تمام بتوں کو مناۃ کی مورتیں فرض کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں انصار میں مختلف بتوں کے انتساب سے نام رکھے جاتے تھے اور یہ خود ان کی متعدد بتوں کی پرستش پر دلالت کرتا ہے۔ تیم اللات کا ذکر اوپر گزر چکا بنو جدیلہ (نجار) کے مورثوں میں ایک شخص کا نام زید اللات تھا جس کو ابن ہشام نے اپنی عادت کے مطابق زید اللہ لکھا ہے[4] حضرت ابوطلحہؓ کے بزرگوں میں ایک شخص کا نام زید مناۃ تھا۔ بنی ساعدہ میں جو خزرج اکبر کی اولاد تھے' ایک آدمی کا نام عبدود تھا[5] حارث بن خزرج کے ایک شخص مسمی بہ سفیان بن بشر کا نام ابن ہشام نے سفیان بن نسر بتایا ہے[7] ابوعقیل عبدالرحمٰن کا نام عبدالعزیٰ تھا۔[8]

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ انصار میں مناۃ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا[6] یا کم از کم تعظیم کا خیال ضرور موجود تھا۔ ہمارے مورخین نے مناۃ کی جو تخصیص کی اس کے یہ معنی ہیں کہ اس بت کی انصار کے دلوں میں زیادہ عظمت تھی۔ چنانچہ یاقوت نے لکھا ہے[9]

ولم يكن احد اشدا عظاماً له من الاوس والخزرج.

اوس وخزرج سے زیادہ کوئی قبیلہ مناۃ کی عزت نہیں کرتا''۔

---

[1] طبری ص ۱۲۴۴۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱۔ [3] ایضاً ص ۲۹۵ ج ۱۔ [4] سیرت ص ۲۵۱ ج ۱۔
[5] تہذیب التہذیب ص ۴۱۴ ج ۳۔ [6] اصابہ ص ۱۳۹ ج ۶۔ [7] سیرت ص ۴۰۲ ج ۱۔
[8] اسد الغابہ ص ۲۵۷ ج ۵۔ [9] معجم البلدان ص ۱۶۸ ج ۸۔

marfat.com

تعظیم کی وجہ ظاہر ہے' اور یہ خود مناۃ کے مادہ میں موجود ہے' مناۃ منا سے نکلا ہے' جس کے معنی قدر یعنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ انصار اس کو قضا و قدر کا حاکم سمجھتے تھے' اس لیے اس کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے' اور اس کی رضا جوئی کے لیے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کر لی تھیں۔ مثلاً وہیں سے احرام باندھتے تھے' وہیں ہدی بھیجتے تھے۔ حج سے واپس آ کر وہیں سر منڈواتے اور قربانی کرتے تھے۔

غرض انصار کا مذہب عام اہل مغرب کی طرح بت پرستی تھا۔ تاہم بعض بعض لوگ خدا پرستی کی طرف بھی مائل تھے اور اس کی مختلف صورتیں اختیار کی تھیں' چنانچہ بعض لوگ یہودی ہو گئے تھے اور یہ خیبر کے یہود اور قریظہ اور نضیر کے میل جول کا نتیجہ تھا۔ یہودی مذہب نے انصار میں جو مقبولیت حاصل کی تھی اس کا یہ اثر تھا [1] کہ جب کسی عورت کے لڑکا زندہ نہ رہتا تو منت مانتی تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوئی اور زندہ بچی تو اس کو یہودی بناؤں گی۔ اس طرح انصار میں یہودی مذہب اختیار کرنے والوں کی ایک خاصی تعداد ہو گئی تھی [2] جس میں قبائل عوف' نجار' حارث' ساعدہ' جشم' اوس' ثعلبہ داخل تھے۔ [3] صرمہ ابوقیس [4] سلسلہ بن برہام' (بنونجار میں لبید بن عاصم و بنوزریق میں) کنانہ بن صوریا (بنوحارثہ میں) اور قروم بن عمرو [5] (بنوعمرو بن عوف میں) ان قبائل کے مشہور اور سربرآوردہ یہودی ہیں۔

بعض لوگوں نے حنیفی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ ابوقیس صرمہ کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے یہودی مذہب اختیار کر کے چھوڑ دیا اور عیسائی بننا چاہا۔ لیکن پھر اپنے گھر کو عبادت گاہ بنا کر گوشہ نشین ہو گئے اور کہنے لگے اعبد رب ابراھیم! میں ابراہیم کے خدا کی عبادت کرتا ہوں۔

ابوقیس صیفی بن اسلت بھی اسی مذہب میں داخل تھا [6]

بعض صرف توحید کے قائل تھے۔ چنانچہ اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم بن تیہان کا اسی

---

[1] یعقوبی ص ۹۸ ص ج ۱۔ [2] ابوداؤد ص ۹ ج ۳ باب الاسیر یکرہ علی الاسلام۔
[3] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۷۹ '۸۰ ج ۱ پ [4] اسد الغابہ ص ۲۷۸ ج ۵۔
[5] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۷ ج ۱۔ [6] اسد الغابہ ص ۲۷۸ ج ۵۔

marfat.com

میں شمار تھا[1] بعض عیسائی ہو گئے تھے۔ ابوالحصین کے بیٹے انہی میں شامل تھے[2] بعض ان کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو تھے۔ مثلاً سوید بن صامت لقمان کی حکمتوں پر عمل کرتا تھا[3]

بایں ہمہ انصار کا ہر فرد مذہب ابراہیمی کے کچھ نہ کچھ احکام کا پابند تھا۔ حج بیت اللہ قربانی، مہمان نوازی، اشہر حرم کی عزت، فواحش کو برا سمجھنا اور جرائم پر سزا دینا۔ یہ تمام باتیں دین ابراہیم کا جز تھیں اور انصار ان پر کاربند تھے۔

نماز کی ایک بگڑی ہوئی صورت انصار میں باقی تھی۔ چنانچہ ان کا ایک شاعر ابوقیس ابن اسلت حبشیوں کی مکہ میں شکست پر فرط مسرت سے کہتا ہے:

فقوموا فصلوا ربكم وتمسحوا بارکان هذا البیت بیت الا خاشب[4]

حج کرتے تھے اور اس کا یہ طریقہ تھا کہ گھر سے چلتے وقت شناخت کے طور پر کھجور کی جڑیں کاٹ کر دروازہ پر لٹکا دیتے تھے[5] اس کے بعد قدید جاتے اور مناۃ کے سامنے نماز پڑھتے، پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آتے[6] تلبیہ تھا 'لبيك رب غسان راجلها والفرسان'[7] مکہ میں منی کی گھاٹی کے قریب ٹھہرتے۔ صفا[8] اور مروہ کا طواف کرتے[9] پھر حج کی تمام رسوم ادا کر کے واپس ہوتے اور قدید پہنچ کر مناۃ کے سامنے سر منڈواتے۔ (مکہ میں سر نہیں منڈواتے تھے) اور وہاں چند روز قیام کرتے تھے۔ اس کے بغیر حج کو ناتمام سمجھتے۔ ہدی بھی یہیں بھیجتے اور یہیں قربانی کرتے[10] اس کے بعد گھر آتے اور مکانات میں دروازہ کی بجائے پشت کی کھڑکی سے داخل ہوتے[11] اور جب تک محرم رہتے اسی پر عمل کرتے تھے[12]

حج کے ایام میں شکار کھیلتے،[13] لڑائیوں کو موقوف کرتے اور دشمنوں سے تعرض نہیں کرتے تھے[14]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج اقسم ا۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۷۲ ج ۵۔ [3] طبری ص ۱۲۰۸ ج ۵۔
[4] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۸ ج ا۔ [5] ابن اثیر ص ۵۰۸ ج ا۔ [6] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ا۔
[7] ایضاً ص ۲۹۷ ج ا۔ [8] طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج اقسم ا۔ [9] صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ا۔
[10] معجم البلدان ص ۱۶۵ ج ۸۔ [11] صحیح بخاری ص ج ۲۔ [12] یعقوبی ج ا ص ۲۹۶۔
[13] صحیح بخاری ص ۲۴۵ ج ا۔ [14] ابن اثیر ص ۵۰۸ ج ا۔

marfat.com

مکر و زور سے نفرت کرتے تھے، چنانچہ ثعلبۃ العنقا کے متعلق اوپر گزر چکا ہے کہ محض جذع ابن سنان کی مکاری کی وجہ سے غسان کی حکومت چھوڑ دی تھی[1]

مہمان نواز تھے اور دشمنوں تک کی ضیافت کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں انصار اور تبع سے جنگ ہو رہی تھی انصار دن کو لڑتے اور شب کو اس کی ضیافت کرتے تھے[2]

عہد کو پورا کرتے اور اس کے لیے جان لڑا دیتے تھے۔ جنگ سمیر جو انصار کی پہلی لڑائی تھی اسی کا نتیجہ تھی اور قبیلہ ذبیان کے ایک شخص کی بدولت برپا ہوئی تھی[3] دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے ان کو ایک دوسرے کا غلام بننا پڑتا تھا[4] لیکن وہ بدعہدی کے مقابلہ میں اس ننگ کو گوارا نہ کرتے تھے۔

میدان جنگ سے اگر ایک گروہ شکست کھا کر فرار ہوتا اور اپنے گھر چلا آتا تو دوسرا گروہ تعاقب سے احتراز کرتا تھا[5]

ان عمدہ باتوں کے ساتھ ساتھ ان میں بعض انتہا درجہ کی بداخلاقیاں موجود تھیں۔ مثلاً وہ سوتیلی ماں سے شادی کرتے تھے اور یہ رسم آغاز اسلام تک جاری رہی تھی۔ چنانچہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کو نکاح کا پیغام دیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئی تو آپ خاموش ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ ولا تنکحو ما نکح آبائکم من النساء ﴾

اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سے پہلی عورت ہے جو اپنے شوہر کی اولاد پر حرام ہوئی۔ اس کا نام کبشہ بنت معن بن عاصم تھا[6] آبائی جائیداد میں بیٹیوں کا کچھ حق نہ تھا۔ اولاد ذکور بھی جب تک نابالغ رہتی میراث کی مستحق نہیں ہوتی تھی[7]

ان باتوں کے علاوہ ان کے عقائد میں چند اور باتیں بھی داخل تھیں جن میں ایک جھاڑ پھونک بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک اس کے جاننے والے موجود تھے

---

[1] معارف ابن قتیبہ۔ [2] طبری ص ۹۰۱ ج ۲۔ [3] ابن اثیر ص ۴۹۴ ج ۱۔ [4] اسد الغابہ ص ۵۴۷ ج ۵۔
[5] ابن اثیر ص ۵۰۴ ج ۱۔ [6] اصابہ ص ۱۵۹ ج ۷۔ [7] اسد الغابہ ص ۹۶ ج ۷۔

marfat.com

چنانچہ طبرانی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جھاڑ پھونک سے ممانعت فرمائی تو عمرو بن حبہ نے جو سانپ کے کاٹے کو جھاڑ تا تھا آ کر کہا کہ آپ اس سے منع فرماتے ہیں حالانکہ میں اس کا منتر جانتا ہوں اور جھاڑتا ہوں (یعنی اس ممانعت کی تعمیل کے باوجود نفس منتر کے جاننے اور اس کام کے کرنے کا کیا کفارہ ہوسکتا ہے) آنحضرت ﷺ نے اس سے منتر سنا تو فرمایا اس میں کچھ ہرج نہیں۔ اس کے بعد ایک دوسرا انصاری آیا اور کہا میں بچھو جھاڑتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچائے[1]

اسلام لانے کے بعد بھی انصار میں جھاڑ پھونک کا رواج باقی تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت آئی ہے کہ ان لوگوں نے ایک سفر میں کسی قبیلے کے رئیس کو جسے بچھو نے ڈسا تھا' جھاڑا تھا اور اس کے معاوضہ میں تیس بکریاں لی تھیں[2]

طہارت کا خیال حد درجہ تھا۔ تمام عرب طہارت میں ڈھیلے استعمال کرتے تھے لیکن انصار ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی لیتے تھے۔ اسلام کے زمانہ میں ان کا یہ فعل نہایت مستحسن سمجھا گیا اور قرآن میں ان کی تعریف نازل ہوئی[3]

مردوں کو دفن کرتے تھے اور بقیع الغرقد کو قبرستان بنایا تھا[4]

ابن ہشام میں ایک موقع پر انصار کے عقائد کا ضمناً تذکرہ آ گیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

الاوس والخزرج اھل شرک یعبدون الاوثان لا یعرفون جنة ولا ناراً ولابعثا ولاقیامة ولا کتابا ولا حلالا ولا حراما.

''اوس وخزرج مشرک تھے۔ بت پوجتے تھے۔ جنت دوزخ' بعث ونشر' قیامت کتاب' حلال اور حرام کو نہیں جانتے تھے''۔

اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ لوگ قیدیوں کا فدیہ توراۃ کے بموجب دیتے تھے اور یہ یہود کی صحبت کا اثر تھا[5]

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵ ج ۴۔ [2] صحیح بخاری ص ۷۴۵ ج ۲ باب فضل فاتحہ الکتاب۔
[3] سنن ابن ماجہ ص ۳۰۔ [4] خلاصۃ الوفا ص ۳۶۲۔ [5] سیرت ابن ہشام ص ۳۰۴ ج ۱۔

marfat.com

انصار کا تمدن

اوپر گزر چکا ہے کہ نبطی بنو اسماعیل میں سب سے زیادہ متمدن تھے۔ انصار کو چونکہ ہم نبطی الاصل سمجھتے ہیں اس لیے ہم کو دکھانا چاہیے کہ ان میں تمدن کا کہاں تک اثر تھا؟ ذیل کی سطور میں اسی کو پیش کرنا ہے۔

نظام اجتماعی:

انسان چونکہ مدنیت کا دلدادہ واقع ہوا ہے اسی لیے وحشی قبائل بھی ایک نظام بنا کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبائل میں بھی ایک شخص سردار ضرور ہوتا ہے۔ پھر جب تمدن پھیلتا ہے اور وحشت کم ہوتی ہے تو یہ نظام بھی وسیع ہوتا ہے اور اس میں متعدد شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

انصار میں مازن بن ازد سے حارثہ الغطریف کے زمانہ تک صرف سرداروں کے نام نظر آتے ہیں۔ عمرو بن عامر عرف مزیقیا کے وقت میں سردار قبیلہ کے ساتھ ایک اور نام بھی معلوم ہوتا ہے (مالک بن یمان) لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ اس کی حیثیت کیا تھی؟[1] عمرو کے بیٹے ثعلبۃ العنقا کے عہد میں جب وہ غسان میں مقیم تھا عک سے نہایت خونریز جنگ ہوتی ہے تو اس موقع پر ثعلبہ کی قوم ایک باقاعدہ فوج نظر آتی ہے جو جذع بن سنان کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی۔ چونکہ جذع نے فوج کا تمام نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اس لیے مورخین اس کو سپہ سالار لکھتے ہیں۔[2]

غرض ثعلبہ کے وقت سے انصار میں دو عہدے قائم ہوئے۔ رئیس اور سپہ سالار۔ اور یہ یہ دونوں ایک زمانہ تک برقرار رہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ رئیس ہی نے سپہ سالاری کی خدمت بھی انجام دی۔ چنانچہ مالک بن عجلان خزرجی اور عمرو بن طلحہ نجاری کے متعلق اسی قسم کے واقعات ملتے ہیں۔

---

[1] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷۔ [2] کتاب المعارف ابن قتیبہ۔

marfat.com

اس وقت تک چونکہ انصار کے قبائل باہم متحد تھے اس لیے ان میں رئیس ایک شخص ہوتا تھا، اور وہ عموماً قبیلہ خزرج سے ہوتا تھا۔ چنانچہ مدینہ کی سکونت کے زمانہ میں ہم کو روسائے انصار میں سے جس شخص کا نام سب سے قدیم ملا ہے وہ مالک بن عجلان ہے جو سالم بن عوف بن خزرج کی اولاد تھا۔ سید سمہودی اس کی نسبت لکھتے ہیں:[1]

وسوده الحیان الاوس والخزرج اس کواوس اور خزرج دونوں نے سردار بنایا تھا"۔

مالک کے بعد ریاست خاندان سالم سے نکل کر خاندان نجار میں چلی گئی۔

چنانچہ تبع اور انصار سے جو جنگ ہوئی اس میں عمرو بن طلحہ نجاری سپہ سالار افواج تھا۔ جس کے متعلق علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہی اس زمانہ میں انصار کا رئیس بھی تھا۔[2]

ان دونوں روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انصار کی ریاست جمہوری اصول پر قائم تھی۔ ورنہ شخصی ہونے کی صورت میں رئیس صرف ایک خاندان سے ہوتا اور دوسرے خاندان میں انتقال ریاست کے وقت خانہ جنگیاں پیش آتیں۔ حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

لیکن جب انصار میں نزاع پیدا ہوئی تو ریاست دو حصوں میں منقسم ہوگئی اوس اور خزرج۔ اوس میں عبدالاشہل اور خزرج میں ساعدہ کا خاندان اپنے اپنے قبائل پر حکومت کرتا تھا۔ چنانچہ آنخضرت ﷺ کے زمانہ میں اوس کے سعد بن معاذ اور خزرج کے سعد بن عبادہ رئیس تھے۔[3]

یہ تقسیم کچھ یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ ان دونوں قبیلوں میں جتنے خاندان تھے سب نے اپنے علیحدہ علیحدہ رئیس تجویز کر لیے۔ چنانچہ قبیلہ اوس میں سے جحجبا نے احیحہ بن جلاح کو سردار بنایا[4] خزرج میں بھی اسی طرح تفریق ہوئی۔ بنو مازن بن نجار کی سیادت عاصم کو ملی[5] بنوسلمہ نے امۃ بن حرام کو سردار بنایا[6] امۃ کے بعد بنوسلمہ باہمی خونریزیوں کی بدولت متفرق ہوگئے تھے۔ لیکن پھر جد بن قیس نے سب کو مجتمع کیا اور خود سردار بن بیٹھا۔ آنخضرت ﷺ کے زمانہ میں بنوسلمہ کا یہی سردار تھا۔[7]

---

[1] خلاصۃ الوفاء ص ۸۳۔ [2] طبری ص ۹۰۱ ج ۲۔ [3] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲ باب حدیث الافک۔
[4] ابن اثیر ص ۴۹۵ ج ۱۔ [5] ایضاً۔ [6] خلاصۃ الوفاص ۸۷۔ [7] اسد الغابہ ص ۲۷۴ ج ۱۔

marfat.com

جنگ بعاث کے بعد جب دونوں قبیلوں نے زچ ہو کر ہمت ہار دی تو پھر قدیم نظام پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص عبداللہ بن ابی پر سب نے اتفاق کیا اور اس کو یثرب کا رئیس بنانے کی تجویز پیش کی۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج کی زبانی منقول ہے[1]

لقد اصطلح اهل هذه البحيرة على ان يتوجوه فيعصبونه بالعصابه.

''اس شہر کے باشندوں نے اس (ابن ابی) کو تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا''۔

ابن ابی پر اتفاق کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی جنگ وجدال سے حتی الامکان گریز کرتا تھا۔ چنانچہ جنگ فجار کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ اس نے عمرو بن نعمان کو یہودی غلاموں کے قتل سے منع کیا تھا[2] اسی طرح وہ جنگ بعاث میں بھی بالکل الگ تھا[3] ایک موقع پر اس نے انصار اور قریش کی جنگ کو بھی ٹالا تھا[4] لیکن ابھی تخت نشینی کی نوبت نہ آئی تھی کہ انصار نے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کو دین دنیا کی حکمرانی کے لیے مدینہ بلایا اور ابن ابی کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔

ریاست کے ساتھ سپہ سالاری کا بھی یہی حشر ہوا۔ جب دونوں قبائل میں جنگ کا آغاز ہوا تو ہر قبیلے کا سپہ سالار علیحدہ علیحدہ تھا۔ چنانچہ حضیر بن سماک[5]، ابو قیس بن اسلت اور عمرو بن نعمان بیاضی[6] مختلف جنگوں میں دونوں قبیلوں کی طرف سے اس منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ اسلام سے پہلے قبیلہ اوس کا یہ عہدہ حضیر کے بیٹے اسید کو تفویض ہوا تھا[7]

امیر اور سالار لشکر کے عہدوں کے ساتھ انصار میں ایک اور اعزاز بھی تھا یعنی بت خانہ کی تولیت، اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس عہدہ پر عمرو بن قیس نجاری، بنو نجار کی طرف سے مامور تھا[8] اور قبائل میں بھی کچھ لوگ رہے ہوں گے لیکن ہم کو ان کے نام معلوم نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۵۱ ج ۲ باب ولتسمعن من الذين اوتو الكتب۔ [2] ابن اثیر ص ۵۱ ج ۱۔
[3] ایضاً ص ۵۱۱۔ [4] طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۱ قسم ۱۔ [5] اسد الغابہ ص ۹۲ ج ۱۔
[6] ایضاً ص ۵۰۶ و ۵۱۰ ج ۱۔ [7] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۸۔ [8] ایضاً ص ۲۹۵۔

marfat.com

نظام عسکری:

انصار نے چونکہ باقاعدہ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد قائم کی تھی اس لیے ان کو ریاست کے تمام لوازمات رکھنے پڑتے تھے۔ مثلاً فوج، قلعے، فصیلیں، قبرستان۔

فوج کے متعلق یہ تصریح نہیں کہ تعداد میں کتنی تھی۔ جہاں تک قرائن سے پتہ چلتا ہے کوئی مخصوص فوج نہ تھی بلکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا جو وقت پر اپنے قبیلہ اور وطن کی طرف سے جانثاری کے لیے بڑھتا تھا۔ چنانچہ بنوسلم (اوس) میں ایک زمانہ میں ہزار جوان موجود تھے[1] بنو مالک بن غضب کی (بنی زریق کے علاوہ) بھی یہی تعداد تھی[2]

لڑائی کے وقت صف بندی کا طریقہ نہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابوایوبؓ نے جنگ بدر میں صف آرائی کی نسبت بیان کیا ہے کہ ''ہم لوگ جس وقت تیار ہوئے تو کچھ لوگ صف سے باہر نکل کر کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھ رہو''[3] انصار کی لڑائیوں کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ گتھ جاتے تھے۔ البتہ ہزیمت کے وقت یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک فریق بھاگ کر اپنے محلہ میں چلا جاتا تو دوسرا فریق تعاقب چھوڑ دیتا تھا۔ لیکن کبھی یہ قانون ٹوٹ بھی جاتا، اور گھروں میں بھی پناہ نہ ملتی۔ اس وقت دوسرا فریق قلعہ بند ہو جاتا تھا[4]

جب آتش منافرت زیادہ بھڑکتی تو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام شروع ہوتا۔ مالک ابن غضب کے دو قبیلے اسی طرح لڑ کر فنا ہوئے[5] کہ ایک رونے والا بھی ان میں باقی نہ رہا۔ جنگ بعاث میں اوس نے خزرج کی گردنوں پر تلوار رکھی۔ لیکن پھر باز آ گئے[6]

فوج میں جو لوگ صرف حالات معلوم کرنے اور لڑائی دیکھنے کے لیے آتے ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا۔ جنگ جسر میں عیینہ اور خیار لڑائی کا نظارہ کر رہے تھے[7] جنگ بعاث میں عبداللہ بن ابی گھوڑے پر چڑھ کر میدان کے اردگرد پھر رہا تھا اور حالات پوچھ رہا تھا[8]

لڑائی کے لیے کوئی ایک میدان مقرر نہ تھا بلکہ ہر قبیلے کی سکونت گاہ میدان جنگ کام کام دیتی تھی۔ کیونکہ قلعے ہر قبیلے اور ہر محلے میں تھے۔ کبھی کبھی قلعوں کو چھوڑ کر

---

[1] خلاصۃ الوفاص ۸۶۔ [2] ایضاً ص ۸۸۔ [3] مسند ابن حنبل ص ۴۲۰ ج ۵۔ [4] ابن اثیر ص ۵۰۴ ج ۱۔
[5] خلاصۃ الوفاص ۸۸۔ [6] ابن اثیر ص ۵۱۱ ج ۱۔ [7] ایضاً ص ۵۰۴۔ [8] ایضاً ص ۵۱۱۔

marfat.com

باغوں میں بھی لڑائی ہوتی تھی۔

قلعے نہایت کثرت سے تھے اور ایک ایک قبیلے کے پاس متعدد تھے۔ مثلاً زید بن مالک کے پاس ۱۴ قلعے تھے[۱] عبدالاشہل خطمہ کے پاس بھی چند تھے اور بنواجدع نے ۲۰ قلعے تعمیر کیے تھے[۲] ان قلعوں کی مختصر فہرست یہ ہے:

۱۔آل ساعدہ

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱۔اجم	زباب		۱۳۔اجش	قبا	
۲۔تیس	×	عنان کا تھا	۱۴۔نواخاں	=	دو قلعے تھے
۳۔معرض	×		۵۔عبید		
۴۔واسط	×	ابوحزیمہ کا تھا	۱۵۔اطول	مسجد خربہ	
۲۔عبدالاشہل			۱۶۔اعماد	مدداد اور دتخل میں	۴ قلعے تھے
۵۔رعل	×		۱۷۔جیس		
۶۔عاصم	فقارہ		۶۔حرام		
۷۔مسیر	×		۱۸۔اعماد	×	دیکھئے عبید
۸۔واقم	×		۱۹۔جاعس	مسجد فتح	
۳۔خدرہ			۲۰۔مذاد	=	
۹۔اجرد	لصہ		۷۔واقف		
۱۰۔واسط	×		۲۱۔	مسجد فضیح	
	۴۔ایعف		۲۲۔ریدان	=	
۱۱۔اجش	قبا		۸۔اوس		
۱۲+	قبا		۲۳	جذمان	

[۱] خلاصۃ الوفا ص ۸۶۔ [۲] ایضاً ص ۸۸۔

marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۹۔سلم		
۲۴۔خصی	مسجد قبا	
۱۰۔حارثہ		
۲۵۔خصی	-	
۲۶۔ریان	-	
۲۷۔مربع	-	
۲۸۔نیار	نیار	
۱۱۔اسود		
۲۹۔خیط	مسجد قبلتین	
۳۰۔منیع	=	
۱۲۔زعورا		
۳۱۔راتج	راتج	
۱۳۔زریق		
۳۲۔ریان		
۱۴۔نجار		
۳۳۔زاہریہ	-	
۳۴۔عریاں	-	نضر
۳۵۔فارع	-	مغالہ
۳۶۔قوریع	-	غنم
۳۷۔مشعط	مسجد ابی	جدیلہ
۳۸۔میف	مسجد بنو دینار	دینار
۳۹۔واسط		مازن
۱۵۔جشم		
۴۰۔سخ	سخ	
۱۶۔سمیعہ		
۴۱۔سعدان	ریخ	
۱۷۔بیاضہ		
۴۲۔سوید	جماضہ	یہ قلعہ سیاہ تھا
۴۳۔سرارہ	-	
۴۴۔عقرب	روحا	
۴۵۔عقبان	سنجہ	
۴۶۔لوی	=	
۱۸۔عطیہ		
۴۷۔شاش	مسجد قبا	
۱۹۔سالم		
۴۸۔شاخ	×	
۴۹۔تواقل	عصبہ	
۲۰۔ضبیعہ		
۵۰۔شنیف	قبا	
۲۱۔زید بن مالک		
۵۱۔صباصی	قبا	۱۴ قلعے تھے

marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۲۲_حجبا			۲۹_مجدعہ		
۵۲_ضحیان	عصب		۶۲_حجیم	عصب	
۵۳_مستظل	چاہ غرس		۳۰_نامعلوم قلعے		
۵۴_حجیم	عصب				
۲۳_خطمہ			۶۳_اشنف	مسجد خربہ	
۵۵_ضع ذرع	چاہ ذرع		۶۴_بیرالحجیم	عصب	
۵۶_نفاع	چاہ ذرع		۶۵_نجرج	قبا	
۲۴_امیہ بن زید			۶۶_یعع	=	
۴۷_غداق			۶۷_بلحجان	شجرہ	
۲۵_غنم			۶۸_شبعان	شمغ	
			۶۹_صرار	حرہ شرقیہ	
۵۸_قواقل	عصب		۷۰_صیصہ	قبا	
۲۶_حبلی			۷۱_عاصم	=	
۵۹_مزاحم			۷۲_عدنیہ	عصب	
۲۷_مالک بن عجلان			۷۳_عزہ	قبا	مسجد قبا کا مینار اس جگہ پر تھا
				-	
۶۰_مزدلفہ	مسجد جمعہ			-	
	۲۸_وائل		۷۴_قباب	-	
	بن زید		۷۵_کلب	-	
۶۱_موجا			۷۶_کنس حصین	مہراس (قبا)	

marfat.com

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت	نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۷۷۔ دومۃ	شمغ		۷۹۔ واقم	قبا	۲ قلعے تھے
المدر			۸۰۔ شیخان	داج	دو قلعے تھے
۷۸۔ مرادح	قبا		۸۱۔ ازرق	قناۃ	

قلعوں کے علاوہ انصار نے جا بجا دیواریں بنا رکھی تھیں جو سیلاب کے ساتھ دشمنوں کے لیے مزاحم ہوتی تھیں۔ مدینہ کی سب سے بڑی دیوار وہ تھی جو شہر کے چاروں طرف کھینچی ہوئی تھی اور جس کو سور مدینہ کہا جاتا ہے[1] بنو بیاضہ کے محلہ میں ایک دیوار تھی۔ اس کا نام حماضہ تھا[2] بنی زریق نے بھی ایک دیوار بنائی تھی[3] ایک دیوار وہ تھی جو حرہ کی آتش زدگی میں جلی تھی[4] ایک دیوار کا نام ربیع تھا اور انصار کا ایک معرکہ یہیں ہوا تھا[5] معبس اور مضرس نامی بھی دو دیواریں تھیں جن کی آڑ میں چند دنوں تک انصار نے جنگ کی تھی[6] ان دیواروں قلعوں اور گنجان آبادی کی وجہ سے نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر بن گیا تھا[7]

کان سائر المدینۃ مشبکا بالبنیان فھی کالحصن.

''مدینہ اپنی گنجان عمارتوں کی وجہ سے گویا ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا''۔

عبداللہ بن ابی کا قول ہے۔ فو اللہ ماخرجنا منھا الیٰ عدولنا الا اصاب منھا ولا دخلھا علینا الا اصبنا منہم.[8] یعنی ہم نے جب مدینہ سے نکل کر مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور جب یہیں رہ کر لڑے تو ہمیشہ فتح ہوئی۔

آنحضرت ﷺ نے اسی استحکام کی وجہ سے مدینہ کو ''درع حصینہ'' مضبوط زرہ کہا ہے[9]

چونکہ انصار میں ہمیشہ خانہ جنگی رہا کرتی تھی اس کے سوا مردوں کے دفن کرنے کا عرب میں قدیم دستور تھا اس لیے انصار نے مدینہ میں مختلف قبرستان بنا لیے تھے' ایک بنوساعدہ کا قبرستان تھا جس پر بعد کو مدینہ کا بڑا بازار آباد ہوا[10] عبدالاشہل کا قبرستان

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۳۰۰۔ [2] ایضاً ص ۲۷۱۔ [3] ایضاً ص ۸۸۔ [4] ایضاً ص ۲۶۸۔
[5] ابن اثیر ج ۱ ص ۵۰۴۔ [6] ایضاً ص ۵۰۷۔ [7] طبقات ابن سعد ص ۴۸ ج ۲ ق ۱۔
[8] زرقانی ص ۲۶۔ [9] طبقات ص ۲۶ ج ۲ قسم ۱۔ [10] خلاصۃ الوفا ص ۲۰۷۔

marfat.com

مغیرہ کے نام سے مشہور تھا[1] بقیع الغرقد جو آج بھی نہایت مشہور قبرستان ہے پہلے ایک زرخیز خطہ تھا جس کے درختوں کو کاٹ کر قبرستان بنایا گیا۔ عمرو بن نعمان بیاضی اپنی قوم کے مرثیے میں کہتا ہے[2]

خلت الدیار فسدت غیر مسدد ومن العناء تفردی بالسودد

این الذین عهدتهم فی غبطة بین العقیق الیٰ بقیع الغرقد

بنوسلمہ کا بھی ایک جداگانہ قبرستان تھا[3] بنوخطمہ نے بھی ایک قبرستان بنایا تھا جو غرش کی طرف واقع تھا[4] اور بنونجار کا قبرستان مسجد نبوی ﷺ کی جگہ پر تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو قبروں کو اکھڑوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی۔[5]

سب سے اخیر ہم کو یہ دکھلانا چاہیے کہ انصار میں ہتھیاروں کا بندوبست تھا۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل معلوم نہیں۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ مدینہ میں رقم نامی ایک جگہ تھی وہاں تیر بنتے تھے' یاقوت رقم کے تحت میں لکھتے ہیں[6]

موضع بالمدینة تنسب الیه المرقمیات.

''یعنی رقم مدینہ میں ایک جگہ ہے جہاں کے تیر مشہور ہیں''۔

مدینہ میں یہود کے پاس بھی ہتھیار سازی کے آلات تھے اور وہ ہتھیار بنایا کرتے تھے[7] ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت ان سے قیمتاً لے لیتے ہوں۔

نظام مذہبی:

انصار چونکہ صاحب مذہب تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے اس لیے انہوں نے اپنی مذہبی عبادت گاہیں بالکل جداگانہ بنائی تھیں اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مندروں میں بہت سے بت موجود رہتے تھے۔ جن میں سب سے قوی ہیکل مناۃ کا بت تھا۔ ان مندروں کی نگرانی اور اہتمام ہر قبیلے کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا۔ چنانچہ بنوغنم ابن مالک

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲۹۴۔ [2] ایضاً ص ۲۶۳۔ [3] مسند ابن حنبل ص ۳۹۶ ج ۳۔ [4] طبقات ص ۴۰ ج ۲ قسم ۱
[5] صحیح بخاری ص ۵۶۰ ج ۱۔ [6] معجم البلدان ص ۲۷۱ ج ۴۔ [7] طبری ص ۱۳۶۱۔

marfat.com

بن نجار کے مندر کا عمرو بن قیس نجاری متولی تھا۔[1] ایک عہدہ کاہن کا تھا اور ہر قبیلے میں ایک کاہن رہتا تھا۔ جس کو حبشی زبان میں طاغوت کہتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرب کے ہر قبیلہ میں کاہن ہوتا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً انصار میں بھی یہ عہدہ تھا۔[2]

ابن ہشام میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت وغیرہ اور بعض مسلمانوں میں کچھ نزاع ہوئی۔ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کو حکم مانا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم حکام (حکام جاہلیت) سے فیصلہ کرائیں گے[3] اور حکام جیسا کہ صاف تصریح آئی ہے یہی کاہن ہوا کرتے تھے۔[4]

انصار کے کاہنوں کے نام ہم کو معلوم نہیں۔ منافقین کے ذکر میں ایک شخص زدی ابن حارث نام آیا ہے۔ یہ قبیلہ عمرو بن عوف سے تھا۔ اس کو جب اس کے مسلمان بھائی نے مسجد سے نکالا تو یہ فقرہ کہا تھا ''علب علیك الشیطان '' یعنی تجھ پر شیطان غالب آ گیا۔[5] اور چونکہ شیطان کاہنوں کے پاس آیا کرتا تھا[6] اس لیے یہ قیاس کچھ بے جا نہیں کہ زدی انصار کا کاہن تھا۔

انصار میں بت پرستوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے۔ لیکن چونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی اس لیے ان کی کسی عبادت گاہ اور ان کے مذہبی نظام کا کچھ پتہ نہیں۔ قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے عبادت خانوں میں جا کر عبادت کر لیتے ہوں گے۔ مثلاً جو انصاری مذہب یہود کے پیرو تھے وہ یہودیوں کے گرجا میں جایا کرتے ہوں گے۔ جو عیسائی ہو گئے تھے عیسائیوں کے چرچ میں و ھلم جراً۔

نظارت نافعہ:

مدینہ کے قریب و جوار میں چونکہ بہت سے چشمے، وادیاں اور نہریں بہتی تھیں اس لیے انصار نے مدینہ میں جا بجا بہت سے پل بنائے تھے۔ چنانچہ ایک پل بنو حارث ابن خزرج کا تھا اور یہاں اوس و خزرج میں جنگ بھی ہوئی تھی۔[7] ایک پل ذی ریش کے

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۹۵ ج ۱ [2] صحیح بخاری ص ۶۵۹ ج ۲ قولہ وان کنتم مرضی او علی سفر الخ۔

[3] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۹۳ ج ۱۔ [4] بخاری حوالہ مذکور۔ [5] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۶۔

[6] بخاری ص ۶۵۹ ج ۲۔ [7] ابن اثیر ص ۵۰۴ ج ۱۔

marfat.com

کے پاس تھا[1] اور ایک جسر بطحان کے نام سے مشہور تھا۔[2]

انصار پانی کی سبیلیں بھی رکھتے تھے اور اس کو نہایت ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ چنانچہ بنو دینار میں ایک سبیل تھی۔ اس کا نام بقع تھا[3] اسلام لاکر حضرت سعد بن عبادہؓ سردار خزرج نے بھی ایک سبیل اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لیے رکھی تھی۔[4]

متفرقات:

انصار اپنے نام پر اپنی آبادی کا نام رکھتے تھے۔ مثلاً ثعلبۃ العنقا نے جس جگہ قیام کیا تھا اس کا نام ثعلبیہ تھا[5] مدینہ کے نواح میں ایک بستی کا روضۃ الخزرج تھا۔ چنانچہ حفص اموی کا شعر ہے:

فالملح بطرفك هل ترى اطعامهم ۔ بالبارقية او بروض الخزرج

مدینہ کے محلوں میں بھی بعض محلے اپنے باشندوں کے نام سے مشہور تھے۔ انصار میں تاج پوشی کا رواج تھا اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ پٹیاں بھی استعمال کرتا تھا' حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ان دونوں باتوں کی طرف حدیث میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:[6]

لقد اصطلح اهل هذه البحيرة على ان يتوجوه فيعصبونه بالعصابة.

''یعنی اس شہر کے باشندوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اس (ابن ابی) کو تاج پہنا دیں اور اس کی سلطنت کی پٹی باندھیں''۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:[7]

اولانهم يعصبون رؤسهم بعصابة لا تنبغى بغيرهم بمتازون بها.

''یعنی رئیس کو معصب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے سر پر ایک پٹی علامت کے طور پر ہوتی تھی جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے''۔

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:[8] **اى فيعممونه كعمامة الملكوت.**

---

1. خلاصۃ الوفاص ۸۸۔ 2. ایضاً ص ۲۸۱۔ 3. خلاصۃ الوفاص ۲۶۳۔ 4. مسند ص ۲۸۵ ج ۵۔
5. معجم البلدان۔ 6. صحیح بخاری ص ۶۵۶ ج ۲' باب قولہ ولتسمعن اوتو الکتاب۔ 7. فتح الباری ص ۱۷۴ ج ۸۔ 8. عمدۃ القاری ص ۵۳۴ ج ۸۔

marfat.com

''یعنی پٹی باندھنے کا مطلب ہے کہ اس کے بادشاہوں کا سا عمامہ باندھا جائے''۔

مہمات سلطنت میں مشورہ کے لیے انصار نے ایک جداگانہ مکان تعمیر کیا تھا جو بنی سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور تھا۔[1] یہ عمارت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے مکان سے متصل تھی اور انہی کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ انصار میں گو باہم نہایت خونریز جنگیں واقع ہوئی تھیں اور آپس میں سخت مخالفت تھی تاہم یہ کہیں نہیں پتہ چلتا کہ کسی زمانہ میں ان کے دو دار الشوریٰ قائم ہو گئے تھے۔ یعنی اوس وخزرج نے اپنے مشوروں کے لیے کبھی علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنائی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کی بحث اسی سقیفہ میں پیدا ہوئی تھی اور انصار کا اجتماع اسی جگہ ہوا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ انصار میں اس قدر تمدن موجود ہونے کے باوجود عورتوں اور مردوں کی طہارت کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ ہجرت نبویؐ کے زمانہ میں اور اس کے بعد جو کچھ حالت تھی اس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:[2]

فخرجت معی ام مسطح قبل المناصع وهو متبرزنا ...... وذالک قبل ان نتخذ الکنف قریبا من بیوتنا وامرنا امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط فکنا نتاذی بالکنف ان نتخذها عند بیوتنا.

''میں ام مسطح کے ہمراہ مناصع چلی جو قضائے حاجت کی جگہ تھی ...... اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب طہارت خانے ہمارے مکانوں کے قریب نہیں بنے تھے اور ہماری حالت اس معاملہ میں بالکل عرب قدیم جیسی تھی اور ہم اپنے گھروں میں طہارت خانے کا بنانا ناپسند کرتے تھے''۔

علامہ عینی' مناصع کے تحت میں لکھتے ہیں:[3]

مواضع خارج المدینة کانوا یتبرزون فیها.

''مدینہ کے باہر چند مقامات ہیں جہاں لوگ قضائے حاجت کے لیے جاتے ہیں''۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۳۳۳ ج ۱' باب ماجاء فی السقائف۔ [2] صحیح بخاری ص ۶۹۷ ج ۲ باب قولہ عزوجل ان الذین جاء والافک الخ۔ [3] عمدة القاری ج ۸ ص ۴۷۳۔

marfat.com

تاہم عرب میں جس قسم کا پردہ رائج تھا عورتیں اور مردان کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے۔ اسی لیے عورتیں رفع ضرورت کے لیے جاتیں تو رات کو جاتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وکنا لا نخرج الا لیلا الی الیل. ''اور ہم صرف رات کو رفع ضرورت کے لیے نکلتے تھے''۔

زراعت:

انصار زراعت پیشہ تھے اور یہ ان کے نبطی ہونے کا اثر تھا۔ عرب کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی۔ عرب حضر اور عرب بدو، بنو اسماعیل میں دونوں قسم کے قبائل موجود تھے۔ نبطی اور قریش مکہ حضری عرب تھے۔ بخلاف اس کے عرب کے دیہاتوں اور جنگلوں میں جو خاندان آباد تھے وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انصار چونکہ نبطی الاصل تھے اس لیے ابتداء ہی سے حضارت کی راغب تھے۔ چنانچہ یمن جا کر انہوں نے اس قدر باغات اور اراضی پیدا کی کہ اولاد قحطان میں بھی یمن کے حاکم ہونے کے باوجود کسی کے پاس نہ تھی۔[1] وہاں سے نکل کر جہاں جہاں سکونت اختیار کی وہ تمام پر فضا اور زرخیز مقامات تھے۔[2] یثرب آ کر بھی انہوں نے اسی طریقہ پر بود و باش کی، یعنی کاشتکاری کرتے تھے۔ جو تقریباً شمالی عرب کی تمام آبادی کا واحد ذریعہ معاش تھا۔ چنانچہ خیبر وغیرہ کے متعلق صحاح میں اس قسم کی بہت سی تصریحیں ملتی ہیں۔

ہم نے ابھی کہا کہ انصار میں زراعت کا خیال نبطی الاصل ہونے کے سبب سے تھا اس کے ثبوت میں کہ نبطی زراعت پیشہ تھے، ہم ذیل کی روایات پیش کرتے ہیں:

عرب مورخین کو چونکہ نبطیوں کا زیادہ علم نہیں، نیز وہ ان کو اختلاف معاشرت اور لہجہ و زبان کے لحاظ سے غیر عرب سمجھتے ہیں اس لیے اپنی تاریخوں میں ان کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ تاہم نبط کا لفظ ان کے ہاں بھی بالکل نامانوس نہیں۔ یاقوت کا بیان ہے:[3]

اما لنبط فکل لم یکن راعیا او جند یا عند العرب.

''یعنی نبط عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہے جو چرواہا یا سپاہی نہ ہو''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے نزدیک نبط کے مفہوم ہی میں متمدن زندگی داخل تھی۔ البتہ مورخین یونان نے سیاسی تعلقات کی بناء پر نبطیوں کے حالات زیادہ تفصیل

---

1. معجم البلدان ص ۳۵۵ ج ۷۔ 2. صفۃ الجزیرۃ العرب ص ۲۰۷۔ 3. معجم البلدان حوالہ مذکور۔

marfat.com

سے بیان کیے ہیں۔ ایک مورخ ان کے مختلف حالات لکھتا ہے کہ:

ملک کا بڑا حصہ سرسبز ہے[1] اور یہ ظاہر ہے کہ ملک کی سرسبزی زراعت کے بغیر ناممکن ہے۔ نبطیوں کی زراعت کے ثبوت کے بعد انصار کی کاشتکاری کا حال سنئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:[2]

وان اخواننا من الانصار کان یشغلھم العمل فی اموالھم.

''اور ہمارے انصاری بھائیوں کو ان کی زمینوں کا کام طلب علم سے باز رکھتا ہے''۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:[3]

کنا اکثر اھل المدینۃ مزورعا. ''ہم مدینہ میں سب سے بڑے کاشتکار تھے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں:[4]

ابوطلحۃ اکثر انصاری بالمدینۃ نخلا.

''انصار میں ابوطلحہ سب سے زیادہ نخلستانوں کے مالک تھے''۔

اسی طرح اور بھی بہت سی جزئیات ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کلیۃً زراعت پیشہ تھے اور چونکہ مدینہ طبعی طور سے سیر حاصل مقام تھا اس لیے وہاں کی آبادی کے لیے کاشتکاری اور بھی ضروری ہوگئی تھی۔ چنانچہ زراعت کی کثرت اور پیداوار کی صلاحیت کی وجہ سے مدینہ کے ہر چہار طرف جھنڈ کے جھنڈ سینکڑوں کھجور کے درخت نظر آتے تھے۔[5]

چونکہ انصار بالکل بدوی اور وحشی نہ تھے بلکہ ان میں کسی قدر تمدن بھی تھا اس لیے ان میں زمین کی کاشت کے متعلق کچھ اصول و آئین رائج تھے۔ مثلاً وہ جب تک یہود کے زیر اثر رہے ان کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے[6] اسی طرح جب خود مدینہ کے مالک ہوئے تو ہر خاندان کے حصہ میں کم وبیش زمین آئی۔ جن لوگوں کے پاس زمین کم تھی وہ بڑے زمینداروں سے جوتنے بونے کے لیے کھیت لے لیتے تھے۔[7]

---

[1] Gold Mines of Median 22g. [2] صحیح بخاری ص ۲۲ ج ۱ باب حفظ العلم۔
[3] ایضاً ص ۳۱۲ ج ۱ باب قطع الشجر والنخل۔ [4] ایضاً ص ۶۵۴ ج ۲ باب قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون. [5] خلاصۃ الوفاص ۲۷۳۔ [6] معجم البلدان ص ۴۲۶ ج ۷۔ [7] صحیح مسلم ص ۶۱۷ ج ۱۔

marfat.com

اس زمانہ میں چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا۔ اس لیے کاشتکار کو زمین دیتے وقت یہ بتلا دیا جاتا تھا کہ کھیت میں اتنا حصہ تمہارا اور اتنا زمیندار کا حق ہوگا۔ اس میں بسا اوقات کاشتکار کا نقصان ہوتا تھا۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کھیت کے ایک حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرا حصہ بالکل خالی رہتا' آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر اس بے رحمانہ رسم کو بالکل اٹھا دیا۔[1]

مدینہ کی پیداوار میں کھجور سب سے زیادہ مشہور ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جس افراط اور تنوع کے ساتھ پیدا ہوتی تھی اس کی نظیر عرب کے دوسرے خطوں میں مشکل سے مل سکے گی۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہاں کھجور کی ایک سو بیس قسمیں پیدا ہوتی تھیں[2]

قسموں کی یہ تعداد خواہ صحیح نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کثیر یقیناً تھی۔

تجارت:

انصار کی سیرت میں یہ عنوان ترتیباً سب سے اخیر درجہ پر ہے۔ اس لیے ہم بھی اس کو اخیر میں لکھتے ہیں۔ انصار تجارت بھی کرتے تھے اور اس کے لیے خود مدینہ میں تمام سامان مہیا تھا۔ یعنی بازار موجود تھے۔ مدینہ میں یہودیوں کے کئی بازار تھے جن میں قینقاع سب سے زیادہ مشہور ہے۔ انصار اس میں جاتے تھے' یہ بازار سال میں کئی مرتبہ لگتا تھا اور یہاں عرب کے مشہور بازاروں کی طرح شعراء جمع ہو کر اپنے اپنے اشعار سناتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسانؓ اور نابغہ سے یہیں ملاقات ہوئی تھی[3]

لیکن انصار نے صرف اسی حد تک قناعت نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنے لیے یہودیوں سے علیحدہ چند بازار قائم کیے۔ چنانچہ مدینہ کا سب سے بڑا بازار وہ تھا جو مہروز میں لگتا تھا[4] اور جس کے قریب بنوساعدہ کی آبادی تھی[5] ایک بازار قبا میں تھا اور غالباً عمرو بن عوف کا تھا۔ یہ بازار قینقاع کے بعد لگا کرتا تھا[6] ایک بازار ام العیال نامی ایک چشمہ

---

[1] صحیح بخاری ص ۳۵۳ ج ۱ باب ما یکرہ من الشروط فی المزارعۃ۔ [2] زرقانی ص ۹۵ ج ۲۔

[3] خلاصۃ الوفا ص ۲۸۱۔ [4] خلاصۃ الوفا ص ۲۰۰۔ [5] ایضاً ص ۸۸۔ [6] ابن اثیر ص ۴۹۲ ج ۱۔

marfat.com

کے کنارے لگتا تھا[1] ایک بازار مسجد الرایہ کے قریب تھا۔ یہ مدینہ کا قدیم بازار تھا اور اس کی پشت پر ثنیۃ الوداع کی پہاڑیاں واقع تھیں[2] ایک بازار کا نام مزاحم تھا اور یہ اوائل اسلام تک لگتا تھا[3] ایک بازار بقیع میں تھا[4]

چونکہ مدینہ میں کوئی سکہ نہ تھا' اس لیے تجارت میں غالباً ایک چیز سے دوسری چیز کا تبادلہ کرتے ہوں گے۔ چنانچہ کھجور کے متعلق بہت سی حدیثوں میں اس کی تصریح ملتی ہے حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں[5]

كنا نرزق الجمع وهو الخلط من التمر وكنا نبيع صاعين بصاع فقال النبي صلى الله عليه وسلم صاعين بصاع ولا درهمين بدرهم.

''ہم کو اچھے برے ہر قسم کے چھوہارے ملتے تھے اور ہم برے چھوہاروں کے دو صاع کو اچھوں کے ایک صاع کے عوض فروخت کر ڈالتے تھے لیکن نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے معاوضہ میں اور دو درہم ایک درہم کے معاوضہ میں نہیں دیئے جا سکتے''۔

خرید و فروخت کے مختلف طریقے رائج تھے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ پھلوں کو ۲۔۳ سال کے لیے بلا وزن اور مقدار متعین کیے بیچ ڈالتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اس شرط پر جائز رکھا کہ وزن اور مقدار معلوم رہنا چاہیے۔[6]

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خریدار چیز کے مالک کا دن یا رات کو کپڑا چھو لیتا تھا اور یہی بیع سمجھی جاتی تھی۔ تیسری صورت یہ تھی کہ بائع و مشتری دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنے کپڑے پھینک دیتے تھے اور پھر گفتگو کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔[7]

ایک صورت یہ تھی کہ کھجور درختوں پر ہی ہوتے تھے اور ان کا اندازہ کر کے اس کے عوض دوسرے پھل خریدے جاتے تھے۔ انگور بھی اسی طرح بیچتے تھے اور اس کے

---

۱ خلاصۃ الوفاص ۲۶۰۔ ۲ ایضاً ص ۲۶۶۔ ۳ ایضاً ص ۲۹۸۔ ۴ صحیح بخاری ص ۲۸۵ ج ۱۔
۵ ایضاً ص ۲۷۹ ج ۱۔ ۶ صحیح بخاری ص ۲۹۵ ج ۱ باب السلم فی کیل معلوم۔ ۷ صحیح مسلم ص ۶۰۱ ج ۱۔

marfat.com

معاوضہ میں کشمش لیتے تھے۔ اس کو مزابنہ کہتے ہیں[1]

ایک طریقہ یہ تھا کہ کھیت کرایہ پر اٹھائے جاتے تھے اور مالک شرط کر لیتا تھا کہ نہروں اور نالیوں کے آس پاس کی زمین ہماری اور تمہاری ہوگی[2]

ایک صورت یہ تھی کہ خریدار موجود نہ ہوتا اور چیز اس کے لیے رکھ لی جاتی اور اس کی ملک سمجھی جاتی تھی[3]

یہ ایک طریقہ تھا کہ مال خرید کر مشتری اسی جگہ فروخت کر ڈالتا' اور اس سے جو دام ملتے وہ بائع کو دیتا۔ (ہدایہ ج ۳ ص ۳۸)

ایک صورت روپے پیسے کے لین دین کی تھی اور یہ امرائے انصار کرتے۔ مثلاً زید ابن ارقم[4] 'کعب بن مالک[5] 'ابوقتادہ[6] وغیرہ۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ لوگ ایک مقررہ میعاد کے لیے درہم لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہیے ادھار نہیں"[7]

بعض انصار شراب کی تجارت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے شراب کا ذکر کیا ہے اور امید ہے کہ اس کے متعلق کچھ نازل ہو کر رہے گا۔ اس لیے تم میں سے جس کے پاس شراب ہو اس کو فروخت کر کے نفع حاصل کر لے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اس کے پینے اور فروخت کرنے کی قطعی ممانعت ہے"۔ چنانچہ لوگوں نے شراب کو مدینہ کی گلیوں میں بہا دیا[8]

ان باتوں کے ضمن میں کچھ حالات اور سن لینے چاہئیں۔ وہ خرید و فروخت میں کثرت سے قسمیں کھاتے تھے۔ حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۹۱ ج ۱ باب بیع المزابنہ وہی بیع التمر۔ [2] صحیح مسلم ص ۶۱۷ ج ۱ باب کراء الارض بالذہب والورق۔ [3] ایضاً ص ۲۰۳ باب تحریم بیع الحاضرہ۔ [4] صحیح بخاری ص ۵۶۱ ج ۱۔
[5] صحیح مسلم ص ۶۲۲ ج ۱۔ [6] ایضاً ص ۶۲۴۔ [7] صحیح بخاری ص ۵۶۱ جلد ۱ باب کیف اخی النبی بین اصحابہ۔ [8] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۶۲۸۔

marfat.com

اس کو منع فرمایا[1] بعض لوگ دھوکا دیتے تھے۔ چنانچہ حبان بن منقد کے متعلق ہے کہ وہ اکثر دھوکا کھاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کچھ بیچو تو کہہ دیا کرو کہ اس میں دھوکا نہ چلے گا اور میں چاہوں گا تو ۳ دن میں اپنی چیز واپس لے لوں گا[2]

یہ روایت صحیح بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ لیکن اس میں حبان کا نام نہیں آیا ہے۔

صنعت وحرفت:

جہاں تک قرائن سے پتہ چلتا ہے انصار میں صنعت وحرفت کا بالکل رواج نہ تھا یا تھا تو شاذ ونادر تھا۔ چنانچہ ابوشعیب انصاری کے متعلق مذکور ہے کہ ان کا غلام قصاب تھا[3] ایک انصاریہ کے غلام کو نجاری آتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے لیے اس سے ایک منبر بنوایا تھا جو مسجد نبویؐ میں رکھا گیا۔ اس سے پہلے مسجد نبویؐ میں منبر نہ تھا[4] قرہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابوہند حجام تھا[5]

تعلیم:

انصار میں جہالت کی عمومیت کے ساتھ کچھ تعلیم یافتہ لوگ بھی موجود تھے جو عربی لکھ پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ اسلام کے اوائل میں حسب ذیل حضرات لکھنا جانتے تھے۔ سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، رافعؓ بن مالک، اسیدؓ بن حضیر، معنؓ بن عدی البلوی، بشیرؓ بن سعد، سعدؓ بن ربیع، اوسؓ بن خولی، عبداللہ بن ابی منافق، ان میں زیدؓ بن ثابت عربی کے ساتھ عبرانی میں بھی خط وکتابت کرتے تھے۔ جو شخص کتابت کے ساتھ تیراندازی اور تیراکی بھی سیکھتا اس کو کلمہ اور کامل کا خطاب دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جاہلیت قدیم میں دو شخص ان کمالات کے جامع ہوئے تھے۔ سوید بن صامت اور حضیر کتائب۔ اسلام کے زمانہ میں بھی رافع بن مالک، سعد بن عبادہ، اسید بن حضیر، عبداللہ بن ابی، اوسؓ بن خولی، انہی خطابات سے مخاطب تھے۔

---

[1] صحیح مسلم ص ۶۴۱ جلد ۱ باب النہی عن الحلف فی البیع۔ [2] ہدایہ جلد ۳ ص ۲۲۔
[3] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۷۹۔ [4] صحیح بخاری ص ۲۸۱ باب النجار۔
[5] سیرت ابن ہشام ص ۳۷۱ ج ۱۔ [6] فتوح البلدان ص ۴۷۹۔

marfat.com

زمانہ اسلام

انصار میں اسلام کی ابتداء

یہ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ انصار ایام جاہلیت میں حج کرتے تھے اور سالانہ مکہ آتے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ باہمی خانہ جنگیوں کے باعث ان میں جو کمزوری پیدا ہوگئی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ یہود ان کو دبانا چاہتے تھے اور مدینہ کو ان کے قبضہ سے نکال لینے کی فکر کرتے تھے۔ پھر خود اوس وخزرج میں اس قدر عناد پیدا ہوگیا تھا کہ اوس قریش کے حلیف بننے مکہ آئے تھے۔ لیکن ابوجہل کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہ ہو سکے اور ان کو ناکام واپس ہونا پڑا۔ یہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے انصار کو مکہ آنا پڑتا تھا۔

نبوت کے ابتدائی زمانہ میں انصار کی آمدورفت مکہ میں برابر جاری تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے اہل مدینہ میں سے جس کو حامل وحی کی زبان سے دعوت اور قرآن مجید کی آیات سننے کا اتفاق ہوا وہ سوید بن صامت تھا۔ سوید قبیلہ عمرو بن عوف میں ایک ممتاز آدمی تھا اور چونکہ صحت جسمانی' شرافت نسب اور شاعری کا جامع تھا اس لیے اس کے قبیلے والے اس کو عام عرب کی عادت کے مطابق کامل کے لقب سے پکارتے تھے۔ وہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ آیا تو آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ اسلام کی تبلیغ سن کر بولا کہ: ''جو تمہارے پاس ہے وہی میرے پاس بھی ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس کیا ہے؟ کہا صحیفہ لقمان' ارشاد ہوا: ''مجھ کو سناؤ''۔ اس نے کچھ سنایا تو آنحضرت ﷺ نے خوشنودی ظاہر کی اور فرمایا: ''میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے اور وہ قرآن ہے''۔ اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا۔ لیکن نتیجہ صرف اس قدر نکلا کہ ابن ہشام کے قول کے مطابق:

فلم یبعد منه. ''وہ اسلام سے دور نہیں رہا''۔

مکہ سے مدینہ واپس ہوا اور وہاں خزرج نے اس کو قتل کر دیا۔ عمرو بن عوف کا

marfat.com

گمان ہے کہ وہ مسلمان مرا۔ یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے[1]

اس کے بعد ابو الحسیر انس بن رافع، عبد الاشہل کے چند آدمیوں کو لے کر جن میں ایاس بن معاذ بھی تھے، قریش سے حلف قائم کرنے کے لیے مکہ آئے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو اس مجمع کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔

قرآن مجید کو سن کر ایاس جو ابھی کمسن تھے بول اٹھے کہ ''تم جس کام کے لیے آئے ہو یہ اس سے بہتر ہے''۔ ابو الحسیر نے یہ سن کر ایاسؓ کے کچھ کنکریاں پھینک ماریں۔ وہ خاموش رہے اور مدینہ پہنچ کر وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ کی اتنی دیر کی صحبت میں ایاسؓ نے اسلام کو جو کچھ سمجھا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ مرتے دم تک وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگوں کو سناتے رہے۔ اسی وجہ سے ان کے قبیلے کے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے[2] اور بلاشبہ وہ مسلمان بھی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن واضح کاتب عباسی نے لکھا ہے کہ ایاسؓ اوسیوں کے ساتھ آئے تھے اور ان کے ہمراہ سعد بن زرارہ بھی تھے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ ان کی غلطی ہے۔ اوس جس مقصد سے آئے تھے وہ یہ تھا کہ خزرج سے مقابلہ کرنے کے لیے قریش کے حلیف بنیں۔ اس بناء پر وہ خزرج کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ نہیں لا سکتے تھے۔ اور چونکہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے جو خزرج کا ایک خاندان تھا اس لیے ان کا ساتھ آنا کیونکر ممکن تھا؟ یہ صرف ہمارا قیاس نہیں ہے بلکہ واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ جنگ معبس اور مضرس میں جب اوس نے شکست کھائی تو قریش سے حلف کا تعلق قائم کرنے مکہ گئے تھے۔ لیکن کس طرح گئے تھے؟ اس کا جواب ابن اثیر کی زبان سے سننا چاہیے[3]

واظهروا انهم يريدون العمرة وكانت عادتهم انه اذا اراداحدهم العمرة اوالحج لم يعرض اليه خصمه ويعلق المعتمر على بيته كرانيف النخل ففعلوا ذالك.

''اور انہوں (اوس) نے حلف کے لیے جاتے وقت ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کی غرض

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۳۲ و ۲۳۳ ج ۱۔ [2] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۵۔ [3] ابن اثیر ص ۵۰۷ و ۵۰۸ ج ۱۔

سے جا رہے ہیں اور ان کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی حج یا عمرہ کی غرض سے جاتا تو دشمن اس سے تعرض نہ کرتا تھا اور عمرہ کرنے والا اپنے دروازہ پر کھجور کی جڑیں کاٹ کر لٹکا دیتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی جڑیں لٹکائی تھیں''۔

جب اوس وخزرج کی باہمی عداوتوں کا یہ حال تھا تو پھر وہ ایسے اہم معاملہ میں دوسرے خاندان کے آدمی کو کیونکر ساتھ لا سکتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے مورخ نے دو جداگانہ واقعات کو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے اور اسی وجہ سے خلط مبحث ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آگے چل کر لکھا ہے کہ ''یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے تھے''۔ حالانکہ جس جماعت میں ایاس تھے اس میں سے ایک متنفس بھی مسلمان نہیں ہوا اور خود ایاس نے بھی علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا بلکہ کنکریاں کھا کر چپ ہو رہے اور سب کے ساتھ مدینہ واپس گئے[1] ہمارے مورخ نے اس واقعہ اور عقبہ اولیٰ کی بیعت کو ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ ان دونوں میں کم از کم ایک سال کا فصل ہے عقبہ اولیٰ میں اسعد بن زرارہ بے شک موجود تھے لیکن اس وقت ایاس بن معاذ کا پتہ تک نہ تھا کیونکہ وہ جنگ بعاث میں فوت چکے تھے۔

اس غلطی کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ انصار میں سب سے پہلے کون صاحب مسلمان ہوئے؟ بعض لوگوں نے رافع بن مالک زرقی اور معاذ بن عفراء کا نام لیا ہے۔ بعض اسعد بن زرارہ اور ذکوان کو پہلا مسلمان سمجھے ہیں[2] اور بعض جابر بن عبداللہ بن رئاب کو اولیت کا مستحق جانتے ہیں[3] ابن واضح نے دوسری جماعت کا ساتھ دیا ہے لیکن اس سے اولاً تو ان کا مقصد حاصل نہیں ہوا یعنی یہ نہ لکھ سکے کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ دوسرے اس خلط مبحث کی وجہ سے کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جو قدیم مورخین کی تشویش واضطراب سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

یہ بیعت درحقیقت انصار میں اشاعت اسلام کا دیباچہ تھی۔ آنحضرت ﷺ ،

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۳ ج ۱۔ [2] ابن سعد ج ۱ ق ۱ ص ۱۴۶۔ [3] زرقانی ص ۳۶۱ ج ۱۔

marfat.com

ابتداءً اسلام کی نہایت مخفی طور پر اشاعت کرتے تھے۔ لیکن جب اس پر بھی مشرکین کا بغض وعناد بڑھتا گیا اور اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں تو آنحضرت ﷺ نے توحید کا وعظ علی الاعلان شروع کر دیا اور مجنہ' عکاظ اور ذی المجاز وغیرہ میں جا کر عرب کے دیگر قبائل کے سامنے دین الٰہی کی منادی شروع کی اور اپنے کو ان کے وطن چلنے کے لیے پیش کیا۔ لیکن بار بار کی تکرار کے باوجود کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ چنانچہ آپ اس عرصہ میں جن جن قبائل کے پاس تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں:

عامر بن صعصعہ' محارب' فزارہ' غسان' مرہ' حنیفہ' سلیم' عبس' نضر' کندہ' کلب' حارث بن کعب' عذرہ' حضارمہ۔[1]

لیکن خدا کو اپنے دین کو غالب' آنحضرتؐ کی مدد اور آپ سے جو کچھ وعدے کیے تھے ان کے پورا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے آنحضرتؐ کو انصار کے خیموں میں پہنچا دیا جو ایام حج میں بمقام منیٰ نصب تھے۔ انصار کا یہ گروہ جس کی تعداد ۶ یا ۸ بیان کی جاتی ہے قبیلہ خزرج سے تھا۔[2] آپ نے ان کو دین الٰہی کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتیں سنائیں تو سب کے سب مسلمان ہو گئے اور آپ سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ ہمارے درمیان باہمی لڑائیوں کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے پہلے ہم کو ان کو نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے۔ پھر آپ کو اپنے ہاں بلائیں گے اور اگر موجودہ حالت میں آپ تشریف لے گئے تو کامیابی کی کچھ زیادہ امید نہیں اور ہم آئندہ سال آپ کے پاس پھر آئیں گے۔

یہ مختصر جماعت حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی۔ اسعد بن زرارہؓ، عوفؓ بن حارث بن عفرا' رافعؓ بن مالک، قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ، عقبہؓ بن عامر نابی' جابرؓ بن عبداللہ بن رئاب۔[3]

اس امر میں اختلاف ہے کہ اس جماعت میں سب سے پہلے کن بزرگ نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا تھا؟ ابن کلبی اور ابو نعیم نے رافع بن مالک کو پہلا مسلمان سمجھا ہے[4] اور طبقات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد بنی زریق میں سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا۔[5]

---

[1] زاد المعاد ابن قیم ص ۳۰۵ ج ۱۔ [2] زرقانی ج ۱ ص ۳۶۰۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶۔۱۴۷ ج ۱ قسم ۱۔
[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵۷۔ [5] طبقات ص ۱۴۶۔

marfat.com

قاضی ابن عبدالبر نے جابر بن عبداللہ بن رباب کی نسبت گمان کیا ہے[1] مغلطائی نے اسعدؓ بن زرارہ اور ذکوانؓ ابن عبدقیس کو سب پر مقدم رکھا ہے[2] اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معاذؓ ابن عفراء نے بیعت کی تھی[3] لیکن اصل یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ اس لیے ہم بھی صاحب طبقات کے ساتھ مل کر صرف اس قدر کہتے ہیں کہ لم یکن قبلھم احد یعنی ان لوگوں سے قبل اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

بعض لوگوں نے اس تعداد میں دو آدمیوں کا اور اضافہ کیا ہے۔ وہ بزرگ یہ ہیں: ابوالہیثم بن التیہان اور عویمؓ بن ساعدہ' لیکن یہ دونوں خزرج کے قبیلہ سے نہ تھے بلکہ اوس سے تھے اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ اس جماعت میں قبیلہ اوس کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں[4]

لقی عند العقبة فی الموسم ستة نفر من الانصار کلھم من الخزرج.

''آنحضرت ﷺ حج کے زمانہ میں انصار کے ٦ آدمیوں سے ملے جو کل کے کل خزرج سے تھے''۔

ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:

قال ابن اسحاق وھم فیما ذکر لی ستة نفر من الخزرج.[5]

''ابن اسحاق کا قول ہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے خزرج کے ٦ آدمی تھے''۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

فاسلم منھم ستة نفر و کلھم من الخزرج . (زرقانی ص ٣٦٠ ج ١)

''پس ان میں سے ٦ آدمی مسلمان ہوئے جو سب کے سب خزرجی تھے''۔

بعض لوگوں نے عبادہؓ بن صامت کا جابرؓ بن عبداللہ بن رباب کے بجائے نام لیا ہے لیکن یہ وہ خیال ہے جس کی خود حضرت عبادہؓ نے تردید کر دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:[6]

کنت فیمن حضر العقبة الاولیٰ و کنا اثنی عشر رجلا.

---

[1] استیعاب ج ١ ص ٢٨٦۔ [2] زرقانی ج ١ ص ٣٦١۔ [3] اسد الغابہ ج ۴ ص ٣٧٩۔
[4] زادالمعاد ص ٣٠٦ ج ١۔ [5] سیرت ابن ہشام ص ٢٢٥ ج ١۔ [6] مسند ابن حنبل ص ٣٢٣ ج ٥۔

marfat.com

''میں ان لوگوں میں ہوں جو عقبہ اولیٰ میں موجود تھے اور ہم بارہ آدمی تھے''۔

صحیح بخاری میں حضرت عبادہؓ سے منقول ہے[1]

انا من النقباء الذين بايعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم.

''میں ان نقبا میں ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی''۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۲ آدمیوں کی تعداد ہمارے موجودہ عنوان کے ایک سال بعد پوری ہوئی ہے، علامہ ابن اثیرؒ حضرت عبادہؓ کے حالات میں لکھتے ہیں:[2]

شهد العقبة الاولىٰ والثانية. انہوں نے عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں شرکت کی''۔

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا روایتوں میں جس عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کا ذکر آیا ہے وہ ہمارے نزدیک ثانیہ اور ثالثہ ہے، پہلی بیعت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کا ہم موجودہ عنوان میں تذکرہ کر رہے ہیں اور اس کا ہمارے مصنفین رجال اور مورخین کے ہاں کوئی نام نہیں۔ اصل یہ ہے کہ عقبہ میں انصار نے ۳ مرتبہ بیعت کی ہے، پہلے سال ٦ آدمی تھے، دوسرے سال ۱۲، اور تیسرے سال ۷۵، مورخین ۱۲ اشخاص کی بیعت کو عقبہ اولیٰ اور ۷۰ کی بیعت کو عقبہ ثانیہ کہتے ہیں، و لا مشاحة في الاصطلاح لیکن ہم نے جو تقسیم کی ہے وہ زیادہ صاف اور واضح ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ہماری تائید میں موجود ہیں، وہ فرماتے ہیں:

ان الانصار اجتمعوا بالنبي صلى الله عليه وسلم ثلث مرات بعقبة منىٰ.

''انصار آنحضرت ﷺ سے منیٰ کی گھاٹی میں ۳ مرتبہ ملے''۔

علامہ ابن اثیر نے بھی ہماری تقسیم سے موافقت ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بیعت کو جس میں ٦ آدمی شامل تھے عقبہ نہیں کہتے، بلکہ صرف ۲ بیعتوں کا نام عقبہ رکھتے ہیں۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

یہ ہمارے مورخین کی اصطلاح میں عقبہ اولیٰ ہے، یاد ہوگا کہ گزشتہ بیعت میں انصار نے آنحضرت ﷺ سے دوسرے سال آنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے مدینہ پہنچ کر اسلام کی دعوت دی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور اکثر

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۰ ج ا باب وفود الانصار الی النبی ﷺ بمکہ وبیعۃ عقبہ۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۰٦ ج ۳۔

maktabah.org

گھروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہونے لگا[1] دوسرے سال ان ۶ آدمیوں کے ساتھ ۶ مسلمان اور ساتھ ہو گئے اور ۱۲ اصحاب کا مقدس قافلہ حامل وحی و رسالت کی زیارت کے لیے مکہ روانہ ہوا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملاقات ہوئی اور ان شرائط پر بیعت لی گئی
● شرک نہ کریں گے ● چوری نہ کریں گے ● زنا نہ کریں گے ● اولاد کو قتل نہ کریں گے
● کسی پر بہتان نہ باندھیں گے ● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی باتوں میں نافرمانی نہ کریں گے۔

چونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا' اس لیے ان شرائط میں اس کا تذکرہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینے کے بعد فرمایا: ''اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو تم کو جنت ملے گی' ورنہ خدا کو اختیار ہوگا' خواہ مغفرت کرے خواہ عذاب دے''۔[2]

بیعت کر کے یہ لوگ واپس ہوئے تو اب مدینہ میں نہایت سرعت سے اسلام ترقی کرنے لگا' حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے باجماعت نماز کا انتظام کیا'[3] اور قبیلہ بیت کی نشیبی زمین میں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑی' بنو زریق میں بھی ایک مسجد بن چکی تھی[4] اور ان کوششوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ ہماری تعلیم کے لیے ایک قاری بھیج دیجئے' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس اہم کام کے لیے روانہ فرمایا' حضرت مصعبؓ' اسعد بن زرارہ کے مکان میں اترے اور قرآن مجید کی تعلیم شروع کی۔[5] اہل مدینہ ان کو مقری کہا کرتے تھے۔[6]

اس کے ساتھ ہی نماز کی امامت بھی انہی کے سپرد ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار اپنی دیرینہ باہمی عداوتوں کے باعث ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تھے۔[7] غرض حضرت مصعبؓ کے مدینہ پہنچ جانے سے اشاعت اسلام میں نمایاں ترقی ہوئی اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ نے دین اسلام اختیار کیا' یہ دونوں بزرگ قبیلہ عبد الاشہل کے سردار تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴۰ ج ۱ قسم ۱۔ [2] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ جلد ۵۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۱ قسم ۱۔ [4] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ ج ۱۔ [5] طبقات ص ۱۳۶ ج ۱ قسم ۱۔ [6] اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۱۔۳

maarfat.com

سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کا اسلام:

مصعبؓ بن عمیر نے اسلام کی منادی کا یہ طرز اختیار کیا تھا کہ اسعد بن زرارہؓ کے ہمراہ ہر قبیلے میں جاتے اور وہاں جو لوگ مسلمان ہوتے ان سے باتیں کرتے اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے' ایک روز عبدالاشہل اور ظفر کے محلہ میں گئے تو چونکہ سعد بن معاذ ابھی تک مشرک تھے' ان کو سخت ناگوار ہوا' لیکن اسعد بن زرارہ کی وجہ سے کچھ نہ بول سکے' (سعد بن معاذؓ،اسعدؓ بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے) تاہم اسید بن حضیر سے کہا کہ "تم جا کر مصعب کو منع کرو وہ آئندہ ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف نہ بنانے آئیں"۔ اسید نے نیزہ اٹھایا اور اس باغ میں آ پہنچے جہاں مصعبؓ چند مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اسعد بن زرارہؓ نے کہا "دیکھنا! جانے نہ پائیں! یہ اپنی قوم کے سردار ہیں"۔ مصعبؓ نے جواب دیا اگر وہ بیٹھیں گے تو میں گفتگو کروں گا"۔ اسید بن حضیر نے آتے ہی نہایت سخت گفتگو کی جس کو حضرت مصعبؓ نے نہایت متانت سے سنا اور کہا: "آپ بیٹھ کر میری بات سن سکتے ہیں؟ اگر پسند ہو تو قبول فرمائیے گا ورنہ آپ کو اختیار ہے" اسید نے کہا: "تم نے انصاف کی بات کہی" اس کے بعد نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔

حضرت مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن کی کچھ آیتیں سنائی' اثنائے تقریر ہی اسید پر جادو چل چکا تھا' قرآن ختم ہوا تو بولے' کتنا اچھا کلام ہے" پھر پوچھا اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: "غسل کیجئے' کپڑے دھوئیے' پھر کلمہ پڑھ کر نماز پڑھیے' اسید نے اٹھ کر غسل کیا اور کپڑے پاک کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ مسلمان ہونے کے بعد بولے "ابھی ایک آدمی باقی ہے اگر وہ مسلمان ہو گیا تو تمام قوم مسلمان ہو جائے گی' یہ کہہ کر نیزہ لیا اور سعد بن معاذ کے گھر پہنچے' سعد چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اسید کے چہرے پر اسلام کا نور چمک رہا تھا' اس کو دیکھ کر بولے کہ "واللہ! اب وہ چہرہ نہیں" اسید ان کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے' سعد نے کہا: "کیا ہوا" جواب دیا "میں نے ان سے گفتگو کی' اور ان کے مذہب میں کچھ مضائقہ نہیں پایا' اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ' اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے جا رہے ہیں جن سے ان کا منشاء تمہاری توہین ہے' کیونکہ اسعد تمہارے خالہ زاد بھائی ہیں" سعدؓ

marfat.com

بن معاذ نے سنا تو غصے سے بے تاب ہو گئے اور نیزہ لے کر تیزی سے باغ میں پہنچے' وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت مصعبؓ اور اسعدؓ بن زرارہ نہایت امن وسکون سے بیٹھے ہوئے تھے' سعد نے بھی وہی گفتگو شروع کی جو اسید کر چکے تھے' حضرت مصعبؓ نے ان کو وہی جوابات دیئے اور قرآن سنایا' جس کو سنتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کلمہ شہادت پکار اٹھے۔

وہاں سے مکان واپس ہوئے تو عبدالاشہل نے کہا "اب وہ چہرہ نہیں" کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا "تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو" سب نے کہا ہمارے سردار ہم میں سب سے زیادہ صائب الرائے ہمارے معتمد علیہ رئیس" کہا "تو پھر مجھے تمہاری عورتوں اور مردوں سے گفتگو حرام ہے' تاوقتیکہ تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ" حضرت سعد کا عبدالاشہل میں جو اثر تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مردوزن شام ہوتے ہوئے مسلمان ہو گئے' اور حضرت سعدؓ اور مصعبؓ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان میں منتقل ہو گئے اور سب ساتھ مل کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔[1]

اس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانوں میں اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا' ابن اسعد لکھتے ہیں:[2]

کان مصعب یاتی الانصار فی دورھم وقبائلھم فیدعوھم الی الاسلام ویقرء علیھم القرآن فیسلم الرجل والرجلان حتیٰ ظھر الاسلام وفشانی دور انصار کلھا وابعوالی.

"مصعبؓ انصار کے گھروں اور خاندانوں میں جا کر ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے' اور قرآن سناتے تھے' چنانچہ ان میں ایک دو آدمی مسلمان ہو جایا کرتے تھے' یہاں تک کہ اسلام بالکل ظاہر گیا اور انصار کے تمام گھر اور بالائی حصوں میں پھیل گیا"۔

قبیلہ خزرج میں تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پا چکا تھا' سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کے ایمان نے اور بھی لوگوں کو متوجہ کر دیا' اور اب ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی' البتہ امیہ بن زید' حطمہ' وائل اور واقف (اوس اللہ) ابوقیس بن اسلت کی وجہ سے بدر اور احد تک رکے رہے۔[3]

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ ج ۱۔ [2] طبقات ص ۸۳ ج ۳۔ [3] ابن ہشام ص ۲۳۹ ج ۱۔

marfat.com

بیعت عقبہ کبیرہ

آخر وہ وقت آیا کہ اسلام کا خدائے قدوس اپنے پورے جاہ وجلال اور اس کی آتشیں شریعت اپنی پوری آب وتاب سے نمایاں ہو مدینہ میں حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنے چند روزہ قیام میں جو کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت اسلام کی سب سے نمایاں فتح تھی، چنانچہ حج کے زمانہ میں جب وہ مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ اوس و خزرج کا وہ مقدس قافلہ بھی تیار ہوا جو گو تعداد کے لحاظ سے تو صرف چند نفوس سے عبارت تھا تاہم ان کے جوش وولولہ نے وہ منظر پیش کیا کہ روم وفارس کی سلطنتیں بھی زیروزبر ہو گئیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انصار کا قافلہ جس میں کافر اور مسلم دونوں شریک تھے اور جس کی تعداد ۵۰۰ تھی[1] ذوالحجہ کے مہینہ میں مکہ آیا[2] اور منیٰ میں عقبہ کے قریب مقیم ہوا، اس اثنا میں براء بن معرور رئیس خزرج کو آنحضرت ﷺ سے ملنے کی ضرورت پیش آئی، براء مصعبؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور تمام مسلمانوں کے خلاف کعبہ کی سمت نماز پڑھتے تھے (اور مسلمان اور خود آنحضرت ﷺ بھی اس وقت تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے) لوگ ٹوکتے اور عام جماعت کی مخالفت پر ان کو برا کہتے تھے، لیکن وہ اپنی رائے پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے۔

لیکن مکہ پہنچ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس عمل میں غلطی ہوئی ہو، چنانچہ کعب بن مالک سے کہا کہ ہم کو آنحضرتؐ کے پاس چلنا چاہیے' براء اور کعبؓ دونوں رسول اللہ ﷺ سے ناواقف تھے' البتہ حضرت عباسؓ سے شناسائی تھی' لوگوں نے بتلایا کہ آپ عباسؓ کے پاس بیٹھے ہیں' تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عباسؓ سے ان کے متعلق استفسار کیا' حضرت عباسؓ نے دونوں بزرگوں کا تعارف کرایا' کعب بن مالک نام آنحضرت ﷺ نے سنا تو فرمایا شاعر؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا جی ہاں۔ اس قدر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا' براء نے کہا یا نبی اللہ!

---

[1] طبقات ابن سعد ج اقسم ا۔ [2] زرقانی ص ۳۶۷ ج ا۔

marfat.com

میں اس سفر میں مسلمان ہو کر نکلا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کی بجائے میں اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں اور میں ایسا کرتا ہوں' لیکن میرے ساتھی مخالفت کرتے ہیں۔ اب آپ جو کچھ ارشاد فرمائیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر ضرور ہو لیکن ابھی صبر کرنا چاہیے' چنانچہ براء اس کے بعد سے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے' عون بن ایوب انصاری نے اس واقعہ کو ایک شعر میں نظم کیا ہے' کہتے ہیں:

ومنا المصلی اول الناس مقبلا　　علی کعبة الرحمن بین المشاعر

براء کے ساتھ انصار کے ایک اور رئیس عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی اس جماعت کے ساتھ آئے تھے اور اب تک مشرک تھے' انصار نے خفیہ طور سے ان کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ بھی مسلمان ہو گئے[1]

حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک رات مقرر کی[2] اور تہائی رات کو یہ ۷۳ مسلمان عقبہ کی گھاٹی میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے آپ حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے اور حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

حضرت عباسؓ نے کہا گروہ خزرج! محمدؐ ہم میں جس درجہ کے آدمی ہیں اس سے تم بھی واقف ہو' اور ہم نے ان کی حفاظت میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے' اگر تم اپنے وعدوں کا پورا کر سکتے ہو اور ان کو دشمنوں سے بچا سکتے ہو تو بہتر' اور اگر ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہے تو صاف صاف اسی وقت کہہ دو' کیونکہ یہاں وہ اپنی قوم میں نہایت مامون اور مصئون ہیں۔

انصار نے کہا ہم نے تمہاری گفتگو سنی' اب یا رسول اللہ (ﷺ) آپ فرمائیے اور جو کچھ اپنے اور اپنے خدا کے لیے پسند ہو اس کو لیجیے اس درخواست پر آنحضرت ﷺ نے تکلم کا اظہار فرمایا اور قرآن مجید سنا کر اسلام کی دعوت دی' اور فرمایا کہ میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری حفاظت اپنی جانوں کے برابر کرو گے' براء بن معرور رئیس خزرج نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا' بے شک ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے' آپ ہم سے بیعت لے لیں' ہم نسلاً بعد نسلاً سپہ گر اور جنگ جو واقع ہوئے ہیں''۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۰ و ۲۳۱ ج ۱۔ [2] طبری ص ۱۲۱۹ ج ۳۔

marfat.com

براء ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوالہیثمؓ بن التیھان بولے: "یارسول اللہ! ہم یہودیوں کے ہم عہد ہیں اور اب ہم اس کو قطع کردیں گے' اس بناء پر اگر آپ کبھی غلبہ پائیں تو کیا ہم کو چھوڑ کر اپنی قوم میں جا ملیں گے۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا:

بل الدم الدم! والهدم الهدم! انا منكم وانتم منى! احارب من حاربتم وسالم من سالمتم ....

"بلکہ میرا خون تمہارا خون اور میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے! میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو! تم جس سے لڑوگے میں بھی لڑوں گا' اور جس سے تم صلح کروگے میں بھی صلح کروں گا"۔

عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا گروہ خزرج! تمہیں خبر ہے کہ تم ان سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ تم ان سے عرب وعجم کی جنگ پر بیعت کر رہے ہو! خوب سمجھ لو کہ اس میں تمہاری جائیدادیں ضائع ہوں گی اور شرفا قتل ہوں گے' اگر ایسی حالت میں تم نے ان کو چھوڑا تو خدا کی قسم اس میں دین و دنیا دونوں میں رسوائی ہے۔ اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے اور وعدہ کو پورا کیا تو دین و دنیا دونوں میں یہ سب سے بہتر ہے اور اس کو تم حاصل کر سکتے ہو"۔[1]

یہ باتیں نہایت جوش میں ہو رہی تھیں اور لوگوں کی آوازیں کسی قدر بلند ہوگئی تھیں حضرت عباسؓ نے کہا "آواز پست کرو' کیونکہ مشرکین کے جاسوس ادھر ادھر پھر رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے" حضرت اسعدؓ بن زرارہ اس مقصد کے لیے سامنے آئے اور کہا "محمدؐ! آپ اپنے رب کے لیے جو چاہیں مانگیں پھر اپنے اور اپنے اصحاب کے لیے مانگیں' پھر ہم کو بتلا دیں کہ ہم کو خدا اور آپ سے اس کا کیا اجر ملے گا"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تم سے خدا کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ' اور اپنے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ ہم کو پناہ دو اور مدد کرو' اور جس طرح اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو' ہماری بھی کرو" انصار نے کہا اگر یہ تمام باتیں کریں تو ہم کو کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا "جنت" بولے "تو جو کچھ آپ

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۲' ۲۴۴ ج ۱۔

marfat.com

چاہتے ہیں ہم اس کے لیے راضی ہیں"۔[1]

شعبی کہا کرتے تھے کہ اتنا مختصر اور بلیغ خطبہ آج تک نہیں سنا گیا۔[2]

خطبہ ختم ہونے کے بعد لوگ بیعت کے لیے بڑھے' کہتے ہیں کہ سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کی' بعض کا خیال ابوالہیثمؓ اور اسعدؓ بن زرارہ کی طرف بھی ہے[3] ان لوگوں کے بعد باقی جماعت نے بیعت کی' آنحضرت ﷺ نے بیعت لے کر فرمایا کہ "موسیٰ نے بنو اسرائیل کے ۱۲ نقیب منتخب کیے تھے' تم بھی اپنی جماعت میں سے ۱۲ آدمی منتخب کرو' چنانچہ جو لوگ منتخب ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ، سعدؓ بن ربیع، عبداللہؓ بن رواحہ، رافعؓ بن مالک بن عجلان، براءؓ بن معرور، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام، عبادہؓ بن صامت، سعدؓ بن عبادہ، منذرؓ بن عمرو بن خنیس (یہ ۹ اصحاب خزرج سے تھے) اسیدؓ بن حضیر، سعدؓ بن ابوالہیثم بن التیہان'[4] (یہ تین اصحاب اوس سے تھے)

بعض لوگوں نے ابوالہیثم کے بجائے رفاعہ بن عبدالمنذر کا نام لیا ہے لیکن یہ کچھ زیادہ قابل لحاظ نہیں' حضرت کعبؓ بن مالک جو انصار کے مشہور شاعر تھے اور اس بیعت میں شریک تھے نقبا کے نام اپنی ایک نظم میں بیان کیے ہیں' لیکن اس میں رفاعہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں بلکہ ان کے بجائے ابوالہیثم کا ہے۔[5]

غرض نقباء کا انتخاب ہو چکا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا "تم اپنی آبادی کے اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح حواری عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ذمہ دار تھے' اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں"۔ سب نے کہا "بے شک"۔[6]

یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وہ خیال صحیح ثابت ہوا' یعنی ایک شیطان (جاسوس) نے زور سے آواز دی کہ یا اہل المنازل! تمہیں کچھ مذمم (یہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کا نام محمدؐ کے بجائے رکھا تھا) اور ان بے دینوں کی خبر ہے؟

---

[1] مسند احمد بن حنبل ص ۱۱۹ و ۱۲۰ ج ۳۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۲ ج ۴۔ [3] ایضاً ص ۱۵۰ ج ا قسم ا۔
[4] اسد الغابہ ص ۱۷ ج ا۔ [5] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۴ ص ج ا۔ [6] طبقات ص ۱۵۰ ج ا قسم ا۔

marfat.com

یہ سب تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے ہیں"۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر انصار سے کہا کہ تم اپنی فرودگاہ پر واپس جاؤ"۔ حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ سے نہ رہا گیا' بولے "خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو ہم کل اہل منیٰ پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں! فرمایا ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں۔[1]

غرض انصار اپنے خیموں میں آ کر سو رہے' صبح کو ان کی قیام گاہ میں روسائے قریش کی ایک جماعت پہنچی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تم نے ہم سے لڑنے کے لیے محمد (ﷺ) سے بیعت کی' حالانکہ تمام عرب میں ہم تم سے لڑنا سب سے برا سمجھتے ہیں"۔ مشرکین انصار کو چونکہ اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا' اس لیے سب نے قسم کھا کر انکار کیا' اور عبداللہ بن ابی رئیس خزرج نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے' اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ لیا جاتا۔

قریش یہ سن کر واپس گئے' لیکن ان کے آدمی ہر طرف موجود تھے اور انصار کے ان آدمیوں کی ہر جگہ تلاش تھی' چونکہ ان لوگوں کو اب اپنی جانوں کا خوف پیدا ہو گیا تھا' اس لیے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہوئے' قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا' لیکن سعد بن عبادہؓ سردار خزرج اتفاقاً ہاتھ آ گئے۔ قریش کے دو آدمیوں نے ان کو سخت تکلیف دی اور مارتے پیٹتے مکہ لائے' یہاں مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ نے ان کو چھڑایا۔

اب انصار کو سعد بن عبادہؓ کی فکر لاحق ہوئی اور سب نے بالاتفاق مکہ چلنے کی نسبت طے کر لیا' اتنے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے' اور ان کو لے کر سب خوش خوش مدینہ روانہ ہو گئے۔[2]

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یہ بیعت عرب و عجم پر بیعت تھی' اس لیے ہم کو اب ان جانبازوں کے نام بتانے چاہئیں جنہوں نے اسلام اور آنحضرت ﷺ کو اس وقت پناہ دی جب کہ ان کے لیے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی اور اس وقت اپنے کو جاں نثاری کے لیے پیش کیا' جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان میں اترنے کی ہمت نہیں کرتا تھا' ان بزرگوں کی مجموعی تعداد ۷۵ ہے' ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں' تفصیل حسب ذیل ہے:

---

[1] ابن ہشام ص ۲۴۵ ج ۱۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۱ قسم ۱۔

marfat.com

❶ قبیلہ اوس

عبدالاشہل:

اسید بن حضیر' ابوالہیثم بن التیہان' سلمہ بن سلامہ بن وقش۔

حارثہ:

ظہیر بن رافع' ابو بردہ بن نیار' نہیر بن الہیثم۔

عمرو بن عوف:

سعدؓ بن خیثمہ' رفاعہ بن عبدالمنذر' عبداللہ بن جبیر معنؓ بن عدی' عویمؓ بن ساعدہ۔

قبیلہ اوس سے کل گیارہ اصحاب اس بیعت میں شریک تھے۔

❷ قبیلہ خزرج

نجار:

ابوایوبؓ خالد بن زید، معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، عوفؓ بن حارث، عمارہؓ ابن حزم، اسعدؓ بن زرارہ، رفاعہؓ بن حارث، سہلؓ بن عتیک، اوسؓ بن ثابت بن منذر، ابوطلحہؓ زید بن سہل' قیسؓ بن ابوصعصعہ' عمروؓ بن غزیہ۔

حارث بن خزرج:

سعد بن ربیع' خارجہ بن زید ابی زہیر' عبداللہ بن رواحہ بشیر' بن سعد' عبداللہ بن زید بن ثعلبہ' ابومسعودؓ وعقبہ بن عمرو' خلاد بن سوید بن ثعلبہ۔

بیاضہ:

زیاد بن لبید' فروہ بن عمرو' خالد بن قیس بن مالک۔

زریق:

رافع بن مالک بن عجلان' ذکوان بن عبد قیس' عباد بن قیس بن عامر' حارثؓ ابن قیس۔

سلمہ:

براءؓ بن معرور' سنان بن صیفی' طفیلؓ بن نعمان' معقلؓ بن منذر' یزیدؓ بن منذر' مسعودؓ بن یزید' ضحاک بن حارثہ' یزیدؓ بن حزام' جبار بن صخر' طفیلؓ بن مالک' بشرؓ ابن براء

marfat.com

کعبؓ بن مالک، سلیمؓ بن عمرو، قطبہؓ بن عامر، یزید بن عامر، ابوالیسر کعب بن عمرو، صیفیؓ بن سواد، ثعلبہ بن غنمہ، عمروؓ بن غنمہ، عبسؓ بن عامر، عبداللہؓ بن انیس، خالد بن عمرو بن عدی، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام، جابرؓ بن عبداللہ، معاذؓ بن عمرو بن جموح، ثابتؓ بن الجذع، عمیرؓ بن حارث، خدیجؓ بن سلامہ، معاذ بن جبل۔

عوف بن خزرج:

عبادہؓ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابوعبدالرحمٰنؓ بن یزید، عمروؓ بن حارث، رفاعہؓ بن عمرو، عقبہ بن وہبؓ۔

ساعدہ:

سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج، منذرؓ بن عمرو بن خنیس۔

دو عورتیں بھی اس بیعت میں شریک تھیں، نسیبہؓ بنت کعب اور ام منیع، اول الذکر بنونجار اور دوسری بنوسلمہ سے تھیں۔

قبیلہ خزرج کے بیعت کرنے والوں کی تعداد ۶۴ ہے اور اگر اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے بیعت کرنے والے بھی شامل کر لیے جائیں تو یہ تعداد عورتوں کو ملا کر ۷۵ ہو جاتی ہے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۴۹ تا ۲۵۵ ج ۱)

ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بیعت کے بعد مدینہ واپس آئے۔ لیکن پھر آنحضرت ﷺ کے پاس مکہ چلے گئے، اور کچھ دن اقامت کر کے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی، ایسے لوگوں کو مہاجری انصار کہا جاتا ہے۔ ان بزرگوں کی تعداد ۴ ہے اور ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ذکوان بن عبدقیسؓ، عقبہ بن وہبؓ، عباس بن عبادہ بن نضلہ، زیاد بن لبیدؓ[1]

مدینہ میں بیعت عقبہ کا اثر:

اس بیعت کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے نہایت سرگرمی سے بت پرستی کی بیخ کنی شروع کی، اور مذہب اسلام کو نہایت آزادانہ طور سے اہل شہر کے سامنے پیش کیا، بنوسلمہ کی نسبت لکھا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ وغیرہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عمرو

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ا قسم ا۔

marfat.com

بن جموح رئیس سلمہ کے مسلمان کرنے کی عجیب تدبیر نکالی' عمرو نے عام رؤسا کی طرح اپنے گھر میں پوجا کرنے کے لیے ایک جگہ علیحدہ بنائی تھی اور وہاں مناۃ کی لکڑی کی ایک مورت رکھی تھی' جب عمرو کے بیٹے معاذ اور خاندان سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے' تو وہ روزانہ رات کو مناۃ کو چھپ کر اٹھا لے جاتے اور کسی گڑھے میں پھینک دیتے' صبح کو عمرو ڈھونڈ کر اٹھا لاتا اور اسے دھو کر خوشبو لگا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیتا' جب کئی دن تک برابر یہ واردات ہوتی رہی اور لے جانے والوں کا پتہ نہ چلا تو ایک دن عمرو نے جھنجھلا کر بت کی گردن میں تلوار باندھ دی اور کہا مجھے تو کچھ پتہ چلتا نہیں' اگر تم خود کچھ کر سکتے ہو تو یہ تلوار حاضر ہے۔

حسب معمول جب رات کو لڑکے آئے تو تلوار اس کے گلے سے اتار لی اور رسی کے ایک سرے میں مرا ہوا کتا اور دوسرے میں اس بت کو باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دیا' صبح کو لوگ آتے اور یہ تماشا دیکھتے تھے' عمرو جب بت ڈھونڈنے لگا اور اس کو اس حالت میں پایا تو چشم بصیرت وا ہو گئی۔ مسلمانوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا' اور وہ مسلمان ہو گیا' حضرت عمرو بن جموح نے اپنے اس واقعہ کو خود نظم کیا ہے اور اس میں اپنے مسلمان ہونے پر خدا کا بڑا شکر ادا کیا ہے۔[1]

حضرت سہل بن حنیفؓ کے متعلق بھی تصریح ہے کہ وہ رات کو اپنی قوم کے بت خانوں اور پوجا کی جگہوں میں گھس جاتے' اور لکڑی کے بتوں کو توڑ ڈالتے اور ایک مسلمان بیوہ کو لا کر دیتے کہ وہ اس کو جلا ڈالے حضرت علیؓ کو یہ واقعہ اس عورت سے معلوم ہوا تھا' چنانچہ جب حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے ان لوگوں سے ان کی اس خدمت جلیلہ کا تذکرہ فرمایا۔[2]

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ بیعت عقبہ کے بعد مشرکین انصار میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ تھی' یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین کو حقیقۃً مسلمان نہ تھے' لیکن چار و ناچار ان کو بھی مسلمان بننا پڑا تھا' ورنہ ان کے لیے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی۔

marfat.com

1 سیرت ابن ہشام ج۱ ص ۳۳۸ [illegible]

ہجرت مہاجرین

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھا تھا اور چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے اور وہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ ؓ کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور مسلمان ضرور مدینہ ہجرت کریں گے' اس لیے بیعت عقبہ کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ ظلم وستم شروع کیا' یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آ گیا کہ سرزمین بطحا اپنی کشادگی کے باوجود مسلمان پر تنگ ہوگئی۔

صحابہؓ نے قریش کے اس ظلم وتعدی کی بارگاہ رسالت میں فریاد کی' ارشاد ہوا میں نے تمہاری ہجرت گاہ خواب میں دیکھی وہاں کھجور کے درخت کثرت سے ہیں اور وہ دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے چونکہ یہ صفت مدینہ کے ساتھ سراۃ میں بھی پائی جاتی تھی اس لیے آپ کا ذہن سراۃ کی طرف منتقل ہوا' چند روز کے بعد آپ ایک دن بہت مسرور تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارا دارالہجرت متعین ہوگیا۔ اب جس کا جی چاہے یثرب چلا جائے' اجازت پاتے ہی صحابہؓ نے ہجرت کی خفیہ تیاریاں شروع کیں۔ ابوسلمہؓ بن الاسد نے سب سے پہلے ہجرت کی' ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انہوں نے بیعت عقبہ سے بھی ایک سال قبل ہجرت کی تھی' ابوسلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے ہمراہ مدینہ گئے پھر عبداللہ بن جحشؓ، عبداللہ بن جحش ابواحمد' مدینہ آئے پھر مہاجرین متواتر پہنچنے لگے۔

چنانچہ عکاشہ بن محصن' شجاع، عقبہؓ (پسران وہب) اربد بن حمیر، معقد بن نباتہ، سعید بن رقیشؓ، محرز بن نضلہ، یزید بن رقیش' قیس بن جابر، عمرو بن محصن، مالک بن عمرو، صفوان بن عمرو، ثقیف بن عمرو، ربیعہ بن اکثم' زبیر بن عبیدہؓ، تمامؓ بن سخبرہؓ، محمد بن عبداللہ بن جحش، زینب بنت جحش' ام حبیبؓ، جذابہ بنت جندل' ام قیس بنت محصن، ام حبیب بنت ثمامہ، آمنہ بنت رقیش' سخبرہ بنت تمیم' حمنہ بنت جحشؓ نے ہجرت کی ان کے بعد حضرت عمرؓ اور عیاش بن ابی ربیعہ آئے۔ ان کے بعد زید بن خطابؓ، عمروؓ، عبداللہؓ (پسران سراقہ بن معتمر) خنیس بن حذافہ' سعد

بن زیدؓ، واقد بن عبداللہؓ، خولیؓ، مالکؓ (پسران ابی خولہ) ایاسؓ، عاقلؓ، عامرؓ، خالدؓ (پسران بکیر) اور ان کے حلفاء آئے، اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے گھر میں قباء میں قیام کیا، پھر باقی اصحاب آئے اور مدینہ میں مختلف جگہوں میں قیام کیا چنانچہ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اسمائے مہاجرین	اسمائے انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت طلحہؓ، صہیبؓ	خبیب بن اسافؓ	سخ، حارث بن خزرج
حضرت حمزہؓ، زید بن حارثہؓ ابو مرثدؓ، آنسہؓ، ابو کبشہ	کلثوم بن الہدمؓ	قبا
عبیدہ بن حارثؓ، طفیلؓ، حصینؓ مسطح بن اثاثہؓ، سویبط بن سعد طلیبؓ بن عمیر، خباب بن الارت	عبداللہ	حارث بن خزرج
حضرت زبیرؓ، ابو سبرہؓ	منذرؓ بن محمد جحی	عصبہ
مصعب بن عمیر، ابو حذیفہؓ، سالمؓ	سعد بن معاذ، ثبیبہ بنت یعارؓ	عبدالاشہل قبا
عتبہ بن غزوان	عباد بن بشرؓ	عبدالاشہل
حضرت عثمانؓ	اوس بن ثابتؓ	نجار
غراب مہاجرینؓ	سعد بن خیثمہ	قبا

ان لوگوں کے ہجرت کرنے کے بعد مکہ میں آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا، البتہ وہ لوگ مستثنیٰ تھے، جو یا تو قید تھے یا بیمار، اور یا ہجرت سے معذور تھے[1]

ہجرت نبوی ﷺ

بیعت عقبہ سے تقریباً اڑھائی مہینہ کے بعد وہ زمانہ آیا کہ جب خود آنحضرت ﷺ نے ہجرت کا عزم فرمایا، صحابہؓ کے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے سے گو ایک حد تک قریش کو

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ا قسم ا، سیرت ابن ہشام ص ۲۵۷ تا ۲۶۳ ج ا۔

marfat.com

سکون نصیب ہو گیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی موجودگی اب بھی ان کے دل میں کھٹک پیدا کرتی تھی' اور آپ کی ہجرت کا خیال ان کو اور بھی آتش زیر پا بنا رہا تھا چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے دارالندوہ میں ایک مجلس شوریٰ طلب کی اور نجد کے ایک بوڑھے شیطان کے مشورہ سے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا' لیکن آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے اور وہاں سے خفیہ مدینہ کا رخ کیا۔

مدینہ میں آپ کا نہایت بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا' انصار و مہاجرین روزانہ صبح اٹھ کر عقبہ کے سنگستان تک جاتے اور جب دھوپ سے زمین تپ اٹھتی اس وقت واپس آتے تھے' ایک روز اسی طرح انتظار کے بعد واپس ہو رہے تھے کہ یہودی نے ٹیلہ پر سے آواز دی بنو قیلہ! (انصار کی دادی کا نام ہے) لو تمہارے صاحب آ گئے''۔ انصار یہ سن کر پلٹے اور آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت صحابہؓ کے جوش کی عجیب حالت تھی' تمام مسلمان ہتھیاروں سے آراستہ تھے اور عمرو بن عوف کے محلہ میں تکبیر کا اس قدر شور تھا کہ زمین لرز اٹھتی تھی۔

آنحضرت ﷺ پہلے قبا میں اترے اور کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا' لوگوں سے ملنے جلنے کے لیے سعد بن خیثمہؓ کے مکان میں نشست رہتی تھی اس لیے بعض کو شبہ ہوا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کا مسکن سعد کے مکان کو سمجھا' یہاں آپ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۴ روز اور صحیح بخاری کی رو سے ۱۴ روز مقیم رہے اور ایک مسجد کی بنیاد قائم کی۔

جمعہ کے روز مدینہ تشریف لے جانے کا خیال ہوا' اور بنو نجار کو اطلاع کرائی' بنو نجار ہتھیار سج کر خیر مقدم کے لیے قبا پہنچے اور عرض کیا' بسم اللہ تشریف لے چلئے' موکب رسالت قبا سے روانہ ہوا تو شہر یثرب کے درود یوار طلعت اقدس سے جگمگا اٹھے' اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ کتنا مبارک دن تھا' انصار کے تمام قبیلے شہنشاہ رسالت کے انتظار میں ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے رؤساء اپنے اپنے محلوں میں قرینہ سے ایستادہ تھے پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں مدینہ کے حبشی غلام جوش مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے' اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر ''طلع البدر'' کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں غرض اس

marfat.com

شان وشکوہ سے آنحضرت ﷺ کا داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا۔

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبان دوعالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو' چنانچہ جب آپ رانونا کی مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آئے اور بنو سالم میں پہنچے تو عتبان بن مالک اور عباس بن نضلہ نے اھلاً و سھلاً کہا اور قیام کے لیے اپنا مکان پیش کیا' پھر بالترتیب بیاضہ میں زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو، ساعدہ میں سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج' اور منذر بن عمرو، حارث بن خزرج میں سعد بن ربیع، خارجہ بن زید اور عبداللہ ابن رواحہ، عدی بن نجار میں سلیط بن قیس اور ابوسلیط اسیرہ بن ابی خارجہ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور اپنے اپنے گھروں میں قیام کی خواہش ظاہر کی۔

لیکن کارکنان قضا وقدر نے اس شرف کے لیے جس گھر کو چنا تھا وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا کاشانہ تھا' اس لیے جس شخص نے آپ سے اس کی خواہش کی جواب ملا خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ اس کو چھوڑ دو یہ حکم کی پابند ہے آخر ندائے وحی نے سفر کی منزل متعین کی اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابوایوب کے سامنے دم لیا' اب بنونجار میں قیام کا مسئلہ پیش ہوا' اور امیدوار ہر طرف سے ہجوم کر آئے لیکن اسی اثناء میں حضرت ابوایوب انصاری نے آ کر کہا ''میرا مکان یہ ہے اور یہ اس کا دروازہ ہے''۔ آپ نے اجازت دی تو انہوں نے مہبط وحی ورسالت کو اپنے گھر میں اتار لیا[1]

مبارک منزلے کاں خانہ راما چنیں باشد ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشاہے چنیں باشد

یہاں پہنچتے ہی اشاعت اسلام کا کام نہایت تیزی سے شروع ہو گیا' جس وقت آپ شہر آ رہے تھے' ایک گھر کی بیوی آپ ﷺ کی منتظر تھیں مکان کے سامنے گزر ہوا تو انہوں نے اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ اسلام قبول کیا[2]

حضرت عبداللہ بن سلام یہود کے ایک بڑے عالم تھے بھی اب تک اسلام سے محروم تھے۔ خانۂ ابوایوب میں جب آنحضرت ﷺ مقیم ہو گئے تو انہوں نے بھی آ کر کلمہ

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ و ابن سعد ج ۱ ص ۱۵۷' ۱۶۰ ابن ہشام ص ۲۷۳ ج ۱۔ [2] اسد الغابہ ص ۶۰۴ ج ۵

marfat.com

شہادت پڑھا۔[1]

تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

چونکہ بنونجار میں اب تک مستقل طور سے کوئی مسجد نہیں بنی تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے چند روز کے بعد ایک مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا' جس جگہ اس وقت مسجد نبویؐ ہے' یہ انصار کے چھوہارے پھیلانے کی جگہ تھی' اور حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے مسلمان ہو کر نماز باجماعت کا یہیں انتظام کیا تھا' اس لیے آپ کو مسجد کا خیال پیدا ہوا تو اسی مقام کو منتخب فرمایا' جہاں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی چند مقدس نفوس کے ہاتھوں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

یہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی جو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے تھے' آپ نے ان سے قیمت پوچھی تو بولے کہ ہم یہ زمین آپ کے لیے ہبہ کرتے ہیں' لیکن آپ نے اسے ناپسند کیا اور اس کی قیمت ادا فرمائی اس امر میں اختلاف ہے کہ زمین کا روپیہ کس نے ادا کیا تھا؟ صحیح بخاری میں کوئی تصریح نہیں' واقدی نے زہری کے سلسلہ سے لکھا ہے کہ اس کے دام حضرت ابوبکرؓ کے روپے سے دیئے گئے تھے' ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اس زمین کے معاوضہ میں ان کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا تھا[2] اور عجب نہیں کہ یہ صحیح بھی ہو' کیونکہ صحیح بخاری میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ وہ لڑکے انہیں کے زیر تربیت تھے' زبیر اور ابومعشر کے نزدیک اس کی قیمت حضرت ابوایوبؓ نے ادا کی تھی۔[3]

غرض زمین کا معاملہ طے ہونے پر اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا' لیکن جانتے ہو کہ اس مقدس مسجد کے کون لوگ معمار تھے؟ یہ مسجد خدا کی تھی' اس لیے اس کے مزدور وہ تھے جو خدا کے محبوب اور اس کے محبوب کے پیارے تھے' یعنی انصار کرام اور مہاجرین اول (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور پھر اس کا سب سے بڑا معمار وہ تھا' جس نے قصر نبوتؐ میں آخری

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۶ ج ۱۔ [2] زرقانی ص ۳۲۲۔ [3] فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۷

marfat.com

اینٹ لگائی تھی اور جس کی غلامی پر جبرئیل امین بھی ناز کیا کرتے تھے وہ اپنے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی طرح خدائے قدوس کی عبادت کے لیے عرب کے ظلمت کدہ میں ایک گھر تیار کر رہا تھا' اور عبداللہ بن رواحہ انصاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اللّٰھم ان الا جر اجر الا خرۃ فارحم الانصار والمھاجرۃ[1]

''خدایا! اجر تو بس آخرت کا اجر ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما''۔

مسجد نبویؐ کے ساتھ آپ کی سکونت کے لیے چند مکانات بھی بنائے گئے اور جب یہ عمارتیں تیار ہو گئیں' تو آپ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان سے اپنے مکان میں منتقل ہو گئے[2]

یہود سے معاہدہ:

اس کے بعد یہود اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ لکھا گیا' جس میں یہود کو ان کے مذہب پر قائم رہنے اور ان کے مال و جان کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ شرط کی گئی کہ اگر مسلمان کسی قبیلہ سے جنگ کریں گے تو یہود پر ان کی اعانت لازمی ہوگی یہود کے ساتھ خود انصار و مہاجرین کے باہمی تعلقات کا بھی اس میں تذکرہ کیا گیا تھا[3]

مواخاۃ:

ہجرت مقدسہ کے وجود پر جو آسمانی برکتیں موقوف تھیں' ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ مواخاۃ بھی ہے' مواخاۃ مذہب اسلام اور آنحضرت ﷺ کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے' جس کی نظیر سے اخلاق اور تمدن دونوں کی تاریخ یکسر خالی ہے اہل عرب عموماً اور اہل یثرب خصوصاً باہمی معرکہ آرائیوں کی بدولت حسد' دشمنی' بغض اور کینہ توزی کے اس درجہ عادی ہو گئے تھے کہ غیر تو غیر خود اپنوں پر بھی کسی کو اعتماد نہ ہوتا تھا' اوس و خزرج بھائی بھائی تھے لیکن پیہم خانہ جنگیوں نے وہ دن دکھا دیا کہ ایک دوسرے کی صورت سے بھی نفرت کرتے تھے واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام بن کر

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ا باب ہجرت النبی ﷺ واصحابہ الی المدینہ۔

[2] سیرت ابن ہشام ص ۲۷۵ ج ا۔ [3] ایضاً ص ۲۷۸۔

marfat.com

مدینہ آئے تو انصار نے ان کو صرف اس وجہ سے امام بنایا تھا کہ وہ اپنے کسی ہم قبیلہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے تھے[1] لیکن اسلام کی برکات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یہ حالت بہت جلد بدل گئی اور وہ دن آ گیا کہ انصار باہمی بغض و عناد کو چھوڑ کر مہاجرین اور اجنبی مسلمانوں کے ساتھ وہ کریں جو دنیا خود اپنے بڑے سے بڑے عزیز کے ساتھ نہیں کر سکتی، ہجرت کے ۵ ماہ بعد[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کے مکان میں انصار و مہاجرین کا ایک مجمع طلب کیا[3] اور ان میں برادری قائم کی، کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کی تعداد ۹۰ تھی جن میں نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے، ابن سعد نے واقدی سے یہی روایت کی ہے، بعض کا خیال ہے کہ دونوں فریق ۵۰، ۵۰ تھے۔ اس لحاظ سے یہ تعداد ۹۰ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے ان بزرگوں میں سے بعض کے نام جو ہم کو معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:

مہاجرین	انصار
(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علی رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ دونوں مہاجر تھے۔
(۳) جعفر طیار رضی اللہ عنہ	معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
(۴) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زہیر رضی اللہ عنہ
(۵) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
(۶) ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
(۷) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سعدؓ بن ربیع
(۸) زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	سلمہ بنؓ سلامہ بن وقش
(۹) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	اوس بن ثابتؓ بن منذر
(۱۰) طلحہ بن عبیداللہؓ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ
(۱۱) سعیدؓ بن زید	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
(۱۲) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	ابوایوبؓ خالد بن زید

[1] اسد الغابہ ص ۳۶۹ ج ۴۔ [2] زرقانی ص ۳۳ ج ۱۔ [3] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱۔

marfat.com

انصار	مہاجرین
عباد بن بشیر بن وقش	(۱۳) ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ
منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	(۱۴) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	(۱۵) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ	(۱۶) حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	(۱۷) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
ابورویحہ خثعمی رضی اللہ عنہ [1]	(۱۸) بلال حبشی رضی اللہ عنہ

اس مواخاۃ کا کیا اثر ہوا؟ اس کا جواب ذیل کے واقعات میں ملتا ہے' مہاجرین جس وقت مکہ سے مدینہ آئے ہیں تو ان کے پاس کچھ نہ تھا' انصار نے اپنی جائیدادیں ان کے لیے علیحدہ کردیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ مہاجرین ان کی زمینیں جوتیں بوئیں اور اس محنت کے معاوضہ میں نصف پھل لے لیا کریں' [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین نے اس رائے کو پسند کیا۔

انصار کی وراثت بجائے ان کے اعزہ کے مہاجرین کو ملتی تھی جب یہ آیت ولکل جعلنا موالی نازل ہوئی تو وراثت کا یہ طریقہ منسوخ ہوگیا۔ [3]

عام انصار کے ساتھ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مواخاۃ کا عجیب وغریب منظر پیش کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ میرا آدھا مال لے لیں اور میری دو بیویوں میں سے ایک کو منتخب کرلیں (حضرت سعدؓ کی دو بیویاں تھیں) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ الفاظ سنے تو ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔ [4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بحرین میں زمین دینا چاہی تو انہوں نے صرف اس بنا پر لینے سے انکار کیا کہ مہاجرین کو بھی اسی قدر ملنا چاہیے۔ [5]

غزوۂ موتہ میں امرائے لشکر کی شہادت کے بعد کوئی امیر نہ تھا' ایک انصاری نے

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۱ ج ۸۔ [2] صحیح مسلم ص ۸۷ ج ۲۔
[3] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱۔ [4] ایضاً ص ۵۶۱۔ [5] ایضاً ص ۳۳۸۔

marfat.com

جھنڈا لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیا انہوں نے ہر چند چاہا کہ انصاری امیر بن جائیں لیکن وہ برابر انکار کرتے رہے اور بولے کہ میں اس کو صرف تمہارے لیے لایا ہوں[1]

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مواخاۃ کی بدولت انصار میں ایثار کا عجیب و غریب مادہ پیدا ہو گیا تھا' نفسانیت بالکل فنا ہو گئی تھی اور جاہلیت کی تمام ادعائی آوازیں پست ہو گئی تھیں۔

اذان:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کچھ ایسی پر پیچ مشکلات میں گھری ہوئی گزری تھی کہ نماز کے علاوہ اور کوئی شے مسلمانوں پر فرض نہیں ہو سکتی تھی' مدینہ آ کر جب کسی قدر امن سکون میسر ہوا تو فرائض کی حد بندی اور احکامات میں اضافہ شروع ہوا' چنانچہ زکوۃ اور روزے فرض ہوئے حدود مقرر کیے گئے اور حلال وحرام کی تشریح کی گئی اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے جو جماعت قائم کی تھی اس کی صرف یہ صورت ہوتی تھی کہ لوگ نماز کے اوقات میں جمع ہو جاتے تھے اور نماز ہو جاتی تھی لیکن اس کی اطلاع کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز پیش فرمائی کہ نماز کے وقت یہود کی طرح بوق بجایا جائے' پھر ناقوس کا خیال ہوا۔

اسی اثناء میں انصار کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ نے خواب دیکھا اور اس میں اذان کے کلمات سنے۔ بیدار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا' ارشاد ہوا کہ تمہارا خواب سچا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھانے کا حکم دیا وہ اذان دے ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا خواب آ کر بیان کیا' اور کہا میں نے بھی یہی کلمات خواب میں سنے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور دو مسلمانوں کے اس اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا[2]

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے' ایک انصاری کی رائے سے قائم ہوئی اور یہ وہ شرف ہے جو انصار کے ناصیۂ کمال پر ہمیشہ غرۂ عظمت بن کر رہے گا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۴ ج ۲ قسم ا۔ [2] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۳ ج ا۔ و جامع ترمذی ص ۳۷۔

marfat.com

(الف)

حضرت ابوایوبؓ انصاری

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

خالد نام' ابوایوب کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے سلسلۂ نسب یہ ہے' خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی' خاندان نجار گو قبائل مدینہ میں خود بھی ممتاز تھا' تاہم اس شرف نے کہ حامل نبوت کی وہاں ننہالی قرابت تھی اس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کر دیا تھا' ابوایوبؓ اس خاندان کے رئیس تھے۔

اسلام:

حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی ان منتخب بزرگان مدینہ میں ہیں' جنہوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضرت ابوایوب مکہ سے دولت ایمان لے کر پلٹے تو ان کی فیاض طبعی نے گوارا نہ کیا کہ اس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں چنانچہ اپنے اہل وعیال' اعزہ واقرباء' اور دوست و احباب کو ایمان کی تلقین کی' اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید میں داخل کیا۔

حامل نبوت کی میزبانی:

خدا نے اہل مدینہ کے قبول دعوت اسلام کو ایک مامن عطا کر دیا اور مسلمان مہاجرین مکہ اور اطراف سے آ آ کر مدینہ میں پناہ گزین ہوئے لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستم گاریوں کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستم گاروں کے حلقہ میں تھا' آخر ماہ ربیع الاول میں نبوت کے تیرہویں سال وہ بھی عازم مدینہ ہوا' اہل مدینہ بڑی بے تابی سے آنحضرت ﷺ کی آمد آمد کا انتظام کر رہے تھے' انصار کا ایک گروہ جس میں حضرت ابوایوب بھی تھے روزانہ حرہ تک جو مدینہ سے ۳۔۴ میل ہے صبح اٹھ کر جاتا تھا' اور دوپہر تک حضور کا انتظار

marfat.com

کر کے نامراد واپس آتا تھا' اسی طرح یہ لوگ ایک روز بے نیل ومرام واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی نے دور سے آنحضرت ﷺ کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا' انصار جن میں بنونجار سب سے پیش پیش تھے ہتھیار سج کر خیر مقدم کے لیے آگے بڑھے۔

مدینہ سے متصل قباء نام ایک آبادی تھی' آنحضرت ﷺ کچھ دنوں قبا میں رونق افروز رہے' اس کے بعد مدینہ کا عزم فرمایا' اللہ اکبر! مدینہ کی تاریخ میں یہ عجیب مبارک دن تھا' بنونجار اور تمام انصار ہتھیاروں سے آراستہ دورویہ صف بستہ تھے' روساء اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے ایستادہ تھے' پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں' مدینہ کے حبشی غلام جوش مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے' اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر ''طلع البدر علینا'' کا ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں غرض اس شان وشکوہ سے آنحضرت ﷺ کا شہر میں داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں اور مدینہ کے روز نہائے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا جو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبان دوعالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو جدھر سے آپ کا گزر ہوتا لوگ اھلا و سھلا مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھتے اورعرض کرتے کہ حضورؐ یہ گھر حاضر ہے' لیکن کارکنان قضا وقدر نے اس شرف کے لیے جس گھر کو تاکا تھا وہ ابوایوب کا کاشانہ تھا' آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے فرمایا خلوا سبیلھا فانما مامورۃ یعنی اونٹنی کو آزاد چھوڑ خدا کی جانب سے خود منزل تلاش کرلے گی' امام مالک کا قول ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ پر وحی کی حالت طاری تھی اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز میں حکم الٰہی کے منتظر تھے آخر ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ بہم پہنچایا اور ناقہ قصوا نے خانہ ابوایوبؓ کے سامنے سفر کی منزل ختم کی' حضرت ابوایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے' اجازت دیجیے اسباب اتارلوں۔ امیدواروں کا ہجوم اب بھی باقی تھا اور لوگوں کا اصرار اجازت سے مانع تھا' آخر لوگوں نے قرعہ ڈالا' ابوایوب کو اس فخر لازوال کے حصول سے جو مسرت ہوئی ہوگی اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ حضرت ابوایوبؓ کے گھر میں تقریباً ٦ مہینے تک فروکش رہے اس

marfat.com

عرصہ میں حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کے ساتھ آپ کی میزبانی کی ان کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے انہوں نے اوپر کا حصہ آنخضرت ﷺ کے لیے مخصوص کیا لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا' چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آنخضرت ﷺ کو تکلیف ہو' گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لیے صرف ایک ہی لحاف تھا' دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے' بایں ہمہ تکلیف ان میزبانوں کے لیے کوئی بڑی زحمت نہ تھی کہ اسلام کی خاطر اس سے بڑی بڑی اور شدید تکلیفوں کے تحمل کا وہ عزم کر چکے تھے' تاہم یہ خیال کہ وہ اوپر اور خود حامل وحی نیچے ہے[1] ایسا سوہان روح تھا جس نے حضرت ابوایوب کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا' اور دونوں میاں بیوی نے سوءادب کے خوف سے چھت کے کونوں میں بیٹھ کر رات بسر کی' صبح حضرت ابوایوب آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ عرض کیا' اور درخواست کی کہ حضورؐ اوپر اقامت فرمائیں' جان نثار نیچے رہیں گے' چنانچہ آنخضرت ﷺ نے درخواست منظور فرمالی اور بالا خانہ پر تشریف لے گئے۔

آنخضرت ﷺ جب تک ان کے مکان میں تشریف فرما رہے عموماً انصار یا خود حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ آنخضرت ﷺ کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے' کھانے سے جو کچھ بچ جاتا' آپ حضرت ابوایوبؓ کے پاس بھیج دیتے تھے حضرت ابوایوبؓ آنخضرت ﷺ کی انگلیوں کے نشانات دیکھتے اور جس طرف سے آنخضرت ﷺ نے نوش فرمایا ہوتا' وہیں انگلی رکھتے اور کھاتے' ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضورؐ نے تناول نہیں فرمایا' مضطربانہ خدمت اقدس میں پہنچے اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا' ارشاد ہوا کھانے میں لہسن تھا اور میں لہسن پسند نہیں کرتا۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا انی اکرہ ماتکرہ جو آپ کو ناپسند ہو یارسول اللہ ﷺ میں بھی اس کو ناپسند کروں گا[1]

[1] صحیح مسلم ص ۱۹۷ ج ۲۔

marfat.com

مواخات:

ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی بنا دیا آپ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور اتحاد مذاق رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا' اس موقع پر حضرت ابوایوبؓ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر قریشی تھے' حضرت مصعبؓ بن عمیر وہ پرجوش صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر بہت بڑی بڑی سختیاں جھیلی تھیں' اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اول داعی بنا کر آنحضرت ﷺ نے ان کو مدینہ بھیجا تھا' حضرت ابوایوب کی ان سے مواخاۃ یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہیں' اور آخر ان کی زندگی کے واقعات نے اس کو سچ کر دیا۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابوایوب آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ کی طرح برابر کے شریک رہے اور اس التزام سے کہ ایک غزوہ کے شرف شرکت سے بھی محروم نہیں رہے' آنحضرت ﷺ کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے' حضرت ابوایوبؓ اس میں بھی شریک تھے بدر کے بعد وہ احد' خندق' بیعت الرضوان وغیرہ اور تمام غزوات میں بھی آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب رہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا' حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں' ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور جناب امیر کی معیت میں مدائن تشریف لے گئے۔ جناب امیر کو آپ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت وحسن تدبیر کا جس قدر اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب انہوں نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابوایوب کو اپنا جانشین چھوڑ گئے' اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی سابقہ حسن خدمت کی بنا پر

marfat.com

بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے' حضرت ابوایوب کا وظیفہ پہلے ۴ ہزار درہم تھا' حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس ہزار درہم کر دیا' پہلے ۸ غلام ان کی زمین کی کاشت کے لیے مقرر تھے۔ جناب امیرؓ نے ۴۰ غلام مرحمت فرمائے۔

آل واولاد:

حضرت ابوایوب کی زوجہ کا نام ام حسن بنت زید انصاریہؓ ہے' وہ مشہور صحابیہ تھیں' ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکا عبدالرحمٰن تھا۔ اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو آنحضرت ﷺ کی ذات سے تھی' تمام اصحابؓ اور اہل بیت آپ سے محبت وعظمت کے ساتھ پیش آتے تھے' حضرت ابن عباسؓ، حضرت علی کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے' اسی زمانہ میں آپ حضرت ابن عباس کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے' ابن عباسؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے آنحضرت ﷺ کی اقامت کے لیے اپنا گھر خالی کر دیا تھا' میں بھی آپ کے لیے اپنا گھر خالی کر دوں اور اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا اور مکان مع اس تمام ساز وسامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ کی نذر کر دیا۔

مصر کا سفر:

حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا' عقبہ بنؓ عامر جہنی ان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے' حضرت عقبہؓ کے دور امارت میں حضرت ابوایوب کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا' پہلا سفر طلب حدیث کے لیے تھا' انہیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں' صرف ایک حدیث کے لیے حضرت ابوایوبؓ نے عالم پیری میں سفر مصر کی زحمت گوارا کی' مصر پہنچ کر پہلے مسلمہؓ بن مخلد کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہؓ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کے بعد پوچھا کیسے تشریف لانا ہوا۔ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا مجھ کو عقبہ کا مکان بتا دیجیے۔ مسلمہ سے رخصت ہو کر عقبہ کے مکان پر پہنچے ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں' حدیث سن کر اونٹ پر سوار

marfat.com

ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے گئے[1]

غزوۂ روم کی شرکت:

دوسری بار غزوۂ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لئے گئے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت ﷺ بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے پیشین گوئی کس جانباز کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے، شام کے دارالحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا، چنانچہ ۵۲ھ میں انہوں نے روم پر فوج کشی کی، یزید بن معاویہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابوایوب بھی اس پرجوش فوج کے ایک سپاہی تھے، مصر وشام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے، مصری فوج کے سرعسکر گورنر مصر مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامرؓ جہنی تھے، ایک دستہ فضالہ بن عبید کے ماتحت تھا، ایک جماعت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے زیر قیادت تھی رومی بڑے سروسامان سے لڑائی کے لیے تیار ہوئے اور ایک فوج گراں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بھیجی، مسلمانوں نے بھی مقابلہ کی تیاریاں کیں، ان کی تعداد بھی دشمنوں سے کم نہ تھی، جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیوں کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا۔

ایک صاحب کے جوش کہ یہ کیفیت تھی کی رومیوں کی صفوں کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے۔ اس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانوں نے بیک وقت یہ صریح آیت قرآنی لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کے خلاف ہے۔ حضرت ابوایوبؓ انصاری آگے بڑھے اور فوج کو مخاطب کر کے فرمایا: ''لوگو! تم نے اس آیہ شریفہ کے یہ معنی سمجھے؟ حالانکہ اس کا تعلق انصار کے ارادہ تجارت سے ہے، اسلام کے امن وفراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ گزشتہ سالوں میں جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے ان کو جو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں ان کی تلافی کی جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پس ہلاکت جہاد میں نہیں، بلکہ ترک جہاد اور فراہمی مال میں ہے۔

---

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۳۔

marfat.com

وفات:

اسی سفر جہاد میں عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہوگئی' حضرت ابوایوب بھی اس وبا میں بیمار ہوئے۔ یزید عیادت کے لیے گیا' اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے۔ آپ نے فرمایا' تم دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو میرا جنازہ لے جاکر دفن کرنا چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی تمام فوج نے ہتھیار سج کر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کی۔ نماز میں جس قدر مسلمان فوجی تھے شامل تھے۔ دفن کرنے کے بعد یزید نے مزار کے ساتھ کفار کی بے ادبی کے خوف سے اس زمین کو برابر کردیا' صبح کو رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف نظر آتے تھے' بات کیا تھی' مسلمانوں نے کہا ہمارے پیغمبرؐ کے ایک جلیل القدر دوست نے وفات پائی' ان کے دفن میں مشغول تھے لیکن جہاں ہم نے دفن کیا ہے تمہیں معلوم ہے' اگر مزار اقدس کے ساتھ کوئی گستاخی تمہاری طرف سے روا رکھی گئی' تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا۔[1]

حضرت ابوایوب کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے' رومی قحط کے زمانہ میں مزار اقدس پر جمع ہوتے تھے۔ اس کے وسیلہ سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے۔[2]

فضل و کرم:

حضرت ابوایوب کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے' حضرت ابن عباسؓ، ابن عمر، براء بن عازبؓ، انس بن مالکؓ، ابوامامہؓ، زیدؓ بن خالد جہنی، مقدامؓ بن معدی کرب، جابو بن سمرہؓ، عبداللہؓ بن یزید خطمی وغیرہ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے حضرت ابوایوبؓ کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے۔

---

1. ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۵۰ و اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوایوب انصاریؓ۔

2. ابن سعد ج ۳ ق ۲ ص ۵۰۔

marfat.com

تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطاء بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابوسلمہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بڑے پایہ کے لوگ ہیں، تاہم وہ حضرت ابوایوبؓ کے عام ارادت مندوں میں داخل تھے۔

حضرت ابوایوب کو فضل و کمال میں مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرامؓ جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہ میں اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں، ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے، مگر مسور کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں، دونوں بزرگوں نے عبداللہ بن حسین کو حضرت ابوایوب کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق سے وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا اور فرمایا کہ دیکھو آنحضرت ﷺ اسی طرح غسل کرتے تھے[1]

عاصم بن سفیان ثقفی غزوۂ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، ابھی منزل مقصود سے دور تھے کہ اختتام جنگ کی خبر آئی انہیں نہایت افسوس ہوا، اور وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں گئے، اس وقت حضرت ابوایوبؓ اور عقبہ بن عامر بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ دریافت کیا، ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا، حضرت ابوایوب کو یہ گوارا نہ ہوا، اس لیے انہوں نے مسئلہ کا جواب دے کر عقبہؓ سے تصدیق کرالی کہ ان کو کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو[2]

ابن اسحاق (مولی بنی ہاشم) اور بعض دوسرے بزرگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور قرع مابہ النزاع تھا، حضرت ابوایوبؓ انصاری کا ادھر سے گزر ہوا تو لوگوں نے ان کے پاس ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لیے روانہ کیا، حضرت ابوایوب نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی مانعت کی ہے، اس شخص نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابوایوبؓ نے پھر یہی جواب دیا[3]

---

1 صحیح بخاری ص ۲۶۱ ج ۱۔ 2 مسند احمد ص ۴۲۳ ج ۵، ونسائی، باب فضل الوضوء۔ 3 مسند احمد ص ۴۱۴ ج ۵

mahat.com

حضرت ابوایوبؓ کے حب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ بستر مرگ پر بھی ان کی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فریضہ ادا کر رہی تھی' وفات سے قبل انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دو حدیثیں روایت کی' جو پہلے کبھی انہوں نے بیان نہیں کی تھیں' ان کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگوں تک پہنچائی گئیں[1]

اخلاق:

حضرت ابوایوبؓ کے مجموعہ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں' حب رسول' جوش ایمان اور حق گوئی' آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت ابوایوب کو جو محبت[2] تھی اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے' میزبانی کے ذکر میں وہ واقعات گزر چکے ہیں۔

وفات نبویؐ کے بعد جان نثاروں کے لیے روضہ اقدس کے سوا اور کیا شے مایہ تسلی ہوسکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابوایوبؓ آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے' اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے' اس زمانہ میں مروان مدینہ گورنر تھا' وہ آ گیا' اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا' لیکن حضرت ابوایوبؓ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا۔ اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا' میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا[3]

جوش ایمان کا تماشا آپ اوپر دیکھ چکے ہیں' غزوات نبویؐ میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے اسی برس کی عمر میں بھی وہ مصر کی راہ سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف تھے۔

حق گوئی یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ وشان بھی اس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہؓ بن عامر جہنی نے جو خود صحابی تھے کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کر دی حضرت ابوایوبؓ نے اٹھ کر پوچھا ما ھذا الصلوٰۃ یا عقبہ؟ عقبہ یہ

---

[1] مسند احمد ص ۴۱۴ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۴۱۴' ۴۲۳۔ [3] ایضاً ص ۴۱۲۔

marfat.com

کیسی نماز ہے حضرت عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہوگئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہؐ ہو، تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید آنحضرت ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے[1]

حضرت خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں باندھوا کر قتل کرادیا، حضرت ابوایوبؓ انصاری کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا[2]

غزوۂ روم کے زمانہ میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی نگرانی میں تھے حضرت ابوایوبؓ ادھر سے گزرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار وزار رورہی ہے حضرت ابوایوبؓ نے سبب پوچھا، لوگوں نے کہا اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ الگ کردیا گیا ہے، حضرت ابوایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دے دیا، افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی، امیر نے باز پرس کی تو بولے رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ ستم کی مانعت کی ہے، اور بس[3]

حضرت ابوایوب کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے اور وہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[4]

حضرت ابوایوب کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف کپڑا تان لیتے تھے[5]

---

[1] مسند احمد ص ۴۱۷ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۴۲۲۔

[3] ایضاً ص ۴۱۳۔ [4] ایضاً ص ۴۱۳۔

[5] صحیح بخاری ص ۲۴۸ ج ۱۔

marfat.com

حضرت انسؓ بن نضر

نام ونسب:

انس نام' خاندان نجار سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام' حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہیں' سلمیٰ بنت عمرو جو عبدالمطلب (جد رسول اللہ ﷺ) کی والدہ تھیں اسی خاندان سے تھیں اور رشتہ میں حضرت انسؓ بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھیں' حضرت انسؓ اپنے خاندان کے رئیس تھے۔

اسلام:

عقبۂ ثانیہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات اور وفات:

غزوۂ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ ہو سکے تھے' آنحضرت ﷺ سے معذرت کی کہ یارسول اللہ ﷺ! افسوس ہے کہ آپ کے پہلے غزوہ میں موجود نہ تھا' لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آئندہ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں!

شوال ۳ ہجری میں غزوہ احد ہوا' لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑے گئے تھے۔ صرف چند آدمی آنحضرت ﷺ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے حضرت انسؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے' سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا' کہاں جاتے ہو؟ جنت وہ ہے! خدا کی قسم میں احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں یہ کہہ کر نہایت جوش میں میدان کا قصد کیا' اور بڑی پامردی سے لڑ کر جان دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بدن زخموں سے بالکل چھلنی تھا' شمار کیا گیا تو اسی سے اوپر زخم نکلے کفار نے لاش کا مثلہ کردیا تھا' اس لیے شناخت نہ ہوسکی' آپ کی بہن ربیع بنت

marfat.com

نضر نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔

اخلاق:

جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے غزوۂ احد کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئی ان میں حضرت انسؓ جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے چچا (انسؓ بن نضر) کے متعلق نازل ہوئی:

﴿ من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر ﴾ (الاية)

یعنی مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ میں بالکل سچے ہیں ان میں سے بعض اپنی قرارداد کو انجام تک پہنچا چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔

ان کی بہن ربیع بنت نضر نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی، آنحضرت ﷺ نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انسؓ بن نضر نے آ کر کہا، یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا! ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے۔

حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کر کے قسم کھائی تھی، اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکے کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہو گئے، اب ربیع قصاص سے بچ گئیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب قسم کھاتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے[1]

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۴۔

marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

انس نام' ابوحمزہ کنیت' خادم رسول اللہ لقب' قبیلہ نجار سے ہیں جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا' نسب نامہ یہ ہے' انسؓ بن مالکؓ بن نضر ابن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار' والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیم سہلہؓ بنت ملحان انصاریہ ہے' جن کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت انسؓ کے آبائی سلسلہ میں مل جاتا ہے اور رشتہ میں وہ آنحضرت ﷺ کی خالہ ہوتی تھیں۔

حضرت انسؓ ہجرت نبویؐ سے دس سال پیشتر شہر یثرب میں پیدا ہوئے ۸، ۹ سال کا سن تھا کہ ان کی ماں نے اسلام قبول کرلیا' ان کے والد بیوی سے ناراض ہوکر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا' ماں نے دوسرا نکاح ابوطلحہ سے کرلیا جن کا شمار قبیلہ خزرج کے متمول اشخاص میں تھا' اور اپنے ساتھ حضرت انس کو ابوطلحہ کے گھر لے آئیں' حضرت انسؓ نے انہی کے گھر میں پرورش پائی۔

قبل اسلام عربوں کی جہالت کا یہ نقشہ تھا کہ باپ (ابوطلحہ) کی صحبت میں جب بادہ وجام کا دور چلتا تو بیٹا (انسؓ) ساقی گری کرتا' وہ پہلے دوسروں کو پلاتے اور بعد میں خود پیتے تھے اور اس دس سالہ بچے کو روکنے والا کوئی نہ تھا[1]

حضرت انس کا نام ان کے چچا انسؓ بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا' لیکن کنیت نہ تھی وہ آنحضرت ﷺ نے تجویز فرمائی' انسؓ ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا' چنا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے اسی مناسبت سے ان کی کنیت ابوحمزہ پسند فرمائی۔

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۱۔

marfat.com

اسلام:

حضرت انس کا سن ۸، ۹ سال کا تھا کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی' بنونجار نے قبول اسلام میں جو پیش دستی کی تھی اس کا اثر یہ تھا کہ اس قبیلہ کے اکثر افراد آنحضرت ﷺ کے یثرب تشریف لانے سے قبل توحید و رسالت کے علمبردار ہو چکے تھے حضرت انس کی والدہ (ام سلیمؓ) نے بھی عقبہ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا اور جیسا کہ ابھی اوپر گزر چکا ہے کہ ان کے والد بت پرست تھے' وہ بیوی کے اسلام پر برہم ہو کر شام چلے گئے تھے ادھر ام سلیم نے ابوطلحہ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ بھی مذہب اسلام قبول کریں' چنانچہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور عقبہ ثانیہ میں آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی' اس طرح حضرت انس کا پورا گھر نور ایمان سے منور تھا' ان کی جنتی ماں (ام سلیمؓ) شمع اسلام کی پروانہ تھیں اور ان کے محترم باپ (حضرت ابوطلحہؓ) دین حنیف کے ایک پرجوش فدائی تھے بیٹے نے انہیں والدین کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور مسلمان ہوئے۔

خدمت رسول ﷺ:

۱۰ سال کی عمر ہوگی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظام میں اہل یثرب نے مہینوں راتیں کاٹی تھیں' یعنی رسول اللہ ﷺ یثرب تشریف لائے اور شہر یثرب کو مدینۃ النبیؐ ہونے کا شرف حاصل عطا فرمایا۔ حضرت انسؓ گو اس وقت صغیر السن تھے لیکن پرجوش تھے۔ جس ساعت سعید میں مدینہ طیبہ کا افق آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا' حضرت انسؓ اور بہت کم سن لڑکے جاء رسول اللہ جاء رسول اللہ کا مژدہ جاں بخش اہل یثرب کو سنا رہے تھے' اور نہایت جوش میں خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے "جاء محمد ﷺ" کی آواز کان میں آتی تو مڑ کر دیکھتے کہ شاید کاروان قدس منزل مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے لیکن گرد کارواں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ اتنے میں مٹی ہٹی اور نہایت ہی شوکت و شان سے کوکبۂ نبوت نمودار ہوا' حضرت انس کی عقیدت مند نگاہ رخ انور پر پڑی اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہ نبوت سے حاصل کیا۔

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تو حضرت ابوطلحہؓ، حضرت انسؓ کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس رضی اللہ عنہ کو اپنی غلامی میں لے لیجیے آنحضرت ﷺ نے منظور فرمایا اور حضرت انسؓ خادمان خاص میں داخل ہو گئے۔

حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا' وہ کم و بیش دس برس حامل نبوت کی خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا' معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر در اقدس پر حاضر ہو جاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے' نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے۔ محلہ میں ایک مسجد تھی وہاں لوگ ان کا انتظار کرتے۔ جب یہ پہنچتے اس وقت وہاں نماز ہوتی تھی[1]

ان اوقات کے ماسوا بھی وہ آنحضرت ﷺ کے احکام کی تعمیل کے لیے حاضر رہتے تھے' ایک مرتبہ حضرت انسؓ آپ کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر روانہ ہوئے دوپہر کا وقت تھا' لڑکے کھیل رہے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے لڑکوں نے دور سے دیکھ کر حضرت انسؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں' آنحضرتؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کسی کام کے لیے بھیج دیا اور خود ایک دیوار کے سایہ تلے تشریف فرما رہے' حضرت انس کو دیر ہو گئی تھی۔ گھر گئے تو ام سلیمؓ نے پوچھا آج دیر کہاں لگائی۔ انہوں نے کہا رسول اللہؐ کے ایک کام سے گیا تھا۔ وہ بہانہ سمجھیں اور پوچھا کام کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی' حضرت ام سلیمؓ نے کہا اس کو کسی سے نہ کہنا' چنانچہ حضرت انسؓ نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ثابت سے جو ان کے تلامذۂ خاص میں سے تھے' فرمایا اگر میں کسی شخص کو اس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے' لیکن میں بیان نہیں کروں گا[2]

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ سفر و حضر اور خلوت و جلوت کی

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲۔ [2] مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹' ۱۹۵۔

marfat.com

ان کے لیے کوئی تخصیص نہ تھی اور نزول حجاب سے پہلے وہ آنحضرت ﷺ کے گھر میں آزادی کے ساتھ آتے جاتے تھے۔

ایک دن نماز فجر سے قبل آنحضرت ﷺ نے فرمایا' آج روزہ کا ارادہ ہے مجھے کچھ کھلا دو' حضرت انسؓ جلدی سے اٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لے کر حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے سحری کھائی اور پھر نماز فجر کے لیے تیار ہوئے[1]

داخلہ خیبر کے وقت جب کہ نبوت کا جاہ وجلال فاتح کی شان وشوکت رکھتا تھا' حضرت انسؓ کے قدم آنحضرت ﷺ کے قدم سے چھو گئے' جس سے ازار مبارک کھسک گیا اور آنحضرت ﷺ کے زانوئے مقدس کی سفیدی لوگوں کو نظر آ گئی حضور نے کچھ خیال نہ فرمایا' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس خطا سے درگزر کی[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجالاتے اور اپنی فرمانبرداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے' فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس آنحضرت ﷺ کی خدمت کی' لیکن اس مدت میں آپ کبھی خفا نہ ہوئے اور نہ کبھی کسی کام کی نسبت یہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا' آنحضرت ﷺ کو ان سے خاص محبت ہو گئی تھی ان کو بیٹا اور کبھی کبھی پیار میں ''انیس'' کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے' چھوہارے نوش فرماتے' کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے' دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے' نماز پڑھتے اور حضرت انسؓ کے لیے دعا فرماتے۔

پہلے گزر چکا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں حضرت ام سلیمؓ آنحضرت ﷺ کی رشتہ میں خالہ ہوتی تھیں وہ آنحضرت ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں' اور آنحضرت ﷺ کو بھی ان کا حد درجہ خیال تھا۔ غزوۂ خیبر میں صفیہؓ اسیر ہو کر آئیں اور آنحضرت ﷺ نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا تو حضرت ام سلیمؓ کے پاس بھیج دیا' ام سلیمؓ نے شادی کا سامان کیا اور حضرت صفیہ کو دلہن بنا کر شب کو آنحضرت ﷺ کے خیمہ اطہر میں پہنچایا[3]

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷۔ [2] ایضاً ص ۱۰۲۔ [3] مسند احمد ج ۳ مسند انسؓ بن مالک۔

marfat.com

اسی طرح جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے عقد کیا تو ام سلیمؓ نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا' آپ نے صحابہ کو طلب فرمایا اور ایک مختصر سا جلسۂ دعوت ترتیب دیا۔[1]

غرض ان مختلف خصوصیتوں نے حضرت انس کو خاندان نبوت کا ایک مہرہ بنا دیا تھا' آنحضرت ﷺ کبھی کبھی خوش طبعی میں ان سے مزاح فرماتے تھے' ابوحمزہ ان کی کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی' ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا یاذالاذنین یعنی اے دو کان والے۔

عام حالات:

بارگاہ اقدس میں حضرت انس کو جو قرب و اختصاص تھا' وہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں وہ کس استقلال سے آنحضرت ﷺ کے شریک صحبت رہتے تھے' یہی جوش محبت تھا جس نے میدان جنگ میں بھی آقا سے علیحدہ نہ ہونے دیا' غزوہ بدر میں ان کی عمر کچھ نہ تھی ۱۲ برس کا سن تھا' لیکن مجاہدین اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خدمت گزاری کا فرض بجالا رہے تھے ان کی اس کمسنی سے لوگوں کو شرکت بدر میں اشتباہ ہوتا تھا' چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر میں موجود تھے' حضرت انسؓ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہوسکتا تھا؟

واقعہ بدر سے ایک سال بعد غزوۂ احد واقع ہوا' اس میں بھی حضرت انسؓ بہت کم عمر تھے' ذیقعدہ ۶ ہجری میں حدیبیہ اور بیعت الرضوان پیش آئی' اس وقت حضرت انس کا عنفوان شباب تھا' یعنی ۱۶ برس کا سن تھا اب وہ میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے قابل ہوگئے تھے ۷ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے عمرۃ القضا کیا' اس میں حضرت انسؓ تمام جانثاروں کی طرح آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب تھے' اسی سنہ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی اس غزوہ میں حضرت انسؓ، ابوطلحہؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اور آنحضرت ﷺ سے اس قدر قریب تھے کہ ان کا قدم آنحضرت ﷺ کے قدم سے مس کر رہا تھا' ۸ ہجری میں مکہ اور

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۳۔

marfat.com

طائف میں معرکوں کا بازار گرم ہوا' اور ۱۰ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع یعنی آخری حج کیا' ان سب واقعات میں حضرت انسؓ نے شرکت کی اور سعادت دنیوی اور آخروی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۶۔ ۲۷ تک پہنچتی ہے لیکن جن مقابلوں میں جنگ وقتال کی نوبت آئی ہے وہ صرف ۹ ہیں' بدر' احد' خندق' قریظہ' مصطلق' خیبر' مکہ' حنین' طائف' حضرت انسؓ ان سب میں موجود تھے' موسیٰ بن انسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار آنحضرت ﷺ کے کتنے معرکوں میں شریک تھے' انہوں نے کہا آٹھ میں غالباً انہوں نے بدر کو شامل نہیں کیا' جس کا سبب یہ ہے کہ بدر میں حضرت انسؓ اس عمر تک نہیں پہنچے تھے جو جہاد کی شرکت کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت انس کو بحرین میں صدقات کا افسر بنانا چاہا' پہلے حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا کہ انسؓ بہت ہوشیار شخص ہیں آپ نے جو خدمت ان کے لیے تجویز کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں' چنانچہ حضرت انس کو بارگاہ خلافت میں طلب کیا اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت انس کو تعلیم فقہ کے لیے ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا' اس جماعت میں تقریباً دس اشخاص تھے' حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی' اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا۔

ان مشاغل کے ماسوا اس عہد کی تمام لڑائیوں میں حضرت انس نے خصوصیت سے حصہ لیا' فتوح عجم میں واقعہ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے' حضرت انسؓ اس معرکہ میں پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے' شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا اور ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا مع اپنے اہل وعیال کے قید ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے روبرو حاضر کیا گیا حضرت ابوموسیٰ نے ہرمزان کو حضرت انسؓ کے ہمراہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا اور ۳۰۰ سپاہیوں کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لیے حضرت انس کی ماتحتی میں دیا۔ حضرت انسؓ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنے

marfat.com

مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھیں روشن کیں۔

کچھ دنوں مدینہ منورہ میں ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے' ذوالحجہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت حاصل کی اور حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت ہوئے' ان کی خلافت کا ابتدائی زمانہ انتہائی پرامن تھا' لیکن کچھ دنوں کے بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کرلی اور فتنوں کا دروازہ دفعتہ کھل گیا۔ آفاق عالم سے مفسدین اٹھ کھڑے ہوئے جابجا باغیانہ تحریکیں نشوونما پانے لگیں' ملک کے ہر ہر گوشہ میں فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہوئی اور شورہ پشتوں کے سیلاب نے دارالخلافہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

لیکن اس وقت اسلامی مملکت کے مختلف حصوں میں بہت سی ایسی شخصیتیں موجود تھیں جن کو تعدی وجور مرعوب نہیں کر سکتے تھے' چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق دارالخلافہ کے ایک مقدس گوشہ سے بلند ہوئی تو سب سے پہلے ان حاملان صداقت نے اسے سنا اور حمایت حق پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

سلطنت اسلامیہ کے ہر حصہ میں ان بزرگوں کا وجود تھا' بصرہ میں بھی جو عراق عرب کا صدر مقام تھا' ان بزرگوں سے خالی نہ تھا' چنانچہ جب بصرہ میں ان ہولناک واقعات کی خبر پہنچی' تو حضرت انسؓ بن مالک' حضرت عمران بن حصینؓ اور دوسرے بزرگوار نصرت دین اور تائید اسلام کے لیے مستعد ہو گئے اور اپنی پرجوش تقریروں سے تمام شہر میں آگ لگا دی لیکن یہ امداد پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفہ اسلام شہید ہو چکا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسند خلافت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی' خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ایک عظیم الشان فتنہ نے بصرہ سے سر اٹھایا' جس کی لپیٹ میں صحابہ بھی آ گئے' بصرہ حضرت انس کا مستقل قرارگاہ تھا' اور وہاں ان کا خاص اثر تھا۔ لیکن انہوں نے اس فتنہ سے اپنا دامن بالکل محفوظ رکھا وہ دوسرے صحابہ کرام کی طرح گوشہ نشین رہے' اور اس وقت تک نہ نکلے جب تک آتش فساد سرد نہ ہو گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے اور انقلاب زمانہ کے عجیب وغریب مناظر دیکھتے رہے' لیکن انہوں نے گوشہ خلوت کو مقدم جانا' اور شہرت کی

marfat.com

گونا گوں دلفریبیوں پر اپنے نفس کو مائل نہ کیا۔

بایں ہمہ وہ عمال حکومت کے دست ستم سے محفوظ نہ رہ سکے' عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی جو سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا اور ظلم و جور میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا' جب بصرہ آیا تو حضرت انس کو بلا کر نہایت سخت تنبیہ کی اور لوگوں میں ذلیل کرنے کی خاطر گردن پر مہر لگوادی۔

حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انسؓ ہوا کے رخ چلتے ہیں چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا' انسؓ یہ چال بازی! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا۔ میں نے تمہارے لیے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے' حضرت انسؓ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا! خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لیے یہ سزا تجویز ہوئی ہے' حجاج نے کہا تمہارے لیے۔ حضرت انس خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبدالملک کے پاس ایک خط جس میں حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا عبدالملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انسؓ سے فوراً ان کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمہارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائے گا' حجاج مع اپنے درباریوں کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیج دیجیے۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے اس کی عرضداشت منظور کی اور دمشق ایک خط روانہ کیا۔

وفات:

عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی ۹۳ ہجری میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا' چند مہینوں تک بیمار رہے' شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا' اور دور دور سے لوگ عیادت کو آتے تھے' جب وفات کا وقت قریب ہوا تو ثابت بنانی سے کہ تلامذۂ خاص میں تھے' فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک رکھ دو' ثابت نے تعمیل کی' اسی حالت میں روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا ان لله و انا الیه راجعون.

وفات کے وقت حضرت انس عمر کے ۱۰۳ مرحلے طے کر چکے تھے بصرہ میں سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابوالطفیل) صحابہ کرام

marfat.com

کے وجود سے خالی ہو چکا تھا' نماز جنازہ میں اہل وعیال' تلامذہ اور احباب خاص کی معتد بہ تعداد موجود تھی۔ قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے محل کے قریب موضع طف میں دفن کیے گئے۔

حضرت انس کی وفات سے لوگوں کو سخت صدمہ ہوا' اور واقعی رنج والم کا مقام تھا' تربیت یافتگان نبوت ایک ایک کر کے اٹھ گئے تھے صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھیں شمع نبوت کے دیدار سے روشن ہوئی تھیں اب ان میں سے بھی ایک نے دنیائے فانی سے قطع تعلق کر لیا۔

حضرت انس کا انتقال ہوا تو مورق بولے افسوس! آج نصف عالم جاتا رہا' لوگوں نے کہا یہ کیونکر؟ کہا میرے پاس ایک بدعتی آیا کرتا تھا' وہ جب حدیث کی مخالفت کرتا میں اسے حضرت انسؓ کے پاس حاضر کرتا تھا۔ حضرت انسؓ حدیث سنا کر اس کی تشفی کرتے تھے اب کون صحابی ہے جس کے پاس جاؤں گا۔

آل واولاد اور خانگی حالات:

حضرت انس کثرت اولاد میں تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے اور یہ آنحضرت ﷺ کی دعا کا اثر تھا' ایک مرتبہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے' ام سلیمؓ نے عرض کی انسؓ کے لیے دعا فرمایئے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دیر تک دعا کی اور اخیر میں یہ فقرہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ 'حضرت انس کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئی اور تیسری کا منتظر ہوں' مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا' اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیاں (لڑکیوں کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد پیدا ہوئیں اور پوتوں کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا حضرت انسؓ کے مشہور بیٹوں اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں: عبداللہ' عبیداللہ' یحییٰ' خالد' موسیٰ' نضر' ابوبکر' براء' علاء' عمر' رملہ' امیمہ' ام حرام' (نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تالیف وجیہہ الدین ابوالفضائل عمر بن عبدالمحسن بن ابی بکر قلمی)

marfat.com

حضرت انس کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی' وہ اکثر اپنے مکان میں رہتے تھے' ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اپنے لڑکوں کو خود تعلیم دیتے تھے' لڑکیوں کو بھی حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت تھی' ان کے کئی لڑکے فن حدیث میں شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے اور طبقہ تابعین میں خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے' جو حضرت انس کی تعلیم کا اثر تھا۔

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیر انداز تھے' اپنے لڑکوں کو تیراندازی کی بھی مشق کراتے تھے' پہلے لڑکے نشانہ لگاتے' جس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی' تو خود حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا لڑکوں کو تیراندازی کی مشق کرانا انصار میں ایام جاہلیت سے رائج تھا' مورخ طبری نے تاریخ کبیر میں اس کی تصریح کی ہے۔

عام حالات' حلیہ اور لباس:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مفصل حلیہ معلوم نہیں' اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزوں اندام تھے' مہندی کا خضاب لگاتے تھے' ہاتھوں میں خلوق (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے' جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی' انگوٹھی پہنتے تھے' صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ تھی' ایام پیری میں دانت ہلنے لگے تو سونے کے تاروں سے کسوائے تھے' بچپن میں ان کے گیسو تھے' آنحضرت ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالوں کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا کرتے تھے' ایک دفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہے تو ام سلیمؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ان بالوں کو چھوا ہے۔ ان کو نہ کٹاؤ' حضرت انسؓ کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا اس لیے زندگی امیرانہ بسر کرتے تھے' کپڑے قیمتی پہنتے تھے' خز کا لباس اس زمانہ میں اکثر امراء پہنا کرتے تھے' حضرت انس بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے' خوشبودار چیزوں کو پسند کرتے' مزاج میں تکلف تھا' ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا اس میں ایک پھول تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا۔

حضرت انسؓ نے بصرہ سے دو فرسخ باہر مقام طف میں ایک محل بنوایا تھا' اور وہیں اقامت پذیر تھے' اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش

marfat.com

رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے‘ کھانا اچھا کھاتے تھے‘ دسترخوان پر اکثر چپاتی اور شوربہ ہوتا تھا‘ کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی‘ لوکی کی فصل میں اکثر لوکی پڑتی تھی جو ان کو محبت رسول (ﷺ) کی وجہ سے‘ بہت مرغوب تھی‘ طبیعت فیاض اور سیر چشم واقع ہوئی تھی‘ کھانے کے وقت شاگرد موجود ہوتے تو ان کو بھی شریک کر لیتے تھے۔

صبح کو ناشتہ کرتے اور ۳ یا ۵ یا اس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے‘ پانی پیتے تو تین مرتبہ میں ختم کرتے۔

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو تین بار بولتے‘ کسی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو تین مرتبہ اندر جانے اجازت طلب کرتے تھے۔[1]

بایں ہمہ علو مرتبت طبیعت میں انکسار و تواضع تھی لوگوں سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے‘ شاگردوں سے بھی چنداں تکلف نہ تھا‘ اکثر فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے‘ لیکن ہم میں سے کوئی تعظیم کے لیے نہ اٹھتا تھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہوسکتا تھا! اور اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ان تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے۔

تحمل اور بردباری بھی ان میں انتہا درجہ کی تھی‘ وہ جس رتبہ کے شخص تھے‘ اسلام میں ان کا جو اعزاز تھا‘ آنحضرت ﷺ نے ان کے جو مناقب بیان فرمائے تھے حامل نبوت کی بارگاہ میں ان کو جو تقرب حاصل تھا‘ ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا‘ لیکن حکومت امویہ کے چند حکام وعمال ایسے متکبر اور بانخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے‘ حجاج بن یوسف ان تمام متمردوں کا سرگروہ تھا‘ اس نے حضرت انس کو جن الفاظ میں مخاطب کیا تھا‘ اور حضرت انسؓ نے جس حلم سے کام لیا تھا اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو بصرہ میں ایک قیامت برپا ہو جاتی۔

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۸‘ ۱۸۰، ۲۲۱ و ۲۲۳۔

marfat.com

اس تحمل کے ساتھ عظمت و جلال کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبدالملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے با اختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا' ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا ایک عام آدمی بھی اپنے لیے وہ الفاظ سننا گوارا نہ کرے گا اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنا پڑی۔

شجاعت و بسالت کا کافی حصہ پایا تھا۔ بچپن میں اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ ایک مرتبہ مرالظہران میں خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا' حالانکہ ان کے تمام ہم عمر ناکام واپس آئے تھے' بڑے ہوئے تو فنون سپہ گری میں کمال حاصل کیا' وہ بہت بڑے شہسوار تھے' تیر اندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا' اور گھوڑ دوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

صحابہ میں ارباب روایت تو سینکڑوں ہیں' لیکن ان میں ایک مخصوص جماعت ان لوگوں کی ہے جو روایات میں صاحب اصول تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں تھے چنانچہ ان کی روایات کے استقصاء سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں۔

1. روایات کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کی مسند احمد بن حنبل میں ہے' کان انسؓ بن مالک حدث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم حدیثا ففرغ منه قال او کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ''یعنی حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے وقت گھبرا جاتے تھے' اور اخیر میں کہتے تھے کہ اس طرح یا جیسا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔
2. جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی تھی ان کو بیان نہیں کیا۔
3. جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور جو آنحضرت ﷺ سے بلا واسطہ سنی تھی اس میں امتیاز قائم کیا۔

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی' کیونکر تعلیم حاصل کی؟ شاگردوں تک کس طرح اس فن شریف کو پہنچایا' اور ان کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟ اس کا جواب آئندہ سطور میں ملے گا۔

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے' حضرت انسؓ

marfat.com

اس باب میں اکثر صحابہ میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے اس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت کی ہے، جس سے زیادہ مشکل ہے اور انہوں نے تمام عمر اس دائرہ (تعلیم حدیث) سے باہر قدم نہ نکالا' جس زمانہ میں تمام صحابہ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے' رسول اللہ ﷺ کا خاص خادم جامع بصرہ میں دنیا سے الگ قال رسول اللہ ﷺ کا نغمہ خلائق کو سنا رہا تھا۔ توسیع علم کا حال شاگردوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے' حضرت انسؓ کے حلقہ درس میں مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' کوفہ' بصرہ اور شام کے طلبا شامل تھے' جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد کی کثرت کے لحاظ سے وہ خوش قسمت تھے اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا۔

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ میں سے ہیں' یعنی ان کی روایات کا شمار ہزاروں تک ہے صحیح بخاری میں ان سے ۸۰ حدیثیں منقول ہیں' صحیح مسلم میں ۷۰ اور متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے۔

حضرت انسؓ نے ابتداً خود حامل وحی سے اکتساب کیا۔ آپ کے بعد جن صحابہ کرام کے دامن فیض سے وابستہ رہے ان کے نام نامی یہ ہیں' حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابوطلحہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس، حضرت مالک بن صعصعہؓ، حضرت ام سلیمؓ (والدہ حضرت انسؓ) حضرت ام حرامؓ (خالہ حضرت انسؓ) حضرت ام الفضل (زوجہ حضرت عباسؓ)

حضرت انسؓ کے دائرہ تلمذ میں اگرچہ ایک جہان داخل تھا' لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہو کر نکلے اور آسمان حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے ان کے نام نامی درج ذیل ہیں

حسن بصری' سلیمان تیمی' ابوقلابہ' اسحاق بن ابی طلحہ' ابوبکر بن عبداللہ مزنی' قتادہ' ثابت بنانی' حمید الطویل' ثمامہ بن عبداللہ (حضرت انسؓ کے پوتے ہیں) جعد' ابوعثمان' محمد بن سیرین انصاری' انس بن سیرین' زہری' یحییٰ بن سعید انصاری' ربیعۃ الرائے' سعید بن

marfat.com

جبیر، اور سلمہ بن وردان (رحمہم اللہ تعالیٰ)

فقہ:

علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انس کو کمال حاصل تھا، فقہائے صحابہؓ کے تین طبقے ہیں، حضرت انس کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے جن کے اجتہادات وفتاویٰ اگر ترتیب دیئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت انس کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لیے بصرہ روانہ کیا تھا، اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

صحابہؓ کے زمانہ میں تعلیم کا طریقہ عموماً حلقہ درس تک محدود تھا، حضرت انس بھی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے اثنائے درس میں کوئی شخص سوال کرتا، اس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے اس قسم کے سوال و جواب کا ایک مجموعہ ہے جس کا استقصاء طوالت سے خالی نہیں، یہاں چند مسائل درج کیے جاتے ہیں، جن سے حضرت انسؓ کے طرز اجتہاد، جودت فہم دقت نظر اور اصابت رائے کا اندازہ ہوگا۔

باب الاشربہ، یہ مسئلہ کہ نبیذ مخصوص برتنوں میں بنانا مکروہ ہے صحابہؓ میں عموماً متفق علیہ تھا، حضرت انسؓ نے اس کو جس قدر وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے اس میں انہوں ان وجوہ واسباب کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے سبب سے ان برتنوں میں نبیذ پینے کی مخالفت آئی ہے۔

قتادہ نے دریافت کیا کہ گھڑے میں نبیذ بنا سکتے ہیں، حضرت انسؓ نے کہا اگر چہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں فرمائی، تاہم میں مکروہ سمجھتا ہوں، یہ استدلال اس بنا پر ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہو، اس میں حرمت کا پہلو غالب ہوگا۔ ایک مرتبہ مختار بن فلفل نے پوچھا کن ظروف میں نبیذ نہ پینا چاہیے؟ فرمایا مرفتہ میں، کیونکہ ہر مسکر چیز حرام ہے، مختار نے کہا، شیشہ یا رانگے برتنوں میں پی سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا لوگ تو مکروہ سمجھتے ہیں، فرمایا جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو، پھر استفسار کیا کہ نشہ لانے والی چیز تو حرام ہے لیکن ایک دو گھونٹ پینے میں کیا حرج ہے؟

marfat.com

حضرت انسؓ نے کہا جس کا زیادہ حصہ موجب سکر ہو اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے' دیکھو! انگور' خرمے' گیہوں' جو وغیرہ سے شراب تیار ہوتی ہے' ان میں سے جس چیز میں نشہ پیدا ہو جائے وہ شراب ہو جاتی ہے۔

حضرت انسؓ نے اس مسئلہ کو اگرچہ نہایت خوبی سے بیان کیا ہے لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے' شارع علیہ السلام نے کتاب الاشربہ کے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے ہیں' اور جو اس باب کے قواعد واصول کہے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں' ❶ کل شراب اسکر فھو حرام (صحیحین عن عائشہؓ) ❷ کل مسکر خمر و کل خمر حرام (صحیح مسلم عن ابن عمرؓ) ❸ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (سنن ابن عمرؓ) ان میں سے پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ جس پینے والی چیز میں نشہ آ جائے حرام ہے' دوسرے میں یہ بیان ہے کہ ہر نشی چیز شراب ہوتی ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے' جس کا نتیجہ یہ متفرع ہوتا ہے کہ ہر نشی چیز حرام ہے۔ تیسرے کلیہ کا یہ منشاء ہے کہ جو زیادہ پینے کی صورت میں نشہ پیدا کرے اس کا خفیف حصہ بھی پینا حرام ہے' حضرت انسؓ نے انہی باتوں کا اپنے جواب میں ذکر کیا ہے یہ اور بات ہے کہ سوالات کی بے ترتیبی سے جواب غیر مرتب ہو گیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ چند مخصوص برتنوں میں نبیذ پینے کی ممانعت کیوں آئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ عرب میں شراب رکھنے کے یا بنانے کے لیے وہ نفیس اور خوبصورت شیشہ کے برتن جو آج یورپ نے ایجاد کیے ہیں موجود نہ تھے' وہاں عام طور پر کدو کی تمی صراحی وسبو کا کام دیتی تھی یا اور اسی نوع کے چند برتن تھے جو قدرتی پھلوں کو خشک اور صاف کر کے بادہ نوشی کے لیے مخصوص کر لیے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں شراب رکھنے سے اس کا اثر برتن میں پہنچتا ہوگا اور دھونے کے بعد بھی زائل نہ ہوتا ہوگا' یہی راز ہے کہ اوائل اسلام میں جب شراب حرام ہوئی تو ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز کر دیا گیا' اور گو بعد میں اس قسم کے برتنوں کا جن میں شراب نہ رکھی گئی ہو استعمال جائز قرار دیا جاسکتا تھا' لیکن پہلی صدی ہجری کا پرجوش مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ان برتنوں کے استعمال سے شراب نوشی کی یاد کو عہد اسلام میں از سر نو تازہ کرے۔

marfat.com

ایک[1] شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا ہاں! جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یحییٰ بن یزید ہنائی نے دریافت کیا کہ نماز میں قصر کب کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ جب میں کوفہ جاتا تھا' قصر کرتا تھا' اور آنحضرت ﷺ نے ۳ میل یا ۳ فرسخ کا راستہ طے کر کے قصر کیا تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۳ میل سفر کرنے سے قصر واجب ہو جاتا ہے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے' راستہ میں جس مقام پر سب سے پہلی نزول اجلال ہوا وہ ذوالحلیفہ تھا جو صحیح روایت کی بنا پر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے' اور چونکہ حدود سفر میں داخل تھا' اس لیے آنحضرت ﷺ نے قصر نماز پڑھی۔

مختار بن فلفل نے پوچھا کہ مریض کس طرح نماز پڑھے۔ حضرت انسؓ نے کہا بیٹھ کر پڑھے' عبدالرحمٰن بنت وردانؓ معہ دیگر اہالیان (مدینہ) حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت انسؓ نے پوچھا نماز پڑھ چکے ہو۔ کہا جی ہاں' پھر لوگوں نے استفسار کیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟ فرمایا جس وقت آفتاب خوب روشن اور بلند رہتا تھا۔

حضرت انسؓ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی جنازہ مرد کا تھا' اس لیے میت کے سرہانے کھڑے ہوئے اس کے بعد دوسرا جنازہ عورت کا لایا گیا' حضرت انسؓ نے کمر کی سیدھ پر کھڑے ہو کر اس کی نماز پڑھائی' علاء بن زیاد عدوی بھی نماز میں شریک تھے اس اختلاف قیام کا سبب پوچھا' حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ایسا ہی کرتے تھے' علاء مجمع کی جانب مخاطب ہوئے اور کہا اس کو یاد رکھنا۔

ایک شخص نے کہا حضرت عمرؓ نے رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں اور خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے' (لیکن یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد ہے' ورنہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور عموماً صحابہ کرامؓ وتر میں رکوع کرنے کے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے) امام شافعیؒ اس مسئلہ میں حضرت انسؓ کے پیرو ہیں اور انہوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رکوع کے بعد

---

[1] کتاب الصلوٰۃ۔

marfat.com

قنوت پڑھتے تھے‘ لیکن حدیث قطع نظر اس کے کہ منقطع ہے‘ یعنی امام شافعیؒ نے حکایۃً بیان کی ہے اور اپنی سند ہشیم تک چھوڑ دی ہے سنداً بھی ضعیف ہے‘ اس کے راویوں میں ہشیم اور عطاء کا نام بھی شامل ہے اور ان دونوں کی ائمہ فن حدیث نے تضعیف کی ہے۔

اس کے علاوہ ابن منذر نے الاشراف میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور فلاں فلاں صحابہؓ سے مجھ کو جو روایتیں پہنچی ہیں‘ سب میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے‘ کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے جو روایت آتی ہے‘ اس میں اس کی صاف تصریح ہے‘ عاصم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت قبل رکوع پڑھنا چاہیے یا بعد رکوع انہوں نے کہا قبل رکوع‘ عاصم نے کہا لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد رکوع پڑھتے تھے حضرت انسؓ نے کہا کہ وہ ایک وقتی واقعہ تھا چند قبائل نے مرتد ہو کر بہت سے صحابہ کو قتل کر دیا تھا‘ اس لیے آنحضرت ﷺ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر ان کے لیے بددعا کی تھی۔[1]

آپ نے دیکھا ان مسائل میں حضرت انسؓ کس قدر صائب الرائے ہیں‘ ان کے اجتہادی مسائل کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کے اجتہاد کے موافق ہیں اور اس لیے قطعاً صحیح ہیں۔

اخلاق:

حضرت انسؓ کے گلدستہ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک‘ لطیف اور شگفتہ ہیں جن پر گلدستہ کی خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے‘ حب رسول‘ اتباع سنت‘ امر بالمعروف‘ حق گوئی‘ یہ حضرت انسؓ کے خاص اوصاف ہیں‘ حب رسول کا نقشہ آپ اوپر دیکھ چکے ہیں‘ جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور ناسمجھ بچے تھے‘ جوش محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانۂ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے‘ صبح کاذب کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا تھا اور آنحضرت ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے

[1] ان مسائل کے لیے دیکھیے مسند احمد ج ۳ صفحات ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۲۹، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۷۷، وعمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۴۱۹، ۵۴۶ ج ۳ وجوہر النقی فی الرد علی البیہقی ص ۲۱۳ ج اول۔

marfat.com

لیے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا' ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی' وہ شمع نبوت پر پروانہ وار شیفتہ تھے۔آنحضرت ﷺ کی ایک نگاہ کرم حضرت انسؓ کے لیے باعث صد طمانیت وتسلی تھی اور آقائے نامدار کی ایک آواز ان کے قالب عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بن جاتی تھی' رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہر آنکھیں دیدار محبوب کو ترس گئی تھیں' لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا چنانچہ کشتۂ عشق نبوت اکثر خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا' اور صبح کو واقعات شبینہ کی یاد میں گریہ وزاری کا ایک طوفان بپا کرتا تھا' عاشق صادق کے تڑپانے اور تلملانے کے لیے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے حضرت انسؓ بن مالک کا بعینہ یہی حال تھا' وہ محبوب دوعالم کا ذکر کرتے تھے اور فرط محبت سے بے قرار ہوجاتے تھے ایک دن آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کررہے تھے' آپ کا ایک ایک خال وخط زبان مدیح میں نبات محبت گھول رہا تھا' الفاظ جو ادا ہو رہے تھے اسی عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا' حرماں نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب ہادی برحق عالم مادی کے گلی کوچے میں پھرا کرتا' اور حضرت انسؓ اس کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے' دفعتہً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا کہ قیامت میں رسول اللہ ﷺ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضور ﷺ کا ادنیٰ غلام انسؓ حاضر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہر مجلس آنحضرتؐ کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی' وہ عہد نبوت کے واقعات اپنے تلامذہ کے گوش گزار کیا کرتے تھے' اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اٹھتی جس سے حضرت انسؓ بے چین ہوجاتے تھے لیکن یہ وہ درد تھا جس کا علاج طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا' ناچار ہوکر گھر تشریف لے جاتے اور حضرت ﷺ کے تبرکات نکال لاتے ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیتے اور جمعیت خاطر کا سامان بہم پہنچاتے۔

حضرت انس کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجلس متاثر تھی ان کے تلامذہ کو رسول اللہ ﷺ سے جو خاص محبت پیدا ہوگئی تھی' وہ حضرت انسؓ ہی کے ولولۂ محبت کا کرشمہ تھا' ثابت حضرت انسؓ کے شاگرد رشید تھے وہ بالکل اپنے استاد کے

marfat.com

رنگ میں رنگے ہوئے تھے' ہمیشہ عہد نبوت کی نسبت سوال کرتے۔ ایک روز حضرت انسؓ سے پوچھا' آپ نے کبھی آنحضرت ﷺ کا دست مبارک چھوا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں' ثابت کے دل میں سوز محبت نے بے قراری پیدا کر دی حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں چوموں گا۔

حب رسولؐ کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے' محب صادق کی یہ شناخت ہے جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو خود بھی اس کو پسند کرے' حضرت انس کو آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے جو عشق تھا اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آپ کے اقوال وافعال کی پورے طور سے تقلید کریں' چنانچہ حضرت انس کی تمام زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمہ توحید کے بعد نماز ہے آنحضرت ﷺ جس خضوع وخشوع اور جس آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے' صحابہ کوشش کرتے تھے کہ خود بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوں' چنانچہ متعدد صحابہ آنحضرت ﷺ کی نماز سے ملتی جلتی نماز پڑھتے تھے' لیکن حضرت انسؓ نے آپ کے طرز وطریقہ سے جو مشابہت اختیار کی تھی وہ ایک چراغ ہدایت تھا' جو نبوت کے قلب مبارک سے حضرت انسؓ کے قلب مصفاء میں روشن ہوا تھا' حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت انس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیمؓ (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو آنحضرت ﷺ کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

نماز کے ماسوا آنحضرت ﷺ کا ہر قول اور فعل صحابہ کی نگاہ میں تھا' حضرت انسؓ نے دس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت انجام دی تھی اور ہمیشہ ہی ساتھ رہے تھے ایسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل ایسا نہ تھا جو انسؓ سے مخفی رہ سکتا' آنحضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے یا اپنے طریق عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے تو حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے' جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی تو قوت حافظہ سے اپنی امانت طلب کرتے اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے' خلیفہ دمشق نے حضرت انس کو شام میں طلب کیا تھا' وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا' شاگردوں اور جان نثاروں کو

آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے آبادی سے باہر ایک میدان پڑتا ہے، حضرت انس کا اونٹ اسی طرف سے آ رہا تھا، نماز کا وقت تھا اور حضرت انس چوپایہ کی پیٹھ پر خالق دو جہاں کی حمد و ستائش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رخ نہ تھا، تلامذہ نے تو استعجاب کے لہجہ پوچھا کہ آپ کس طرح نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت انسؓ نے فرمایا اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا۔

ابراہیم بن ربیعہ حضرت انسؓ کے حضور میں آئے، نماز کا وقت تھا، حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یاد الٰہی میں مصروف تھے ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں! میں نے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا (آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی ایک کپڑے میں ادا فرمائی تھی (دیکھئے مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لیے چراغ ہدایت تھا وہ اسی کی روشنی میں شاہراہ عمل پر قدم رکھتے تھے، فرائض سے اتر کر واجبات و سنن تک میں بھی آپ کا اسوہ پیش نظر رہتا تھا، قربانی ہر صاحب استطاعت پر ضروری ہے، حضرت انسؓ رئیس اعظم تھے جس قدر جانور چاہتے تھے ذبح کر سکتے تھے، لیکن خیر القرون میں متابعت رسول کا درجہ نام و نمود سے بالاتر ہے، وہاں قربانی شہرت کے لیے نہیں بلکہ ثواب کے لیے ہوتی تھی، آنحضرت ﷺ نے دو جانور قربانی کئے تھے اس لیے حضرت انس بھی دو ہی کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کے بچپن میں آنحضرت ﷺ کا گزر لڑکوں کی طرف ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کو السلام علیکم فرمایا تھا، اس لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ ضعف پیری میں بھی بچوں سے سلام میں سبقت کرتے تھے۔

اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے نمایاں اوصاف ہیں، خلافت شیخین کے بعد ایسے نوجوان جو اسلامی تعلیم سے بیگانہ تھے حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر

marfat.com

ہوئے اس لیے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے تھے جو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف تھے' اصحاب رسول ﷺ نے جنہوں نے اپنی جان بیچ کر اسلام کا سودا کیا تھا اس طرز کو گوارا نہ کر سکتے تھے اور ان کے جوش ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا اور وہ بلالومۃ لائم اظہار حق پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ حضرت انس ؓ آنحضرت ﷺ کے بعد زمانہ دراز تک بقید حیات رہے' بڑے بڑے جبار اور قہار امراء سے ان کو سابقہ پڑا جو بالاعلان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے' حضرت انس ؓ سنت نبوی ﷺ کو پامال دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے تھے اور مجمع عام میں ایسے امراء کو تنبیہ کرتے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔ حضرت امام حسین ؓ کے سر مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگوایا' اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو آنکھ پر مار کر آپ کے حسن کی نسبت نا ملائم الفاظ استعمال کیے۔ حضرت انس ؓ سے نہ دیکھا گیا' غصے سے بے تاب ہو کر فرمایا یہ چہرہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ سے مشابہ ہے۔

مشہور جفا کار حجاج بن یوسف ثقفی اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا' حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت انس ؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا آنحضرت ﷺ نے اس کو منع کیا ہے۔

حکم بن ایوب حکومت امویہ کا ایک امیر تھا' اس کی سفاکی انسانوں سے متجاوز کر کے حیوانوں تک پہنچی تھی' ایک دفعہ حضرت انس ؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی کے پاؤں باندھ کر لوگ نشانہ لگا رہے ہیں۔ جب تیر لگتا تو بے اختیار پھڑ پھڑاتی۔ یہ دیکھ کر حضرت انس ؓ برہم ہوئے اور لوگوں کو اس حرکت پر تنبیہ کی۔[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز ایام شہزادگی میں دولت امیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے اور چونکہ خاندان شاہی میں پرورش پائی تھی اس لیے رموز ملت میں دخل نہ تھا' لیکن رواج زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے اور اس میں بعض غلطیاں ہو جاتی تھیں'

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۸۔

marfat.com

حضرت انسؓ ان کو ہمیشہ ٹوکتے تھے بار بار ٹوکنے پر انہوں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اگر آپ اسی طرح نماز پڑھائیں تو میری عین خوشی ہے ورنہ آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا' عمر بن عبدالعزیز کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی ان جملوں نے خاص اثر کیا' اور اسرار دین سیکھنے کی طرف توجہ کی' حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کے لیے اور کون موزوں ہوسکتا تھا' چنانچہ کچھ دنوں ان کی صحبت وتعلم کے اثر سے ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ ان کے قعدہ وقیام کی موزونیت دیکھ کر حضرت انس کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز سے مشابہ نہیں ہے۔

وہ کسی موقعہ پر بھی تعلیم دین وتبلیغ سنت سے غافل نہ رہتے تھے' ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی' دمشق بلایا' وہاں سے واپسی کے وقت فج الناقہ پہنچ کر عصر کا وقت آیا' چونکہ سفر ابھی ختم نہ ہوا تھا' اس لیے حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور اپنے خیمے تشریف لے گئے باقی تمام آدمیوں نے دو اور بڑھا کر چار رکعتیں پوری کیں حضرت انس کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے' میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں لوگ دین میں بال کی کھال نکالیں گے اور تعمیق سے کام لیں گے لیکن حقیقت میں وہ بالکل کورے رہیں گے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ نماز ظہر پڑھ کر حضرت انس کی ملاقات کو آئے انہوں نے کنیز سے وضو کے لیے پانی مانگا' لوگوں نے کہا کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی' حاضرین میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہیں' امراء کی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی کو دیکھ کر حضرت انس کو سخت غصہ آیا اور ان سے خطاب کر کے فرمایا' وہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ آدمی بیکار بیٹھا رہتا ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا' جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے تو جلدی سے اٹھ کر مرغ کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں یاد الٰہی کا بہت تھوڑا حصہ ہوتا ہے۔

marfat.com

حق گوئی[1] کے بعد مگر اس سے متصل امر بالمعروف کا رتبہ ہے قرآن مجید میں جہاں پیروان دین حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے وہاں امر بالمعروف کو امت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے حضرت انسؓ میں یہ وصف خاص طور سے پایا جاتا تھا۔

عبیداللہ بن زیاد کی مجلس میں ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا' اس نے اس کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا' حضرت انس کو اس کی خبر ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ اسے میں جا کر سمجھاؤں گا' اور عبیداللہ کے ایوان امارت میں جا کر فرمایا' تمہارے ہاں حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا' اس نے کہا جی ہاں' کیا آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے' حضرت انسؓ نے حوض کوثر کے متعلق حدیث پڑھی اور مکان پر تشریف لائے۔

ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیر کو کچھ اطلاع ملی (غالباً سازش کی خبر) اس نے انصاری کو اس جرم میں ماخوذ کرنا چاہا' لوگوں نے حضرت انس کو خبر کی۔ وہ سیدھے دارالامارت پہنچے' امیر تخت پر بیٹھا تھا' حضرت انسؓ نے اس کے سامنے جا کر یہ حدیث سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے انصار کے امراء کو یہ وصیت کی ہے کہ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جائے ان کے اچھوں سے سلوک کا برتاؤ اور بروں سے درگزر کا برتاؤ کرنا چاہیے' اس حدیث کا مصعب پر اس قدر اثر ہوا کہ تخت سے اتر گیا اور فرش پر اپنا رخسار رکھ کر کہا آنحضرت ﷺ کا فرمان ان سر آنکھوں پر! میں ان کو چھوڑتا ہوں۔

---

[1] امر بالمعروف۔

marfat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

ابی نام' ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت' سید القراء' سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں' قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی جدیلہ کے نام سے مشہور تھا (جدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی) سلسلہ نسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار[1]

والدہ کا نام صہیلہ تھا' جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں' اور حضرت ابوطلحہؓ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت ابیؓ پھوپھی زاد بھائی تھے۔

حضرت ابیؓ کی دو کنیتیں تھیں' ابوالمنذر اور ابوالطفیل' پہلی کنیت آنحضرتؐ نے رکھی تھی اور دوسری حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کے نام سے پسند فرمائی۔

حضرت ابیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں' حضرت انسؓ بن مالک کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مے نوشی ابی بن کعب کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی اور حضرت ابوطلحہؓ نے ندیموں کا جو حلقہ قائم کیا تھا' حضرت ابی بن کعبؓ اس کے ایک ضروری رکن تھے۔

اسلام:

مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا' غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے۔ اسی مذہبی واقفیت نے ان کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا' چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی' ان میں حضرت ابیؓ بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری ومواخات قائم ہوئی تھی' اس میں

---

[1] مسند احمد ص ۱۱۳ ج ۵۔

marfat.com

سعید ابن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخاۃ ہوئی۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابیؓ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لے کر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے' غزوہ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا آنحضرت ﷺ نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی' پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔[1] حضرت ابیؓ نے عہد رسالت سے لے کر خلافت عثمان تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں۔ ۹ ہجری میں جب زکوۃ فرض ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے تحصیل صدقات کے لیے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے تو حضرت ابیؓ بھی خاندان ہائے بلیٰ عذرہ اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر رہ گئے تو نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور لا کر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کر لیں۔ حضرت ابیؓ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا' صدقہ دینے والے نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے' اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے' موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی' حضرت ابیؓ نے کہا یہ بھی نہ ہوگا' رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا' اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو' مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں' آنحضرت ﷺ جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا' وہ اس پر راضی ہو گیا' اور حضرت ابیؓ کے ساتھ اس اونٹنی کو لے کر مدینہ آیا اور آنحضرتؐ کے سامنے تمام قصہ دہرایا' آپ نے فرمایا کہا گر تمہاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا'' اس نے منظور کر لیا اور اونٹنی آپ کے حوالے کر کے اپنے مکان واپس آیا۔[2]

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا' اور حضرت ابوبکرؓ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے' ان کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کا اہم کام شروع ہوا' صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی' حضرت ابیؓ اس کے سرگروہ تھے' وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے' اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے' یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل

---

[1] مسند جابر بن عبداللہ ج ۳ ص ۳۰۳' ۳۰۴' ۳۱۵۔ [2] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۲۔

marfat.com

تھی، اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ و مباحثہ بھی رہتا تھا۔ چنانچہ جب وہ سورہ براۃ کی یہ آیت: ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بانهم قوم لا يفقهون لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابیؓ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے اور پڑھائی تھیں، سب سے اخیر آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم ہے۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے۔ یہ مجلس انصار و مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی، جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔[2]

خلافت فاروقی میں حضرت ابی مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس و تدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آ پڑتی تو حضرت عمرؓ ان سے استصواب فرماتے تھے۔

حضرت ابی حضرت عمرؓ کے پورے عہد حکومت میں مسند افتاء پر متمکن رہے اور اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے، بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا۔[3]

حضرت عمرؓ نے جب اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے منتخب فرمایا۔[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا، اس بنا پر آپ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور معاذ بن جبلؓ سب کے لہجہ (تلفظ) میں اختلاف نظر آیا، یہ دیکھ

---

1 مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۴۔ 2 کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۔ 3 کنز العمال ج ۳ ص ۱۶۳۔
4 صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح۔

marfat.com

کر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں[1]

قریش اور انصار میں بارہ شخص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا' حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا' اور حضرت ابی بن کعب کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا' وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے' آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں' وہ حضرت ابی کی قرأت کے مطابق ہیں[2]

وفات:

۳۹ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی' حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے۔

آل واولاد:

حضرت ابی کی اولاد کی صحیح تعداد اگر چہ نامعلوم ہے' لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں' طفیل' محمد بن عبداللہ' ربیع' ام عمر' ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابی کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے' وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے۔

حلیہ:

حضرت ابی کا حلیہ یہ تھا' قد میانہ' رنگ گورا مائل بہ سرخی' بدن دبلا[3]

اخلاق وعادات:

مزاج میں تکلف تھا' مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے' غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا اور کنگھی کرتے تھے اسی طرف بیٹھتے تھے۔ ایام پیری میں جب سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے تو کنیز سر کے بال بناتی تھی[4]

حضرت ابیؓ نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی' حضرت عمرؓ نے سنا تو پوچھا' تم نے

---

[1] کنز العمال ص ۲۸۲، ۲۸۳، ج ۱۔ [2] کنز العمال ص ۲۸۲ و ۲۸۳' ج ۱۔
[3] نزہتہ الابرار قلمی۔ [4] طبقات ص ۵۵۔

marfat.com

یہ کس سے سیکھی' اس نے حضرت ابی کا نام لیا' حضرت عمرؓ اس کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور استفسار کیا' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا' حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لیے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کے منہ سے تم نے سیکھا ہے' جواب دیا ہاں' حضرت عمرؓ نے اس جملہ کو پھر دہرایا تیسری مرتبہ حضرت ابی ؓ کو غصہ آ گیا' بولے واللہ یہ آیت خدا نے جبرئیل پر نازل کی تھی اور جبرئیل نے قلب محمدؐ پر نازل کی' اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا' حضرت عمرؓ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے۔[1]

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا' حضرت عمرؓ نے حضرت ابی کو بلا کر ان سے وہ آیت پڑھوائی۔ انہوں نے پڑھ کر حضرت عمر کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا' حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا' اور حضرت ابی کی ناک کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابیؓ نے کہا واللہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح پڑھایا تھا' حضرت عمرؓ نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں۔[2]

حضرت ابودرداءؓ شامیوں کی ایک بڑی جماعت کو تعلیم قرآن کے لیے مدینہ لائے' ان لوگوں نے حضرت ابیؓ سے قرآن پڑھا' ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی' انہوں نے ٹوکا' اس نے کہا مجھ کو ابی بن کعبؓ نے پڑھایا ہے حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابی کو بلا لاؤ' اس وقت حضرت ابیؓ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے' آدمی نے پہنچ کر کہا' آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں' انہوں نے پوچھا کیا کام ہے' انہوں نے واقعہ بیان کیا' حضرت ابیؓ دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے اور غصہ میں اسی طرح دامن چڑھائے ہاتھ میں چارہ لیے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے' انہوں نے ان سے اور زید بن ثابتؓ سے آیت پڑھوائی' دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا' حضرت عمرؓ نے زید کی تائید کی' حضرت ابیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمرؓ! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر ہوتا تھا' اور تم

---

1. کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷۔ 2. کنز العمال ص ۲۸۵ ج ۱۔

marfat.com

لوگ باہر کھڑے رہتے تھے اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے واللہ اگر تم کہو تو میں گھر بیٹھ رہوں نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کردے حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھایئے[1]

طبعاً نہایت آزاد اور خوددار تھے ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی ابن عباس کھڑے رہو مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ ابی ابن کعبؓ سے پوچھنا کہ فلاں آیت اس نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابیؓ کے مکان پر پہنچے تھے کہ خود حضرت عمر بھی تشریف لے آئے اور اجازت لے کر سب اندر پہنچے حضرت ابیؓ بال بنوا رہے تھے دیوار کی طرف رخ تھا حضرت عمر کو گدے پر بٹھایا گیا حضرت ابی کی پشت حضرت عمر کی طرف تھی وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے اور ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا مرحبا یا امیر المومنین میری ملاقات کے لیے تشریف لانا ہوا یا کوئی اور غرض ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کام سے آیا ہوں اور ایک آیت پڑھ کر کہا یہ تو بہت سخت ہے (یعنی تلفظ میں) حضرت ابی نے کہا میں نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبرئیل سے سیکھا تھا وہ تو نہایت نرم اور تر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ تو احسان جتانا چاہتے ہیں مگر مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں دونوں میں ایک باغ کی بابت جھگڑا ہو گیا۔ حضرت ابیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں میری یہ نیت نہ تھی آپ جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کرا لیجئے میں راضی ہوں انہوں نے زید بن ثابت کا نام لیا حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا گو حضرت عمرؓ خلیفہ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے حضرت عمر کو ابیؓ کے دعویٰ سے انکار تھا انہوں نے ان سے کہا آپ بھولتے ہیں سوچ کر یاد کیجئے حضرت ابیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ

[1] کنز العمال ص ۲۸۵ ج ۱۔

marfat.com

یاد نہیں آتا' تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی' حضرت زیدؓ نے حضرت ابیؓ سے پوچھا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے' انہوں نے کہا کچھ نہیں' بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے' حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں تامل نہیں۔[1]

طبیعت غیور پائی تھی' ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہاں فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (سوتیلی) سے ہم بستر ہوتا ہے' حضرت ابیؓ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا' آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا ابی رضی اللہ عنہ کس قدر غیرت مند ہیں' لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

بڑے مہمان نواز تھے' لیکن تکلف نہ تھا' ایک بار براء بن مالکؓ ملاقات کو آئے' پوچھا کیا کھاؤ گے؟ انہوں نے کہا ستو اور چھوہارے' اندر جا کر ستو لے آئے اور شکم سیر ہو کر کھلایا براء بن مالکؓ آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر آپؐ سے کیا آپؐ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے۔[2]

علم و فضل:

حضرت ابیؓ بن کعب کی حیات سعید کا ایک ایک لمحہ علم کے لیے وقف تھا' عین اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا حضرت ابیؓ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دوکان سجاتے تھے انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا' اور قرآن کے سمجھنے اور حفظ و قرأت میں مہاجرین و انصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھی' یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے۔

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے' تورات اور انجیل کے عالم تھے' آنحضرت ﷺ کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں' وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں' اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ ان کی تعظیم اور

---

1. کنز العمال ص ۱۸۴' ۱۸۱ ج ۳۔ 2. ایضاً ص ۶۵ ج ۵۔

marfat.com

ان کا لحاظ کرتے تھے اور خود ان کے گھر جا کر مسائل پوچھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں' حضرت ابی ابن کعبؓ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

حضرت ابی کا فضل و کمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا' انہوں نے حامل وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی' صحابہ کرام میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا' جو آنحضرت ﷺ کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو' صرف ابیؓ بن کعب ایسی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی۔

حضرت ابی بن کعبؓ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا قرآن' تفسیر' شان نزول' ناسخ و منسوخ' حدیث و فقہ تھے اور ہم انہیں علوم میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کمالات دکھائیں گے۔

قرآن مجید:

سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے' اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت ابیؓ اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے' حضرت ابیؓ مجتہد تھے' وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے' ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے' حضرت ابیؓ نے کہا آیۃ الکرسی' آنحضرت ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا ابی تمہیں یہ علم مسرور کرے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے۔ اب خود ان کی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو۔ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے' فرمایا قرآن کو دلیل راہ بناؤ' اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو' رسول اللہ ﷺ نے یہی چیز تمہارے لیے چھوڑی ہے' اس میں تمہارا اور تمہارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ بعد میں ہوگا سب حال درج ہے۔

حضرت ابیؓ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

- قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے۔

marfat.com

❷ مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے۔

❸ اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں جو عمل اور عبرت کے لیے ہیں' گرمی محفل کے لیے نہیں۔

❹ اس میں تمام قوموں کا نہایت کافی تذکرہ ہے۔

غور کریں! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا' اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

حضرت ابیؓ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ورود فرما ہوئے تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تھے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا' جس قدر آیتیں نازل ہوتیں وہ حفظ کر لیتے تھے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کرلیا۔ صحابہؓ میں پانچ بزرگ تھے' جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا' لیکن حضرت ابیؓ ان سب میں ممتاز تھے۔ خود آنحضرت ﷺ اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے۔

حضرت ابیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر یاد کرلیا تھا' آنحضرت ﷺ بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے' نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا' لیکن حضرت ابیؓ بلا جھجک جو چاہتے جو چاہتے تھے' سوال کرتے تھے' ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت ﷺ خود ابتدا فرماتے تھے' اور بغیر پوچھے بتاتے تھے' ایک مرتبہ حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات وانجیل میں ہے اور نہ قرآن میں' یہ کہہ کر باتوں میں مصروف ہو گئے' حضرت ابیؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں گے' اس لیے جب آپ گھر جانے کے لیے اٹھے تو میں بھی ساتھ ہولیا' آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں' اور گھر کے دروازہ تک اسی

marfat.com

طرح چلے آئے' میں نے عرض کی وہ سورہ بتا دیجیے آپ نے بتا دی[1] ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر پڑھائی اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے' حضرت ابیؓ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے' بیچ میں شریک ہوئے تھے' نماز ختم کر کے آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے' پھر پوچھا ابی بن کعب ہیں؟ حضرت ابیؓ نماز ختم کر چکے تھے' بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی' کیا منسوخ ہوگئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں پڑھنا بھول گیا''۔اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا''۔[2]

ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ صحابہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے' بلکہ آنحضرت ﷺ سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے اور جب سمجھ میں آجاتا تو تب اٹھتے' مسجد نبویؐ میں عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی' چونکہ وہ قبیلہ ہذیل سے تھے' ان کی قرأت علیحدہ تھی' حضرت ابی بن کعبؓ نے سنا تو کہا۔آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے اس طرح پڑھی ہے۔انہوں نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا ہے حضرت ابیؓ کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں' میں ابن مسعود کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا میرے اور ان کے درمیان قرأت کا اختلاف ہو گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مجھ سے یہ آیت پڑھوائی' اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو' پھر حضرت ابن مسعودؓ سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو' پھر میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ دونوں ٹھیک ٹھاک پڑھتے ہیں' یہ کیونکر! اس قدر کدو کاش پر حضرت ابیؓ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے' آنحضرت ﷺ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا الٰہی ابی کا شک دور کر! دست مبارک کی تاثیر تسلی بن کر قلب میں اتر گئی' اور ان کو کامل تشفی ہو گئی۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا خاص فن قرأت ہے اس فن میں ان کو اتنا کمال حاصل تھا کہ خود

---

[1] مسند احمد ص ۱۱۴ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۱۲۳،۱۲۴۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ نے ان کی تعریف وتوصیف کی تھی، صحابہ میں چند بزرگ تھے، جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کر دی تھی، ان میں حضرت ابی بن کعب کی نسبت آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا: واقراھم ابی بن کعب یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔

رسول اللہؐ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس جملہ کی یاد کوئی مرتبہ تازہ کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابی ہیں شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایا من اراد القرآن فلیات ابیا یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے۔[1]

فن قرأت میں حضرت ابی کو دخل تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ جس سال آپ نے وفات پائی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجیے۔

جو سورہ نازل ہوتی اس کو آنحضرت ﷺ حضرت ابی کو سناتے اور یاد کراتے تھے، سورہ لم یکن نازل ہوئی تو فرمایا کہ خدا نے تم کو قرآن سنانے کا حکم مجھے کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی، خدا نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں حضرت ابیؓ یہ سن کر فرط مسرت میں بے اختیار رو پڑے۔

عبدالرحمٰن بن ابی ابزی حضرت ابی بن کعبؓ کے شاگرد تھے ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا! یا اباالمنذر (حضرت ابی کی کنیت) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیوں نہیں، خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا هم خير مما يجمعون.[2]

اسی قرأت دانی کا نتیجہ تھا کہ ایک قرأت خاص طور پر ان کی جانب منسوب ہوئی جس کا نام ''قرات ابی بن کعب'' تھا۔ اہل دمشق اسی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔

حضرت ابی کی قرأت کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہیے تھا، لیکن اس وقت تک زیادہ رواج نہ پاسکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھیں

---

[1] مسند احمد ص ۱۲۳ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۱۱۳ ج ۴۔

marfat.com

اس میں موجود تھیں' حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابی ہم میں سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں لیکن ہم کو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑا ہے' ان کو اصرار ہے کہ انہوں نے جو کچھ سیکھا' رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے' یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں' اور ان کو اس کا علم نہیں ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں[1]

لیکن بعد میں اس کی اصلاح ہو گئی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیتوں کا خاص خیال رکھا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان کی قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کر لی اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی حضرت ابی کی قرأت پر مجتمع ہو گئے۔

حضرت ابی نے انتقال کے بعد اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام تھے' حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

قراء سبعہ میں نافع بن عبدالرحمٰن' ابورویم مدنی' حضرت ابو ہریرہؓ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی' حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔

درس و تدریس:

حضرت ابی بن کعبؓ کا مدرسہ قرأت اس وقت ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا' عرب و عجم' روم و شام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور ان کی درس گاہ قرأت سے فیض یاب ہوتے تھے۔

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لاتے' اور حضرت ابی سے استفادہ کرتے تھے' حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ انصاری شام میں تعلیم قرآن کے لیے بھیجے گئے تھے وہ اس درجہ کے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جن پانچ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا ان میں ایک وہ بھی تھے' لیکن بایں ہمہ وہ حضرت ابی کی قرأت سے مستغنی نہ تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۱۱۳۔

marfat.com

مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لے کر حضرت ابی کی خدمت میں آئے' خود قرآن پڑھا اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا۔

حضرت ابی اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے۔لیکن مزاج تیز تھا' اس لیے بہت جلد ان کا حلم وتحمل غیظ وغضب میں بدل جاتا تھا۔اس لیے تلامذہ خاص کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلا نہ اٹھیں' زر بن حبیش جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد رشید تھے اور جن کو حضرت ابی کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا' کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک دن ایک سوال کیا تو تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمایئے' میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں' حضرت ابی نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہ جائے۔

اسی وجہ سے ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی' وہ قبل از وقت باتوں کا جواب نہیں دیتے تھے' بلکہ ناراض ہوتے تھے' مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا حضرت ابی نے کہا کہ ایسا بھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' فرمایا ابھی ٹھہریئے جب ایسا واقعہ پیش آئے گا تو آپ کے لیے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی۔

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے' اور جوابات مرحمت فرماتے تھے' زیاد انصاری نے پوچھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں قضا کر جاتیں تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کر سکتے تھے زیاد نے کہا پھر اس آیت کے معنی لا یحل لك النساء من بعد حضرت ابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی ایک قسم حلال تھی (مسند احمد ج۵ ص۱۳۲)

حضرت ابی کی زندگی بڑی پر تکلف اور باوقار تھی' اس کا اثر ان کے حلقہ درس میں نظر آتا تھا گھر اور مجلس دونوں جگہوں میں ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی' اور تلامذہ عام صف میں بیٹھتے تھے۔

نشست و برخاست میں تلامذہ کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہوتے تھے اس زمانہ میں یہ دستور بالکل نیا تھا۔ایک مرتبہ سلیم بن حنظلہ حضرت ابی کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے۔جب وہ اٹھے تو شاگردوں کا پورا مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہوگیا' حضرت عمرؓ نے

marfat.com

دیکھا تو ان کی یہ روش ناپسند ہوئی۔ حضرت ابی سے فرمایا کہ یہ آپ کے لیے فتنہ اور ان لوگوں کے لیے ذلت ہے۔

تلامذہ سے تحائف و ہدایا قبول کر لیتے تھے' اور اس میں کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس میں انہوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا' انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی' حضرت ابی اس کو لگا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے۔ انہوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ اور آئندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا۔

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا' اس میں بھی یہی صورت پیش آئی اس لیے بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کر لیا تھا' چنانچہ ملک شام کے لوگ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے تو مدینہ کے کاتبوں سے اس کو لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیتے تھے' لیکن حضرت ابی ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے' حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا' ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت ابی نے کہا میں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔

قرأت پڑھاتے وقت حروف مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی' لیکن اعراب اور بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندوں کو جن سے حرف صاف صاف ادا نہ ہو سکتے تھے ان کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا' لیکن حضرت ابی اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں حضرت ابی ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے' جب اس کو یہ آیت پڑھائی ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم تو اس سے اثیم نکلتا نہ تھا' وہ یتیم کہتا تھا' حضرت ابی نہایت پریشان تھے' آنحضرت ﷺ وہاں سے گزرے اور ان کی حیرانی دیکھ کر خود ان کے شریک ہو گئے اور ایرانی میں فرمایا کہو "طعام الظالم" اس نے اس کو صاف طور سے ادا کر دیا' آپ نے حضرت ابی سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو'

marfat.com

اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت ابی آنحضرت ﷺ سے جس قدر قرأت پڑھتے تھے گھر پر اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو فن تاریخ قرأت میں ''مصحف ابی'' کے نام سے مشہور ہے، یہ مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود تھا۔

اس مصحف کی شہرت دور تک تھی، حضرت ابی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس کا جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی میں رہتے تھے عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہیں انہوں نے کہا وہ تو حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا۔

تفسیر:

حضرت ابی مفسرین صحابہ میں ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہے، جس کے راوی امام ابو جعفر رازی ہیں، تین واسطوں سے حضرت ابی تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔

فن تفسیر میں حضرت ابی کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے، جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں، لیکن اس کا بڑا حصہ ابو العالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ ابو العالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس تھے۔ جن پر امام رازی کے سلسلہ روایات کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں، حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے، حضرت ابیؓ سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں ہیں، پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے۔ دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت ابی کی تفسیر کا پہلا حصہ جو آنحضرت ﷺ سے روایت کیا گیا ہے، ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے، کیونکہ حامل وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کون سمجھ سکتا ہے۔

marfat.com

دوسرا حصہ حضرت ابی کی رائے کا مجموعہ ہے' اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں' بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے' بعض میں خیالات عصریہ کی جھلک ہے' کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے' اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے' اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

شان نزول:

حضرت ابی سے شان نزول کی متعدد روایتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں۔

حدیث:

صحابہ کرام میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کیے جاتے تھے ان میں ایک حضرت ابی بن کعب بھی تھے' محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

وکان احدہ من سمع الکثیر یعنی حضرت ابی ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن تھے' حضرت ابی کے حلقہ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابوایوب انصاری' عبادہ بن صامت' ابوہریرہ' ابوموسیٰ اشعری' انس بن مالک' عبداللہ بن عباس' سہل بن سعد' سلیمان بن صرد (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے' حضرت ابی سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

حضرت ابی کے اوقات درس اگرچہ متعین تھے' تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا' چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی تو اس کی تشفی فرماتے تھے۔

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے' ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا' نماز کا وقت تھا' لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے' کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی' نماز ختم ہوئی تو محدث

marfat.com

جلیل اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث لوگوں تک پہنچائی' ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے' قیس پر حضرت ابی کی اس شان عظمت کا بڑا اثر پڑا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۰)

روایت حدیث میں حضرت ابی حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے باوجود اس کے وہ حامل نبوت کے مقرب بارگاہ تھے اور زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ ﷺ کے حضور میں صرف کیا تھا بایں ہمہ روایت حدیث میں شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے۔

فقہ:

صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے' اور استنباط مسائل کرتے تھے حضرت ابی کا بھی ان میں شمار ہوتا تھا' اور وہ حامل قرآن کی مقدس زندگی ہی میں مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے' اور لوگ انہی سے استفتا کرتے تھے' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا۔

آفاق عالم سے فتوے آتے تھے' جن کے مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوا تھا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے' وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے' لوگوں نے ان پر اعتراض کیا' انہوں نے حضرت ابیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہوگئی ہے' اس کے متعلق تحریر فرمایئے' واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے اور معترضین غلطی پر ہیں[1]

استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور وخوض کرتے تھے' پھر احادیث کی تلاش ہوتی تھی' اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مرگیا' میں حاملہ تھی۔ اب وضع حمل ہوا ہے' لیکن عدت کے ایام بھی پورے نہیں ہوئے' اس صورت میں آپ کیا

---

[1] کنز العمال ص ۲۵۱ ج ۴۔

marfat.com

فرماتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو' وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابیؓ کے پاس آئی' اور حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھنے کا حال اور ان کا جواب ان کے گوش گزار کیا' حضرت ابیؓ نے کہا جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ ابی کہتے ہیں کہ عورت حلال ہوگئی۔ اگر وہ مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں آ کر بلا لینا' عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ انہوں نے کہا بلا لاؤ۔ حضرت ابی آئے' حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا۔ انہوں نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے' حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ ﷺ کا گھر مسجد نبویؐ کے متصل تھا حضرت عمرؓ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجیے' میں اس کو مسجد میں شامل کردوں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہ ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دیجیے' انہوں نے اس سے بھی انکار کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے' حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی' حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا۔

آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعب کو حکم بنایا' انہوں نے حضرت عمر سے کہا بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے' یا حدیث سے؟ حضرت ابیؓ نے کہا حدیث سے' وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی' حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائے' حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی غیرت اس کو کب گوارا کرسکتی تھی' انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

سوید بن غفلہ' زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے

---

[1] کنز العمال ص ۱۶۶ ج ۱۵۔

marfat.com

تھے مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا تھا' سوید نے اٹھا لیا' ان لوگوں نے کہا اسے پھینک دو شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا میں ہرگز نہ پھینکوں گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا۔ اس سے تو بہتر ہے کہ میں اسے کام میں لاؤں' اس کے کچھ دنوں بعد سوید حج کی ارادہ سے روانہ ہوئے' راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا' حضرت ابی کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا حضرت ابیؓ نے کہا اس قسم کا واقعہ مجھ کو پیش آ چکا ہے میں نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپے) دیئے تھے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ سال گزرنے کے بعد فرمایا کہ روپے کی تعداد' تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اور انتظار دیکھنا' اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔[1]

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں' حضرت ابیؓ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں' پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کر دیں (کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی حضرت ابیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں' خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے۔[2] یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنا پر تھا)

طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ ابی کے چند مسائل بھی سن لینا چاہئیں:

کتاب الصلوٰۃ:

حضرت ابیؓ قرأت خلف الامام کے قائل تھے' مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے' عبداللہ ابن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں۔[3]

حضرت ابی کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کی بنا پر تھا' قرآن میں ہے' واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور یہ ظاہر ہے کہ قرات سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے' قرآن کو

[1] کنز العمال ص ۲۶۰ ج ۴۔ [2] مسند احمد ص ۱۴۳ ج ۵۔ [3] کنز العمال ص ۲۵۴۔

marfat.com

کس طرح سنا جاسکتا ہے' اس لیے یہ قرین قیاس ہے کہ قرأت سری میں مقتدی قرأت کرے' اور جہری میں خاموش کھڑا رہے۔

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کررہا تھا' حضرت ابی نے دیکھا تو غصہ ہوئے اس نے کہا میں فحش نہیں بکتا' انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے' مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے۔[1]

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورہ برأت کی تلاوت فرمائی تھی' یہ سورہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی۔ اثنائے خطبہ میں حضرت ابی سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی ہم نے تو اب تک نہیں سنی' حضرت ابی نے اشارہ سے کہا خاموش رہو' نماز کے بعد جب اپنے گھر جانے کے لیے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت ابی سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا انہوں نے کہا آج تمہاری نماز بے کار ہوگئی اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے' یہ سن کر لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ ابی ایسے کہتے ہیں' آپ نے فرمایا سچ کہتے ہیں۔[2]

کتاب الحدود:

حضرت ابی زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کے لیے تین قسم کے حکم ہیں کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں' کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے (اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں' بیوی والے جوان کو محض رجم' اور بغیر بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں)

شبیب کے متعلق حضرت ابی کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی رو سے اس کو کوڑے مارے جائیں اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے۔[3] حضرت علی بھی اسی خیال کے موید تھے۔

باب الاشربہ:

نبیذ (چھوہاروں کا شربت) کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہیں لیکن ابی سے

[1] کنزالعمال ص ۲۶۰ ج ۴۔ [2] کنزالعمال ص ۲۵۵ و مسند احمد ص ۱۴۳ ج ۵۔ [3] کنزالعمال ج ۳ ص ۹۱

marfat.com

اس کے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے' ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا' حضرت ابی نے کہا نبیذ میں کیا رکھا ہے' پانی پیو' ستو پیو' دودھ پیو' سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں' انہوں نے کہا شراب نوشی کی کیسے موافقت کر سکتا ہوں[1]

ان مسائل کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ فقہائے صحابہ میں اجتہاد و مسائل اور استنباط احکام کی حیثیت سے حضرت ابی کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا۔

لکھنا جانتے تھے:

حضرت ابی لکھنا بھی جانتے تھے' اور یہ اس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی' چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے تھے' مدینہ منورہ میں جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انہی کو شرف حاصل ہوا۔ اس زمانہ تک کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا' سب سے اول حضرت ابی نے اس کی ابتدا کی' بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

حب رسول ﷺ:

بدعات سے اجتناب' جرأت اظہار حق' یہ اوصاف حضرت ابی میں خاص طور پر موجود تھے۔ عبادت الٰہی کا ذوق و شوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت ابی تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے زاویۂ روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے۔

رات کی ہولناک تاریکی میں جب تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشہ خواب ہوتی تھی' وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت و جلال کے تصور سے سرتاپا عجز و نیاز ہوتے تھے' زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا' اور آنکھوں کی اشک باری ان کے کشت عبادت کو سیراب کرتی تھی۔

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے' رات کے ایک حصہ میں درود و سلام کا ورد کرتے تھے۔ محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ ستون حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا حضرت ابی نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا[2]

---

[1] کنز العمال ص ۱۶۔ [2] بخاری ج ۲ ص ۲۲۴۔

marfat.com

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ ﷺ کے مقدس عہد میں نہ ہوئیں تھیں' ان کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے' حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبویؐ میں آئے' تراویح کا وقت تھا لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کردیں' حضرت ابی سے کہا آپ کو امام بناتا ہوں آپ تراویح پڑھایا کریں' حضرت ابی نے کہا جو بات پہلے نہیں کی ہے اس کو کیسے کرسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے[1]

ان کا قلب حزیں صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا' رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے' حضرت ابی موجود تھے' پوچھا چھوٹی چھوٹی تکلیفیں بھی گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے۔ حضرت ابی کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا۔ عذاب و ثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا۔ خدا کی قہاریت و جباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ اسی بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا کاش مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی' لیکن حج' عمرہ' جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا' دعا قلب صمیم سے نکلی تھی' حریم اجابت تک پہنچی' حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کرگئی۔ چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا' حرارت معلوم ہوتی تھی۔

---

[1] کنز العمال ص ۲۸۴ ج ۴۔

marfat.com

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

زید نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے زید بن سہل ابن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوطلحہؓ کے جدی رشتے میں تھے، قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب باب الرحمہ کی طرف سکونت پذیر تھا اور حضرت ابوطلحہؓ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے۔

قبل از اسلام ابوطلحہؓ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے اور اس کے لیے ان کے ندیموں کی ایک مجلس تھی[1]

اسلام:

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا بہ مشکل بیس سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا، حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ (حضرت انس کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابوطلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ وہ وقت تھا جب مصعب بن عمیرؓ اسلام کے پرجوش شیدائی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لیے روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اس بیعت میں حضرت ابوطلحہ کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا۔

---

[1] بخاری ص ۶۶۴ ج ۲۔

marfat.com

مواخاۃ:

بیعت کے چند مہینے کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں پر مہاجرین وانصار میں اسلامی برادری قائم کی' مہاجرین میں سے حضرت ابوطلحہ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح قرشی تھے' جن کو ایمان کی پختگی کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ خطاب عطا ہوا تھا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

غزوات:

غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابوطلحہؓ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا' بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا' وہ حضرت ابوطلحہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے۔ معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑے گئے تھے' لیکن حضرت ابوطلحہ آنحضرت ﷺ کے آگے ڈھال آڑ کیے سینہ تانے کھڑے تھے کہ' آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں[1] اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نفسی لنفسک الفداء   ووجھی بوجھك الوقاء

''میری جان آپ پر قربان! اور میرہ چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو''۔

اور تیر دان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا۔ جب آنحضرت ﷺ یہ تماشا دیکھنے کے لیے سر اٹھاتے تو حضرت ابوطلحہ حفاظت کے لیے سامنے آجاتے اور کہتے نحری دون نحرك آپ کے گلے سے پہلے۔ آنحضرت ﷺ اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر فرماتے فوج میں ابوطلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔[2]

حضرت ابوطلحہؓ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا' وہ بڑے تیرانداز تھے' اس دن میں دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں' اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرے تھے' ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال' دوسرے رسول اللہ کی حفاظت کا مسئلہ' رسول اللہ کی حفاظت کی کہ جس ہاتھ سے بچاؤ کرتے تھے وہ شل ہو گیا تھا' مگر انہوں نے اف نہ کی۔

[1] مسند حضرت انس بن مالک بخاری ص ۲۷۹۔ [2] مسند احمد ج ۳ ص ۶ بخاری کتاب المغازی۔

marfat.com

غزوہ خیبر میں حضرت ابوطلحہ کا اونٹ آنحضرت ﷺ کے اونٹ کے بالکل برابر تھا' اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے گدھے کے گوشت کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے ان کو ہی مخصوص فرمایا[1]

غزوۂ حنین میں حضرت ابوطلحہؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے' ۲۰۔ ۲۱ کافروں کو قتل کیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے بیس اکیس آدمیوں کا سامان حصہ حاصل کیا تھا' آنحضرت ﷺ کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا' اور ۸ ہجری میں واقع ہوا تھا۔

عام حالات:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابوطلحہؓ اپنے مکان میں تھے' ادھر سے مسجد نبویؐ میں صحابہؓ میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کون تیار کرے' مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ بغلی قبر پسند فرماتے تھے' مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھوتے تھے' مہاجرین میں ابوعبیدہؓ اور انصار میں حضرت ابوطلحہؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ صندوقی اور حضرت ابوطلحہ بغلی قبر بناتے تھے۔ اس لیے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہنچے' اس شرف کو حاصل کرے' اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی مرضی بغلی کی تھی اس لیے بہت سے مسلمان دست بدعا تھے کہ مہاجری کے آنے میں دیر ہو اور ابوطلحہؓ جلد آ جائیں' یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابوطلحہ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بہت سے صحابہؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی اور شام چلے گئے تھے' حضرت ابوطلحہ بھی ان ہی غم زدوں میں داخل تھے لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رخ کرتے' اور مہینوں کا سفر طے کر کے رسول اللہ ﷺ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے۔

حضرت ابوبکر کا عہد خلافت حضرت ابوطلحہؓ نے شام میں گزارا۔ حضرت فاروق ؓ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا' البتہ حضرت فاروق کی وفات کے قریب وہ

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱۔

marfat.com

مدینہ میں تشریف فرما تھے' حضرت فاروق اعظم کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا' وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انہوں نے چھ آدمیوں کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا تو حضرت ابوطلحہ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی آپ انصار کے ۵۰ آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے' اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے' اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجیے جس میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نہ ہوں' اور اگر تین دن گزر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجیے۔

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور حضرت ابوطلحہ دروازہ پر حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے' بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے' وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے' اس لیے حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے' اپنا خود فیصلہ کیجئے' حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا' حضرت ابوطلحہؓ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے حضرت علی کی نظر ان پر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا' حضرت ابوطلحہ نے کہا لم ترع ابالحسن ! اے ابوالحسن خوف نہ کیجیے۔

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہ بھی پہنچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے' حضرت ابوطلحہؓ نے کچھ نہ کہا' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جھلا آدمی تھے' ان سے نہ رہا گیا' کنکری مار کر بولے' یہ لوگ اس لیے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے' کنکری مارنے پر عمروؓ اور مغیرہؓ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی' حضرت ابوطلحہؓ نے کہا'' مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں !اس ذات کی قسم جس نے عمر کو وفات دی میں تین دن سے زیادہ بھی مہلت نہ دوں گا' پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں''؟

اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں نکاح اور اولاد' ان کا نکاح حضرت ام سلیمؓ سے ہوا تھا' اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انسؓ کے والد) ہجرت سے قبل اپنی بیوی ام سلیمؓ سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے' وہاں انہوں نے انتقال کیا' حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیم کو پیام دیا' انہوں نے کہا کہ میں تمہارا پیام رد نہیں کرتی' لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان' میرا

mafrat.com

نکاح تمہارے ساتھ جائز نہیں' اگر تم اسلام قبول کرلو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہوگا اور وہی میرا مہر ہوگا۔ حضرت ابوطلحہ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا' ثابت کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہیں سنا۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت ابوطلحہ کی کئی اولادیں ہوئیں' لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا' حضرت ابوطلحہؓ کے ایک بیٹے کا نام ابوعمیر تھا۔ اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا' اتفاق سے لال مرگیا' اس کو نہایت غم ہوا' رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو اس کو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا' آج یہ ست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا' آنحضرت ﷺ نے اس کو ہنسانے کے لیے فرمایا یا اباعمیر ما فعل النغیر یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہ کر مرگیا' اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے' ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابوطلحہ مسجد نبویؐ آ گئے اور ادھر وہ فوت ہوگیا۔ ام سلیمؓ نے اس کو دفن کر دیا' اور گھر والوں کو تاکید کی کہ ابوطلحہؓ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا' ابوطلحہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے' پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیم نے کہا پہلے سے اچھا ہے۔ ابوطلحہ صحابہ سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا' جب صحابہ چلے گئے تو ابوطلحہؓ اندر آئے' اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا' اخیر رات میں ام سلیمؓ نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی' اس نے لے لی' اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے' ابوطلحہ نے اناللہ پڑھا اور صبر کیا (یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں مؤثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے' اور آنحضرت ﷺ نے ان کو گھٹی دی' یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ ان ہی سے حضرت ابوطلحہ کی نسل چلی ان کے دو بیٹے تھے' اسحاق اور عبداللہ۔ اور اسحاق کے صاحبزادے یحییٰ تھے اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے۔

حلیہ: حضرت ابوطلحہ کا حلیہ یہ تھا' رنگ گندم گوں' قد متوسط' سر اور داڑھی سفید خضاب نہیں کرتے تھے' چہرہ نورانی۔

وفات:

عمر ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا' حضرت ابوطلحہ کی وفات کا قصہ بھی عجیب

marfat.com

ہے ایک دن سورۂ برأت کی تلاوت فرمارہے تھے۔ جب اس آیت انفروا خفافا و ثقالا پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا' گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں' سفر کا انتظام کردو۔ (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے تھے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے گھر والوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبویؐ کے کل غزوات میں شریک ہو چکے' ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا' اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے' آپ گھر میں بیٹھیے' ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے' حضرت ابوطلحہ بھلا کب رک سکتے تھے' شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا' بولے جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو' گھر والوں نے چاروناچار سامان سفر درست کیا' اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل پڑا' غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔

بحری سفر تھا' زمین کہیں نظر نہ آتی تھی' ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لیے جارہے تھے' اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گوروکفن پڑی رہی' آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا' اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا۔ لاش بعینہٖ صحیح و سالم تھی۔

سنہ وفات میں اختلاف ہے' بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے' لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے' اس کی رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہؓ نے انتقال فرمایا۔

فضل وکمال:

فضل وکمال میں حضرت ابوطلحہ کو خاص رتبہ حاصل ہے' علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو بڑے پایہ کے محدث تھے' اصابہ میں حضرت ابوطلحہؓ کے فضل وکمال کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے۔

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا

marfat.com

غزوات کا ذکر ہے' فضائل اعمال کا بیان نہیں' باوجود یہ کہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ ﷺ کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے' لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد ۹۲ سے زیادہ نہ ہو سکی اس کا اصلی باعث حدیث میں احتیاط تھی۔

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں:

حدیث شریف میں وارد ہے لا تدخل الملئكة بيتاً فيه صورة یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔

حضرت ابوطلحہ کی بیماری میں عقیدت مندوں کا ایک گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے' جس میں تصویر بنی ہوئی ہے' آپس میں گفتگو شروع ہوئی' زید بن خالد بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی' عبیداللہ خولانی سے کہا ہاں لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں[1]

ایک دن حضرت ابوطلحہ کھانا نوش فرما رہے تھے' دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت انس نے کہا شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہاں' اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے[2]

ایک دن حضرت ابوطلحہؓ نے نفلی روزہ رکھا تھا' اتفاق سے اسی دن برف پڑی وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے۔ لوگوں نے کہا روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں' انہوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے' جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔[3]

حضرت ابوطلحہ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا' میدان جنگ میں آپ نے ان کو رجز پڑھتے سنا ہوگا' یہ شعر انہی کا ہے:

انا ابو طلحة واسمي زيد وكل يوم في سلاحي صيد

اخلاق:

حضرت ابوطلحہ کا سب سے بڑا اخلاق جو ہر حب رسول ہے' ایسی حالت میں کہ

---

[1] حدیث ابوطلحہ ص ۲۸ مسند احمد ج ۴۔ [2] حدیث ابوطلحہ ص ۳۔ [3] ایضاً ج ۳ ص ۲۷۹ (مسند انسؓ)

marfat.com

تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس معدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے' حضرت ابوطلحہ کا اپنے کو رسول اللہ ﷺ پر قربان کرنے کے لیے بڑھنا' اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کے وار سہنا' حامل نبوت پر جو تیر آئے ان کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار کر دینا' حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہیں مٹ سکتا۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہ کو آنحضرت ﷺ سے خاص خصوصیت تھی وہ عموماً تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کے برابر چلتا تھا۔ غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے اونٹ پر سوار تھیں' مدینہ کے قریب پہنچ کر ناقہ ٹھوکر لے کر گری اور رسول اللہؐ اور صفیہؓ زمین پر آ رہے' حضرت ابوطلحہؓ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہؐ کے پاس پہنچ کر پوچھا یارسول الله جعلنی الله فداك چوٹ تو نہیں آئی؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں عورت کی خبر لو' حضرت ابوطلحہؓ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس پہنچے اور ان کا کجاوہ درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔[1]

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ میں دشمنوں کا کچھ خوف معلوم ہوا' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا' روانہ ہوئے' حضرت ابوطلحہؓ پیچھے پیچھے چلے' لیکن ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے راستہ میں ملاقات ہوئی فرمایا وہاں کچھ نہیں اور تمہارا گھوڑا تیز رفتار ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ سے جو محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیز میں بھی ظاہر ہوتا تھا۔ جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بھیج دیتے تھے ایک مرتبہ حضرت انس ایک خرگوش پکڑ لائے حضرت ابوطلحہ نے اس کو ذبح کیا اور ایک ران آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے یہ حقیر لیکن پرخلوص نذر قبول کر لی'[2] اسی طرح ام سلیمؓ نے ایک طباق میں خرمے بھیجے۔ حضور نے قبول فرما کر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کیے۔[3]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۸۰ (مسند انس) [2] مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۱ (مسند انس)۔ [3] ایضاً ص ۱۳۵۔

marfat.com

رسول اللہ ﷺ بھی اس محبت کی نہایت قدر کرتے تھے' چنانچہ جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بات اور لوگوں میں تقسیم ہوگئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ کو مرحمت فرمائے' حضرت ابوطلحہ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے تو حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو آنحضرتؐ کی خدمت بھیجا۔ آپ نے کچھ چھوہارے چبا کر اس لڑکے کو گھٹی دی۔ لڑکے نے مزے سے اس آب حیواں کی گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا۔ حضور نے فرمایا' دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے۔ اس لڑکے کا نام آنحضرت ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ تمام نوجوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے[1]

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی بنتی ہے پی رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی یہ سن کر حضرت انسؓ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو' انہوں نے توڑ دیا' جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ (آل عمران: ۹۲)

''جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے''۔

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں آنحضرت ﷺ کے حضور میں پیش کیں' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا۔

بیرحا ان کی قیمتی جائیداد تھی' اس میں ایک کنواں تھا' اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا' اور آنحضرت ﷺ بہت شوق سے اس کو پیتے تھے' یہ اراضی حضرت ابوطلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی' (بعد میں اس مقام پر قصر بنی عدیلہ بنایا تھا)

حضرت ابوطلحہؓ کے اس وقف سے آنحضرت ﷺ نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۷ (مسند انسؓ)۔

marfat.com

بخ بخ! ذالك مال رائج: ذالك مال رائج اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کردو، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جن میں حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ تھے، تقسیم کر دیا[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے، اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابوطلحہؓ نے اٹھ کر کہا میں لیے جاتا ہوں، گھر میں کھانے کو نہ تھا، صرف بچوں کے لیے کھانا پکا تھا، حضرت ابوطلحہؓ نے بیوی سے کہا بچوں کو سلادو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کردو۔ اس طور پر وہ کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑا رہا۔ صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

﴿ یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصه ﴾

اور حضرت ابوطلحہؓ سے کہا رات تمہارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا[2]

حضرت ابوطلحہ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحا کو وقف کرتے وقت رسول اللہ ﷺ سے قسم کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا[3]

انہوں نے رسول اللہؐ کے بعد ۴۰ سال زندگی پائی، یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقرعید کے سوا ۳۶۵ دنوں میں کوئی دن ایسا نہ تھا (بجز بیماری کے ایام کے) جس میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱ (بخاری مسند انس)
[2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۸۔
[3] مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵ (مسند انس)

marfat.com

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

عویمر نام' ابودرداء کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے: عویمر بن زید بن قیس بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔ والدہ کا نام محبہ تھا۔ جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھیں۔

بعثت نبوی کے زمانہ میں تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا لیکن جب یہ شغل عبادت میں خلل انداز ہوا تو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا اور رازق کون ومکان کے سفرۂ عام پر آ بیٹھے بعد میں تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے کہ مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہیں جس میں ۴۰ دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہوں' اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو' لوگوں نے کہا اس کا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے۔

اسلام:

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابودرداءؓ باایں ہمہ کمال عقل دوسرے اکابر انصار کے ایک سال بعد ۲ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اسلام تقلیدی نہ تھا' اجتہادی تھا' ممکن ہے کہ یہ ایک سال مزید غور وفکر اور کاوش وتحقیق میں صرف ہوا ہو۔

لیکن قبول اسلام میں یہ ایک سالہ تاخیر تمام عمر ان کے لیے تکلیف دہ رہی' فرمایا کرتے تھے ''ایک گھڑی کی خواہش نفس دیرپا غم پیدا کرتی ہے''۔

غزوات اور عام حالات:

غزوہ بدر میں وہ مسلمان نہ تھے' اس لیے اس میں شریک نہ تھے۔ غزوہ احد حالت ایمان میں پیش آیا' اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا' گھوڑے پر سوار کر میدان میں آئے' آنحضرت ﷺ نے ان کی شجاعت وبسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم الفارس عویمر! یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں۔

marfat.com

احد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شرکت کی حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ابودرداء کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابودرداءؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی کہ یہاں ہر وقت آپ کی یاد تازہ رہتی تھی' نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثان نبوت کا فرض تھا' آنحضرت ﷺ سے انہوں نے یہ بھی سنا تھا کہ فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا۔ اس بنا پر شام کے دارالحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی۔

ان کے ترک وطن کے سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ سفر کی تیاری کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ سے ترک وطن کی اجازت چاہی' انہوں نے کہا اجازت تو نہیں دیتا' ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجیے تو منظور کرسکتا ہوں' حضرت ابودرداءؓ نے کہا میں حاکم بننا ناپسند کرتا ہوں' حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر اجازت کی امید فضول ہے حضرت ابودرداءؓ نے درخواست کی کہ حکومت کی بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤں گا اور نماز پڑھاؤں گا' فرمایا یہ البتہ قبول ہے' چنانچہ اس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا۔

دمشق میں ان کا وقت زیادہ تر درس و تدریس' احکام شریعت کی تلقین اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا' شام کے متوطن صحابہ کرام میں اکثر ایسے تھے جن کی زاہدانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات و تکلفات کا رنگ و روغن چڑھ گیا تھا۔ لیکن حضرت ابودرداءؓ برابر اپنی اصلی بے تکلفی و سادگی پر قائم رہے' حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیانؓ، عمرو بن عاصؓ اور ابوموسیٰ کے مکانوں پر جاکر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے' حضرت ابودرداءؓ کے گھر پہنچے تو خدم و حشم نقیب و چاؤش' تزک و احتشام' زینت و آرائش ایک طرف' مکان میں چراغ تک نہ تھا۔

کشور دین و ملت کا تاجدار تاریک مکان میں ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا' حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو آنکھوں میں پانی آ گیا' پوچھا اس قدر عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا' رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں

marfat.com

ہم کو اتنا ساز وسامان رکھا چاہیے جتنا ایک مسافر کے لیے درکار ہے۔آہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہوگئے' اس پر اثر فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام اکابر صحابہ کے نقد وظائف مقرر کردیئے تھے مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی۔ حضرت ابو درداءؓ مجاہدین بدر میں داخل نہ تھے' لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان کی منظوری سے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا' کبھی کبھی جب حضرت امیر معاویہ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو وہ ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے' دمشق میں قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا ہے لیکن یہ صحیح نہیں' حافظ ابن عبدالبر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اہل وعیال:

حضرت ابودرداءؓ کے ابواب فضائل میں یہ باب بھی قابل لحاظ ہے کہ ان کے حبالۂ نکاح میں دو بیویاں آئیں اور دونوں فضل وکمال میں ممتاز تھیں' پہلی کا نام ام درداء کبریٰ خیرۃ بنت ابی حدرد اسلمی ہے اور دوسری کا نام ام درداء صغری ہجیمہ بنت حی وصابیہ تھا۔

ام درداء کبریٰ مشہور صحابیہ اور بڑی عقل مند اور عبادت گزار بی بی تھیں ان سے حدیث کی کتابوں میں بہت سی روایتیں مروی ہیں۔

ام درداءؓ صغری صحابیہ نہ تھیں' شوہر کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں' امیر معاویہؓ نے نکاح ثانی کا پیغام دیا تھا' لیکن قبول نہ کیا' اولاد کے نام حسب ذیل ہیں:

بلال' یزید' درداء' نسیبہ۔

بلال ابومحمد دمشقی' یزید اور خلفائے مابعد کے عہد میں دمشق کے قاضی تھے' عبدالملک نے اپنے زمانہ میں معزول کیا ۹۲ھ میں وفات پائی۔

---

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۷۸ بحوالہ عسکری۔

marfat.com

درداء صفوان بن عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف قرشی سے منسوب تھیں، جو معزز تابعی اور مکہ کے ایک جلیل القدر خاندان کی یادگار تھے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، جسم خوبصورت، ناک اٹھی ہوئی، آنکھیں شربتی، داڑھی اور سر میں خضاب لگاتے تھے، جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا۔

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی پہنتے تھے، عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے۔

وفات:

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت ابودرداءؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ہجرت کا بتیسواں سال تھا کہ یہ مسافر کاروان سرائے عالم سے وطن مالوف کو سدھارا، وفات کا واقعہ عجیب حسرتناک تھا، حضرت ابودرداء گریہ وزاری میں مصروف تھے، ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے کہا آپ صحابی ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کیوں نہ روؤں، خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو، اسی حالت میں بلال کو بلایا، اور فرمایا دیکھو! ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے، اس دن کے لیے کچھ کر رکھنا، موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجاء کے درمیان ہوتا ہے، حضرت ابودرداءؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی کے جو پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھیں کہا تم موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے، یہ کہہ کر روئے، پھر فرمایا یہ مرا آخیر وقت ہے، کلمہ پڑھاؤ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے، اور حضرت ابودرداءؓ اس کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی۔

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئے تھے، لیکن اس وقت حضرت ابودرداءؓ بستر مرض پر تھے۔ پوچھا کیسے آئے، عرض کیا، میرے والد اور آپ میں جو ارتباط تھا اس کی وجہ سے زیارت کو حاضر

marfat.com

ہوا' فرمایا جھوٹ بھی کیا بری شے ہے' لیکن جو شخص استغفار کرلے تو معاف ہوجاتا ہے[1]

حضرت یوسفؓ ان کی وفات تک مقیم رہے' انتقال سے پہلے یوسف کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کردو' اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان امنڈ آیا' گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے' اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجھ کو باہر لے چلو' باہر آ کر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ایک حدیث بیان کی[2] اللہ اکبر! اشاعت حدیث کا جوش اس وقت بھی قائم تھا۔

فضل وکمال:

حضرت ابودرداء کا شمار علمائے اصحاب میں ہے' صحابہ کرام ان کو نگاہ عظمت سے دیکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کہا کرتے تھے کہ دونوں باعمل عالموں کا ذکر کرو (معاذ اور ابودرداء) یزید بن معاویہ کا قول تھا کہ ابودرداء کا علم وتفقہ بہت سے امراض (جہل) کو شفا بخشتا ہے' معاذ بن جبل نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابودرداء سے علم سیکھنا' کیونکہ ان کے پاس علم ہے' حضرت ابوذر غفاری نے ابودرداء سے خطاب کر کے کہا تھا کہ ماحملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منك یااباالدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے کوئی بڑا عالم نہیں' مسروق جو بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے کہتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصوں میں مجتمع پایا' جس میں ایک ابودرداء ہیں''۔ یہی سبب ہے کہ گو حجاز میں بڑے بڑے صحابہ مسند امامت پر متمکن تھے تاہم وہاں سے بھی طالبین جوق در جوق ان کے آستانہ کا رخ کرتے تھے۔

درس کے وقت تشنگان علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا' مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع رکاب میں ساتھ ہوتا' ایک روز مسجد جارہے تھے' پیچھے لوگوں کا اتنا اژدہام تھا کہ موکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا' اس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہو کر آیا تھا۔

حضرت ابودرداء ؓ کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد میں

---

[1] مسند ۴۵۰ ج ۶۔ [2] مسند ج ۶ ص ۴۴۳۔

marfat.com

درس کے لیے بیٹھ جاتے تھے' شاگرد ان کے گرد ہوتے اور مسائل پوچھتے' وہ جواب عنایت فرماتے تھے۔

درس قرآن:

حضرت ابودرداءؓ اگرچہ فقہ وحدیث میں بھی ممتاز تھے' لیکن ان کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس وتعلیم تھا' وہ ان لوگوں میں تھے جو خود آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے' اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم واشاعت کے لیے نامزد فرمایا' دمشق کی جامع مسجد میں یہ قرآن کا درس دیتے تھے' اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسہ اعظم بن گیا تھا' حضرت ابودرداء کے ماتحت اور مدرسین بھی تھے' طلبہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی' دور دور سے لوگ آکر شریک درس ہوتے تھے۔

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے اور ہر جماعت ایک قاری کے زیرنگرانی ہوتی تھی' قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے' جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے' یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے۔

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو طالب العلم حلقہ درس میں نکلے۔

دارالقراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی' ام درداء صغریٰ' خلیفہ بن سعد' راشد بن سعد' خالد بن معدان تھے' ان میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے' ام درداء حضرت ابودرداء کی زوجہ قرأت میں یگانہ تھیں' قرأت کا فن اپنے شوہر سے سیکھا تھا' عطیہ بن قیس کلابی کو انہی نے قرأت سکھائی تھی' خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداء کہلاتے تھے' اور شام کے مشہور قاریوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے خود حضرت ابودرداء کو قرآن سنایا تھا اور ان کے خاص تلامذہ میں داخل تھے۔

marfat.com

تفسیر:

علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگر چہ حضرت ابودرداء کا نام نامی ان میں شامل نہیں، تاہم ان سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، ان کا قول تھا لا یفقه الرجل کل الفقه حتی یجعل للقرآن وجوها! یعنی انسان تاوقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہوسکتا۔

مشکل سے مشکل آیتوں کے مطالب خود آنحضرت ﷺ سے دریافت فرماتے تھے، ایک روز دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! الذین امنو وکانوا یتقون لهم البشری فی الحیوٰة الدنیا سے کیا مراد ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا رویائے صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے[1]

خود ابودرداء سے جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا جاتا تو نہایت شافی جواب دیتے تھے، ایک شخص نے سوال کیا ولمن خاف مقام ربه جنتان میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا؟[2]

سورہ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے:

عتل بعد ذالك زنیم 'لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کیے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ نے یہ جامع معنی بیان فرمائے ہیں۔

کل رحیب الجوف وثیق الحلق اکول شروب جموع للمال منوع له[3]

(بڑے پیٹ اور مضبوط حلق والا کثیر الغذاء کثیر الشراب، مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورہ طارق میں ہے "یوم تبلی السرائر" زبان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ شے کے ہیں، جن میں عقائد، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں، حضرت ابودرداءؓ نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس تعیم میں کسی قدر تخصیص کردی، چنانچہ فرمایا:

خدا نے چار چیزوں کا بندوں کو ضامن قرار دیا ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، طہارت

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۳۱۔ [2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر۔ [3] کنز العمال بحوالہ ابن مردویہ ص ۱۵۶ ج ۱۔

marfat.com

سرائر انہیں چیزوں کو کہتے ہیں[1]

حدیث:

کلام الٰہی کی تعلیم و خدمت کے بعد صحابہ کا سب سے مقدم فرض حدیث نبوی کی نشر و اشاعت تھا' حضرت ابو درداءؓ نے اس فرض کو بھی پوری طرح انجام دیا ہے۔

ایک دفعہ انہوں نے معدان بن طلحہ سے ایک حدیث بیان کی' مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ جو آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے تشریف لائے تو معدان نے توثیق مزید کی غرض سے ان سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت ثوبان نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے بالکل صحیح کہا میں خود اس واقعہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا[2]

حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداء) موجود ہیں' ان سے دریافت کرنا' لوگ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس پہنچے' انہوں نے حدیث سن کر فرمایا' میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا[3]

صحابہ میں جل مل کر بیٹھتے تھے آپس میں احادیث نبوی کا مذاکرہ فرماتے' حضرت ابو درداءؓ بھی ان مجلسوں میں شریک رہتے تھے' کبھی کبھی خود بھی مذاکرہ کی ابتدا فرماتے تھے۔

ایک مجمع میں حضرت ابو درداء بھی عبادہ بن صامت' حارث بن معاویہ کندی اور مقدام ابن معدی کرب تشریف فرما تھے' حدیثوں کا ذکر آیا' حضرت ابو درداءؓ نے حضرت عبادہؓ سے کہا کہ فلاں غزوہ میں آنحضرت ﷺ نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہؓ نے پورا واقعہ بیان کیا۔

حضرت ابو درداءؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی تعلیم و اشاعت میں صرف ہوئی' جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی اس وقت بھی آپ نے اہل شہر کو جمع کر کے نماز کے متعلق آخری وصیت سنائی[4]

حضرت ابو درداءؓ نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود ذات اقدس نبوی سے کیا تھا آپ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے بھی سنی

[1] کنز العمال بحوالہ بیہقی ص ۱۵۷ ج ۱۔ [2] مسند ۴۴۳ ج ۶۔ [3] ایضاً ص ۴۵۰۔ [4] مسند ص ۴۴۳ ج ۶۔

marfat.com

تھیں۔ تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا' حاشیہ نشینان نبوت میں سے متعدد بزرگ ان کے حلقہ حدیث سے بھی مستفید ہوئے جن کے نام نامی یہ ہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک، فضالہ بن عبیدؓ، ابوامامہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ام درداءؓ۔

تابعین میں سے اکثر اعیان و اجلائے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے' بعض کے نام یہ ہیں:

سعید بن مسیبؓ' بلال بن ابودرداءؓ علقمہ بن قیس' ابومرہ مولیٰ ام ہانی' ابوادریس' خولانی' جبیر بن نفیر' سوید ابن غفلہ' زید بن وہب' معدان بن ابی طلحہ' ابوحبیبہ طائی' ابوالسفر ہمدانی' ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن' صفوان بن عبداللہ' کثیر بن قیس' ابوبحر عبداللہ بن قیس' کثیر بن مرہ' محمد بن سیرین' محمد بن سعد بن ابی وقاص' محمد بن کعب قرظی' ہلال بن یساف وغیرہم۔

حضرت ابودرداءؓ کے سلسلہ سے جو روایات احادیث میں مدون ہیں' ان کی تعداد ۱۷۹ ہے' جن میں سے بخاری میں ۱۳ اور مسلم میں ۸ مندرج ہیں۔

فقہ:

مسائل فقہ میں بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے' لوگ دور دراز مسافت طے کر کے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت کرنے آئے۔ مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکورہ شادی پر رضامند نہ تھا' اس کی والدہ نے جبراً شادی کر دی شادی کے بعد میاں بیوی میں محبت زیادہ بڑھ گئی اس وقت ماں نے کہا کہ اس کو طلاق دے دو' اب وہ طلاق کے لیے آمادہ نہ ہوا' حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ میں کسی شق کی تعین نہیں کرتا' نہ طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں' اور نہ والدہ کی نافرمانی جائز سمجھتا ہوں' تمہارا دل چاہے تو طلاق دے دو یا موجودہ حالت پر قائم رہو' لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماں کو جنت کا دروازہ کہا ہے[1]

ابوحبیبہ نے استفسار کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دیئے تھے'

[1] مسند ج ۵ ص ۹۸۔

marfat.com

اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں ان کو کسی مصرف میں صرف کر دوں۔ اب فرمائیے کہ سب سے بہتر مصرف کون سا ہے؟ حضرت ابو درداءؓ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مجاہدین سب سے بہتر ہیں[1]

اخلاق و عادات:

حضرت ابو درداءؓ فطرۃً نہایت نیک مزاج اور صالح تھے۔ اسلام کی تعلیم نے اس طلاء کو اور خالص بنا دیا تھا' حضرت ابوذر غفاریؓ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ حق گو اور حریت مجسم تھے' اور ابتداءً شام میں رہتے تھے' یہاں بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے محفوظ تھے' امیر معاویہؓ وغیرہ کو برسر دربار ٹوک دیتے تھے' ابو درداء کی نسبت خود ان سے انہوں نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی پاتے اور آنحضرت ﷺ کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا[2] اس سے زیادہ حضرت ابوالدرداء کی طہارت اخلاق کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

بایں ہمہ کہ وہ بساط نبوت کے حاشیہ نشین تھے' خالق کون و مکان کے جلال و جبروت کا تخیل ان کے جسم میں رعشہ پیدا کر دیتا تھا' ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی ہر آیت پیکر امروز جر بن کر نمودار ہوگی' اور مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی' آیۂ آمرہ کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا' پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا' آیۂ زاجرہ بولے گی بالکل نہیں' لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا؟[3]

عبادات میں قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ تین چیزوں کے نہایت سختی سے پابند تھے ہر ماہ تین دن روزے رکھتے' وتر پڑھتے' اور حضر و سفر میں چاشت کی نماز ادا کرتے' ان چیزوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ان کو وصیت فرمائی تھی[4]

ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے تھے' تسبیح ۳۳ مرتبہ' تحمید ۳۳ مرتبہ' تکبیر ۳۴ مرتبہ[5]

---

[1] مسند ج ۵ ص ۹۸۔ [2] مسند عبادہ ص ۱۴۷ ج ۵۔ [3] کنز العمال ج ۷ بحوالہ ابن عساکر۔
[4] مسند ج ۶ ص ۴۴۰۔ [5] ایضاً ج ۵ ص ۱۹۶۔

marfat.com

حضرت ابودرداء کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی' وہ دنیائے دوں کی دلفریبیوں اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے' فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیے۔

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ ان سے ملنے ان کے گھر گئے' یہ دونوں مواخاۃ کے قاعدے سے بھائی بھائی تھے' بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع پایا' سبب پوچھا تو نیک بی بی نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی (ابوالدرداءؓ) دنیا سے بے نیاز ہوگئے ہیں' ان کو اب ان چیزوں کی کچھ پروانہیں' حضرت ابودرداءؓ، آئے سلمان کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا سلمانؓ نے کہا آپ بھی آیئے' حضرت ابودرداء نے کہا میں تو روزہ سے ہوں' سلمانؓ نے قسم کھا کر کہا آپ کو میرے ساتھ کھانا ہوگا ورنہ میں بھی نہ کھاؤں گا' رات کو سلمانؓ نے انہی کے مکان میں قیام کیا' حضرت ابودرداءؓ نماز کے لیے اٹھے' حضرت سلمانؓ نے روک لیا' اور فرمایا بھائی آپ پر خدا کا بھی حق ہے بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی' آپ کو ان سب کا حق ادا کرنا چاہیے صبح کا تڑکا ہوا تو حضرت سلمانؓ نے ابودرداء کو جگایا اور کہا اب اٹھو۔ دونوں بزرگوں نے نماز پڑھی' اس کے بعد ادائے دوگانہ کے کے لیے مسجد نبویؐ گئے' حضرت ابودرداءؓ نے آنحضرت ﷺ سے سلمان کا واقعہ بیان کیا' آپؐ نے فرمایا کہ سلمان نے ٹھیک کہا' وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہیں[1]

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگان نبوت کا فرض تھا' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی اس فرض سے غافل نہ تھے' امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا' جس کی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم وبیش روپے مالک کو دیئے' اسلام میں یہ ناجائز ہے' حضرت ابودرداءؓ نے فوراً ٹوکا' معاویہ! یہ درست نہیں' رسول اللہ ﷺ نے چاندی اور سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے[2]

یوسف بن عبداللہ بن سلام ان کے پاس شام گئے' سفر کا مقصد تحصیل علم تھا' یہ وہ ساعت تھی جب حضرت ابودرداءؓ مرض الموت میں گرفتار تھے' یوسف سے پوچھا کیسے آئے؟ انہوں نے کہا آپ کی زیارت کو' یوسف نے یہ بات چونکہ واقعہ کے خلاف کہی تھی

---

[1] بخاری عن ابی جحیفہ۔ [2] مسند ص ۴۴۰ ج ۶۔

marfat.com

حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے۔[1]

امیر معاویہؓ نے حضرت ابوذر کو شام سے جلاوطن کر دیا' حضرت ابودرداء کو راستہ میں خبر ملی تو دس مرتبہ انا للہ پڑھا' اور کہا کہ اب ان لوگوں کا بھی انتظام کرو' جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ میں کہا گیا تھا۔ اس کے بعد نہایت جوش میں فرمایا' خدایا ان لوگوں نے ابوذر کو جھٹلایا لیکن میں نہیں جھٹلاتا ہوں' لوگوں نے ان کو متہم کیا' لیکن میں نہیں کرتا' اور ان لوگوں نے ان کو خارج البلد کیا' لیکن میں نے اس رائے میں شرکت نہیں کی' کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے برابر کسی کو زمین پر نہیں سمجھتے تھے' اور ان کے برابر کسی سے روا نہ رکھتے تھے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابودرداء کی جان ہے اگر ابوذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالیں تو بھی میں ان سے بغض نہ رکھوں' آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور میں نے سنا تھا کہ ماظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی الحجة اصدق من ابی ذرؓ۔ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو وہ جنتی ہے' حضرت ابوذرؓ نے عرض کی' خواہ زانی اور چور کیوں نہ ہو؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں' یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانوں کو سنانی چاہیے تھی' ابودرداء رضی اللہ عنہ تین مرتبہ پوچھ کر مسلمانوں کو یہ مژدۂ نجات سنانے چلے' راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے' حضرت ابودرداءؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا' آپ نے فرمایا کہ عمرؓ نے صحیح کہا۔[2]

ایک روز مکان میں تشریف لائے۔ چہرہ سے غیظ و غضب عیاں تھا بیوی نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی ایک بات بھی باقی نہیں رہی۔ لوگوں نے سب کو چھوڑ دیا' صرف نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔[3]

ایک مرتبہ سعدان ابن ابی طلحہ العمری کو دیکھا پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے؟ انہوں نے کہا گاؤں میں مگر شہر کے قریب ہے' فرمایا تم شہر میں نماز پڑھا کرو کیونکہ جس مقام

---

[1] مسند ج ۶ ص ۵۲۔ [2] ایضاً ج ۵ ص ۱۹۷۔ [3] ایضاً ج ۵ ص ۴۱۰۔ [4] مسند ج ۵ ص ۱۹۵۔

marfat.com

پر اذان یا نماز نہ ہوتی ہو وہاں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ دیکھو بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے۔[1]

تمام مسلمان ان کا نہایت ادب کرتے تھے' غیظ و غضب کے عالم میں بھی جو کچھ کہہ دیتے تھے لوگ دل سے لگا لیتے تھے' ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا امیر معاویہؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا' امیر معاویہؓ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا' اس نے کہا کہ پہلے انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہنچایا' امیر معاویہؓ نے کہا کہ ٹھہر' میں انصاری کو رضامند کروں گا' لیکن انصاری طالب قصاص تھا وہ راضی نہ ہوا' امیر معاویہؓ نے کہا یہ ابودرداءؓ بیٹھے ہیں جو فیصلہ کر دیں اس کو مان لینا' حضرت ابودرداءؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہنچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کر دے تو اس کے مراتب بلند اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اس حدیث کے سنتے ہی انصاری جو مجسمہ قہر و غضب تھا پیکر تسلیم و رضا بن گیا۔ حضرت ابودرداءؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ انصاری نے کہا تو میں معاف کرتا ہوں۔[2]

فساد و شر سے دور بھاگتے تھے' شام کا ملک حجاز سے کسی حال میں بہتر نہ تھا' لیکن فتنوں کے زمانہ میں شام ایک حکومت کے ماتحت بہرحال قائم رہا' اور حجاز میں ہر سال نئی فوج کشی کا سامنا تھا' حضرت ابودرداء کی سکونت شام کا یہی سبب تھا' فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لیے منازعت کریں میں اس کو بھی چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔[3]

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے' لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے' گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا' ام درداء تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھیں ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو' کہیں لوگ بیوقوف نہ بنائیں۔ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ خود رسول اللہ ﷺ بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے۔[4]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۴۵۔ [2] ایضاً ص ۴۴۸۔ [3] مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۳۱۔ [4] مسند ج ۶ ص ۴۴۸۔

marfat.com

مزاج فطرۃً سادہ تھا' مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے۔ لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے کہ آغوش پروردۂ نبوت اور امام حلقہ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں لیکن ان کو اس کی کچھ پرواہ نہ تھی' ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابودرداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔[1]

بڑے مہمان نواز تھے' تنگ دستی کے باوجود مہمانوں کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے' جب کوئی مہمان آتا حضرت ابودرداءؓ دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا' جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادراہ بھی ساتھ کر دیتے تھے۔[2]

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے[3] حضرت سلمان فارسی جب شام آتے تو انہی کے ہاں قیام فرماتے۔ دل کے نرم تھے' ایک دن کسی طرف جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا حضرت ابودرداءؓ نے کہا کہ اگر ایک شخص کنوئیں میں گرے تو اس کو نکالنا چاہیے' گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ رہے' لوگوں نے عرض کی کہ آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے؟ فرمایا اس شخص میں طبعاً تو کوئی برائی نہیں البتہ اس کا یہ عمل برا ہے' جب چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔[4]

طبیعت میں استغناء اور بے نیازی بھی تھی' عبداللہ بن عامر شام آئے تو بہت سے صحابہ اپنے وظائف لینے گئے' لیکن حضرت ابودرداءؓ اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے' عبداللہ خود ان کا وظیفہ لے کر ان کے مکان پر آئے اور کہا کہ آپ تشریف نہیں لائے اس لیے میں خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب امراء اپنی حالت بدل لیں تو تم بھی اپنے کو بدل لو۔[5]

---

[1] مسند ص ۴۴۳۔ [2] ایضاً ج ۵ ص ۱۹۶۔ [3] ایضاً ص ۱۹۷۔
[4] اسد الغابہ ص ۱۶۰ ج ۴۔ [5] کنز العمال ص ۱۷۱ ج ۲۔

maarfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام' ابوسعید کنیت' خاندان خدرہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا' وہ قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں۔

دادا (سنان) شہید کے لقب سے مشہور اور رئیس محلہ تھے' چاہ بصہ کے قریب اجرہ نام قلعہ ان کی ملکیت تھا' اسلام سے پیشتر قضا کی۔

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا جو پہلے عمان اوسی کی زوجیت میں تھیں' حضرت ابوسعیدؓ انہی کے بطن سے تولد ہوئے یہ ہجرت سے ایک برس پیشتر کا واقعہ ہے۔

اسلام:

مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا' خود انصار داعی اسلام بن کر توحید کا پیغام اپنے قبیلوں کو پہنچاتے تھے۔

مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا' شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں' اس لیے حضرت ابوسعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی۔

غزوات اور دیگر حالات:

ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی حضرت ابوسعید نے اس کے کاموں میں شرکت کی[1] غزوہ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں گئے اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا رسول اللہ ﷺ نے سر سے پاؤں تک دیکھا' کمسن خیال کر کے واپس کیا' مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں تاہم آپ نے اجازت نہ دی۔

اس معرکہ میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کی بجائے پی گئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۵۔

marfat.com

کسی ایسے شخص کو دیکھنے کی خواہش ہو جس کا خون میرے خون سے آمیز ہو تو مالک بن سنان کو دیکھے[1] اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑ کر شہادت حاصل کی۔

باپ نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی' اس سے ان کی شہادت سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا' فاقہ کشی کی نوبت آ گئی' پیٹ پر پتھر باندھا' ماں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ' آج انہوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے۔ پوچھا گھر میں ہے۔ وہاں کیا دھرا تھا۔ اس لیے خدمت اقدس میں پہنچے اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کردے گا' یہ سن کر دل میں کہا میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے پھر مانگنے کی کیا ضرورت؟ یہ سوچ کر چلے آئے' لیکن رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا۔ رزاق عالم نے باب رزق کھول دیا' یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت وثروت میں بڑھ گئے[2]

احد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیا' اس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد غزوہ خندق ہوا' اس میں وہ پانزدہ سالہ تھے۔ عمر کی طرح ایمان کا بھی شباب تھا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان میں دادشجاعت دی۔

صفر ۸ ہجری میں عبداللہ بن غالب لیثی لشکر لے کر فدک روانہ ہوئے یہ بھی ساتھ تھے۔ عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا اور اس مصلحت کے لیے برادری قائم کرنے کی ضرورت ہوئی۔ حویصہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کے بھائی بنائے گئے۔ برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا[3]

ربیع الثانی ۹ ہجری میں علقمہ بن محرز ایک سریہ کے ساتھ بھیجے گئے یہ بھی فوج میں تھے عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ میں صحابہ کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن دراصل ان کا یہ منشا نہ تھا' وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے' طبیعت مذاق کی عادی تھی لوگوں

---

[1] مسند ص ۴۴۹ ج ۳۔ [2] باب غزوہ بنی المصطلق۔

[3] طبقات ابن سعد ص ۹۱ حصہ مغازی۔

marfat.com

نے اس کو صحیح سمجھ کر کودنا چاہا تو خود روکا کہ میں تم سے مذاق کر رہا تھا[1]

اسی سلسلہ میں ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے اور دار قطنی کی روایت کے بموجب ابو سعیدؓ اس کے امیر تھے کسی مقام کی طرف روانہ ہوا' ایک جگہ پڑاؤ تھا' قریب کے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے سردار قبیلہ کو بچھو نے ڈنگ مارا' لوگوں نے بہت علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہ کے پاس جاؤ ان کو شاید کچھ علاج معلوم ہو چنانچہ وہ لوگ آئے اور واقعہ بیان کیا' بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا' میں جھاڑ سکتا ہوں لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی انہوں نے منظور کر لیا' آپ نے جا کر سورۂ الحمد پڑھی اور زخم پر تھوک دیا۔ وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا اور بے تکلف چلنے پھرنے لگا اور ان لوگوں نے بکریاں لے کر مدینہ کا رخ کیا۔ سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے کہ نہیں۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرت ﷺ سے پوچھا جائے آپ نے پورا واقعہ سن کر تبسم کیا اور فرمایا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا' اس کو تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی لگانا[2]

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ' خیبر' فتح مکہ' حنین' تبوک اور اوطاس میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے لیکن چونکہ ان میں ان کا کوئی قابل ذکر کام نہیں ہے' صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرف شرکت حاصل تھا[3] عہد نبوت کے بعد مدینہ ہی میں قیام رہا' عہد فاروقی و عثمانی میں فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں جنگ نہروان پیش آئی اس میں نہایت جوش سے حصہ لیا[4] فرماتے تھے کہ ترکوں کی بہ نسبت خوارج سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہوں[5]

یزید کے مطالبہ بیعت کے وقت جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اور صحابہ کی طرح ابو سعید خدریؓ نے بھی یہ خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ یہیں

---

[1] مسند ص ۶۷ و ابن سعد۔ [2] صحیح بخاری کتاب الاجارہ۔ [3] صحیح بخاری ج ا ص ۲۵۱۔

[4] مسند ج ۳ ص ۵۶۔ [5] ایضاً ص ۳۳۔

marfat.com

تشریف رکھیں[1] مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا۔

۶۳ ہجری میں یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے بیعت کی۔ حضرت ابوسعید بھی ان میں تھے۔

۶۳ ہجری میں اہالیان حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ یزید سے فسخ بیعت کر کے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی' لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا' جس میں اہل مدینہ کو ہزیمت ہوئی اور حضرت عبداللہؓ نہایت جانبازی سے لڑ کر مارے گئے اس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا' مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا' مکان لوٹے جارہے تھے' عورتیں بے ناموس کی جارہی تھیں اور وہ مقام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا' اہل شام کے ہاتھوں قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا۔

صحابہ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہیں جاتی تھی اس لیے حضرت ابوسعید خدریؓ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے' لیکن یہاں بھی پناہ نہ تھی' ایک شامی بلائے بے درماں کی طرح پہنچ گیا اور اندر اتر کر تلوار اٹھائی انہوں نے بھی دھمکانے کی خاطر تلوار کھینچ لی' وہ آگے بڑھا۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری نے یہ دیکھ کر تلوار رکھ دی اور یہ آیت پڑھی: لـئـن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لا قتلك انی اخاف الله رب العالمین.

اگر تم مجھے مارنے کو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہیں مارنے کو تیار نہ ہوں گا' کیونکہ میں خدائے رب العلمین کا خوف کرتا ہوں''۔

شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا' اور کہا خدا کے لیے بتائیے آپ کون ہیں فرمایا ابوسعید خدری۔ بولا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہا ہاں۔ یہ سن کر غار سے نکل کر چلا گیا[2]

غار سے مکان آئے تو یہاں عام دارو گیر تھی' شامی ابن دبحہ کے پاس پکڑ کر لے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو معلوم ہوا انہوں نے جا کر کہا میں نے سنا ہے آپ نے دو امیروں کی بیعت کی' فرمایا ہاں' پیشتر ابن زبیرؓ سے کی تھی پھر

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی۔ [2] اصابہ ص ۸۵ ج ۳ و طبری ص ۴۱۸ حالات ۶۳ھ۔

marfat.com

شامی پکڑ کر لے گئے اور یزید کی بیعت کی' ابن عمرؓ نے کہا اسی کا مجھے خوف تھا' کہا بھائی کیا کرتا؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کو شب و روز کسی امیر کی بیعت میں گزرنے چاہئیں' ابن عمرؓ نے کہا' لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا [1]

وفات:

۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی' بقیع میں دفن کیے گئے اس وقت بہت مسن تھے ہاتھوں میں رعشہ تھا لوگوں نے عمر کا تخمینہ ۷۴ سال کیا ہے [2] لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی [3] اور یہی صحیح ہے۔

اولاد:

دو بیویاں تھیں' ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجزہ تھا جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں دوسری ام عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں اور قبیلہ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں۔ اولاد کے نام یہ ہیں عبدالرحمٰن' حمزہ' سعید [4]

حلیہ:

حلیہ یہ تھا۔ مونچھیں باریک کٹی ہوئی' داڑھی میں زرد خضاب [5]

علم و فضل:

حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے [6]

قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا' انصار کے کئی حلقہ درس قائم تھے جن میں علمائے انصار درس دیتے تھے' حضرت ابو سعید کی طالب علمی کا زمانہ تھا' لوگوں کے پاس بدن کے کپڑے تک نہ تھے' ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت قاری قرأت کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا' آپ سب کے پاس بیٹھ گئے اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل میں بیٹھیں' چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے' اس تمام جماعت میں صرف ابو سعید کو آنحضرت ﷺ پہچانتے تھے [7]

---

1 تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۷۔ 2 مسند ج ۳ ص ۸۶۔ 3 تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۷۔ 4 ایضاً ص ۱۸۔
5 ایضاً ص ۴۲۔ 6 اصابہ ج ۳ تذکرہ ابو سعید خدری۔ 7 مسند ج ۳ ص ۶۳۔

marfat.com

حدیث وفقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے سیکھی تھی' خلفائے اربعہ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایتیں کیں۔

کثرت سے حدیثیں یاد تھیں' ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا یہ ہیں۔

زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابوقتادہؓ، محمود بن لبیدؓ، ابوالطفیلؓ، ابوامامہؓ بن سہل' سعید بن میتبؓ، طارق بن شہابؓ، عطاء، مجاہد' ابوعثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابونضرہ، سعید بن سیرین، عبداللہ بن محریز، ابوالمتوکل ناجی وغیرہم۔

آپ کا حلقہ درس آدمیوں سے ہر وقت معمور رہتا تھا' جو لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر سے موقع ملتا[1]

اوقات درس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کچھ دریافت کرنا چاہتا تو جواب سے مشرف فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابوسعیدؓ سے حدیث سن کر آؤ۔ اس وقت وہ باغ میں تھے' ان لوگوں کو دیکھ کر ان کے پاس آکر بیٹھے اور حدیث بھی بیان کی[2]

روایت حدیث کے ساتھ سماع کی نوعیت بھی ظاہر فرما دیتے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی' وہ ابوسعیدؓ سے راوی تھا' ابن عمرؓ اس کو لے کر ان کے پاس گئے اور پوچھا' اس شخص نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی و سمع اذنی یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا[3]

ایک راوی قزعہ کو ایک حدیث بہت پسند آئی' انہوں نے بڑھ کر پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا تھا' اس سوال پر حضرت ابوسعید کو غصہ آ گیا' فرمایا تو کیا میں بے سنے بیان کر رہا ہوں۔ ہاں میں نے سنا تھا۔

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۵۔ [2] ایضاً ص ۹۰' ۹۱۔ [3] مسند ج ۳ ص ۹۱۔

marfat.com

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا اس کے بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث روایت کی، لیکن رسول اللہ ﷺ کا نام نہیں لیا، ایک شخص نے پوچھا یہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے؟ فرمایا میں بھی جانتا ہوں [1]

اخلاق و عادات:

نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا [2] ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی، ذکر چھیڑا تو روک کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی، لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا [3]

امیر معاویہؓ کے عہد میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہوگئی تھیں، حضرت ابوسعیدؓ سفر کر کے ان کے پاس گئے، اور تمام خرابیاں گوش گزار کیں [4]

ایک مرتبہ انہی سے انصار کے متعلق گفتگو آئی تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم دیا، امیر نے کہا تو صبر کیجیے۔ [5]

ایک مرتبہ مروان سے فضیلت صحابہ کی حدیث بیان کی، وہ بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج بھی اس کے تخت پر بیٹھے تھے، ابوسعیدؓ نے کہا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیوں بتائیں گے ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا دوسرے کو ڈر ہوگا کہ جنبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، یہ سن کر مروان نے مارنے کو درہ اٹھایا، اس وقت دونوں بزرگوں نے ان کی تصدیق کی [6]

اسی طرح مروان نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا کہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہو چکا ہے حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا چاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہیے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہیں تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے [7]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۲۹۔ [2] ایضاً ص ۵۔ [3] ایضاً ص ۶۱، ۷۱۔ [4] ایضاً ص ۸۴۔
[5] ایضاً ص ۸۹۔ [6] ایضاً ص ۳۳۔ [7] مسند ج ۳ ص ۱۰۔

marfat.com

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا' اس میں ابوسعید بھی شریک تھے دیکھا تو دونوں جنازہ کے لیے نہیں اٹھے' فرمایا اے امیر! جنازہ کے لیے اٹھ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اٹھا کرتے تھے یہ سن کر مروان کھڑا ہو گیا[1]

جب مصعب بن زبیرؓ مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تو عید الفطر میں دریافت فرمایا کہ نماز اور خطبہ میں آنحضرت ﷺ کا عمل کیا تھا' فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے چنانچہ مصعبؓ نے اس دن اسی قول پر عمل کیا[2]

ایک مرتبہ شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا' وہ ملاقات کو آئے' ابوسعیدؓ نے ان سے کہا تین مسجدوں کے علاوہ (اور کسی مقدس مقام کے لیے) شد رحال کی ممانعت ہے[3]

ابن ابی صعصعہ مازنی کو جنگل پسند تھا ان کو ہدایت کی کہ وہاں زور سے اذان دیا کریں کہ تمام جنگل نعرہ تکبیر سے گونج اٹھے[4]

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بغیر کچھ کھائے پئے روزے رکھتی تھیں' آنحضرت ﷺ نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے[5]

سنت کے پورے متبع تھے' حضرت ابو ہریرہؓ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے یا کسی سبب نہ آ سکے ابوسعید خدریؓ نے امامت کی ان کے طریقہ نماز سے لوگوں نے اختلاف کیا' انہوں نے منبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح پڑھائی باقی تمہارے طریقہ کی مخالفت تو اس کی مجھے بالکل پرواہ نہیں[6]

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا' ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا۔ پیر پر پیر رکھے لیٹے

---

[1] مسند ۳ ص ۴۷ و ۹۷' [2] ایضاً ص ۹۔ [3] ایضاً ص ۹۳' ص ۳۵۔ [4] ایضاً ص ۹۵۔ [5] مسند ج ۳ ص ۱۸۔

marfat.com

تھے کہ آپ کے بھائی نے آ کر اسی پاؤں پر ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا' انہوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا' تم نے مجھے تکلیف پہنچائی' جانتے تھے کہ درد ہے' جواب ملا ہاں' لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے ممانعت فرمائی ہے[1]

مگر ناحق باتوں پر غصہ بھی آ جاتا تھا' ایک مرتبہ حج پر جا رہے تھے ایک درخت کے نیچے قیام ہوا' ابن صیاد بھی جس کے دجال ہونے میں خود آنحضرت ﷺ کو شبہ تھا اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا۔ ان کو برا معلوم ہوا' لیکن خاموش رہے۔ اس نے خود چھیڑ کر اپنی مظلومیت کی داستان سنائی ان کو رحم آ گیا مگر جب اس نے خلاف واقعہ دعویٰ کیا تو بگڑ کر فرمایا تبالك سائر الیوم[2]

سادگی اور بے تکلفی فطرت ثانیہ تھی' ایک جنازہ میں بلائے گئے سب سے اخیر میں پہنچے لوگ بیٹھ چکے تھے ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کر دی' فرمایا یہ مناسب نہیں انسان کو کشادہ جگہ میں بیٹھنا چاہیے چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ پر جا کر بیٹھے[3]

ابوسلمہؓ سے یارانہ تھا' ایک مرتبہ انہوں نے آواز دی یہ چادر اوڑھے نکل آئے ابوسلمہؓ نے کہا ذرا باغ تک چلئے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ یہ ساتھ ہو لیے[4] اس واقعہ میں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابوسلمہ تابعی اور وہ صحابی ہیں اس کے ماسوا ابوسلمہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

یتیموں کی پرورش کرتے تھے لیث اور سلیمان بن عمرو عبدالعتواری انہیں کے تربیت یافتہ تھے[5]

ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں کھجور کی شاخیں لاتے اور ان کو سیدھا کر کے چھڑی بناتے' یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا اتباع تھا[6]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۱۸۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً ص ۴۳۔ [4] ایضاً ص ۱۸ و ایضاً۔
[5] مسند ج ۳ ص ۶۰۔ [6] ایضاً ص ۱۱' ص ۳۳ ایضاً ص ۶۵۔

marfat.com

حضرت ابو مسعودؓ بدری

نام ونسب:

عقبہ نام' ابو مسعود کنیت' سلسلہ نسب یہ ہے۔ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عمیرہ ابن عطیہ بن حدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور دین حنفی کے پر جوش داعی ثابت ہوئے۔

غزوات اور عام حالات:

تمام غزوات میں شرکت کی' عام خیال یہ ہے کہ بدر میں شریک نہ تھے' صرف بدر کی سکونت سے بدری مشہور ہوگئے' لیکن یہ صحیح نہیں۔ امام شعبہ' بخاری' مسلم ان کی شرکت بدر کا اعتراف کرتے ہیں' امام بخاری نے جامع صحیح میں اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کیا ہے۔[1] اس کے سوا بیعت عقبہ کی شرکت پر تمام ائمہ فن متفق ہیں' پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ میں اقامت پذیر رہے' کچھ دنوں بدر میں سکونت رکھی' حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کوفہ میں منتقل ہوگئے[2] اور یہاں مکان بنوالیا تھا[3]

جناب امیر کے احباب خاص میں تھے' جب آپ جنگ صفین کے لیے روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنا کر گئے' اور آپ کی واپسی تک کوفہ انہی کی ذات سے مرکز امارت رہا۔[4]

جنگ صفین کے بعد وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا' اور آپ مدینہ لوٹ آئے۔

وفات:

۴۰ ہجری میں انتقال کیا' بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ کے اخیر زمانہ خلافت تک موجود تھے' لیکن یہ غلطی سے خالی نہیں۔ تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے' جن کا زمانہ قطعاً ۴۰ ہجری کے بعد تھا۔

---

[1] مسند ج ۴ ص ۱۲۰۔ [2] بخاری ج ۲ ص ۵۷۱۔ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۲۔ [4] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۲۔

marfat.com

اولاد:

لڑکے کا نام بشیر تھا' ایک صاحبزادی تھیں' جو امام حسین ؓ کو منسوب تھیں' زید انہی کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔ بشیر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یا کچھ بعد میں پیدا ہوئے تھے۔

فضل وکمال:

حضرت ابومسعودؓ نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کا فرض بھی انجام دیا' اور راویان حدیث کے تیسری طبقہ میں ان کا شمار ہے' اور کتب حدیث میں ۱۰۲ روایتیں ان کی موجود ہیں[1] رواۃ میں تابعین کے کئی طبقے داخل ہیں' جن میں مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں:

بشیر' عبداللہ بن یزید خطمی' ابووائل' علقمہ' قیس بن ابی حازم' عبدالرحمٰن بن یزید نخعی' یزید بن شریک تیمی' محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری۔

اخلاق:

پابندی احکام رسول اور امر بالمعروف آپ کے خاص اوصاف تھے' حکم نبوی کی متابعت کا یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے غلام کو مار رہے تھے' پیچھے سے آواز آئی۔ ابومسعود ذرا سوچ کر ایسا کرو! جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا' اس کو تم پر بھی قدرت دے سکتا ہے یہ آنحضرت ﷺ کی آواز تھی' دل پر خاص اثر پڑا' قسم کھا کر عرض کی کہ آئندہ کسی غلام کو نہ ماروں گا اور اس کو آزاد کرتا ہوں[2]

امر بالمعروف کے فرض سے بھی غافل نہ رہتے تھے' ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہؓ نے امارت کوفہ کے زمانہ میں نماز عصر دیر سے پڑھائی' اسی وقت ان کو ٹوکا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز پنج گانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے' اور فرماتے تھے کہ ھکذا امرت[3] سنت کی پوری اتباع کرتے تھے' ایک روز لوگوں سے کہا جانتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے' پھر خود نماز پڑھا کر بتائی۔ نماز میں مل کر کھڑے ہونا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے لوگوں نے اس کو چھوڑا تو فرمایا' اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا' اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو' اسی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

---

[1] مسند ج ۵ ص ۲۷۳' ۲۷۴۔ [2] صحیح بخاری ص ۱۵۷ ج ۲۔ [3] مسند ج ۵ ص ۱۲۲۔

marfat.com

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حارث نام' ابوقتادہ کنیت' فارس رسول اللہ لقب' قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے' حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس ابن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج' والدہ کا نام کبشہ بنت مظہر بن حرام تھا' اور بنوسلمہ میں سواد بن غنم کے خاندان سے تھیں۔

ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پیشتر مدینہ میں پیدا ہوئے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے' احد اور خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ ربیع الاول ۶ ہجری میں غزوہ ذی قرد یا غابہ پیش آیا' اس میں ان کی شرکت نمایاں تھی' آنحضرت ﷺ کی اونٹنیاں ذی قرد نامی ایک گاؤں میں چرا کرتی تھیں آپ کے غلام جن کا نام رباح تھا' ان کے نگراں تھے' چند غطفانی چرواہوں کو قتل کر کے اونٹنیوں کو ہانک لے گئے' سلمہؓ بن اکوع ایک مشہور صحابی تھے' انہوں نے سنا تو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رخ کر کے ''یاصباحاہ'' کے تین نعرے لگائے' اور رباح کو آنحضرت ﷺ کے پاس دوڑایا' اور خود غطفانیوں کے تعاقب میں رہے۔

آنحضرت ﷺ نے مدد کے لیے تین سوار بھیجے اور پیچھے ابوقتادہؓ انصاری اور ان کے پیچھے مقداد کندی گھوڑا اڑاتے چلے آ رہے تھے' غطفانی سواروں کو دیکھ کر فرار ہو گئے' لیکن اخرم کو شوق شہادت دامن گیر تھا۔ غطفانیوں کے پیچھے ہو لیے' آگے بڑھ کر ان میں

marfat.com

اور عبدالرحمٰن غطفانی میں مقابلہ ہو گیا اور اخرم شہید ہو گئے۔ عبدالرحمٰن ان کا گھوڑا لے جانا چاہتا تھا کہ ابوقتادہؓ پہنچ گئے اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا اور عبدالرحمٰن کا قصہ بھی پاک ہو گیا' یہاں سے لوٹے تو رسول اللہؐ سے ملاقات ہوئی' آپ نے قصہ سن کر فرمایا (کان خیر فرساننا الیوم ابو قتادہ) یعنی آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے[1]

شعبان ۸ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیوں کو روانہ فرمایا' حضرت ابوقتادہؓ ان کے امیر تھے' چھاپہ مارنا مقصود تھا' اس لیے رات بھر چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے تھے' مقام خضرہ میں قبیلہ غطفان آباد تھا' جو غارت گر امن و امان اور مسلمان کا قدیم دشمن تھا' حضرت ابوقتادہ موقع پا کر اچانک پہنچ گئے۔ قبیلہ طاقتور تھا' بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور میدان کارزار گرم ہو گیا لیکن ابوقتادہ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا' ہر شخص سے تعرض کی ضرورت نہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہو گیا اور ۱۶ دن کے بعد مال غنیمت لے کر صحیح و سالم مدینہ واپس آئے' مال غنیمت میں ۲۰۰ اونٹ' ۲۰۰۰ بکریاں اور بہت سے قیدی تھے۔

اس کا خمس نکال کر باقی وہیں تقسیم کر لیا گیا' حضرت ابوقتادہؓ کے حصہ میں ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی' آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے لیے مانگ کر محمیہ بن ضرہ کو دے دیا[2]

اس کے کچھ ہی دنوں بعد رمضان کے مہینہ میں ۸ آدمیوں کا ایک سریہ بطن اخم کی طرف بھیجا' حضرت ابوقتادہؓ اس کے بھی سرگروہ تھے بطن اخم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے ۳ منزل کے فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے' آنحضرت ﷺ مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کر چکے تھے' ان لوگوں کے بھیجنے کا مدعا یہ تھا کہ لوگوں کو مکہ کا خیال نہ آئے اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو' ذی خشب پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ روانہ ہو گئے ہیں' اس لیے یہ لوگ وہاں سے چل کر سقیا میں آنحضرت ﷺ کے لشکر کے ساتھ شریک ہو گئے[3]

---

[1] صحیح مسلم ص ۱۰۱ ج ۲۔ [2] طبقات حصہ مغازی ص ۶۔ [3] طبقات حصہ مغازی ص ۹۶۔

marfat.com

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین واقع ہوا۔ لڑائی اتنی سخت تھی کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے' لیکن حضرت ابوقتادہؓ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی۔ ایک مسلمان اور مشرک میں لڑائی ہو رہی تھی' دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر میں تھا' حضرت ابوقتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس مشرک پر پیچھے سے حملہ کیا تلوار کندھے پر پڑی جو زرہ کاٹتی ہوئی اچٹ کر ہاتھ تک پہنچی اور ہاتھ صاف ہو گیا' وہ دوسرے ہاتھ سے دست و گریبان ہو گیا۔ آدمی تنومند تھا۔ اس زور سے دبایا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے' لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا۔ اس لیے ابوقتادہؓ نے موقع پا کر قتل کر دیا' خود کہتے ہیں کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے لیکن قضا اس کی آئی تھی۔

مکہ کا ایک آدمی ادھر سے گزر رہا تھا' اس نے مقتول کا سارا سامان اتار لیا اس وقت لشکر اسلام میں عجیب سراسیمگی طاری تھی' لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے' یہ بھی اسی طرف چلے' ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے' ان سے پوچھا کیا بات ہے حضرت عمرؓ نے کہا جو خدا کی مرضی' اتنے میں لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ نے اعلان کیا کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا مال و متاع ثبوت کے بعد اس کو دلایا جائے گا' حضرت ابوقتادہؓ نے اٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے' کسی طرف سے آواز آئی تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوقتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے سارا قصہ گوش گزار کیا' ایک شخص بولا سچ کہتے ہیں ان کا سامان میرے پاس ہے' لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجئے' حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ ناانصافی ہے خدا کا شیر امارت اور مال سے محروم رہے اور قریش کی ایک چڑیا مفت میں مزے اڑائے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا حقیقت یہی ہے' بہتر ہے کہ ان کا مال انہی کو دے دو۔

حضرت ابوقتادہؓ نے اس کو فروخت کر کے بنوسلمہ میں ایک باغ خریدا' قبول اسلام کے بعد جائیداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی۔[1]

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۸ و مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶۔

marfat.com

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں امارت مکہ پر نامزد ہوئے، لیکن پھر کسی وجہ سے قثم بن عباسؓ امیر بنائے گئے، یہ ۳۶ ہجری کا واقعہ ہے۔ اسی سنہ میں جنگ جمل اور دوسرے سال صفین کا معرکہ ہوا، حضرت ابوقتادہؓ دونوں میں شریک ہوئے۔ ۳۸ ہجری میں خوارج نے علم بغاوت بلند کیا، جناب امیر نے جس فوج کے ساتھ فوج کشی کی تھی، حضرت ابوقتادہؓ اس کے پیادوں کے افسر تھے۔

وفات:

سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۴۰ ہجری ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک کوفہ میں انتقال کیا تھا، اور جناب امیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، جس میں ۶ یا ۷ تکبیریں کہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۰ ہجری اور ۶۰ ہجری کے درمیان انتقال کیا، امام بخاری نے اوسط میں یہی لکھا ہے اور اس پر دلائل قائم ہیں۔

حلیہ:

حلیہ مفصل مذکور نہیں، اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے جس کو جمہ کہتے ہیں کبھی کبھی کنگھی کرتے۔ آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ پراگندہ دیکھا تو فرمایا ذرا ان کو تو درست کرو آدمی بال رکھے تو ان کی خبر گیری بھی کرے، ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ اس سے تو گھٹا ہوا سر اچھا ہے۔

اولاد:

چار بیٹے تھے، عبداللہ، معبد، عبدالرحمٰن، ثابت، موخرالذکر ام ولد سے تولد تھے، بیوی کا نام سلافہ بنت براء بن معرور بن صخر تھا[1] خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھیں، خود صحابیہ اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھیں۔

فضل وکمال:

گو حضرت ابوقتادہؓ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی اشاعت کے فرض سے غافل نہ رہے، لیکن روایت حدیث میں نہایت محتاط تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آنحضرتؐ سے کذب علی

---

[1] طبقات ابن سعد ج وص ۲۰۳۔

marfat.com

الرسول کی حدیث سنی تھی' اس وقت سے وہ حدیث کے باب میں نہایت محتاط ہو گئے تھے۔[1]

تابعین کی ایک مجلس میں حدیث کا چرچا تھا' ہر شخص قال اللہ کذا' قال اللہ کذا کہہ رہا تھا' حضرت ابوقتادہؓ نے سن کر فرمایا' بدبختو! منہ سے کیا نکال رہے ہو؟ آنحضرت ﷺ نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔[2]

لیکن اس احتیاط کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد ۱۷۰ ہے' راویوں میں صحابہ کبار اور تابعین عظام داخل ہیں' حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، ابومحمد نافع بنؓ الاقرع (ان کے آزاد کردہ غلام تھے) سعید بن کعب بن مالک (بہو کے بھائی تھے) کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھیں) عبداللہ بن رباح' عطا بن یسار' ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف' عمر بن سلیم زرقی' عبداللہ بن معبد مازنی' محمد بن سیرین' نبہان مولی التوامہ' سعید بن مسیب' ابن منکدر کہ سپہر حدیث کے آفتاب و ماہتاب ہیں' ان کے لمعات فضل سے مستغنی نہیں۔

اخلاق و عادات:

اخوت اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے پاس نماز کے لیے لایا گیا' آپ نے پوچھا اس پر قرض تو نہیں ہے' لوگوں نے کہا دو دینار (۱۰ روپے) ہیں' فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں' ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو' حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) اگر میں قرض ادا کردوں تو آپ نماز پڑھائیں گے' فرمایا ہاں' چنانچہ انہوں نے قرض ادا کر کے آنحضرت ﷺ کو خبر کی' اس وقت آپ نے جنازہ منگوا کر نماز پڑھی۔[3]

ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا' جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا' ایک روز گئے تو اس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں' پکار کر کہا' نکلو مجھے معلوم ہو گیا ہے اب چھپنا بیکار ہے' جب وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی' اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں تنگدست ہوں' میرے پاس کچھ نہیں ہے اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں' پوچھا واقعی تمہارا حال خدا کی قسم ایسا ہی ہے' بولا ہاں' حضرت ابوقتادہ آبدیدہ ہو گئے اور اس کا قرض معاف کر دیا۔[4]

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۲۹۷۔ [2] ایضاً ص ۳۱۰۔ [3] مسند ج ۵ ص ۲۹۵، ۳۰۲۔ [4] ایضاً ص ۳۱۸۔

marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا تو حضرت خالد کو لکھا کہ وہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں' انہوں نے کسی وجہ سے مالک کو جس نے اسلام قبول کرلیا تھا قتل کرڈالا' حضرت ابوقتادہ کو اتنی ناگواری ہوئی کہ انہوں نے بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا' انہوں نے ایک مسلمان کا خون کیا ہے[1] وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں امر بالمعروف کا خیال رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے کہ ستارہ ٹوٹا' لوگ دیکھنے لگے' فرمایا اس کا زیادہ دیکھنا منع ہے[2]

اکثر خدمت رسول اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوتی تھی' ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اٹھو گے' لوگ پانی ڈھونڈنے نکل گئے' لیکن حضرت ابوقتادہؓ موکب نبوی کے ساتھ رہے' آنحضرت ﷺ اونٹ پر سو رہے تھے' جب آپ اونگھ میں کسی طرف جھکتے تو یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے' ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے انہوں نے ٹیک لگائی' آپ کی آنکھ کھل گئی' فرمایا کون؟ عرض کیا ابوقتادہ فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو۔ کہا شام سے' آنحضرتؐ نے دعا دی حفظك الله كما حفظ رسوله! جس طرح تم نے میری نگہبانی کی' خدا تمہارا نگہبان رہے[3]

فطرۃً نہایت رحیم تھے' جانوروں تک پر رحم کرتے تھے' ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے گھر گئے۔ بہو نے وضو کے لیے پانی رکھا' بلی آئی اور منہ ڈال کر پانی پینے لگی' حضرت ابوقتادہؓ نے بھگانے کی بجائے برتن اس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے' بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں' کہا بیٹی اس میں تعجب کی کیا بات ہے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں' وہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے[4]

شکار کا بے حد شوق تھا ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ جارہے تھے راستہ سے کچھ ساتھیوں کو لے کر نکل گئے' علاقہ پہاڑی تھا' ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنے کی مشق تھی' دوستوں کو لے کر پہاڑ پر تفریحاً چڑھے کہ ایک جانور نظر آیا' انہوں نے بڑھ کر

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸۔ [2] مسند ج ۵ ص ۲۹۹۔ [3] ایضاً ص ۲۹۸۔ [4] ایضاً ص ۳۰۳۔

marfat.com

دیکھا اور پوچھا بتاؤ کون جانور ہے؟ لوگوں نے کہا ہم ٹھیک نہیں بتا سکتے' بولے گورخر ہے' پہاڑ چڑھتے وقت کوڑا بھول آئے تھے' ساتھیوں سے کہا میرا کوڑا لاؤ' یہ لوگ احرام باندھ چکے تھے' اس بنا پر شکار میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے خود نیزہ لے کر گورخر کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کو شکار کر کے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے اٹھانے میں ہاتھ بٹاؤ' لیکن اس میں بھی کسی نے مدد نہ کی' آخر خود اٹھا کر لائے' اور گوشت پکایا لوگوں کو کھانے میں بھی تامل ہوا۔ بعضوں نے کھایا اور بعض محترز رہے' حضرت ابوقتادہؓ نے کہا اچھا! تھوڑی دیر میں بتاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ سے چل کر پوچھتا ہوں' چنانچہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ کیا' آپ نے فرمایا اس کے کھانے میں کیا مضائقہ ہے' خدا نے تمہارے ہی لیے بھیجا تھا' اگر کچھ باقی ہو تو میرے لیے لاؤ' لوگوں نے پیش کیا' آپ نے صحابہ سے فرمایا' اس کو کھاؤ[1]

نہایت ملنسار تھے' اس لیے احباب کا ایک حلقہ تھا' حدیبیہ میں جب آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ جا رہے تھے تو راستہ میں دوست احباب ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے[2] ابومحمد بھی ان کی مجلس کے ایک رکن تھے۔[3]

---

[1] صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۲۸ و ص ۲۶ بر فتح الباری۔ [2] مسند ج ۵ ص ۳۰۱۔ [3] ایضاً ص ۲۹۵۔

marfat.com

حضرت اسیدؓ بن حضیر

نام ونسب:

اسید نام، ابو یحییٰ وابو عتیک کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں نسب نامہ یہ ہے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام ام اسید بنت سکن تھا۔

حضرت اسیدؓ کے والد (حضیر) قبیلہ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت میں اوس و خزرج میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیر ہی کی زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں جو تمام لڑائیوں کا نچوڑ تھی، سپہ سالاری کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

اس میں انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو بن نعمان رجیلہ کے سپرد تھی وہ نہایت تدبر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا اور اوسی شکست کھا رہے تھے یہ دیکھ کر حضیر خود مقابلہ کو آگے بڑھے اور عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے۔

اسلام:

اس کے تین سال بعد بیعت عقبہ ہوئی، اور حضرت مصعب بن عمیر اشاعت اسلام کے لیے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت اسیدؓ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت مصعبؓ نے اسعد بن زرارہ کے مکان میں قیام کیا تھا اور بنوظفر کے قبیلہ میں بیٹھ کر تعلیم قرآن دیا کرتے تھے، بنوظفر کے مکانات عبدالاشہل سے متصل واقع تھے۔ ایک روز باغ میں مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو خبر ہوگئی سعدؓ نے اسید سے کہا کہ ان کو جا کر منع کرو کہ ہمارے محلہ میں آئندہ نہ آئیں اگر اسعد بن زرارہ بیچ میں نہ ہوتے تو میں خود چلتا۔ ان کے کہنے پر اسید نیزہ اٹھا کر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے، کارکنان قضا نے کہا: ع

marfat.com

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو آتا دیکھ کر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں آپ کے پاس آرہے ہیں ان کو مسلمان بنا کر چھوڑیے گا' اسید نے قریب پہنچ کر پوچھا' تم ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف کیوں بناتے ہو' اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہاں سے چلے جاؤ' مصعبؓ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا' فرمایا آپ بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں' اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج میں آئے کیجیے گا' اسید بیٹھ گئے اور مصعب نے اسلام کی حقیقت بیان کی' کلام پاک کی چند آیتیں پڑھیں' جن کو سن کر ان پر خاص اثر طاری ہوا' اور بے اختیار منہ سے نکلا اس دین میں کیونکر داخل ہوسکتا ہوں؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا' کلمہ پڑھنا اور نماز پڑھنا' اسیدؓ اٹھے اور نہا کر مسلمان ہوگئے۔ چلتے وقت کہا میں جاتا ہوں اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہوں ان کو بھی مسلمان کرنا' اور وہاں سے لوٹ کر حضرت سعدؓ بن معاذ کو روانہ کیا۔ یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے' بیعت عقبہ میں خود شریک ہوئے' آنحضرتؐ نے ان کو عبدالاشہل کا نقیب تجویز کیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

آنحضرتؐ نے زید بن حارثہ کو جو مہاجر اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کا اسلامی بھائی بنایا' غزوات میں سے بدر کی شرکت میں اختلاف ہے احد میں شریک تھے اور ۷ زخم کھائے تھے لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہؐ کے پاس سے ہٹ گیا اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے تھے۔ غزوہ خندق میں لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی مسلمان دس روز تک محصور رہے اور مشرکین شب خون کے ارادہ سے راتوں کو گشت لگاتے تھے اس وقت حضرت اسیدؓ نے ۲۰۰ آدمی لے کر خندق کی حفاظت کی[1]

جب غطفانیوں نے لوٹ مار میں زیادہ سرگرمی دکھائی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے سرداروں (عامر بن طفیل اور زید) کو بلا بھیجا ان دونوں نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلوں میں حصہ دلوایئے تو اس کی تدبیر کی جاسکتی ہے۔ اسید بن حضیر کھڑے تھے' نیزہ سے

[1] طبقات ص ۴۹ حصہ مغازی۔

marfat.com

دونوں کے سر کو ٹھونکا دے کر کہا لومڑی جا بھاگ' عامر کو یہ الفاظ ناگوار گزرے' پوچھا تمہارے باپ تم سے اچھے تھے' جواب دیا کبھی نہیں میں تم سے اور اپنے باپ دونوں سے اچھا ہوں کیونکہ وہ کافر تھے۔

اس کے ایک سال بعد ایک اور غزوہ حدیبیہ سے ایک سال قبل' ابوسفیان نے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا اس نے چھوٹا سا خنجر کمر میں رکھا اور آنحضرت ﷺ کو پوچھتا ہوا عبدالاشہل کی مسجد میں پہنچا' آپؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا یہ دھوکہ دینے آیا ہے' وہ قتل کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا حضرت اسیدؓ نے اس کی لنگی پکڑ کر کھینچ لی اور اس کا خنجر نیچے گر پڑا' وہ سمجھا کہ اب جان کی خیر نہیں' انہوں نے اس کا گریبان مضبوطی سے پکڑ لیا کہ بھاگنے کا قصد نہ کرے۔[1]

خیبر میں سلمہ بن اکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا' مگر ان کی تلوار اچٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہوگئے' حضرت اسیدؓ اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں جو ایک طرح کی خودکشی ہے اس لیے ان کے اعمال رائیگاں گئے' سلمہ نے آنحضرتؐ سے کہا' ارشاد ہوا کہنے والوں نے غلط کہا ان کو دوہرا ثواب ہے۔[2] فتح مکہ میں رسول اللہ ﷺ مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے جن کا دستہ تمام لشکر سے پیچھے تھا اس میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آنحضرتؐ ان کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان تھے۔[3] غزوۂ حنین میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔[4]

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بیعت سقیفہ میں نمایاں حصہ لیا' قبیلہ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ اس میں کامیاب ہوگئے تو تم پر ہمیشہ کے لیے تفوق حاصل کرلیں گے اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے میرے خیال میں ابوبکرؓ سے بیعت کرلینا بہتر ہے اور مشورہ دے کر سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرلیں۔ اوس کی آمادگی کے بعد حضرت سعد بن عبادہ کی قوت ٹوٹ گئی۔[5]

---

[1] طبقات ص ۶۸۔ [2] صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۲۔ [3] طبقات ص ۹۸ حصہ مغازی۔
[4] طبقات ص ۱۰۸۔ [5] تاریخ طبری ص ۱۰۴۳ ج ۶

marfat.com

فتح بیت المقدس میں کہ ۱۶ ہجری کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے۔

وفات:

حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائیداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں آسان صورت یہی تھی کہ جائیداد فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جاتا لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا' قرض خواہوں کو بلا کر ۱۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا اس طرح ۴ برس پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کر دیا اور جائیداد صحیح و سالم بچ گئی فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔

اہل وعیال:

بیوی نے عہد نبوت میں انتقال کیا تھا' چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے کہ ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسیدؓ ابن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی انہوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا' حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپ کی مغفرت کرے آپ ایک جلیل القدر صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے روتے ہیں انہوں نے کپڑا ہٹا لیا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں ہم کو صرف سعد بن معاذؓ پر رونا چاہیے آنحضرت ﷺ ان باتوں کو سنتے رہے۔[1]

لڑکا غالباً ایک ہی تھا اور اس کا نام یحییٰ تھا' صحیح بخاری باب نزول السکینہ والملائکۃ عند قراۃ القرآن میں ان کا تذکرہ آیا ہے۔[2]

فضل وکمال:

دوسرے اکابر صحابہ کی طرح قرآن وحدیث کی نشر و اشاعت میں ان کا بھی حصہ ہے انہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابولیلی انصاریؓ، حضرت کعب بن مالکؓ جیسے جلیل المنزلت صحابہ ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں۔

---

[1] مسند ج ۴ ص ۳۵۲۔ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۰۔

marfat.com

اخلاق و عادات:

تزکیہ باطن نے تمام حجابات اٹھا دیئے تھے ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا وہ بدکا، انہوں نے پڑھنا بند کیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پھر بدکا۔ ان کو ڈر ہوا کہ بچہ پاس لیٹا ہے کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہو چکی تھی اس لیے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا۔ صبح اٹھ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے[1]

ایک رات آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھے تو سخت اندھیرا تھا۔ چھڑی ہاتھ میں تھی ایک صحابی اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی[2]

اس واقعہ کو لوگوں نے کرامات صحابہ میں داخل کیا ہے۔

نہایت صاف گو تھے، اور اس لیے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہو منہ پر کہہ دیتے تھے، حضرت عمرؓ اس فضیلت کی وجہ سے ان کو تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے۔

نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے۔

حضرت سعد بن معاذ کے بعد قبیلہ اوس تمام تر ان کا تابع فرمان تھا۔ ان کے اثر و اقتدار کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں پیشتر سے تمام انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کر کے آئے تھے ان کی ایک جنبش لب نے انصار کی تمام سوچی سمجھی ہوئی اسکیم درہم برہم کر دی تھی۔ انہیں عظیم الشان خدمات کے سبب آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا نعم الرجل اسیدؓ بن حضیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ افراد میں داخل تھے۔

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۷۵۰۔ [2] ایضاً ج ۱ ص ۵۳۷۔

marfat.com

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سماک نام ابودجانہ کنیت' قبیلہ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن عم ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ ابن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے ان کی برادری قائم کی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے' ابودجانہ بولے میں ادا کروں گا' آنحضرت ﷺ نے ان کو تلوار عنایت فرمائی[1] بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا[2]

حضرت ابودجانہؓ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان آ کر کھڑے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے' لیکن ایسے موقع پر کوئی حرج نہیں[3]

معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافر قتل کیے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن میدان سے نہ ہٹے۔

---

1 صحیح مسلم ج۲ ص ۳۴۶۔ 2 اصابہ ج۷ ص ۵۷۔ 3 اسد الغابہ ج۵ ص ۵۴۸۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ ان کی اس جانبازی سے نہایت خوش ہوئے مکان پر تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ سے فرمایا میری تلوار دھوڈالو حضرت علیؓ نے بھی آ کر یہی خواہش کی اور کہا کہ آج میں خوب لڑا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابودجانہؓ بھی خوب لڑے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵۲)

غزوہ بنونضیر کا کل مال اور اسباب رسول اللہ ﷺ کا حصہ تھا' تاہم آپ نے چند مہاجرین اور انصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا' ابودجانہ کو بھی زمین دی تھی جو انہی کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی [1]

غرض تمام معرکوں میں ان کی شرکت نمایاں تھی' مصنف استیعاب لکھتے ہیں: [2]

له مقامات محمودة فی مغازی رسول الله صلی الله علیه وسلم.

''غزوات نبویؐ میں ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے''۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی۔ مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا' مقابلہ تھا وہ اپنے باغ کے اندر سے لڑ رہا تھا۔ مسلمان گھسنا چاہتے تھے لیکن دیوار حائل تھی' ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے' اس کے بعد کہا مسلمانو! مجھ کو اندر پھینک دو!

اس ترکیب سے اگرچہ دیوار پھاند گئے' لیکن پاؤں ٹوٹ گیا' تاہم وہ مشرکین سے دروازہ روکے کھڑے رہے اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے اپنی جگہ سے نہ ہلے [3]

شہادت:

مسلمان اندر پہنچ کر جوش و خروش سے لڑنے لگے' گو ابودجانہ کا پاؤں ٹوٹ چکا تھا' تاہم وہ مسیلمہ کو مارنے کے لیے بڑھے اور آخر خود بھی شہید ہو گئے [4]

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۴۲۔ [2] ایضاً ص ۵۸۲۔
[3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵۳۔ [4] ایضاً ج ۵ ص ۱۸۴۔

marfat.com

فضل وکمال:

اگرچہ حضرت ابودجانہؓ سے حدیثیں منقول نہیں تاہم ان کی نسبت صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

وهو من فضلاء الصحابة واكابرهم.

''یعنی وہ فضلائے صحابہ میں تھے' اور بڑے رتبہ کے شخص تھے''[1]

اخلاق وعادات:

جوش ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی میں ہو چکا ہے' حب رسول جنگ احد میں ظاہر ہوتی ہے جس وقت تمام مجمع آنحضرت ﷺ کے پاس سے منتشر ہوگیا اور صرف چند آدمی آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے' ان میں دو آدمی آپ کے سپر بنے ہوئے تھے' مصعب بن عمیر اور ابودجانہؓ اول الذکر جان دے کر ہٹے' اور ابودجانہ نے کاری زخم کھا کر فدائیت کا ثبوت دیا۔

شجاعت کا اندازہ بھی انہی واقعات سے کرنا چاہیے' صاحب استیعاب لکھتے ہیں:

كان بهمة من اليهم الابطال.

''یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بہادروں میں تھا''[2]

اسد الغابہ میں ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سرخ پٹی باندھتے تھے اور ناز وتبختر سے چلتے تھے۔[3]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵۳۔ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۶۰۲۔ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۴۔

marfat.com

حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو

نام ونسب:

کعب نام، ابوالیسر کنیت، بنوسلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عمرو ابن عبادہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج، ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مرہ تھا، اور بنوسلمہ سے تھیں۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی۔

غزوات:

تمام غزوات میں شریک رہے غزوۂ بدر میں نہایت جوش سے لڑے مشرکین کا علم ابوعزیز بن عمیر کے ہاتھ میں تھا، انہوں نے بڑھ کر چھین لیا ایک مشرک معبہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اسیر کر کے آنحضرت ﷺ کے سامنے لائے، آپؐ ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباسؓ کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کو گرفتار کرنے میں ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی۔ اس وقت ان کا سن ۲۰ سال کا تھا۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے۔

معرکہ خیبر میں جب کہ صحابہ قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ایک رات کسی یہودی کی بکری قلعہ میں جارہی تھی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مجھ کو اس کا گوشت کون کھلائے گا، ابوالیسر نے کہا میں، اور اٹھ کر نہایت تیز دوڑتے ہوئے پہنچے، بہت بکریاں اندر جارہی تھیں انہوں نے دو بکریاں پکڑ لیں، اور بغل میں دبا کر لے آئے، لوگوں نے ان کو ذبح کر کے گوشت پکایا۔[1]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۴۲۷۔

marfat.com

صفین اور دوسری لڑائیوں میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔

وفات:

۵۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا' اصحاب بدر میں یہ سب سے بعد میں فوت ہوئے خیبر والی حدیث بیان کر کے رویا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اٹھالو۔ صحابہ میں صرف میں باقی رہ گیا ہوں وفات کے وقت سن ستر سے اوپر تھا بعض لوگوں نے ۱۲۰ سال لکھا ہے لیکن یہ بداہۃً غلط ہے۔

اولاد:

ایک لڑکا یادگار چھوڑا جس کا نام عمار تھا۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' قد کوتاہ' پیٹ بڑا۔

فضل وکمال:

حدیث کم اور نہایت احتیاط سے بیان کرتے تھے' ایک مرتبہ عبادہ بن ولید سے دو حدیثیں بیان کیں اور حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھ کر کہتے تھے کہ ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانوں نے آنحضرت ﷺ کو بیان فرماتے سنا[۳]

تلامذہ میں عبادہ بن ولید' موسیٰ بن طلحہ' عمر بن حکم بن رافع' حنظلہ بن قیس زرقی' صیفی مولیٰ ابوایوب انصاری اور ربیع بن حراش کا نام داخل ہے۔

اخلاق وعادات:

نہایت رحیم اور نرم دل تھے' بنوحرام کے ایک شخص پر قرض تھا اس کے مکان پر جا کر آواز دی' معلوم ہوا موجود نہیں' اتنے میں اس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا پوچھا تمہارے باپ کہاں ہیں' بولا ان کی چارپائی کے نیچے چھپے ہیں' انہوں نے پکارا کہ اب نکل آؤ تم جہاں پر ہو مجھے معلوم ہے۔ وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سنائی۔ ابوالیسر کا دل بھر آیا اور کاغذ منگوا کر

---

[۱] مسند ج ۳ ص ۴۲۷۔ [۲] ایضاً ص ۴۲۸۔ [۳] صحیح مسلم ص ۴۵۰ ج ۲۔

marfat.com

تمام حروف کو مٹا دیا اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ میں معاف کرتا ہوں[1]

غلاموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے' ایک مرتبہ عبادہ بن ولید ان سے حدیث سننے کے لیے آئے۔ دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابوں کا ایک پشتارہ ہے خود ایک چادر اور ایک معافر کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں' غلام کا بھی یہی لباس ہے' عبادہؓ نے کہا' عم محترم بہتر ہو کو ایک جوڑا مکمل کر لیجیے' یا تو آپ ان کی معافری لے لیجیے اور اپنی چادر ان کو دے دیجیے یا اپنی معافری دے دیجیے اور ان سے چادر لے لیجیے حضرت ابوالیسر نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی' اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ اور جو تم خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ۔[2]

❁❁❁

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵۰۔ [2] ایضاً۔

marfat.com

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

رفاعہ نام' ابولبابہ کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' رفاعہ ابن عبدالمنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام لائے' اور نقیب بنائے گئے۔

غزوات:

اکثر غزوات میں شرکت کی' غزوۂ بدر میں خاص امتیاز حاصل ہوا' ہر اونٹ پر ۳،۳ آدمی سوار تھے' ابولبابہ جس اونٹ پر تھے وہ شہنشاہ زماں کا موکب همایوں تھا' جناب امیر رضی اللہ عنہ بھی اسی پر تھے' وہ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کے اترنے کی باری آتی دونوں جان نثار عزت کرتے کہ آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے' لیکن آنحضرت ﷺ فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے پر قادر نہیں' اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں۔[1]

مدینہ سے دو دن کی مسافت پر روحا ایک مقام ہے' وہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے ابولبابہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے واپس کر دیا اور غنیمت میں جس طرح مجاہدین کا حصہ لگایا تھا' ان کا بھی لگایا۔

غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق میں بھی وہی مدینہ پر آنحضرت ﷺ کے جانشین تھے۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۴۔

[2] ایضاً ص ۱۹۔۴۸۔

marfat.com

۵ھ میں آنحضرت ﷺ نے اہل قریظہ کا جو یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے، محاصرہ کیا، یہ لوگ قبیلہ اوس کے حلیف تھے اس بنا پر انہوں نے ابولبابہ کو مشورہ کے لیے بلایا یہ وہاں پہنچے تو یہود نے بڑی تعظیم کی اور ان کے سامنے اصل مسئلہ پیش کیا، یہودیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے، یہ عجیب دردناک سماں تھا، اس کو دیکھ کر دل بھر آیا، اور کہا کہ میرے خیال میں تم کو آنحضرت ﷺ کا حکم مان لینا چاہیے، گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت میں قتل کر دیئے جاؤ گے۔ کرنے کو تو اشارہ کر گئے لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسول ﷺ کی خیانت ہوئی تو پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہاں سے اٹھ کر مسجد نبوی میں آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون میں باندھا کہ جب تک خدا توبہ قبول نہ کرے، اسی طرح بندھا رہوں گا۔

زیادہ عرصہ گزرا تو آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے دریافت کیا، قصہ معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا، اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں خود استغفار کرتا، غرض ۸،۷ روز اسی طرح گزرے نماز اور حوائج ضروریہ کے لیے زنجیر کھول لیتے تھے۔ اس سے فراغت کے بعد ان کی لڑکی پھر باندھ دیتی، کھانا بالکل ترک تھا۔ کانوں سے بہرے ہوگئے، آنکھیں بھی معرض خطر میں پڑ گئیں، اور ناطاقتی سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے اس وقت رحمت الٰہی کے نزول کا وقت آیا۔

آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے طلوع فجر سے پیشتر آیت توبہ اتری۔ آپ فرط مسرت سے مسکرا اٹھے، حضرت ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، بات کیا ہے؟ فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، اتنا کہا تھا کہ یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوگئی۔ لوگ لبابہ کو کھولنے آئے، انہوں نے کہا جب آنحضرت ﷺ خود آ کر کھولیں گے اس وقت یہاں سے ہٹوں گا، چنانچہ نماز صبح کے لیے جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے حضرت ابولبابہ کو کھولا۔

ابولبابہؓ پر مسرت طاری تھی درخواست کی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس

marfat.com

رہوں گا اور اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو[1] تو یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾

''مسلمانو! تم اللہ اور رسول اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ حالانکہ تم اس کو جانتے ہو' اور خوب سمجھ لو کہ تمہارا مال اور اولاد آزمائش ہیں' اور خدا کے پاس بڑا اجر ہے۔ مسلمانو! تم خدا سے ڈرو گے تو تم کو مختار کرے گا اور تمہاری برائیاں دور کرے گا اور خدا بڑا افضل کرنے والا ہے''۔

۸ھ میں غزوہ فتح ہوا' اس غزوہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا غزوۂ تبوک میں شریک تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون میں باندھا تھا' لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں' غزوہ تبوک میں جو مسلمان بلا عذر رہ گئے تھے وہ صرف تین تھے۔ مرارہ بن ربیعؓ' ہلال بن امیہ' کعب بن مالکؓ' چنانچہ قرآن مجید میں تین ہی کا لفظ موجود ہے وعلی الثلثة الذین خلفوا۔

وفات:

سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے' لیکن اس قدر مسلم ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں وفات پائی۔

اولاد:

دولڑکے چھوڑے' سائب اور عبدالرحمٰن۔

فضل وکمال:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے' برسوں آنحضرت ﷺ کی صحبت سے

[1] کتب رجال ومسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۵۳۔

marfat.com

مشرف رہے تھے، اس اثنا میں بہت حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا ہوگا لیکن ان کی مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے۔

راویان حدیث کے زمرہ میں بعض اکابر صحابہ داخل ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی مسند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن میں مخصوص لوگوں کے نام یہ ہیں:
عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، ابوبکر بن عمرو بن حزم، سعید بن میسب، سلمان اغر، عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبیداللہ بن ابی یزید، نافع مولی ابن عمر، سلئب بن عبدالرحمٰن۔

اخلاق:

معمولی معمولی باتوں میں بھی حدیث نبویؐ پر عمل کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سانپ مارنے کی حدیث سنی تھی، اس کی بنا پر جہاں سانپ دیکھتے مار ڈالتے تھے، لیکن گھر میں نکلنے والے سانپ اس سے مستثنیٰ تھے۔ ابولبابہ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا، ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو، میں اسی طرف سے مسجد جاؤں گا، ابن عمرؓ اٹھے، ادھر سے وہ بھی کھول رہے تھے، پٹ کھلا تو سانپ نظر آیا، عبداللہؓ نے دوڑ کر مارنا چاہا۔ انہوں نے روکا کہ آنحضرت ﷺ نے گھر کے سانپوں کو مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔[1]

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۴۵۲ و ۴۵۳۔

marfat.com

حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان

نام ونسب:

مالک نام' ابوالہیثم کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

زعورا' عبدالاشہل کا بھائی تھا۔ اس بنا پر ابوالہیثم اسید بن حضیر کے ابن عم ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبدالاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا۔ دراصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے' ابن سعد کی یہی رائے ہے لیکن کثرت رائے پہلی روایت کی جانب ہے۔

اسلام:

وہ جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے' ابن سعد میں ہے:

و کان اسعد بن زرارة وابوالهيثم بن التيهان متكلمان بالتوحيد بيثرب یعنی مدنیہ میں اسعد بن زرارہؓ اور ابوالہیثم بن تیہان' توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے[1]

اسعد بن زرارہؓ ۶ آدمیوں کے ساتھ جب مکہ سے مسلمان ہوکر آئے تو ابوالہیثم سے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا' اور اسلام کی تعلیم پیش کی' ابوالہیثم پہلے ہی دین الفطرت کے متلاشی تھے فوراً اس صدا کو لبیک کہا۔

اس کے ایک سال بعد ۱۲ آدمیوں کا جو وفد مکہ گیا' ابوالہیثم اس میں شامل تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دست مقدس پر بیعت کی' دوسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ گئے' اور بیعت حرب میں شریک ہوئے' کہتے ہیں کہ اس میں سب سے پہلے بیعت کے لیے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابوالہیثم تھے' بنوعبدالاشہل کا یہی بیان ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل کیا ہے۔ اس بارے میں بیانات مختلف ہیں' بنونجار' اسعدؓ بن زرارہ

---

[1] طبقات ج ۳ قسم ۱ ص ۱۴۶۔ [2] ایضاً۔

marfat.com

کے تاج عظمت پر طرہ لگاتے ہیں بنوسلمہ کعبؓ بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء بن معرور کا نام لیتے ہیں[1] بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا' بنو عبدالاشہل میں اسید بن حضیرؓ اور ابوالہیثم اس منصب کے لیے پیش کیے گئے۔

غزوات:

عثمان بن مظعون سے کہ بڑے پایہ کے مہاجر تھے' رشتہ اخوت قائم ہوا' غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے۔

وفات:

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت ۲۰ ہجری میں وفات پائی' بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ سے کے عہد خلافت تک زندہ تھے اور صفین میں ان کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے' لیکن یہ صحیح نہیں' واقدی نے صاف تصریح کی ہے کہ صفین میں ان کی شرکت کی خبر بے بنیاد ہے' اس کے ماسوا ۲۰ ہجری میں فوت ہونے پر زہری' صالح بن کیسان اور حاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روایتیں موجود ہیں' ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

فضل وکمال:

حدیث کی بعض کتابوں میں ان سے چند روایتیں مذکور ہیں۔ لیکن ان کی صحت پر مشکل سے یقین کیا جاسکتا ہے امام عسقلانی لکھتے ہیں:

والروایات عن ابی الھیثم کلھا فیھا نظر ولیست تاتی من وجہ یثبت وذالک لتقدم موتہ۔[2]

''یعنی ابوالہیثم سے جتنی روایتیں ہیں سب مشکوک ہیں' ایک بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے''۔

اخلاق:

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ص ۲۷۴۔ [2] اصابہ ج ۲ص ۲۶۔

marfat.com

ایک روز آنحضرت ؐ خلاف معمول باہر تشریف لائے' حضرت ابوبکر بھی پہنچے' پوچھا ابوبکر ؓ اس وقت کیسے آئے' عرض کی حضور کی زیارت کو' تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آ گئے۔ ان سے بھی یہی سوال ہوا' انہوں نے کہا یارسول اللہ ؐ اس وقت بھوک یہاں لائی' ارشاد ہوا میں بھی بھوکا ہوں۔ تینوں بزرگ ابوالہیثم ؓ کے یہاں چلے ابوالہیثم ؓ کے پاس کھجور کے باغات اور بکریوں کے ریوڑ تھے' لیکن کوئی نوکر نہ تھا اور تمام کام خود انجام دیتے تھے' اس وقت وہ گھر میں موجود نہ تھے' مکان پر پہنچ کر آواز دی ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہیں' تھوڑی دیر میں مشک لیے ہوئے آتے دکھائی دیئے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر مشک رکھ دی' اور آپ سے لپٹ کر نہایت ذوق وشوق سے کہنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا' اس کے بعد اپنے باغ میں لے گئے' بیٹھنے کے لیے کوئی چیز بچھا دی اور خود چھوہاروں کی ایک شاخ کاٹ لائے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا پکے چھوہارے لائے ہوتے' عرض کی اس میں پکے' گدر ہر قسم کے ہیں' جو مرغوب خاطر ہو' آپ اس کو نوش فرمائیں' چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا' پانی نہایت صاف اور شیریں تھا' آنحضرت ﷺ نے کھانے کے بعد فرمایا' دیکھو کتنی نعمتیں ہیں' سایہ' عمدہ چھوہارے' ٹھنڈا پانی' خدا کی قسم ان کا قیامت کے دن سوال ہوگا۔ ابوالہیثم اپنے معزز مہمانوں کو باغ میں چھوڑ کر مکان آئے اور کھانے کا سامان کیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا' انہوں نے ایک بچہ ذبح کرایا اور اس کو بریاں کر کے حضور کی خدمت میں لائے' آنحضرت ؐ نے کھانے کے بعد پوچھا تمہارے پاس نوکر ہے' عرض کیا نہیں' فرمایا جب میرے پاس قیدی آئیں تو آنا اسی اثنا میں دو قیدی آئے' ابوالہیثم سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کرلو' انہوں نے آنحضرت ؐ پر چھوڑا' آپ نے ایک کو اس بناء پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا' ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔ غلام کو لے کر گھر آئے' اور بیوی سے یہ قول نقل کیا۔ بیوی بھی نہایت سمجھدار ملی تھیں' بولیں فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو' انہوں نے ایسا ہی کیا' آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میاں بیوی دونوں کی مدح فرمائی[1]

[1] جامع ترمذی ص ۳۹۱۔

marfat.com

حضرت اسعدؓ بن زرارہ

نام ونسب:

اسعد نام' ابوامامہ کنیت' خیر لقب' قبیلہ خزرج سے تھے اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے' نسب نامہ یہ ہے' اسعدؓ بن زرارہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

بعثت نبویؐ سے قبل اگرچہ جزیرہ عرب میں پورا خطہ کفر وظلمت کا نشیمن تھا' تاہم چند نفوس اپنی فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہوگئے تھے' حضرت اسعدؓ بن زرارہؓ بھی انہی لوگوں میں تھے[1]

اسلام:

اسی زمانہ میں مکہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی' اسعد بن زرارہؓ اور ذکوان بن عبدقیس نے جو عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے' ان سے آنحضرت ﷺ کے حالات بیان کیے۔

انہیں سن کر ذکوان نے اسعدؓ سے کہا دونک ھذا دینک یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے' اب اس کو اختیار کرلو چنانچہ حضرت اسعدؓ اٹھ کر بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہوئے اور توحید و رسالت کا اقرار کیا[2] مکہ سے ایمان واسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے وہ مدینہ آ کر ظاہر ہوا چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا' ابوالہیثم بولے کہ تمہارے ساتھ میں بھی آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں[3]

اس بنا پر انصار میں جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے وہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقبہ اولیٰ میں ۶ آدمیوں کے ساتھ

---

[1] طبقات ص ۱۴۶ ج اقسم ا۔ [2] اسد الغابہ ص ۷۱ ج ا۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج اقسم ا۔

marfat.com

مسلمان ہوئے تھے، بہر حال عقبہ اولیٰ کے دوسرے سال ۱۲ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبہ کبیرہ کی بیعت میں شرکت کی، کہتے ہیں کہ اسعدؓ نے سب سے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بونجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سن وسال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے۔

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان شباب پر تھا، حرہ بنی بیاضہ میں جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہیں، باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس آدمیوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا[1]

حضرت کعب بن مالکؓ جو اصحاب عقبہ میں تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعدؓ کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے[2] کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھوں سے پڑی تھی، سچ ہے من سنن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة۔

اسی زمانہ میں نے آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا تو اسعدؓ بن زرارہ نے ان کو اپنے گھر میں مہمان اتارا[3]

ہجرت نبویؐ کے بعد اگرچہ وحی اسلام کا مامن حضرت ابوایوب کا کاشانہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی اونٹنی اسعدؓ بن زرارہ کی مہمان تھی[4]

مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جو جگہ تجویز ہوئی تھی وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی، جو اسعدؓ بن زرارہ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے،[5] آنحضرت ﷺ نے ان کے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اس کی قیمت چاہتے ہیں، لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا اس لیے حضرت ابوبکرؓ سے اس کے دام دلوائے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعدؓ بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۷۱۔ [2] اصابہ ج ۱ ص ۳۲۔ [3] طبقات ج ۳ ص ۴۸۳۔
[4] طبقات ج ۳ قسم ۱ ص ۱۶۰۔ [5] صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱۔

marfat.com

میں تھا' اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا[1]

وفات:

ابھی مسجد نبوی کی عمارت تیار ہورہی تھی کہ شوال ۱ ہجری میں پیغام اجل آیا' حلق میں ایک درد اٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے' اور دست مبارک سے اس کو داغا' لیکن یہ درد پیغام اجل تھا اس لیے روح جسم سے پرواز کرگئی' آنحضرت ﷺ کو سخت رنج ہوا' فرمایا کیا کہوں یہ کیسی بری موتی ہوئی؟ اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کردیا' حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کرسکتا ہوں' یہ واقعہ غزوہ بدر سے قبل کا ہے۔

جنازہ کی نماز آنحضرت ﷺ نے پڑھائی اور بقیع میں لے جا کر دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی' یہ بھی خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلی نماز جنازہ انہی کی پڑھی تھی' اور انصار کے خیال کے مطابق بقیع میں سب سے پیشتر دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے[2]

چونکہ اسعدؓ بنونجار کے نقیب تھے اس لیے ان کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمایا جائے' ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو' اس لیے میں خود تمہارا نقیب ہوں آنحضرت ﷺ کا نقیب بننا بنونجار کے لیے ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر وناز کیا کرتے تھے[3]

اولاد:

حضرت اسعدؓ نے دو لڑکیاں چھوڑیں' اور آنحضرت ﷺ سے ان کے متعلق وصیت کی' چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں[4]

---

[1] زرقانی ص ۴۴۴ ج ۱۔ [2] مسند ابن حنبل ص ۱۳۸ ج ۴۔ اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱۔
[3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۷۱۔ [4] اصابہ ج ۱ ص ۳۳۔

marfat.com

حضرت ابوقیس صرمہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

صرمہ نام' ابوقیس کنیت' سلسلہ نسب یہ ہے' صرمہ بن ابی انس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

اسلام سے پہلے حضرت صرمہؓ میں چند ایسی باتیں تھیں جنھوں نے ان کو پوری قوم میں معزز بنا دیا تھا' دنیا ترک کی' راہب بنے' ٹاٹ پہنا' بت پرستی اور جنابت سے غسل کیا ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہنچایا اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے' اسلام سے قبل ایک عبادت گاہ بھی بنائی اور فرماتے تھے۔ اعبد رب ابراهيم! میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں[1]

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی[2] حضرت صرمہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور حائضہ عورت ہو نہیں جاتے تھے[3]

اسلام:

عالم پیری میں تھا کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا اور آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ انہوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے اس بہجت وانبساط کے موقع پر انہوں نے جو کچھ اشعار لکھے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

ثوى فى قريش بضع عشرة حجة	يذكر لو يلقى صديقا مراتيا
ويعرض فى اهل المواسم نفسه	فلم يلق من يومن ولم يرداعيا
فلما اتانا واطمانت به النوى	واصبح مسرورا بطيبة راضيا
واصبح لا يخشى عداوة واحد	قريبا ولا يخشى من الناس باغيا
بذلنا له الاموال من حل مالنا	وانفسنا غدالوغى والتآسيا

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۴۲۔ [2] اسد الغابہ ج ۹ ص ۷۸۔ [3] ایضاً۔

marfat.com

اقول اذا صلیت فی کل بیعة　　خانیك لا تظهر علی الاعادیا [1]

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا۔

وفات:

۱۲۰ سال کے سن میں وفات پائی' ان کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بدالی انی عشت تسعین حجة　　وعشر اول وما بعدها ثمانیا [2]

فلم الفها لما صفت وعدوتها　　بحسبها فی الدهر الا لیالیا

فضل وکمال:

حضرت صرمہؓ جاہلیت کے سعدی تھے' ان کا موضوع اخلاق تھا' صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

له اشعار کثیرة حسان فیها حکم وصایا.

''ان کے اکثر اشعار حکمت ونصیحت سے لبریز ہیں''۔

چند اشعار یہ ہیں:

سبحو اللہ شرف کل صباح　　طلعت شمسه وکل هلال

عالم السر والبیان لدینا　　لیس ما قال ربنا بضلال

یابنی الارحام لما تقطعوها　　وصلوها قصیرة من طوال

واتقوا اللہ فی ضعاف الیتامیٰ　　ربما یستحل غیر الحلال

واعلموا ان للیتیم ولیا　　عالما یهتدی بغیر السوال

ثم مال الیتیم لا تاکلوه　　ان مال الیتیم یرعاه وال

یبنی النجوم لا تخذلوها　　ان خذل النجوم ذو عقال

یابنی الایام لا تامنوها　　واحذروا مکرها مکر اللیال

واجمعوا امرکم علی البر والتقوی　　وترك الخنا واخذ الحلال [3]

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۳۴۲۔ [2] ایضاً۔ [3] استیعاب جلد ۲ ص ۷۰۳۔

marfat.com

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے[1]

اخلاق:

گزشتہ واقعات میں ترک بت پرستی' اخلاق حسنہ کی طرف سبقت اور رذائل سے اجتناب وتنفر کا تذکرہ ہو چکا ہے اس سے حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی۔ ایام جاہلیت میں حق کا قائل ہونا' اور خدا کی تعظیم و تقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے اور عظمت کے ساتھ کرتے تھے۔ محمد بن اسحاق صاحب سیرت کو چند اشعار ملے تھے[2] جن کو ہم بھی اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

یقول ابوقیس واصبح ناصحا	الا ما استطعتم من وصاتی فافعلوا
اوصیکم باللہ والبر والتقیٰ	اعراضکم والبر باللہ اول
وان قومکم سادوا فلا تحسدونهم	وان کنتم اهل الریاسة فاعدلوا
وان نزلت احدی الدواهی بقومکم	فانفسکم دون العشیرة فاجعلوا
وان یات عزم قادح فارفقوهم	وما حملوکم فی الملمات فاحملوا
وان انتم املقتم فتعففوا	وان کان فضل الخیر فیکم فافضلوا

قبول اسلام کے بعد ضعف پیری کے باوجود روزہ رکھتے تھے اور دن بھر کھیت میں کام کرتے تھے ایک شام کو مکان آئے اور افطار کے لیے کھانا مانگا' اس کے آنے میں کچھ دیر ہوئی یہ محنت سے چور تھے' آنکھ لگ گئی' ابتدائے اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سو جائے تو رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھے' بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خیبة لك تم پر افسوس ہے' صبح اٹھے تو سخت نڈھال تھے۔ دن چڑھے غش آ گیا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے' پوچھا ابوقیس کیسے ہو؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود [3] یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے' اس سہولت کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہو گئے۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۔ [2] ایضاً ص ۲۷۸۔ [3] صحیح بخاری ص ۲۵۶، ۲۵۷ ج ۱۔

marfat.com

حضرت ابو حمیدؓ ساعدی

نام ونسب:

عبدالرحمٰن نام' ابو حمید کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج ابن ساعدہ' والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں' ان کا پورا نام یہ ہے' امامہ بنت ثعلبہ بن جبل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج۔

اسلام:

(غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا[1]

غزوات:

احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے' وادی القریٰ اور تبوک کی شرکت خودان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے[2]

وفات:

امیر معاویہؓ کے آخر عہد خلافت یا یزید کے ابتدائی دور حکومت میں وفات پائی۔

اولاد:

ایک لڑکا چھوڑا' منذر نام تھا۔

فضل وکمال:

ان کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں' حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عروہ ابن زبیر، عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء' خارجہ بن ثابت، عبدالملک بن سعید بن سوید، عمرو بن سلیم زرقی، اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے) عبدالرحمٰن بن سعید جیسے اکابران سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

---

[1] مسند ص ۴۲۴ ج ۵۔ [2] مسند ص ۴۲۴ ج ۵۔

marfat.com

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا:

سمع اذنی بصر عینی و سلوازید بن ثابت 'اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا' اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو۔

اس کا سبب جیسا کہ ابوحمید کی حدیث سے ثابت ہے' آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے[1]

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم الحدیث عنی تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم بعید فانا ابعد کم منہ

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم کسی سے میری کوئی حدیث سنو تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے' اگر دل بول اٹھے' نفس نرم ہو جائے اور عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں کچھ شک نہیں' اور اگر دل کراہیت کرے' طبیعت متنفر ہو اور بعید از قیاس معلوم ہو تو میرا قول ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

یہ حدیث درحقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے' شارع علیہ السلام کا ہر ہر لفظ احکام' اسرار شریعت' مصالح عامہ' تزکیہ باطن اور اثر و تاثیر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے' اس بنا پر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے' صحابہ میں فن درایت اسی کی بدولت پیدا ہوا تھا۔

اخلاق:

ان کے تمام اوصاف میں خدمت رسول اللہ زیادہ نمایاں ہے ایک مرتبہ آنحضرت کی خدمت میں خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا پیالہ میں لے کر آئے' لیکن کھلا لائے تھے' ارشاد ہوا اس کو ڈھانپ کے لاتے خواہ لکڑی ہی رکھ کر[2]

آنحضرت ﷺ کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی ایک مرتبہ صحابہؓ کے مجمع میں

---

[1] مسند ص ۴۴۲ ج ۵۔ [2] مسند ج ۵ ص ۴۲۶۔

marfat.com

(جن کی تعداد مسند میں ۱۰ ہے اور ابوقتادہؓ کے بھی وہاں موجود ہونے کا تذکرہ ہے) انہوں نے کہا انا احفظکم بصلاۃ رسول اللہ، یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔[1]

حضرت اصیرم

نام ونسب:

عمرو نام، اصیرم لقب، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل، والدہ کا نام لیلیٰ بنت یمان تھا اور حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی کی ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے ان کے قبیلے کے تمام زن و مرد حضرت سعدؓ بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہوگئے تھے لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے۔ لیکن غزوہ احد میں جب آنحضرت ﷺ نے میدان کی تیاریاں کیں تو ان کے دل میں یکا یک حق وصداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابوداؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا اور قرض داروں کے ذمہ قرض بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کرکے مسلمان ہونا چاہتے تھے کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی، احد کے موقع پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا اس لیے مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کرلیا۔

احد کی روانگی کے وقت تمام صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جن میں اصیرم کے خاندان عبدالاشہل کے لوگ بھی تھے، اصیرم اپنے محلّہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھر آئے۔ پوچھا میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا، احد۔

---

[1] مسند ج ۵ ص ۴۲۵ و بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱۔

marfat.com

گو اس وقت تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم زرہ اور خود پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر پوچھا' لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا دونوں کام کرو' پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی' ایسی صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لیے بہتر ہوگا' فرمایا ہاں! چنانچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

احد کی شرکت اور شہادت:

اور تلوار لے کر میدان کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا' ان کو دیکھ کر کہا تم یہاں سے واپس جاؤ' جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور کفار کی صف میں کھڑے بہت سے زخم کھائے' زخم اتنے کاری تھے کہ اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی' قبیلہ عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھ کہ اصیرم بھی مردوں میں پڑے ہیں۔ ابھی تک کچھ کچھ سانس آ رہی تھی' پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت کھینچ لائی' بولے نہیں میں مسلمان ہو کر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا۔

میدان سے اٹھا کر گھر لائے' تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہو گئی قبیلہ عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے' اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا' ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی۔

آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا:

عملاً قلیلاً واجراً کثیراً۔ ''اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا''۔

بعض روایتوں میں ہے کہ:

انہ لمن اھل الجنۃ. ''وہ یقیناً جنتی ہیں''۔

چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا' اس لیے لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا' حضرت ابوہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی

marfat.com

ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت میں بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہو گیا ہو جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اصیرمؓ عبدالاشہل[1]

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمرو نام ابوزید کنیت سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود ابن یسیر بن عبداللہ بن صیف بن یعمر بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء اگرچہ عدی ابن ثعلبہ کی اولاد تھے مگر اس کے برادر خزرج کی نسل سے مشہور ہوئے اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:[2]

کثیر ا ماتفعل العرب هذا تنسب ولد الاخ الی عمهم لشهرته.

''عرب میں بسا اوقات چچا کے مشہور ہونے کی وجہ سے بھتیجا بھی اسی کا بیٹا مشہور ہو جاتا ہے''۔

بعض لوگوں نے ان کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

۱۳ غزوات میں شرکت کی[3]

وفات:

عہد نبوت کے بعد بصرہ میں مقیم رہے اور یہیں ۱۲۰ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری و کتب رجال یہ واقعہ ابوداؤد مسلم نسائی حاکم سب میں منقول ہے۔

[2] اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵۔ [3] مسند ص ۳۴۰ ج ۵

marfat.com

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' بشیر اور عزرہ بن ثابت محدث کی والدہ[1]

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' خوبصورت اور میانہ رو[2] تھے' لنگڑا کر چلتے تھے۔

فضل وکمال:

چند حدیثیں روایت کیں' جو صحیح مسلم اور سنن میں موجود ہیں' راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں' علباً بن احمر یشکری' حسن بن ابی الحسن البصری' ابونہیک ازدی' انس بن سیرین' ابوالخلیل' تمیم بن حویص' سعید بن قطن' ابوقلابہ' عمرو بن بجدان' حسن بن محمد عبدس' تمیم بن مریض۔

اخلاق:

حب رسول علانیہ نمایاں تھی' آنحضرت ﷺ بھی ان سے محبت کرتے تھے' ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اٹھا دیکھ کر فرمایا یہاں آؤ اور میری پیٹھ چھوؤ ہاتھ پیٹھ سے ختم نبوت پر پہنچا اور اس کو اچھی طرح دیکھا[3]

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے پانی مانگا' پیالہ میں بال پڑا تھا' انہوں نے جلدی سے نکالا' آنحضرت ﷺ نہایت خوش ہوئے' سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدایا اس کو صاحب جمال[4] کر۔ جن لوگوں نے ان کو ۹۳-۹۴ سال کے سن میں دیکھا بیان کرتے ہیں کہ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ وفات کے وقت جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔[5]

---

[1] مسند ج ۵ ص ۲۴۰۔ [2] مسند ج ۵ ص ۳۴۰۔ [3] ایضاً ص ۳۴۱' ۳۴۰۔

[4] ایضاً ص ۳۴۱۔ [5] ایضاً۔

marfat.com

حضرت ابو عمرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

بشیر نام' ابوعمرہ کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجار۔

والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا۔ قبیلہ نجار سے تھیں' اور حضرت حسان بن ثابت کی ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

بیعت عقبہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات:

بدر' احد اور تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شرکت کی' بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فی کس ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے مرحمت فرمائے۔ معرکہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے' اور ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی [1]

وفات:

میدان میں پہنچے تو بایں ہمہ پیرانہ سالی ۳ تیر چلائے' اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔

اولاد:

دولڑکے چھوڑے' بیوی کا نام معلوم نہیں' مقوم بن عبدالمطلب کہ آنحضرت ﷺ کے چچا تھے' ان کی بیٹی تھیں [2]

---

[1] تہذیب ص ۱۸۶ ج ۱۲۔ [2] اصابہ ص ۱۳۸۔

marfat.com

حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

اوس نام' ابولیلیٰ کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' اوس بن خولی ابن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن بن عوف بن خزرج بن الحارث بن الخزرج۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

شجاع بن وہب اسدی سے مواخاۃ ہوئی' بدر' احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے' ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا' اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے۔[1]

عمرۃ القضا میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے' چونکہ آپ کو قریش سے فریب کا خوف تھا' اس لیے مرالظہران میں ٹھہر کر اوس کو دوسو آدمیوں کے ساتھ بطن یا جج کی طرف روانہ کیا' اوس ذی طوی پہنچ کر مقیم ہوئے۔[2]

آنحضرت ﷺ نے جب انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباسؓ' علیؓ' فضلؓ' قثمؓ اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا' صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا متمنی تھا' لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کر لیے تھے' انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ننہالی اعزہ ہیں' اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے' ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علی کو اپنے بلانے کے لیے قسم دی آپ نے فرمایا' ایک شخص جس کو منتخب کر لو اندر آ سکتا ہے۔ سب نے اوس پر اتفاق کیا' اس وقت دروازہ کھلا اور وہ اندر جا کر بیٹھ گئے۔

---

[1] اصابہ ص ۸۵ ج ا۔ [2] ایضاً وطبقات ابن سعد ص ۸۸ ج ۳ قسم ا۔

marfat.com

لیکن اس کے بعد اٹھے اور پانی پہنچانے کی خدمت انجام دی' قوی آدمی تھے' ایک ہاتھ سے گھڑا اٹھا کر لاتے تھے[1]

دفن کے وقت اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بھی لحد میں اترے[2]

وفات:

شہسواری' کتابت اور تیرنا خوب جانتے تھے' جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا' اس کو کامل کہتے تھے' صاحب اسد الغابہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

کان من الکملۃ. ''کاملین میں تھے''۔

حضرت ابوعبسؓ بن جبیر

نام ونسب:

عبدالرحمٰن نام' ابوعبس کنیت' قبیلہ اوس کے خاندان حارثہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' عبدالرحمٰن بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس' جاہلیت میں عبدالعزیٰ نام تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے اور ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر بنو حارثہ کے بت توڑے[3] خنیس بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی۔

غزوات:

تمام غزوات میں شریک ہوئے' غزوہ بدر میں ۴۸ سال کا سن تھا۔

بنونضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے' اس لیے انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لیے آمادہ ہوئی

---

[1] طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۶۱ و ۶۲ و ۶۳۔ [2] ایضاً ص ۷۶۔

[3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۴۵۔

marfat.com

حضرت ابو عبس بھی ان میں شامل تھے۔

وفات:

۳۴ھ میں انتقال کیا' بیماری میں حضرت عثمانؓ عیادت کو تشریف لائے[1] لیکن مرض اور پیری نے جانبر نہ ہونے دیا' حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی' اور بقیع میں لے جا کر دفن کیا' ابو بردہ بن دینار' محمد بن مسلمہ' قتادہ بن نعمان' سلمہ بن سلامہ بن وقش جیسے اکابر قبر میں اترے' وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ہفتاد سالہ تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں' اوپر گزر چکا ہے کہ بدر میں ۴۸ برس کا سن تھا' اس لیے ان کی عمر ۸۰ سال قرار پاتی ہے' استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے۔[2]

اولاد:

محمد اور زید دولڑکے چھوڑے۔

حلیہ:

آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی' آپ نے ان کو ایک عصا دیا تھا کہ اس کو لے کر چلنے میں روشنی معلوم ہوگی' ضعیفی میں جب بال سفید ہو گئے' مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔[3]

فضل و کمال:

ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا' صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

کان یکتب بالعربی قبل الاسلام۔[4]

''اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے''۔

مسلمان ہو کر قرآن و حدیث سیکھی' ۵ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ہم تک پہنچی ہیں جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں۔

---

[1] استیعاب ص ۶۹۰ ج ۲ [2] اسد الغابہ ص ۲۸۳ ج ۳۔

[3] استیعاب ص ۶۹۰ ج ۲۔ [4] اسد الغابہ ص ۲۸۳ ج ۳۔

marfat.com

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

قیس نام' ابوزید کنیت' قاری لقب' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے۔ قیس بن السکن بن قیس بن زعورا بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار' حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

وفات:

خلافت فاروقی میں جسر ابوعبید کے معرکہ میں شہادت پائی یہ ۱۵ ہجری کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے۔

اولاد:

کوئی صلبی یادگار نہ تھی' اس لیے حضرت انس کو ترکہ پہنچا[1]

فضل وکمال:

معنوی یادگاریں بہت ہیں' اور لاکھوں سے متجاوز ہیں' حضرت ابوزیدؓ انصار کے ان چار حفاظ میں ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پورا قرآن یاد[2] کرلیا تھا' اس بنا پر آج جس قدر حافظ موجود ہیں ان کا سلسلہ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے۔

[1] اصابہ ص ۲۵۵ ج ۵۔ [2] صحیح بخاری ص ۷۴۸ ج ۲، کتاب مذکور ص ۵۶۸ ج ۲۔

marfat.com

حضرت ابواسیدؓ ساعدی

نام ونسب:

مالک نام' ابواسید کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے' مالک بن ربیعہ ابن بدن بن عامر بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی' غزوۂ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے[1] فتح مکہ میں بنوساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' حمید' زبیر' منذر' حمزہ' ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت رکھتی تھی۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' قد کوتاہ' بال گھنے' سر اور داڑھی سفید' کبھی خضاب بھی لگاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں آنکھ جاتی رہی تھی۔

فضل وکمال:

آنحضرت ﷺ سے چند حدیثیں روایت کیں' راویوں میں اصحاب ذیل داخل ہیں: حضرت انسؓ بن مالک، حضرت سہل بن سعد، عباس بن سہل، علی بن عبید' ابوسعید، ابوسلمہ' عبدالملک بن سعید' ابن سوید' ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ' قرہ بن ابی قرہ' یزید بن زیاد۔

marfat.com

(ب)

حضرت براء بن مالکؓ

نام ونسب:

براؓ نام ٗ حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہیں۔ ماں کا نام سحاء تھا ٗ بعض لوگوں نے ان کو حضرت انس کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے ٗ جو صحیح نہیں حضرت ام سلیم کی جس قدر اولادیں پیدا ہوئیں ٗ رجال کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ اس میں براؓ کا کہیں نام نہیں۔

اسلام:

انصار مدینہ کے سر برآوردہ اشخاص تو مکہ جا جا کر مسلمان ہو چکے تھے ٗ عام طبقہ ہجرت نبوی سے پیشتر اور بعد تک حلقہ اسلام میں داخل ہوتا رہا۔ حضرت براؓ بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے۔

غزوات:

بدر میں شریک نہ تھے ٗ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی ٗ جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی ٗ نہایت نمایاں حصہ لیا۔ حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے ٗ براؓ نے کہا کہ تم اٹھو ٗ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد وثنا کے بعد مسلمانوں سے کہا ''مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکال دو آج تم کو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی ایک لہر پیدا ہوگئی ٗ اور وہ لوگ گھوڑوں پر چڑھ چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

ایک سردار سے براء کا مقابلہ ہوا ٗ وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا ٗ انہوں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری ٗ وار اگر چہ خالی گیا تھا ٗ لیکن وہ ڈگمگا کر چت گرا ٗ انہوں نے اپنی تلوار میان میں رکھی اور لپک کر اس کی تلوار چھین لی اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

marfat.com

اس کے بعد برق و باد کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے اور ان کو دھکیل کر باغ کی دیوار تک ہٹا دیا' باغ میں مسیلمہ موجود تھا' اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لیے ایک آخری لڑائی لڑے لیکن حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب رہا' حضرت براءؓ نے مسلمانوں سے کہا لوگو! مجھ کو دشمن کے لشکر میں پھینک دو وہاں پہنچ کر ایک فیصلہ کن جنگ کی' اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے' حامیان مسیلمہ آمادۂ کارزار ہوئے۔ انہوں نے موقع پا کر جلدی سے دروازہ کھول دیا' اور اسلامی لشکر فاتحانہ باغ میں داخل ہو گیا اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی۔

اس جانبازی سے بدن چھلنی ہو گیا تھا ۸۰ سے زائد تیر اور نیزہ کے زخم لگے تھے' سواری پر خیمہ میں لائے گئے' ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا' اس کے بعد شفا پائی' حضرت خالدؓ علالت کے پورے زمانہ تک ان کے ہمراہ رہے۔

حریق کے معرکہ میں جو عراق میں ہوا تھا' نہایت جانبازی دکھائی' شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا' دشمنوں نے آگ میں تپی ہوئی کانٹے دار زنجیریں دیوار پر ڈال رکھی تھیں' جب کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہنچتا تو اس کو زنجیر کے ذریعہ اوپر اٹھا لیتے تھے' حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لیے پہنچے تو قلعہ والوں نے ان کو بھی زنجیر سے اٹھانا چاہا' وہ اوپر کھینچ رہے تھے کہ براء کی نظر پڑ گئی' فوراً دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی اور حضرت انسؓ نیچے گرے' زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ کا تمام گوشت پچ گیا تھا' اور ہڈیاں نکل آئی تھیں۔

تستر (فارس) کے معرکہ میں وہ میمنہ کے افسر تھے' انہوں نے تنہا ۱۰۰ آدمی قتل کیے اور جو شرکت میں مارے گئے' ان کا حد و شمار نہیں۔

وفات:

ہنوز یہ معرکہ جاری تھا اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ ایک دن حضرت انسؓ ان کے پاس گئے' وہ گانے میں مشغول تھے' کہا خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن) اس کو لحن سے پڑھیے' فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ ''کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے'' لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ میں جب مروں گا تو میدان میں مروں گا۔

marfat.com

آنحضرتؐ نے ان کے متعلق ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ مو، غبارآلود، جن کی لوگوں میں کوئی وقعت نہیں ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براء بھی انہی لوگوں میں ہیں اس بنا پر مسلمانوں کو تستر میں جب ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے کہ آج سے قسم کھایئے فرمایا اے خدا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرما۔

اس کے بعد فوج لے کر خود حملہ کیا، زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ امراء میں تھا، مقابلہ پر آیا، انہوں نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کرلیا اور نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے، عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا، دونوں میں پرزور مقابلہ ہوا، اور حضرت براء شہید ہوئے، لیکن میدان مسلمان کے ہاتھ رہا یہ ۲۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

فضل وکمال:

حضرت براء آنحضرت ﷺ کے مخصوص صحابہ میں تھے، وہ برسوں بساط نبوت کے حاشیہ نشیں رہے۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں سنی ہوں گی، لیکن تعجب یہ ہے کہ ان کی روایت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا، مصنف استیعاب لکھتے ہیں:

کان البراء بن مالک احد الفضلاء. (استیعاب ص ۵۷) ''براء فضلاء صحابہ میں تھے''۔

شاید جہاد کی مصروفیت بیان کرنے سے مانع رہی ہو۔

اخلاق وعادات:

انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے ان کو کسی فوج کا افسر نہیں بناتے تھے اور افسران کو لکھتے کہ خبردار! براء کو امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہیں بلا ہیں، سامنے ہی جائیں گے۔

گانے کا بہت شوق تھا، اور آواز اچھی پائی تھی، ایک سفر میں رجز پڑھ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ذرا عورتوں کا خیال کرو، اس پر انہوں نے سکوت اختیار کرلیا۔

marfat.com

حضرت براءؓ بن عازب

نام ونسب:

براء نام' ابوعمارہ کنیت' خاندان حارثہ سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے براء بن عازب ابن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ننہال کی طرف سے حضرت ابوبردہ بن نیار جو غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے اور قبیلہ بلی سے تھے [1] ان کے ماموں [2] تھے پیشتر وہ اپنی سسرال کے حلیف بھی بن چکے تھے۔

حضرت براءؓ کے والد (عازب) صحابی تھے' صحیحین میں ان کا یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خریدا' اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے اٹھوا کر میرے ساتھ بھیجئے' جواب دیا' پہلے ہجرت کا قصہ سنایئے' [3] پھر آپ جا سکتے ہیں۔

اسلام:

مدینہ میں دعوت اسلام عام ہو چکی تھی' ماموں عقبہ میں بیعت کر چکے تھے باپ نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کرلیا تھا' بیٹے نے ان ہی دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی۔

غزوات و دیگر حالات:

قبول اسلام کے بعد احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے۔ مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتوم کی درس گاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی' انہوں نے وہیں تعلیم پائی' پہلے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا' آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربك الاعلیٰ کی سورۃ زیر درس تھی [4]

غزوۂ بدر میں اگرچہ کم سن تھے' تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا۔ [5]

---

[1] اصابہ حالات ابوبردہ۔ [2] مسند ص ۲۸۲ ج ۴۔ [3] صحیح بخاری ص ۵۵۷ ج ۱۔
[4] ایضاً ص ۵۵۸ ج ۱۔ [5] صحیح بخاری ص ۵۶۴ ج ۱۔

marfat.com

غزوہ احد میں پندرہ سال کی عمر میں لڑائی میں شریک[1] ہوئے، خندق،[2] حدیبیہ،[3] خیبر[4] میں بھی شرف شرکت حاصل تھی۔

غزوہ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگے تھے؟ فرمایا بہرحال میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری، جلد باز لوگ البتہ دور تک پھیل گئے تھے۔[5]

اس روایت سے لوگوں نے براءؓ کے عدم فرار پر استدلال کیا ہے کہ بھاگنے کی صورت میں وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہیں۔

غزوہ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع کے قبل آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد کو کچھ لوگوں کے ہمراہ یمن روانہ کیا، حضرت براء بھی ساتھ تھے، ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ اصحاب خالدؓ میں جو لوگ وہاں رہنا چاہیں تمہارے ساتھ رہ سکتے ہیں، اور جو آنا چاہتے ہوں وہ مدینہ چلے آئیں، حضرت براء یمن میں ٹھہر گئے اور وہاں بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔[6]

غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن میں آنحضرت ﷺ کی بہ نفس نفیس شرکت تھی، ان میں سے ۱۵ میں شمولیت حاصل کی[7] غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملا دیئے جائیں تو آنحضرت ﷺ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہو جاتی ہے۔[8]

۲۴ھ (خلافت فاروقی) میں رے فتح کیا، غزوہ تستر میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ تھے، اور جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں ہوئیں سب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ کوفہ میں ایک مکان بنایا اور وہیں سکونت اختیار کی۔

وفات:

۷۲ھ میں مصعب بن زبیر امیر کوفہ تھے، کوفہ مین انتقال فرمایا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوٹی، عبید، ربیع، لوط، سوید، یزید، ان میں سے موخر الذکر عمان

---

1 صحیح بخاری ج۱ ص۵۷۹۔ 2 ایضاً ص۵۸۹۔ 3 ایضاً ص۶۱۰۔ 4 ایضاً ص۶۰۷۔
5 ایضاً ص۶۱۷۔ 6 ایضاً ص۶۲۳۔ 7 مسند ص۲۹۲ ج۴۔ 8 ایضاً ص۲۹۲۔

marfat.com

کے امیر تھے[1] سوید کے حالات میں صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ عمان کے بہترین[2] امیر ثابت ہوئے تھے، ممکن ہے کہ یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں۔

سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے' سونا مردوں کے لیے شرعاً حرام ہے' لوگوں نے اعتراض کیا' فرمایا پہلے واقعہ سن لو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ صرف انگوٹھی رہ گئی' ادھر ادھر دیکھا' پھر مجھ کو بلا کر فرمایا' تم اس کو پہنو یہ خدا اور رسول نے تم کو پہنائی ہے اب تم ہی بتاؤ' جو چیز اللہ اور رسول نے مجھ کو پہنائی ہو اس کو کیونکر اتار پھینکوں[3]

فضل وکمال:

فضلاء صحابہ میں تھے' حدیث کے نشر و اشاعت میں خاص اہتمام تھا' ان کے سلسلہ سے جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ ان کی تعداد ۳۰۵ ہے' ان میں ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

روایت حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے اور اس کی تعلیم خود آنحضرت ﷺ سے پائی تھی' آنحضرت ﷺ ان کو ایک دعا بتائی' اور خود سنا کر ان سے پڑھوایا انہوں نے بـرسولك پڑھا' آنحضرت ﷺ نے بـنبيك بتایا تھا' فرمایا نہیں بـنبيك۔[4] اس کا یہ اثر تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت ان نزاکتوں کا پورا خیال رکھتے تھے ایک مرتبہ اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی فرمایا:

ما كل الحديث سمعناه من رسول الله كان يحدثنا اصحابنا عنه كانت شغلنا عنه رعية الابل.

"یعنی جتنی حدیثیں میں بیان کروں ضروری نہیں کہ سب رسول اللہ ﷺ سے سنی بھی ہوں۔ ہم اونٹ چرایا کرتے تھے' اس بنا پر آنحضرت ﷺ کے پاس ہر وقت حاضر نہ رہ سکتے تھے بہت حدیثیں صحابہ سے روایت کرتا ہوں"۔

جن صحابہؓ سے حدیث روایت کی وہ اپنے طبقہ کے سر برآوردہ تھے' مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوایوبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عازبؓ۔

---

[1] مسند ج ۴ ص ۲۸۸۔ [2] ابن سعد ج ۶ ص ۲۰۷۔ [3] ایضاً ص ۲۹۴۔
[4] ایضاً ج ۴ ص ۲۹۳۔ [5] ایضاً ص ۲۹۳۔

marfat.com

جن لوگوں کو تلمذ کا فخر حاصل تھا وہ اکابر تابعین میں سے تھے' ابن ابی لیلیٰ' عدی بن ثابت' ابواسحاق' معاویہ بن سوید بن مقرن' ابو بردہ' ابوبکر پسران ابوموسیٰ اشعری وغیرہ۔

بسا اوقات حدیث کی مجلس میں صحابہ بھی شریک ہوتے تھے' ابوجحیفہ اور عبداللہ بن زید خطمی تو راویوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے تھے' ان کے علاوہ اور بھی صحابہ آتے تھے ایک روز کعب بن عجرہ چند صحابہ کے ساتھ ان کی مجلس میں تشریف لائے تھے[1]

مجلس میں مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے' بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے۔ بعض مسائل فقہ دریافت کرتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) میں مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہیں' فرمایا کیسے ہوسکتا ہے' اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کو جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا' فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسك (خدا کی راہ میں لڑائی کرو تم صرف اپنے نفس کے مکلّف ہو) تم نے جو آیت پیش کی' خرچ کے بارے میں ہے[2] یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا میں صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائیں گے' ایسا سمجھنا ہلاکت ہے۔

ایک مرتبہ عبدالرحمن بن مطعم (ابومنہال) کے ساتھی نے بازار میں کچھ درہم ایک مدت معینہ کے لیے فروخت کیے' عبدالرحمن نے کہا یہ جائز بھی ہے؟ بولا ہاں' میں نے اس سے پہلے بھی بیچے ہیں لیکن کسی نے برا نہ کہا' یہ براء بن عازب کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا۔ فرمایا آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ہم لوگ اسی طرح خرید و فروخت کرتے تھے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن ادھار ناجائز ہے۔ مزید اطمینان کے لیے زید بن ارقم سے جا کر پوچھو' وہ ہم میں سب سے بڑے تاجر تھے عبدالرحمن' زید بن ارقم کے پاس گئے' انہوں نے براء کی تائید کی[3]

اخلاق و عادات:

اخلاق و عادات میں اتباع سنت' حب رسول' انکسار و تواضع نمایاں ہیں۔ اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھی' ایک روز گھر والوں

---

[1] مسند ص ۳۰۳ ج ۴۔ [2] مسند ص ۲۸۱ ج ۴۔ [3] صحیح بخاری ج ۱۔

marfat.com

کو جمع کر کے کہا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے' آج تم کو دکھا دوں' خدا معلوم میری زندگی کب تک رہے اور وضو کر کے ظہر کی نماز با جماعت پڑھی' پھر عصر' مغرب' عشاء سب اسی طرح پڑھائیں[1]

ایک روز آنحضرت ﷺ کے سجدہ کی نقل کر کے بتائی[2]

ایک مرتبہ ابودرداء ملاقات کو آئے انہوں نے خود سلام کیا' اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خوب ہنسے' پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ آنحضرت ﷺ نے میرے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے[3]

صف نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی فضیلت وارد ہوئی ہے' اس لیے حضرت براءؓ داہنی طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے[4]

رسول اللہ ﷺ کی محبت جان و مال سے زیادہ تھی اور اس کا اثر ہر بات پر نمایاں تھا' آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا' فرماتے کہ آنحضرت ﷺ سب آدمیوں سے خوبصورت تھے میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا۔ جتنی آپ پر کھلتی تھی کسی پر نہ کھلتی تھی[5]

ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کا چہرہ (چمک میں) تلوار کے مانند تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ چاند[6] کے مانند تھا۔

انکسار و تواضع کا یہ حال تھا کہ گو آپ جلیل القدر صحابی تھے' لیکن اپنے کو نہایت ناچیز سمجھتے تھے۔

ایک شخص نے آ کر کہا خوش بختی مبارک! آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں' اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں' فرمایا برادر زادے! تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہم نے کیا کیا[7]

---

[1] مسند ص ۴۸ ج ۴۔ [2] ایضاً ص ۳۰۳۔ [3] مسند ص ۲۸۹ ج ۴۔ [4] ایضاً ص ۳۰۴۔
[5] بخاری ص ۵۰۲ ج ۱۔ [6] ایضاً۔ [7] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۱۔

marfat.com

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

براء نام' ابوبشر کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے براء بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن حنبل بن خزرج۔

والدہ کا نام رباب تھا' جو حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی ہیں حضرت براءؓ اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے جبل ونخل' مسجد خربہ اور چند قلعے ان کی ملکیت تھے۔

اسلام:

عقبہ کبیرہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے' بعض کا خیال ہے کہ عقبہ اولی میں بیعت[1] کی تھی لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہیں' باقی اصحاب سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہیں۔

جس زمانہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' اس وقت تک بیت المقدس قبلہ تھا اور مسلمان اسی کی سمت رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن براء کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے کہ میں اس کی طرف پشت نہیں کرنا چاہتا' اس بنا پر جب عقبہ ثانیہ کی شرکت کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ سے استفسار کیا کہ یا نبی اللہ مجھ کو خدا نے اسلام کی ہدایت دی اور میں سفر کر کے یہاں آیا ہوں میری خواہش ہے کہ نماز کعبہ کی طرف پشت کر کے نہ پڑھوں' میرے ساتھی اس کے خلاف ہیں' اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۷۳ ج ۱۔

marfat.com

اگر کچھ دنوں صبر کرو تو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پا جائے اس وقت حضرت براءؓ نے فرمان نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔

ایام تشریق میں بیعت کا وعدہ ہوا' آنحضرت ﷺ حضرت عباسؓ کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا تم سے ایک شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو براءؓ نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا' ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے' یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لے لیجیے' خدا کی قسم! ہم ایک مسلح جماعت ہیں اور ہم نے ہتھیار ابائن جد وراثت میں پائے ہیں۔ یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی پھر تمام مجمع بیعت کے لیے آگے بڑھا۔

بیعت کے نقباء کا انتخاب ہوا' حضرت براءؓ بنوسلمہ کے نقیب بنائے گئے۔

وفات:

ذی الحجہ میں بیعت کی تھی اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال کیا' وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھ کو قبر میں قبلہ رخ رکھنا اور میرا ثلث مال رسول اللہ ﷺ کی رائے پر ہے جس مصرف میں چاہیں صرف کریں یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لے کر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی قبر پر آئے اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی اور جس مال کے متعلق براءؓ نے وصیت کی تھی اسے قبول فرما کر پھر ان کے لڑکے کو واپس دے دیا۔

اولاد:

اولاد کی تفصیل معلوم نہیں حضرت بشر ایک صاحبزادے تھے جو بیعت عقبہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے براءؓ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو بنوسلمہ کا سردار بنایا تھا' غزوۂ خیبر میں جب آنحضرت ﷺ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تو حضرت بشرؓ نے بھی گوشت کھایا تھا اسی کے اثر سے انتقال فرمایا۔

marfat.com

(ث)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ثابت نام' ابو محمد کنیت' خطیب رسول اللہ لقب' قبیلہ خزرج سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج' والدہ کا نام معلوم نہیں' اتنا معلوم ہے کہ خاندان طے سے تھیں [1]

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لیے تمام شہر امنڈ آیا تھا' اس موقع پر حضرت ثابت نے جو خطبہ دیا اس کا ایک فقرہ یہ تھا:

نمنعک مما نمنع منه انفسنا و اولادنا فمالنا؟ قال الجنة قالوا رضینا [2]

یعنی ہم آپ کی ہر اس چیز کی حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں' لیکن ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملے گا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت'' تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ ''ہم سب راضی ہیں''۔

غزوۂ بدر میں شریک تھے' اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ میں شامل نہیں کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہی رائے ظاہر کی ہے [3] باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے۔

غزوۂ مریسیع ۵ ہجری میں حضرت جویریہ ام المومنین اسیر ہو کر حضرت ثابت اور

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۲۹ ج ۱۔ [2] اصابہ ص ۲۰۳ ج ۱۔ [3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۔

marfat.com

اور ان کے ابن عم کے حصہ میں آئی تھیں' انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا حضرت جویریہؓ نے آنحضرت ﷺ سے مدد طلب کی آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لیے غلامی سے نجات دی اور اپنے حبالہ عقد میں لے لیا[1]

۹ ہجری میں بنوتمیم کا وفد آیا اور بدویانہ طریقہ سے آنحضرت ﷺ کے دروازے پر آ کر آواز دی کہ باہر نکلو آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ کرے' عطارد اوس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا' اس کی تقریر ختم ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ثابت کو حکم دیا کہ تم اس کا جواب دو' حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا کہ اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے[2]

اسی سال مسیلمہ کذاب' بنوحنیفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا' آنحضرت ﷺ ثابت بن قیس کو لے کر اس کے پاس گئے' ہاتھ میں ایک چھڑی تھی' مسیلمہ نے کہا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بنانے کو وعدہ کرو تو ابھی تمہاری اتباع کرتا ہوں' آنحضرت ﷺ نے فرمایا خلافت تو بڑی چیز ہے میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کرتا' خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا میں تیرے انجام کو خواب میں دیکھ چکا ہوں اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابت موجود ہیں ان سے پوچھ۔ اب میں جاتا ہوں۔

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا تو انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر پہنچے' اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا وہ حسب ذیل تھا:

اما بعد! فنحن انصار الله و كتيبة الاسلام وانتم معاشر المهاجرين رهط وقد دفت دافة من قومكم فاذاهم يريدون يختزلونا من اصلنا وان يخضونا من الار[1]

''یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں اور مہاجرین معدودے چند ہیں'

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۱۰ ج ۲۔

marfat.com

تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے، لیکن قریش کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

اسی سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے، انصار حضرت ثابت کی ماتحتی میں تھے۔[1]

وفات:

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا، حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے مسلمانوں کو شکست ہوئی تو حضرت انسؓ نے آ کر کہا چچا! آپ نے دیکھا وہ خوشبو مل رہے تھے، بولے کہ یہ لڑنے کا طریقہ نہیں ہے، لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے اس کے بعد اٹھے اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی۔

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی ایک مسلمان نے اتار لی، ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں، فلاں مسلمان نے میری زرہ اتار لی ہے تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کرلیں اور مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا وہ اس زرہ سے ادا کردیں، اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں، حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی، اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا۔

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔

اہل وعیال:

ایک لڑکی تھی مگر اس کا نام معلوم نہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، یحییٰ، عبداللہ، اسمٰعیل۔

بیوی کا نام جمیلہ تھا جو عبداللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھیں۔[2]

---

۱ طبری ص ۱۸۸۷ ج ۴۔

۲ طبقات ص ۵۹ ج ۵۔

marfat.com

فضل وکمال:

صحیح بخاری میں ان سے ایک روایت منقول ہے[1] اور بھی حدیثیں ہیں جن کو حضرت انسؓ بن مالک‘ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ‘ محمد بن قیس نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثابت نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے‘ انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا‘ آنحضرت ﷺ نے بھی دربار نبوت کا ان ہی کو خطیب تجویز فرمایا[2]

اخلاق:

احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کو موجود پا کر فرمایا‘ کوئی ثابت کی خبر لاتا‘ ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں گھر جا کر دیکھا تو سر نیچے کیے بیٹھے تھے‘ پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت برا حال ہے‘ میری آواز تیز ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے چلا کر بولتا تھا‘ اب میرا سارا عمل باطل ہوگیا اور جہنمی ہوگیا ہوں (یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا جس میں آنحضرت ﷺ کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی) اس شخص نے آنحضرت ﷺ کو خبر کی‘ آپؐ نے فرمایا ان سے جا کہو کہ تم جہنمی نہیں میں تم کو جنت کی بشارت دیتا ہوں[3]

آنحضرت ﷺ کو ان سے جو محبت اور انس تھا‘ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار جب بیمار پڑ گئے تو آپ عیادتؐ کو تشریف لے گئے اور ان کی ان الفاظ میں دعا کی:

اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس.

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۶۸ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۱۸۷۔ [3] تہذیب التہذیب ص ۱۲ ج ۲۔

marfat.com

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ثابت نام، ابوزید کنیت، قبیلہ اشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبدالاشہل۔ بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے ۳ ہجری سال ولادت قرار دیا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔

غزوات:

غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔ ابن مندہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی بدر میں شریک ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن سعد کی روایت کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنہوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی[1] لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روایتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لیے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابت کا سال ولادت ۳ نبوی ہے اس بنا پر ہجرت کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۱۰ سال تھی۔ غزوہ بدر ۲ ہجری اور غزوہ احد ۳ ہجری میں ہوا، اس لیے اس وقت ان کا سن ۱۲-۱۳ سال کا تھا، جو جہاد کے لیے ناکافی ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت آئی ہے کہ:[3]

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضہ یوم احد وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزہ وعرضہ یوم الخندق وھو ابن خمسۃ عشرۃ سنۃ فاجازہ۔

---

[1] طبقات ص ۳۰۔ [2] بخاری ص ۵۵۸ ج ۳۔ [3] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲

marfat.com

''وہ احد میں چہار دہ سالہ تھے' آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں پانزدہ سال تھے اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی''۔

حضرت براء بن عازب ؓ کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے ان روایتوں کی موجودگی میں جو صحیح سند سے ثابت ہیں دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اس بنا پر ہمارے نزدیک بدر واحد کے بجائے ان کا پہلا غزوہ خندق تھا اور حمراء الاسد میں لڑنے کے بجائے دوسرے کاموں کے لیے منتخب ہوئے تھے' چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں:

وکان لیلة الیٰ احمراء الاسد[1] ''یعنی وہ آنحضرت کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے''۔

وفات:

عہد نبویؐ کے بعد شام کی سکونت اختیار کی پھر وہاں سے بصرہ چلے گئے' حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا' بعضوں نے ۶۴ھ کی تصریح کی ہے۔

اولاد:

ایک بیٹا چھوڑا' زید نام تھا' اسی بنا پر بعض نے ان کو حضرت زید بن ثابت ؓ صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے' لیکن یہ غلطی ۔بن ثابت ؓ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے اور کفر کی حالت میں مارے گئے ۔خود ان کے ہم سن تھے اور اس بنا پر ان کے باپ کیونکر ہو سکتے ہو ۔سے نا قابل التفات ہے کہ ابو قلابہ نے ان سے یہ روایتیں کی ہیں اور ۔ابہ ۶۱ھ سے پیشتر کسی طرح روایت کے قابل نہیں ہو سکتے' کیونکہ انہوں نے ۶۹ھ کے بعد تحصیل علم میں قدم رکھا تھا اور حضرت زید بن ثابت ؓ کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ ۵۴ھ میں فوت ہو چکے تھے۔

فضل وکمال:

حضرت ثابت ؓ کے سلسلہ سے جو روایتیں مروی ہیں ان کی تعداد ۱۴ ہے راویوں کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبدالرحمٰن بن معقل داخل ہیں۔

---

[1] بخاری ص ۲۰۱ ج ۱۔

marfat.com

(ج)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

جابر نام' ابو عبد اللہ کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں نسب نامہ یہ ہے' جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ' والدہ کا نام نسیبہ تھا' جن کا سلسلہ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام سے مل جاتا ہے۔

سلمہ کی اولاد اگر چہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی ہے' لیکن خاص بنو حرام قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے۔ حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے' عین الازرق (ایک چشمہ ہے) جس کو مروان بن حکم نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں درست کرایا تھا انہی کی ملکیت تھا' بنو سلمہ کے بعض حصے' قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے قلعے ان کے تحت وتصرف میں تھے۔

عمرو کے بعد یہ چیزیں عبد اللہ کے قبضہ میں آئیں' حضرت جابرؓ انہی عبد اللہ کے فرزند ہیں جو تقریباً ۶۰۴ء (مطابق ۳۴ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل تولد ہوئے تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے ابو ان کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کیے گئے۔ اس بیعت میں ان کا سن ۱۸۔۱۹ سال کا تھا۔

غزوات اور عام حالات:

ان کے والد نے غزوۂ احد میں شہادت حاصل کی کافروں نے مثلہ کر دیا تھا اس لیے جنازہ کپڑوں میں اڑھا کر لایا گیا' حضرت جابرؓ نے کپڑا اٹھا دیا اور دیکھنا چاہا۔ لوگوں نے منع کیا' آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا' بہن پاس کھڑی تھیں' بھائی کی حالت

marfat.com

دیکھ کر ایک چیخ ماری' آنحضرت ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن' فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا فرشتے پروں سے سایہ کیے تھے[1] حضرت عبداللہؓ نے دس خردسال لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں بلک رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ اباجان کی لاش گھر لے آئیں' اور مقبرہ بنی سلمہ میں دفن کر دیں۔ وہ تیار ہو گئے' آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہداء) دفن کیے جائیں گے' وہیں وہ بھی دفن ہوں گے۔ چنانچہ احدؓ کے گنج شہیداں میں دفن کیے گئے۔

ان قرض بہت تھا' حضرت جابر کو اس کے ادا کرنے کی فکر ہوئی' لیکن ادا کہاں سے کرتے؟ کل دو باغ تھے جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی' رسول اللہ ﷺ کے پاس گھبرائے ہوئے آگئے اور کہا یہودیوں کو بلا کر کچھ کم کرا دیجیے۔ آپ نے ان لوگوں کو طلب فرما کر جابر کا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے چھوڑنے سے انکار کیا' پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کر لو' نصف اس سال اور نصف دوسرے سال' وہ لوگ اس پر رضامند نہ ہوئے' آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابر کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمہارے ہاں آؤں گا' چنانچہ سنیچر کو صبح کے وقت تشریف لے گئے' پانی کے پاس بیٹھ کر وضو کیا' مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی' پھر خیمہ میں آ کر متمکن ہوئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہاروں کو قسم وار الگ کر کے خبر کرنا' چنانچہ آپ کو خبر کی گئی آپ تشریف لائے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ حضرت جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا' اور آپ دعا کرتے رہے' خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بھی کچھ بچ گیا' حضرت جابرؓ خوشی خوشی آپ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ قرض ادا ہو گیا' اور اتنا فاضل ہے' آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھی مسرت ہوئی۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو مکان پر لے گئے اور گوشت' خرما اور پانی پیش کیا' آپ نے فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں چلنے کا وقت آیا

---

[1] مسلم ص ۳۴۶ ج ۲' بخاری ص ۵۸۴ ج ۲۔

marfat.com

تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھیے' فرمایا اللھم صلی علیھم[1]
والد کی موجودگی میں کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے بدر میں میدان کا عزم کیا' لیکن باپ مانع ہوئے'
احد میں بھی ایسا ہی اتفاق پیش آیا' لیکن باپ احد میں شہید ہوگئے تو باقی غزوات میں نہایت گرم جوشی سے شرکت کی' اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کو ۱۹ غزوات میں شرف شرکت حاصل ہوا'[2] ابتدائی غزووں میں والد کے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود میدان میں جانا چاہتے تھے اور گھر میں ۹ لڑکیاں تھیں' دونوں کے چلے جانے کے بعد گھر بالکل خالی ہوجاتا[3]

تاہم بعض ابتدائی غزوات میں بھی ان کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے' چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگوں کو پانی پلاتے تھے[4] غزوۂ ذات الرقاع میں جو ۵ ہجری میں ہوا وہ شامل تھے'[5] واپسی کے وقت ان کا اونٹ بھاگ گیا تھا' آنحضرتؐ نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ایک لکڑی سے مار کر دعا کی' اس کا یہ اثر ہوا وہ تیز رو ہوگیا[6]

اسی سنہ میں خندق کا معرکہ پیش آیا' حضرت جابرؓ خندق کھود رہے تھے' اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ خود کدال لے کر ایک سخت پتھر کو کھودنے کے لیے تشریف لائے دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے'[7] یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی ہے کہ جس پر صبر نہیں ہوسکتا' کچھ پکاؤ اور خود ہی ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے ہاں چل کر ماحضر تناول فرمائیے۔ سرور عالمؐ کے کاشانہ میں تین روز سے فاقہ تھا' دعوت قبول ہوئی اور عام منادی کرادی کہ جابرؓ نے سب لوگوں کی دعوت کی ہے' حضرت جابرؓ نے انتظام آپ کے اور دو تین آدمیوں کے لیے کیا تھا' اس

---

[1] یہ واقعہ مسند صفحات ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۱۳' ۶۵، ۹۱، ۹۵، ۹۸ میں موجود ہے بخاری ص ۵۸۰ ج ۲۔
[2] مسند ۳۲۹ ج ۳۔ [3] صحیح بخاری کی روایت ہے ۶ لڑکیاں چھوڑی تھیں۔ [4] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲۔
[5] مسند ص ۳۷۵ ج ۳۔ [6] ایضاً ص ۳۰۰۔ [7] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲ و ص ۷۸۹۔

marfat.com

لیے نہایت تنگ دل ہوئے' مگر ادب سے خاموش رہے' آنحضرت ﷺ تمام مجمع کو لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ خود بھی کھانا نوش فرمایا اور لوگوں نے بھی کھایا[1] پھر بھی بچ رہا' آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ اور لوگوں کے یہاں بھیجو' کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں۔

۶ ہجری میں بنو مصطلق کا غزوہ ہوا' آنحضرتؐ جب روانگی کے قصد سے اونٹ پر سوار ہوئے اور نماز پڑھنے لگے تو ان کو کسی کام سے بھیجا تھا' جب یہ واپس آئے اس وقت کوچ کا حکم دیا۔ اس غزوہ کے بعد غزوہ انمار واقع ہوا' اس میں بھی حضرت جابرؓ موجود تھے۔[1]

اسی سنہ میں آنحضرت ﷺ عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ ۱۵۰۰ جان نثار ہمرکاب تھے' بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیا[2] اور حضرت جابر مشرف بہ بیعت ہوئے'[3] اس میں حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کا اور حضرت جابرؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے ہوئے تھے'[4] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو۔[5]

رجب ۸ ہجری میں ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اس کے امیر تھے' اسلام کی تاریخ میں یہ عجیب ابتلاء کا وقت تھا' لیکن مسلمان اس میں پورے اترے۔ زادراہ ختم ہوگیا' پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانا شروع کیا' آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ پر آئی اور لوگوں نے عطیہ غیبی سمجھ کر نوش جان کیا۔[6]

مچھلی اتنی بڑی تھی کہ سردار لشکر نے اس کی ایک پسلی کھڑی کرائی' اور سب سے اونچا اونٹ انتخاب کر کے لایا گیا' اور وہ اس کے نیچے سے نکل گیا'[7] حضرت جابرؓ پانچ آدمیوں کے ساتھ اس کی آنکھ کی ہڈی کے حلقہ میں بیٹھ گئے تو کسی کو پتہ بھی نہ لگا[8] اس مچھلی کا نام عنبر تھا اور ۱۵ روز تک کھائی گئی' کھانے والے ۳۰۰ تھے۔[9]

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے' جن میں ان کی شرکت رہی' حنین اور تبوک میں بھی ان کا نام صراحت سے آیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جو ۱۰ھ میں ہوا وہ بھی

---

[1] بخاری غزوہ انمار۔ [2] بخاری غزوہ حدیبیہ۔ [3] مسند ص ۳۵۵ ج ۳۔
[4] مسند ص ۳۹۶ ج ۳۔ [5] بخاری غزوۂ حدیبیہ۔ [6] مسند ج ۳ ص ۳۰۸۔
[7] ایضاً۔ [8] مسند ج ۳ ص ۳۰۸۔ [9] مسند ج ۳ ص ۳۰۸۔

marfat.com

شامل تھے [1] ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی جنگ میں حضرت جابر حضرت علی کی طرف سے صفین میں جا کر لڑے [2]

۴۰ھ میں امیر معاویہ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے آیا اور مدینہ منورہ میں ایک خطبہ دیا' اس میں اس نے کہا کہ بنوسلمہ کو اس وقت تک امان نہیں مل سکتی جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہوں حضرت جابر کو جان کا خوف تھا حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس کر جا کر مشورہ کیا' انہوں نے کہا میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے' تم بھی بیعت کرلو' عرض کی یہ تو گمراہی پر بیعت ہے۔ فرمایا مجبوری ہے لیکن میری رائے یہی ہے' ان کے مشورہ کے مطابق بسر کے پاس آ گئے اور امیر معاویہ کی خلافت پر بیعت کی۔

۷۴ھ میں حجاج مدینہ کا امیر تھا۔ اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی۔ گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی [3]

وفات:

یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا' بالکل ضعف اور ناتواں ہو گئے تھے' آنکھوں نے جواب دے دیا تھا' عمر ۹۴ سال تک پہنچ چکی تھی' اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا۔ عقبۂ کبیر کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا' ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے' اس وقت صحابہ کرام کے طبقہ میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے۔ اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بسا غنیمت تھا۔

حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان پر زور توڑا' طائر روح نے اسی سال قفس عنصری کی تیلیاں توڑیں' انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے' اس لیے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز پڑھائی' اور بقیع میں دفن کیا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی پڑھائی تھی۔

---

1 مسند ج ۳ ص ۳۴۹'۴۱، ۲۹۲۔ 2 اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۵۷۔

3 اسد الغابہ ج ۲' حالات سہل بن سعد' ص ۳۶۶۔

marfat.com

اہل وعیال:

حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا تھا' آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا' کسی کنواری سے کیا ہوتا کہ وہ تم سے کھیلتی' تم اس سے کھیلتے' عرض کیا کہ بہنیں خرد سال تھیں اس لیے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی جوان کی کنگھی کرتی' جوئیں دیکھتی' کپڑے سی کر پہناتی' فرمایا' اصبت[1] (تم نے ٹھیک کیا)

دوسری شادی بنوسلمہ میں کی' اسلام میں عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے اس لیے پیام کے بعد لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا' پھر شادی کی[2] پہلی بیوی کا نام سہلہ بنت مسعود تھا[3] صحابیہ تھیں' اور انصار کے قبیلہ ظفر کی لڑکی تھیں' دوسری کا نام حارث تھا' وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلہ اوس سے تھے اور معزز صحابی تھے' بیٹی تھیں[4]

اولاد کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن'[5] عقیل'[6] محمد' حمیدہ' میمونہ' ام حبیب[7]

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' مونچھ خوب کٹی ہوئی' سر اور داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے' آنکھیں اخیر عمر میں جاتی رہی تھیں۔

مکان:

مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا۔ اس لیے ایک مسجد بھی بنوائی تھی[8]

علم وفضل:

تحصیل علم کی ابتداء سرچشمہ وحی سے ہوئی' لیکن تربیت یافتگان نبوت میں جو لوگ علوم وفنون کے مرکز تھے' ان کے حلقوں سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، عمارؓ خالد بن ولید، حضرت ابو بردہؓ بن نیار، ابوقتادہؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوحمید ساعدی، عبداللہ بن انیسؓ،

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۰۸ بخاری ص ۵۸۰ ج ۲۔ [2] مسند ص ۳۳۴ ج ۲۔
[3] فتح الباری ج ۷۔ [4] طبقات ص ۲۰۳۔ [5] مسند ص ۳۳۱ ج ۳۔
[6] ایضاً ص ۳۴۳ ج ۳۔ [7] نزہتہ الابرار قلمی۔ [8] مسند ص ۳۰۳۔

marfat.com

ام شریکؓ، ام مالکؓ، ام مبشرؓ، ام کلثومؓ بنت ابوبکر صدیق (تابعیہ تھیں) سب کے سب ان کے اساتذہ میں داخل ہیں۔[1]

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت کا سفر کرتے تھے، عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام میں رہتے تھے، حضرت جابر کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا، اوران کے پاس جا کر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجیے، میں نے اس لیے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہو جاتا اور حدیث سننے سے رہ جاتی۔[2]

اسی طریقہ سے مسلمہ بن مخلد امیر مصر سے حدیث سننے کے لیے مصر کا سفر کیا، اور حدیث کی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے۔ حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم تھا، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر میں ان کا دریائے فیض رواں تھا۔[3]

کمالات کے مظہر تفسیر و حدیث و فقہ کے فن تھے، تفسیر میں اگرچہ روایتیں زیادہ نہیں تاہم معتد بہ ہیں، لوگوں میں ورود کے معنی میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم میں داخل نہ ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائیں گے، مگر مسلمان کو نجات مل جائے گی، حضرت جابرؓ سے پوچھا، فرمایا بروفاجر، نیک و بدسب جہنم میں داخل ہوں گے، لیکن اچھوں پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پھر متقیوں کو نجات ملے گی اور ظالم اس میں رہ جائیں گے۔[4]

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، انہوں نے حضرت جابرؓ سے مناظرہ کیا، اور خلود فی النار کے متعلق جتنی آیتیں قرآن میں ہیں، سب پڑھیں، حضرت جابرؓ نے فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم جانتے ہو انہوں نے کہا استغفراللہ میرا خیال بھی نہیں ہوسکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آیتیں مشرکین کے متعلق ہیں جو لوگ عذاب دینے کے بعد نکال لیے گئے ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں اس کو بیان فرمایا ہے۔[5]

---

1 ادب المفرد بخاری۔ 2 فتح الباری ص ۱۵۹ ج ۱۔ 3 اصابہ ص ۲۳۰ ج ۱۔
4 مسند ج ص ۳۲۹۔ 5 ایضاً ص ۳۳۰۔

marfat.com

حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے، اشاعت حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا، بایں ہمہ کہ کثیر الروایات تھے، اور ان کی مرویات کی ۱۵۴۰ تک پہنچتی ہیں، بیان حدیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی سمعت کا لفظ بولنا چاہتے تھے کہ رک گئے اور اپنے اوپر موقوف کردی، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کو الفاظ پر اطمینان نہ ہو سکا۔[1]

تلامذہ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں تابعین کا ہر طبقہ ان کے خرمن فیض کا خوشہ چین ہے، لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں:

امام باقر، محمد بن منکدر، سعد بن مینا، سعید بن بلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری، محمد بن عمرو بن حسین، حسن بن محمد بن حنفیہ وغیرہم۔

فقہ بھی ان کی علمی موشگافیوں کا مظہر ہے، وہ مسائل و فتاویٰ جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے اور انہوں نے جو جوابات دیئے اگر وہ جمع کیے جائیں تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

اخلاق و عادات:

اقامۃ حدود اللہ، جوش ایمان، اور جرأت اظہار حق، امر بالمعروف، مودت رسول، اتباع سنت و رفق بین المسلمین، اخلاق کی بیخ و بنیاد ہیں، اور قدرت نے جابر کو نہایت فیاضی سے ان تمام چیزوں سے حصہ دیا تھا۔ اقامت حدود اللہ ہر مسلمان کا فرض ہے، حضرت جابر کو اس میں یگانہ و بیگانہ کا فرق و امتیاز روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعزؓ اسلمی جو مدینہ کے باشندے اور اصحاب پاک میں داخل تھے ان کی حد رجم کے موقع پر خود جا کر اپنے ہاتھوں سے ان کو پتھر مارے[2] اظہار حق میں کسی کی وجاہت خلل انداز نہ ہو سکتی۔

حضرت سعد بن معاذؓ انصاری قبیلہ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کا انتقال ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''آج عرش اعظم جنبش میں آ گیا ہے'' حضرت براءؓ بن عازب کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمٰن کے بجائے صرف ''سریر'' کہتے تھے جس سے جنازہ کا ہلنا مراد ہے، حضرت جابرؓ سے لوگوں نے براء کا قول نقل کیا، فرمایا کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی، باقی براء کا قول تو وہ باہمی بغض و عداوت و کینہ

---

[1] اصابہ ص ۳۲۳۔ [2] مسند ص ۳۸۱ ج ۳۔

marfat.com

توزی کا نتیجہ اور اثر ہے' اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی۔[1]

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت جابر قبیلہ خزرج سے تھے اس بنا پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ و ہمنوا ہونا چاہیے تھا۔ حجاج بن یوسف جب مدینہ کا امیر ہو کر آیا تو اس نے اوقات نماز میں کچھ تقدیم و تاخیر کی' لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے' فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کے بعد' عصر کی آفتاب کے صاف اور روشن ہونے تک' مغرب کی وقت غروب' فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے' اور عشاء کے وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا' اگر جلد مجمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے ورنہ دیر میں۔[2]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جابرؓ نے تین برس کے لیے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا' ان کو خبر ہوئی تو کچھ لوگوں کو لے کر مسجد آئے اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے' جب تک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائیں' ان کا فروخت کرنا جائز نہیں[3] (پھر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے)

ایک مرتبہ ایک سرگروہ فتنہ و فساد مدینہ آیا' لوگوں نے حضرت جابر کو گھیرا کہ اس کو شر سے باز رکھے' اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے اور کہا کہ خدا اس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوف میں ڈال رکھا ہے' بیٹوں نے عرض کی' رسول اللہ ﷺ تو فوت ہو چکے ہیں اب ان کو خوف کیسا؟ فرمایا آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا' گویا خود مجھے ڈرایا۔[4]

آپ اتباع رسولؐ کے ولولہ میں ان امور میں بھی آپ کی اقتدا کرتے تھے جن میں آپ کی تقلید ضروری نہیں ہے' آنحضرت ﷺ کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑا اوڑھتے دیکھا تھا اس لیے خود بھی اسی طرح نماز پڑھی تو شاگردوں نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی اس کو کیوں نہ اوڑھ لیا کہ ازار اور چادر دو کپڑے ہو جاتے' فرمایا اس لیے کہ تم جیسے بے وقوف رسول اللہ ﷺ کی اس رخصت کو دیکھیں اور اعتراض کریں۔[5]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۳۶ ج ۱۔ [2] مسند ۳۶۹ جلد ۳۔ [3] ایضاً ص ۲۵۴۔
[4] ایضاً ص ۲۵۴۔ [5] مسند ج ۳ ص ۲۲۰۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ نے مسجد فتح میں تین روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، تیسرے دن نماز کے اندر قبول ہوئی تو چہرہ مبارک پر بشارت کی موجیں نور بن کر دوڑ گئیں حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آ پڑتی تو اس خاص وقت میں وہاں جا کر دعا کرتے اور قبولیت واجابت کا مژدہ ساتھ لاتے تھے[1]

غزوات نبویؐ میں انہوں نے سرفروشی اور فداکاری کا اعلانیہ ثبوت دیا، اور غزوہ حدیبیہ یا مشہد بیعت الرضوان میں جس قوت نے کام کیا تھا اس کا اقرار خود مصحف ناطق میں کیا گیا ہے۔ حب رسول ﷺ کے مناظر یہ ہیں:

غزوۂ خندق میں تمام لشکر بے آب و دانہ تھا اور سید کونین ۳ دن فاقہ سے رہے اور پیٹ پر پتھر باندھ کر مہمات جنگ میں مصروف تھے، آقا کو اس حالت میں دیکھا تو کام چھوڑ کر مکان گئے اور دعوت کا انتظام کیا[2]

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کے چھوہارے جن میں گٹھلی نہ تھی پیش کیے آپؐ نے دیکھ کر فرمایا تھا کہ میں گوشت سمجھا تھا، اسی وقت گھر جا کر بیوی سے کہا، انہوں نے بکری ذبح کر کے گوشت پکا دیا[3]

ایک روز آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے آپ کی عادت معلوم تھی، اٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ چلایا تو آپ نے فرمایا نسل اور دودھ کیوں قطع کرتے ہو؟ عرض کی ابھی بچہ ہے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہوگئی ہے[4]

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے سے گزرے یہ ڈھال میں چھوہارے لیے تھے شرکت کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی[5]

حدیبیہ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ چلے، سقیا میں قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا، حضرت معاذ بن جبل کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی لاتا، حضرت جابر چند انصار کو لے کر پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے ۲۳ میل چل کر اثایہ میں پانی ملا وہاں سے مشکوں میں بھر کر لائے، عشا کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے، یہ آنحضرت ﷺ

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۷۷۔ [2] ایضاً ص ۳۷۷۔ [3] ایضاً ص ۳۳۴۔ [4] مسند ج ۳۹۶۔ [5] ایضاً ص ۳۹۷

marfat.com

تھے، بڑھ کر مہار تھام لی اونٹ کو بٹھایا، آنحضرت ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی خود بھی پہلو میں کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہوئے۔[1]

ایک مرتبہ رسول اللہؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے وہ عیادت کو آئے۔ رسول اللہؐ کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو ان سے لیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا[2] اور ادائیگی کے وقت بطور اظہار خوشنودی کچھ زیادہ دیا۔[3]

رسول اللہ ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ میں ان کے لیے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا،[4] ایک مرتبہ بیمار پڑے تو خود عیادت کے لیے تشریف لائے حضرت جابرؓ بے ہوش تھے آپؐ نے وضو کر کے پانی کے چھینٹے دیئے تو ہوش آیا اس وقت تک ان کے کوئی اولاد نہ تھی، باپ بھی فوت ہو چکے تھے شریعت میں ایسے شخص کے وارث کو کلالہ کہتے ہیں چونکہ زندگی سے ناامید ہو چکے تھے عرض کیا کہ میں مر گیا تو کلالہ وارث ہوگا۔ فرمائیے میراث کیونکر تقسیم کروں؟ کیا دوثلث بہنوں کو دے دوں؟ فرمایا اچھا دے دو۔ عرض کیا خواہ نصف؟ فرمایا ہاں، یہ کہہ کر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آ کر کہا جابر! تم اس مرض میں نہ مرو گے تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿ یستفتونک قل الله یفتیکم فی الکلالة ﴾

''تم سے (اے پیغمبر) لوگ کلالہ کے بارے میں استفسار کرتے ہیں کہو کہ خدا کا اس کے متعلق یہ فتویٰ ہے''۔

تم بہنوں کو دوثلث دے سکتے ہو۔[5]

کہیں دعوت ہوتی تو ساتھ لے جاتے،[6] کبھی خود اپنے مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے، رسول اللہ ﷺ سامنے سے گزرے، یہ دوڑ کر ساتھ ہو لیے، ادب کے خیال سے پیچھے چل رہے تھے فرمایا پاس آ جاؤ، ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانہ اقدس پر لائے اور پردہ گرا کر اندر بلایا اندر سے ۳ روٹیاں اور سرکہ

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۸۰۔ [2] ایضاً ص ۳۰۰۔ [3] ایضاً ص ۳۰۲۔ [4] اصابہ تذکرہ جابرؓ۔
[5] مسند ج ۳ ص ۲۹۸، ۳۷۲۔ [6] ایضاً ص ۳۸۷۔

marfat.com

ایک صاف کپڑے پر رکھ کر آیا' آپ نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے' جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن سے سرکہ کو میں نہایت محبوب رکھتا ہوں[1]

کچھ اس واقعہ پر موقوف نہیں' نوازشات خاصہ ہر صورت میں ہوتی رہتی تھیں۔

غزوہ ذات الرقاع میں حضرت جابرؓ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے جو اپنی تیز رفتاری میں تمام اونٹوں سے آگے تھا' چلتے چلتے یکا یک رک گیا[2] پیچھے سے آواز آئی کیا ہوا' یہ آنحضرت ﷺ تھے' تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا اونٹ پھر تیز ہوگیا اور ان کو لے کر اڑا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا' اس کو میرے ہاتھ فروخت کردو' عرض کی حاضر ہے' لیکن قیمت کی ضرورت نہیں' فرمایا نہیں قیمت دی جائے گی[3] درخواست کی کہ مدینہ تک میں اسی پر چلوں گا جو منظور ہوئی' شہر پہنچ کر اونٹ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ اس کو گھوم گھوم کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کیسا اچھا ہے؟ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو' اصل کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا اور پوچھا دام پاچکے؟ کہا جی ہاں فرمایا دام اور اونٹ دونوں لے جاؤ سب تمہارا ہے[4] ایک یہودی نے اس واقعہ کو سنا تو تعجب کیا[5]

قیمت سے زیادہ دام چونکہ آنحضرت ﷺ کی بخشش تھی اس لیے اس کو ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھ دیا' حرہ کے دن اہل شام نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی لوٹ لے گئے۔[6]

ایک دفعہ بحرین سے مال آنے والا تھا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو ۳ آبخورہ بھر کر دوں گا' لیکن جب مال آیا تو آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا' حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرادی کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی سے وعدہ کیا ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے' حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ فرمایا لے لو' ۳ آبخورہ میں ۱۵۰۰ آئے۔

رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا' اعمال' عقائد میں

---

1. مسند ج ۳ ص ۳۷۹' ۴۰۰۔ 2. ایضاً ص ۳۷۲۔ 3. مسند ج ۳ ص ۳۱۴
4. ایضاً ص ۳۷۲۔ 5. ایضاً ص ۳۰۳۔ 6. ایضاً ص ۳۰۸۔

marfat.com

تو آنحضرت ﷺ کا ہر قول و فعل فرض و واجب کا درجہ رکھتا ہے اور اس میں کسی کو مجال نہیں انکار نہ تھی، لیکن امور باہمی میں بھی ان کو اس کا لحاظ رہتا تھا کہ جس بات کو آنحضرت ﷺ ۳ مرتبہ ارشاد فرماتے، بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ایک دو مرتبہ قیل و قال کی گنجائش رہتی تھی،[1] مسلمانوں سے محبت کرتے اور رحماء بینھم کی مجسم تصویر تھے۔

ایک مرتبہ ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا' واپس آیا تو بایں ہمہ جلالت قدر ملاقات کو تشریف لے گئے' اس نے لوگوں کے اختلاف اور جماعت بندی کی داستان سنائی بدعات کا رائج ہونا بیان کیا' صحابہ نے کشت اسلام اپنے بدن کے خون سے سینچی تھی' ان واقعات کے کب کان متحمل ہو سکتے تھے؟ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ در گروہ خدائی دین میں داخل ہوں گے اسی طرح خارج بھی ہو جائیں گے۔[2]

ان اوصاف کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایاں تھی ایک میل[3] سے پنج وقتہ نماز پڑھنے آتے تھے' ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا' ہاتھ میں کنکریاں ٹھنڈی کرتے اور سجدہ کرتے تھے[4] لیکن آنا ترک نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے' حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں اٹھ آئیں کہ نماز کا آرام ہوگا' آنحضرت ﷺ سے درخواست کی' آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے' سوچو تو کتنا ثواب ہوا سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل و جان منظور ہے۔[5]

حج متعدد کیے تھے' دو کا تذکرہ حدیثوں میں آیا ہے' پہلا حجۃ الوداع' دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔[6]

سادگی مسلمانوں کی ترقی کا اصل راز ہے' حضرت جابر نہایت سادہ تھے صحابہ کا

---

[1] مسند ج ۳ ص ۲۵۸، ۳۵۹۔ [2] ایضاً ص ۳۴۳۔ [3] ایضاً ص ۳۰۳۔
[4] ایضاً ص ۳۲۷۔ [5] ایضاً ص ۳۹۔ [6] ایضاً ص ۲۹۶۔

marfat.com

ایک گروہ مکان پر ملنے آیا' اندر سے روٹی اور سرکہ لائے اور کہا بسم اللہ اس کو نوش فرمایئے سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے پھر فرمایا آدمی کے پاس اگر اعزہ واحباب آئیں تو جو کچھ حاضر ہو پیش کردے اس میں کوتاہی نہ کرے' اسی طرح ان لوگوں کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائیں اور اس کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت کا سامان ہے۔[1]

ایک مرتبہ مقنع بیمار ہوئے تو حضرت جابرؓ دیکھنے کو گئے تو فرمایا' میرے خیال میں تم پچھنہ لگاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں شفا ہے۔[2]

مزاج میں بے تکلفی تھی ملنے جلنے کا انداز بہت سادہ تھا' آنحضرت ﷺ سے زیادہ کون معزز و محترم ہوسکتا تھا' لیکن جب آپ چلتے تو لوگ آپ کے برابر یا آگے چلتے تھے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے۔[3]

آنحضرت ﷺ کی ایک ایک چیز دل و دماغ میں جاگزیں تھی۔

بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی لوگ اس جگہ کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوا دیا' میسب بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم دوسرے ہی سال بھول گئے تھے'[4] لیکن جابر رضی اللہ عنہ کو برسوں کے بعد بھی یاد تھا' اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے' حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا آج آنکھیں ہوتیں تو وہ موقع دکھلا دیتا۔[5]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۷۱۔ [2] ایضاً ص ۳۳۵۔ [3] ایضاً ص ۳۳۲۔

[4] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۵۹۹۔ [5] ایضاً ص ۵۹۸۔

marfat.com

حضرت جبار بن صخرؓ

نام ونسب:

جبار نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں نسب نامہ یہ ہے، جبار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھیں۔

اسلام:

بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

مقداد بن اسود کندی سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے مواخاۃ ہوئی، تمام غزوات میں شرف شرکت حاصل کیا غزوۂ بدر میں ۳۲ سالہ تھے۔ خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سال خارص بنا کر بھیجا تھا، غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت ہوگئی تو جبار بن صخر کا اس منصب کے لیے انتخاب کیا، جبار ہر سال خیبر کے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی اس منصب پر مامور رہے اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلا وطن کیا تو مہاجرین وانصار کو لے کر خیبر آ گئے تھے، اس سفر میں جبار بن صخر بھی ان کے ہمراہ تھے۔

وفات:

۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال تھی۔

فضل وکمال:

مسند میں چند حدیثیں ان کے سلسلہ میں مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا، اس لیے دار الخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض تھا۔

marfat.com

اخلاق:

حب رسول پر ایک واقعہ ذیل کا شاہد ہے۔

مکہ معظمہ کے سفر میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اثابہ میں کوئی جا کر پانی کا انتظام کرتا' حضرت جبارؓ نے اٹھ کر کہا میں جاتا ہوں وہاں پہنچ کر حوض کے اردگرد ڈھیلے رکھے اور اس میں پانی بھر دیا' محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے' آنکھ لگ گئی' آنحضرتؐ پہنچے اور فرمایا' مالک حوض! میں اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز پہچان کر اجازت دی' آپ اونٹ بٹھا کر اترے اور وضو کے لیے پانی مانگا' انہوں نے آپ کو وضو کرا کے خود بھی وضو کیا اور پھر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو گئے چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے آنحضرتؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا' تھوڑی دیر میں تمام لوگ آ پہنچے[1] اور تنہائی کا لطف صحبت مفقود ہو گیا۔

حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ

جلبیب نام تھا' انصار کے کسی قبیلہ سے تھے' سلسلہ نسب معلوم نہیں آنحضرت ﷺ نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے' اس لیے لڑکی کے والدین نے انکار کرنا چاہا' لیکن لڑکی نہایت سمجھدار تھی اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی:

﴿ماکان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم﴾

''یعنی جب اللہ اور رسول ﷺ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں''۔

اور میں بالکل رضا مند ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی مرضی ہے وہی میری بھی ہے' آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل ص ۴۲۱ ج ۳۔

marfat.com

اللھم اصبب علیھا الخیر ولا تجعل عیشھا کدا۔

''خداوندا! اس پر خیر کا دریا بہادے اور اس کی زندگی کو تلخ نہ کر''۔

دعائے نبوی ﷺ کا اثر تھا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی عورت تونگر اور خراج نہ تھی۔

عورت کی رضامندی پاکر آنحضرت ﷺ نے جلیبیبؓ سے کہا کہ فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں' بولے یارسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے فرمایا: ''لکنک عند الله لست بکاسد'' یعنی تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔[1] (اس واقعہ کی تفصیل اور بھی ہے)

شہادت:

آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے کہ مال غنیمت آیا' ارشاد ہوا دیکھو کون کون لوگ لاپتہ ہیں' لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنوائے' آپ نے ۳ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا لکنی افقد جلیبیبا! لیکن میں جلیبیب کو گم پایا ہوں۔ مسلمان حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کو سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں' آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی' آپ خود تشریف لائے اور لاش کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا:

قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا معنی انا منہ! ھذا معنی وانا منہ۔

''سات کو قتل کر کے قتل ہوا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یہ مجھے اور میں اس سے ہوں''۔

اور جلیبیب کی لاش کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر لائے' اور قبر کھدوا کر دفن کیا اور غسل نہیں دیا۔[2] حضرت جلیبیبؓ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے' شہادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ یہ شرف کتنا عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھوں سے ان کی لاش اٹھا کر لائے' تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختوں سے تیار ہوا ہے' لیکن حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیازمندی	کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

---

[1] استیعاب ج ا ص ۱۰۰ و دیگر کتب رجال و مسند احمد بن حنبل۔ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۷۔

marfat.com

(ح)

حضرت حباب بن منذر بن جموع

نام ونسب:

حباب نام' ابوعمر کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' حباب بن منذر بن جموع بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

تمام غزوات میں شرکت کی' غزوۂ بدر میں قبیلہ خزرج کا علم ان کے پاس تھا' [1] بدر کے قریب پہنچ کر آنحضرتؐ نے ڈیرہ ڈالا تو حباب نے عرض کیا' یارسول اللہؐ! اس مقام پر اترنے کے لیے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے' فرمایا میری رائے ہے' عرض کی تو یہ موقع ٹھیک نہیں ہم کو پانی کے پاس اترنا چاہیے اور تمام کنوؤں پر قبضہ کر کے ایک حوض تیار کرنا چاہیے تاکہ ہمارے لشکر میں پانی کی قلت نہ ہو' اور دشمن شدت تشنگی سے پریشان ہو جائے' آنحضرتؐ نے فرمایا حباب صحیح کہتے ہیں' چنانچہ تمام لشکر کو لے کر چاہ بدر پر نزول اجلال ہوا۔[2]
غزوۂ احد میں قریش اس سروسامان سے نکلے تھے کہ مدینہ ہل گیا تھا' ذوالحلیفہ پہنچے تو آنحضرتؐ نے دو جاسوس بھیجے اور ان کے بعد حباب کو روانہ فرمایا انہوں نے تمام لشکر میں گھوم کر مختلف خبریں پہنچائیں اور دشمن کی تعداد کا صحیح اندازہ کر کے آنحضرتؐ کو خبر دی۔[3] اس غزوہ میں خزرج کا علم بھی ان کے پاس تھا' بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہ علمبردار تھے'[4]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۸ ایضاً ص ۹۔ [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۶۰۔
[3] ایضاً ص ۲۲۔ [4] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۷۔

marfat.com

غزوہ خیبر میں ایک حصہ کا اور حنین میں تمام خزرج کا علم انہی کو تفویض ہوا تھا۔[1]

سقیفہ بنی ساعدہ میں وہ سعد بن عبادہؓ کے سرگرم حامی تھے' اوران کے خلیفہ بنانے پر مصر تھے' اثنائے خطبہ میں ایک فقرہ کہا تھا:

انا جديلها المحكك وعذيقها المرجب.

''یعنی میں قوم کا معتمد ہوں اورلوگ میری رائے سے فائدہ اٹھاتے ہیں''۔

اس کے بعد یہ رائے پیش کی کہ دو امیر ہوں' ایک انصاری او رایک مہاجری حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا' یہ ناممکن ہے' دو بادشاہ دراقلیمے نہ گنجند!

وفات:

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے' عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی' غزوہ بدر میں ۳۳ برس کا سن تھا۔

فضل وکمال:

حدیث میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ ان کے شاگرد ہیں۔شاعری عرب کا فطری جوہر ہے' حضرت حباب بھی شعر کہتے تھے' یہ شعر انہی کی طرف منسوب ہیں:

الم تعلم الله درابكما ومـاالنـاس الا اكمه وبصير

''کیا تمہیں خبرنہیں تمہارے باپ کی بھلائی خدا کے لیے ہو کہ لوگ دوطرح کے ہوتے ہیں قدرتی نابینا اورارباب بصر''

بانا واعداء النبي محمدٌ اسود لها في العالمين زئير

''چنانچہ ہم اور آنحضرتؐ کے دشمن دونوں شیر ہیں جن کی گرج سے تمام عالم گونج اٹھا''

نصرنا وآوينا النبي وماله سوانا من اهل الملتين نصير

''لیکن ہم کو یہ شرف ہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اورمدد کی اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگارنہیں ہے''

خطبہ اچھا دیتے تھے' اوراس میں فصاحت و بلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے سقیفہ بنی ساعدہ میں انہوں نے دو خطبے دیئے تھے جن سے قوت تقریراور زور بیان کا صحیح

marfat.com

اندازہ ہوسکتا ہے' اس مفہوم کو کہ انصار چاہیں تو خلافت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں کس بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

اما واللہ لئن شئتم لنعیدنها جذعة

خلافت کو اونٹ سے تعبیر کر کے کہتے ہیں کہ تم چاہو تو میں اس کو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہوں۔ اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

انا جذیلها المحككت وعذیقها المرجب!

''میں انصار کے خارشتی اونٹ کے بدن رگڑنے کا ستون اور ان کے تناور درخت کا سدروئین ہوں''۔

عرب میں جس اونٹ کے خارش نکلتی تھی صحت یابی کے لیے اس کو ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے' جس سے وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا' اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا' ایک دیوار بنا دیتے' یا لکڑی گاڑ دیتے تھے تو درخت سیدھا رہتا تھا۔

حضرت حبابؓ نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے۔

marfat.com

حضرت حرام بن ملحان

نام ونسب:

حرام نام' قاری لقب سلسلہ نسب یہ ہے' حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج' حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے' جو آنحضرت ﷺ کی خالہ اور حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھیں۔

اسلام:

بنونجار صدائے اسلام پر لبیک کہنے میں تمام انصار میں پیش پیش رہے تھے' حضرت ام سلیم کی وجہ سے خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا' اس لیے بھائی نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔

غزوات اور وفات:

بدر اور احد کے معرکوں میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا' سریہ بیر معونہ میں جو احد کے بعد ہوا تھا ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لے کر آئے کہ ہمارے ملک میں اشاعت اسلام کے لیے کچھ آدمی بھیج دیجیے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکیں' آپ نے ۷۰ آدمیوں کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے ان کے ساتھ کر دیا' حرام بھی اسی جماعت میں تھے' وہاں پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا' حرام دو آدمیوں کے ساتھ جن میں سے ایک کے پاؤں میں لنگ تھا قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے گئے' اور یہ کہہ کر ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہیں ٹھہرو' پہلے میں جاتا ہوں اگر زندہ بچ گیا تو خیر' ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیوں کو خبر کر دینا' اور قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہوں' تم مجھے امان دیتے ہو؟ ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی تھی کہ ادھر قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ

marfat.com

کر دیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک پہلو کو توڑ کر دوسرے پہلو سے نکل گیا' حضرت حرامؓ نے زخم کا خون لے کر چہرہ اور سر پر چھڑکا' اور فرمایا اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ 'رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا' دونوں ساتھیوں میں سے جن کے پاؤں میں لنگ تھا پہاڑ میں چھپ رہے' دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی' واقعہ سن کر سب موقع پر پہنچ گئے اور اسی جگہ لڑ کر جام شہادت نوش کیا:

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی[1]

فضل وکمال:

قرآن وحدیث میں اس قدر عبور تھا کہ نجد میں ان کی اشاعت کے لیے مقرر کیے گئے صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اس کا درس دیتے تھے اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا[2]

اخلاق:

رات کو نماز پڑھتے[3] دن کو مختلف نیک کام کرتے' مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے' لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے'[4] اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کی غذا مہیا کرتے تھے[5]

ان کریمانہ اخلاق میں جوش ملی جس کا نظارہ اوپر ہو چکا ہے ایسا دیدہ زیب مرقع پیش کرتا ہے جس کے بعد دوسرے مرقع کی حاجت نہیں رہتی۔

---

1 صحیح بخاری ص ۵۸۶ و ۸۱۔ 2 صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸۔

3 ایضاً۔ 4 ایضاً۔ 5 صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۸۔

marfat.com

حضرت حسان بن ثابتؓ

نام ونسب:

حسان نام' ابوالولید کنیت' شاعر رسول اللہ لقب' سلسلہ نسب یہ ہے' حسان ابن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ابن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج' والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود ابن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا' قبیلہ خزرج سے تھیں اور سعد ابن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں۔ حسان نے ایک شعر میں ان کا نام ظاہر کیا ہے:

امسی الحلابیب قدغرو اقد کثروا وابن الفریعة امسی بیضة البلد[1]

وہ اسلام اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے' فارع کا قلعہ جو مسجد نبویؐ سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا' انہی کا سکونت گاہ تھا' حسانؓ کہتے ہیں:

ادقت لتوما من البروق اللوامع ونحن نشاوی بین سلع وفارع[2]

سلسلہ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گزریں' عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں' حرام کی عمر جو حضرت حسانؓ کے پردادا تھے ۱۲۰ سال کی تھی' ان کے بیٹے منذر اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت سب نے یہی عمر پائی۔[3]

اسلام:

حضرت حسانؓ حالت ضعیفی میں ایمان لائے' ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا۔

غزوات:

دل کے فطرۃً کمزور تھے' اس لیے کسی غزوہ میں شریک نہ ہوسکے'[4] حضرت ابن عباس کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی' حافظ ابن حجر عسقلانی

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲۔ [2] اصابہ ص ۱۶۶ ج ۸۔ [3] خلاصۃ الوفا ص ۲۹۔ [4] اسد الغابہ ص ۷ ج ۲۔

marfat.com

لکھتے ہیں:

قیل لا بن عباس قدم حسان اللعین فقال ابن عباس ماهو بلعین قد جاهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه ولسانه۔[1]

''ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسان ملعون آیا ہے' فرمایا ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے''۔

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں' غزوہ خندق میں عورتوں کے ساتھ قلعہ میں تھے آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں۔ ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر یہودیوں کو اطلاع ہوگئی تو بڑی مشکل پیش آئے گی' کیونکہ آنحضرتؐ جہاد میں مشغول تھے انہوں نے حسان سے کہا اس کو مارو' ورنہ یہودیوں سے جا کر خبر کردے گا۔

انہوں نے جواب دیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں' حضرت صفیہؓ نے یہ جواب سن کر خود خیمہ کی چوب اٹھائی' اور مردانہ وار نکل کر مقابلہ کیا' اور یہودی کو قتل کر کے حسان سے کہا اب جا کر اس کا سامان اتار لاؤ۔ بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے' چنانچہ غزوہ بنونضیر میں جب آنحضرتؐ نے بنونضیر کے درخت جلا گئے تو انہوں نے یہ شعر کہا:[2]

فهان على سراة بنى لؤى　　حريق بالبويرة مستطير

بنونضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا' اس بنا پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنونضیر کی جس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے کچھ مدد نہ کر سکے یہ شعر مکہ پہنچا تو ابوسفیان بن حارث نے جواب دیا:

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۴۸ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کے واقعہ میں حضرت حسانؓ بھی منافقین کے فریب میں آ کر شریک ہوگئے تھے۔ اس لیے بعض اصحاب حب رسول میں ان کے متعلق سخت لفظ استعمال کر جاتے تھے اس واقعہ میں غالباً ملعون کہنے کا سبب یہی ہے۔ [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۔

marfat.com

اذام اللــــه ذالك مـن صنيـع وحـرق فـي نـواحيهــا السعير
ستعـلـم ايـنــا منهـا بـنـزه وتـعـلـم اى ارضـنــا نـضيـر

''یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے' یہاں تک کہ آس پاس کے شعلوں سے خود مدینہ خاکستر ہو جائے اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں''۔[1]

۵ھ میں غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا' عبداللہ بن ابی ان سب میں پیش پیش تھا' مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے فریب میں آ گئے' جن میں حسان' مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں آیتیں اتریں تو آنحضرت ﷺ نے اتہام لگانے والوں پر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانے کی قرآن کی مقرر کردہ حد جاری رکھی۔[2]

گو حضرت حسان رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے' لیکن اس کے باوجود جب ان کے سامنے حسان رضی اللہ عنہ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتیں اور فرماتیں۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے' اور آپ کی مدافعت کرتے تھے۔[3]

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہ کو شعر سنا رہے تھے کہ مسروق بھی آ گئے اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں' حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے' فرمایا یہ اندھے ہو گئے اس سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا' پھر فرمایا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مشرکین کی ہجو کرتے تھے۔[4]

۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد آیا' جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے' آنحضرت ﷺ نے حسان کو حکم دیا کہ تم اٹھ کر اس کا جواب دو' انہوں نے اسی ردیف و قافیہ میں[5] برجستہ جواب دیا۔

ان الــذوائــب مـن فهـر واخـوتهـم قــد بيـنــوا سـنـة لـلـنــاس تتبـع
يرضى بها كل من كانت سريرة تقوى الا له وبالا مر الذى شرعو

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲۔ [2] اصابہ ص ۱۶۶ ج ۸۔ [3] خلاصۃ الوفا ص ۲۹۔
[4] اسد الغابہ ص ۷ ج ۲۔ [5] استیعاب ص ۱۳۱ ج ۱۔

marfat.com

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم ... او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا
سجية تلك منهم غیر محدثة ... ان الخلائق فاعلم شرها البدع
لو کان فی الناس سباقون بعدهم ... فکل سبق لادنی سبقهم تبع
لا یرفع الناس ماأوهت اکفهم ... عند الرقاع ولا یوهون مارفعوا
ولا یضنون عن جار بفضلهم ... ولا یمسهم فی مطمع طمع
اعفة ذکرت للناس عضنهم ... لا یبخلون ولیردیهم طمع
خذ منهم ما اتوا عفوا اذا عطفوا ... ولا یکن اهمك الامر الذی منعوا
فان فی حربهم فاترك عداوتهم ... شر الحاض الیه اصلاب والسلع
اکرم بقوم رسول الله شیعتهم ... اذا تفرقت الاهواء والشیع

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا' مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت حسانؓ نے کئی پردرد مرثیے لکھے جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کیے ہیں ہم ان کے صرف مطلعوں پر اکتفا کرتے ہیں' پہلے مرثیہ کا مطلع ہے:

البیت حلفه برغیر ذی دخل ... منی الیة غیر افتاد
بالله ما حملت انثیٰ ولا وضعت ... مثل النبی الرحمة الهاد

آگے چل کر لکھتے ہیں:

امسی نساء ك عطلن البیوت فما ... یضربن خلف ستر یادتاد
مثل الرواهب یلبس المسوح وقد ... ایقن بالبؤس بعد النعمة البادی

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع

مابال عینك لاتنام کانما ... کحلت مافیها مابکحل الارمد

ہے اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

جنبی یقیت الزبلهفی لیتنی ... کنت المغیب فی الضریح الملحد

پھر کہتے ہیں:

اقیم بعدك بالمدینة بینهم ... بالهف نفسی لیتنی لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے:

marfat.com

یاعین جودی بدمع منك اسبال ولا تملن من سح واعوال

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر ہے:

نب المساکین ان الخیرفاوقھم مع الرسول تولی عنھم سحرا[1]

وفات:

آنحضرت ﷺ کے بعد عرصہ تک زندہ رہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی ۱۲۰ برس کا سن تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ۴۰ھ سے پیشتر انتقال کیا' لیکن یہ صحیح نہیں۔

اہل وعیال:

بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ ﷺ کی ہمشیرہ تھیں ان سے عبدالرحمٰن نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا' اس بناء پر عبدالرحمٰن اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔[2]

مکان:

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان کا آبائی مسکن فارع کا قلعہ تھا' لیکن جب ابوطلحہؓ نے بیرحا کو صدقہ کر کے اپنے اعزہ پر تقسیم کر دیا' اوران کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کر لی' یہ مقام بقیع سے قریب تھا' امیر معاویہؓ نے ان سے خرید کر کے یہاں ایک قصر بنوایا تھا جو قصر بنی جدیلہ کے نام سے مشہور تھا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرت ﷺ نے اس صلہ میں دی تھی کہ انہوں نے صفوان بن معطل کا دار برداشت کیا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اول تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے' ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے۔[3]

فضل وکمال:

آنحضرت ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں' راویوں میں حضرت براء بن عازبؓ، سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر' ابوالحسن مولی بنونوفل' خارجہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۰' ۹۱، ۹۲ ج ۳ قسم ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲۔ [3] کتاب مذکور ص ۲۵۳۔

marfat.com

بن زید بن ثابت، یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب اور دیگر حضرات ہیں۔

شاعری:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعر و سخن عرب کا مذاق تھا اور چند قبائل خصوصیت کے ساتھ شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، موخر الذکر قبیلہ میں اوس و خزرج کا شمار تھا جن سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا آبائی سلسلہ نسب ملتا ہے۔

ان قبائل میں بھی چند مخصوص خاندان تھے جن کے ہاں شاعری ابا عن جد وراثت کے طور پر چلی آتی تھی، حضرت حسان بھی ان ہی میں سے تھے، ان کے باپ، دادا اور خود ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور پوتے سعید بن عبدالرحمٰن سب شاعر گزرے ہیں[1]

ان شاعروں میں کچھ لوگ ''اصحاب مذہبات'' کے نام سے مشہور ہیں، مذہبات ذہب سے مشتق ہے جس کے معنی سونا ہے، چونکہ بعض شاعروں کے منتخب اشعار سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے، اس لیے مذہبہ کہلاتے ہیں، بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہب کہا جانے لگا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے۔[3]

لعمر ابيك الخير حقا لما نبا علی لسانی فی الخطوب ولا یدی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے، اصمعی کہتا ہے:

شعر حسان فی الجاهلیة من اجود الشعر

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا:

فمن للقوافی شانها من یحوکها اذا ما مضیٰ کعب و فوز جرول

تو مرزد (برادر شاخ شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ[4]

فلست کحسان الحسام بن ثابت

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اہل وبر (دیہات

---

1. طبقات الشعر و شعراء ابن قتیبہ ص ۱۷۰۔ 2. ایضاً ص ۶۹۔ 3. کتاب الاحد ص ۵۶ اور اسد الغابہ ص ۶ ج ۲۔ 4. کتاب العمدہ ص ۷۷،۷۸ ج ۱۔

marfat.com

والے) اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر مکہ مدینہ طائف کے باشندے شامل تھے باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا پڑا تھا شعراء عموماً انہی دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسان کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے[1]

خصوصیات شاعری:

شعر کی اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں، لیکن ان میں اصولی حیثیت صرف چار کو حاصل ہے رغبت، رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں میں مدح، شکر، رہبت میں معذرت، طلب رافت، طرب میں شوق، تغزل اور غضب میں ہجو، عتاب وحشم داخل ہیں۔ حضرت حسان کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے۔ اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تیز ہے۔ خصوصیات شاعری حسب ذیل ہیں:

1. جدت استعارات، اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن کی پروردہ نہیں تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمدن سے متاثر ضرور تھی۔ تمدن عرب کی حقیقی صبح صادق قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے اس نے بڑے بڑے زبان آوروں کو اپنے سامنے خاموش کردیا تھا، اس بنا پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے ان میں فصاحت و بلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی، حضرت حسانؓ ان میں سے سب سے زیادہ تھے۔

قرآن مجید میں صحابہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود حسانؓ اس کو استعارہ بنا کر حضرت عثمان کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں:

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ   یقطع اللیل تسبیحا وقرآنا[1]

لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے کی قربانی کردی جس کی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح وقرآن خوانی میں گزارتا تھا۔ دیکھئے اس شعر میں چہرہ کو ''عنوان السجود بہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بالکل جدید استعارہ ہے۔

---

[1] کتاب العمدص ۱۸۶ ج ۱۔

marfat.com

❷ اشارہ کی لطافت' اشارہ کی ایک قسم تتبع یا تجاوز ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے' لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے۔

عرب میں سینکڑوں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزیں تھے جو ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے' جہاں کہیں پانی مل جاتا طرح اقامت ڈال دیتے اور جب ختم ہو جاتا تو کسی اور طرف رخ کرتے' شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے' لیکن حسانؓ نے جس طرز سے ادا کیا ہے' وہ بالکل اچھوتا اور نہایت ہی لطیف ہے۔

اولاد جفنة حول قبر ابيهم　　قبر ابن مارية الكريم المفضل

''جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا''

ممدوح چونکہ عرب کی نسل تھا' اس بناء پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور بے خوف وخطر اپنے باپ کی قبر کے اردگرد رہتے ہیں ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز وشاداب ہے اس بناء پر ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

❸ کنایہ کی بداعت' عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے مثلاً اگر کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رتبہ اور فیاض ہے تو وہ کہے گا المجد بين ثوبيه والكرام فی بردیه ''۔یعنی یہ اوصاف اس کے کپڑوں کے اندر ہیں حضرت حسانؓ اس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہیں۔

بنى المجد بيتا فاستقرت عماره　　علينا فاعى الناس ان يتحولا

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہیں' اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مجد بزرگی نے ہمارے ہاں ایک گھر بنایا ہے اور اس کے ستون اس قدر مضبوط گاڑے ہیں کہ لوگ ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے' اس میں مجد کا ایک گھر بنانا' پھر اس کے ستون اپنے یہاں قائم کرنا اور لوگوں کا ان کو ہٹا نہ سکنا' یہ بالکل جدید انداز بیان ہے۔

---

۱ نقد الشعراء قدامہ ابن جعفر ص ۱۰

marfat.com

4 وزن کی خوبی' اس کا مدعا یہ ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو' ذیل کے اشعار کس درجہ سبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہیں۔

ماهاج حسان رسوم المقام ومظعن الحی ومبنی الخیام

والنوی قد هدم اعضاره تقادم العهد بوادرنهام

قدادرك الواشون ماامّلوا والحبل من شعثاء رث الرمام

كان فاها انغب بارد فی رصف تحت ظلال الغمام

5 قافیہ کی خوبی' اس میں الفاظ کی نشست' جملوں کی ترکیب اور کلام کی سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ یہ صفت ہوتی ہے کہ بیت اول کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے۔

اس میدان کا مرد صرف امراء القیس ہے' تاہم اور شاعروں نے بھی کوشش کی ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

الم تسال الربع الحدیدالتکلما بمدقع اشد اخ فرقه اکلما

اس کے بعد کا یہ شعر ہے:

ابی رسم دارالحی ان یتکلما انبطق بالمعروف من کان ابکما[1]

6 الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا' اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم دا کرتا ہے' جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے' جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے مثلاً یہ شعر:

لم تفتها شمس النهار بشئی غیران الشباب لیس یدوم[2]

7 قلت مبالغہ' حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے خالی ہے ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا' وہ بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے اس بنا پر میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے بالکل چھوڑ دیا ہے۔[3]

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا' نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر[4]

سنالحفنات الغربلین بالضحیٰ واسیافنا یقطرن من نجدة دما

میں اسی نقطہ خیال سے نکتہ چینی کی ہے' اس کے نزدیک "غر" کے بجائے "بیض" "ضحی" کے

---

[1] نقد الشعراء قدامہ بن جعفر ص ۱۵۔ [2] ایضاً ص ۵۰۔ [3] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲۔ [4] نقد الشعراء ص ۱۸۔

marfat.com

جگہ دجی' اور "یقطرن" کے مقام پر "بحبرین" کہنا چاہیے تھا۔

لیکن دراصل یہ خیال صحیح نہیں' کیونکہ حضرت حسان کو شعر میں پیالوں کی سفید بیان کرنا مقصود نہیں' بلکہ صرف شہرت اور نباہت کا اظہار مدنظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا نام لینا تمام عرب میں عام تھا' مثلاً یوم اغر اور ید غرا' وغیرہ۔

اسی طرح "ضحیٰ" کے بجائے "دجی" صحیح نہیں' کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی روشنی نہایت تیز اور شدید ہو اور رات کو ہر چھوٹی اور دھندلی چیز نمایاں ہو جاتی ہے' مثلاً ستارے کہ دن کو بھی موجود رہتے ہیں' لیکن ان کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماند رہتی ہے یا چراغ تاریکی میں درندوں کی آنکھیں تک چمک اٹھتی ہیں اور ایک قسم کی مکھی جس کو عربی میں براع اور فارسی میں کرمک کہتے ہیں بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح یقطرن کے جگہ بجرین' محاورہ عرب کے خلاف ہے عرب میں جب کسی بہادر اور جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ سیفه یقطر دما" یہ کوئی نہیں کہتا کہ سیفه دما بحبری"

دفاعی نظمیں:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے' انہوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام فحاشی سے بالکل پاک ہے۔

عربوں کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی' اس بناء پر وہ اپنے اشعار صحیح صحیح واقعات میں نہایت موزوں اور مناسب پیرایہ میں نظم کرتے ہیں' چنانچہ زہیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے[1]

وما ادری وسوف اخال ادری اقوم آل حصن ام نساء

"مجھے معلوم نہیں اور عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ آل حصن مرد ہیں یا عورت"

فان تکن النساء نخبات فحق لکل محصنة هداء

"اگر عورتیں ہیں تو ان کو ہدیہ کرنا چاہیے"

---

[1] کتاب العمدہ ص ۱۳۹ ج ۲۔

marfat.com

لوگوں کو نہایت گراں گزرا کہ عرب میں سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو سب وشتم پر مشتمل نہ تھی' بلکہ مدافعت تھی اور وہ بھی بطریق احسن و بہ پیرایۂ مناسب' صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں [1]:

كان حسان و كعب يعارضانهم مثل قولهم فى الوقائع والايام والمآثر ويذكرون مثالبهم.

''یعنی حسان وکعب مشرکین کی رزمیہ اور فخریہ نظموں کا جواب دیتے تھے اور ان کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو گوئی کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین میں ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب' عبداللہ بن زبعری' عمرو بن عاص' ضرار بن خطاب' آنحضرت ﷺ کی ہجو کرتے تھے لوگوں نے جناب امیر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ ان کے جواب میں ہجو لکھیں' فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہو تو میں آمادہ ہوں' آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا ''علی اس کام کے لیے موزوں نہیں''۔ اس کام کو انصار کریں گے جنہوں نے تلوار سے میری مدد کی ہے''۔ حسان نے زبان پکڑ کر کہا میں اس کام کے لیے بخوشی آمادہ ہوں۔

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کرو گے حالانکہ میں انہی میں سے ہوں عرض کی:

لاسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين.

''میں آپ کو اس طرح نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جائے''۔

فرمایا تم نسب ناموں میں ابوبکرؓ سے مدد لینا ان کو قریش کے نسب میں اچھی واقفیت ہے [2] حضرت حسانؓ، حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے اور ان سے دریافت کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ بتاتے کہ فلاں فلاں عورت کو چھوڑ دینا یہ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں ہیں باقی فلاں فلاں عورتوں کا تذکرہ کرنا' ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں یہ اشعار لکھے:

و ـ سنام الحد من آل هاشم   بنو بنت مخدوم دو الدت العبد

ومن ولدت ابناء زهرة منهم   كرام ولم بقريب عجا ئزك المحد

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۔ [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ و اسد الغابہ ص ۴ ج ۲۔

marfat.com

ولست کعباس ولا کابن امه ولکن لئیم' لتقام له زند
وان ارع اکانت سمیة امه وسمراء مغمو' اذا بلغ الحعد
وانت بین نیط فی آل هاشم کما نیط خلت الراکب القدح الفرد

تو بولا کہ ان شعروں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حصہ ضرور ہے' اس میں انہوں نے حضرت عبداللہؓ' اوحاب' زبیر' حضرت حمزہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت عباسؓ اور ضراء بن عبدالمطلب کو مستثنیٰ کر کے ابوسفیان کی ماں سمیہ اور اس کے باپ حارث کی ماں سمراء پر طنز کیا ہے۔[1]

اسی ابوسفیان کی ہجو میں کہتے ہیں:

هجرت محمد افاجیت عنه وعند الله فی ذالك الحذاء
هجرت مطهرا ابراحنیفا امین الله شمیة الوفاء
اتهجوة ولست له بند فشر کما لخیر لما افداء
فان ابی و والده وعرضی لعرض محمد منكم وفاء

آنحضرت ﷺ اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے ایک مرتبہ فرمایا:

حسان اجب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ايده بروح القدس.

''اے حسان میری طرف سے جواب دے۔ خداوندا! روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر''۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا:

اهجهم وجبریل معک.[2] ''یعنی تو مشرکین کی ہجو کر جبریل تیرے ساتھ ہے''۔

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا' اس کو آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ان قوله فیهم اشد من وقع النبل.[3] ''حسان کا شعر ان میں تیر و نشتر کا کام کرتا ہے''۔

اب ہم ہجو کے چند اشعار لکھتے ہیں:

اتهجوة ولست له بند فشر کما لخیر لما الفداء

---

[1] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲۔ [3] استیعاب ص ۱۲۹ ج ۱۔

marfat.com

"تو با ایں ہمہ کہ آنحضرتؐ کا کفو نہیں' ان کی ہجو کرتا ہے' پس تم میں کا برا اچھے پر قربان ہے"
اس شعر کا اخیر مصرعہ اس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے:

واشهد ان لك من قريش　　كال السقب من ولد النعام

"میں جانتا ہوں کہ تیری قرابت قریش سے ہے لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شتر مرغ کے بچہ سے ہوتی ہے"
ابن مضرغ نے انہی کا پہلا مصرع اڑا کر امیر معاویہ کی ہجو لکھی تھی:

واشهد ان لك من زياد

واملك سوداء مردونة　　كان انا ملها الحنظب[2]

"تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پستہ قد ہے اور پور گویا حنظب (گویا ایک چھوٹا جانور ہے) ہے"

مدح:

مدح اچھی لکھتے تھے' آل غسان کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں:

يسقون من ورد البريض عليهم　　بردى يصفق بالرحيق السلسل

"جو ان کے ہاں جاتا ہے وہ اس کو بردی (نہر کا نام) کا پانی صاف شراب میں ملا کر پلاتے ہیں"
مصعب بن زبیر کی مدح میں ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب قریب کہا ہے لیکن جو مضمون اس میں ادا ہوا ہے اس میں ادا نہیں ہوا[3]

يغشون حتى ماتهم كلابهم　　لايسئلون عن السواد المقبل

اس بات میں اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون سا ہے تین شاعروں کے تین شعر اس باب میں سب سے بہتر ہیں لیکن ان میں بھی ترجیح کس کو ہے یہ امر نا قابل انفصال ہے۔ حطیہ حضرت حسانؓ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے اور لوگ ابوالطمحان اور نابغہ کے

[1] طبقات الشعر والشعراء ص ۲۱۲۔ [2] دیوان حسان ص ۲۰۔ [3] کتاب العمدہ ص ۱۰۴ ج ۲۔

marfat.com

شعروں کو بہتر بتاتے ہیں[1] عبدالملک بن مروان کہ اہل زبان اور زبان کا حاکم تھا' اس کا فیصلہ یہ ہے کہ:

ان امدح بیت قالبته العرب بیت حسان هذا.

''عرب نے جتنے اشعار لکھے ہیں ان میں سب سے بہتر حسان کا شعر ہے''۔

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت ہے شاہان غسان کے جود وسخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے یہاں مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کتے تک مانوس ہوگئے ہیں اور ان کو دیکھ کر نہیں بھونکتے۔

یہ جاہلیت کے اشعار تھے' آنحضرت ﷺ کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب ان کو بھی سننا چاہیے:

مستی میبد فی الدجیٰ الیهم جبینه　　یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

''جب آنحضرت ﷺ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اس کی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے''

فمن کان اومنب قد یکون کاحمد　　نظام لحق اولکان لملحد

''پس آنحضرت ﷺ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں' کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہوسکتا ہے''۔

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپؐ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے[2]

آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے' حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتے تھے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے۔[3]

جب بنو تمیم کا وفد آیا اور حسانؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمد ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔[4]

---

[1] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱۔ [2] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱۔ [3] ایضاً۔ [4] استیعاب ص ۱۳۱ ج ۱۔

marfat.com

حصان رزان ماترن بريبة وتصبح غرثى من لحوم الغوافل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں ہے ان کو سنایا تو بولیں خیر میں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں [1]

افتخار:

حسب ذیل اشعار فخر میں ہیں:

اهدى لهم مدحا قلب موازره فيما احب لسان حائك صنع [2]

''میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جس میں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جس کو شعر کی درست کرنے والی اور ماہر زبان پسند کرتی ہے''

اس میں انہوں نے زبان کو صنعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے:

اليك ارضا عازب الشعر بعد ما تمهل فى روض المعانى العجائب

''ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو نہایت بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کر چکے ہیں''

غرائب الاقت فى فنائك انسها من المجد فهى الآن غير غرائب

''جو نوادر تھے' تمہارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں''

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلند معنی رکھتے ہیں اوران کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے یہ ممدوح کی قدردانی ہے جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں ورنہ وہ گلستان معانی میں مقیم ہو گئے ہیں کیونکہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے۔

وقافية مثل السنان رزئتها تناولت من جو السماء نزولها

''اور قافیہ جو تیر کی طرح ہے کیا خوب ہے آسمان سے اس کو اتار لایا ہوں''۔[3]

مرثیہ:

حضرت حسانؓ نے مرثیے لکھے ہیں جن کا ہر ہر شعر یکسر سوز و گداز ہے آنحضرت ﷺ کے بارے میں مرثیے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں یہاں ان کی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۷ ج ۲۔ [2] دلائل الاعجاز ص ۳۹۵۔ [3] طبقات شعر والشعراء ص ۲۷۳۔

marfat.com

اخلاقی نظمیں:

ایک تجربہ کار شاعر' ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا موضوع شاعری' وعظ و پند اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں:[1]

اصون عرضی بمال الا ادنسه لا بارك الله بعد العرض فی المال

''میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں جس مال سے آبرو حاصل نہ ہو وہ اچھا نہیں''

احتال للمال ان ادری ناکسبه ولست للعرض ان اددی بمحتال

''مال اگر ہرگز نہ رہے تو پھر حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہوسکتی''

نرم وگرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں:

وانی الحلو تعترینی مرارة وانی لتراك بمالم اعود[2]

''میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی پیش آجاتی ہے اور میں جس چیز کا عادی نہیں اس کو چھوڑ دیتا ہوں''

ظلم کا انجام برا ہوتا ہے:

ندع السوال عن الامو ر بحثها ولرب حافر حفرة هو یصرع[3]

''ہم کسی بات کو کھود کرید کر نہیں پڑھتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا بسا اوقات اسی میں پچھاڑا جاتا ہے''

آدمی کو ہمیشہ ایک سا رہنا چاہیے' امیر ہو کر آپے سے باہر اور غریب ہو کر غمگین نہ ہونا چاہیے:

فلا المال ینسینی حیائی وحفظی ولا وقعات الدهر لغل مبردی[4]

''مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا''

---

[1] حماسہ ابوتمام ص ۵۸، ۵۹ ج ۲۔ [2] حماسہ تجری ص ۱۱۲۔ [3] حماسہ تجری ص ۱۱۳۔ [4] ایضاً ص ۱۱۹۔

maarifat.com

اپنی موت کو بلانا:

فلاتك كالشاة التی كان حتفها بحفر ذراعيها تثير وتحفر[1]

''تم اس بکری کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے گھر میں زمین کھود کر موت بلائی تھی''

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت:

وقوم من البغضاء زورٍ كانما باجوافهم معا تجن لنا الحجر[2]

''بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں''

يحيش بما فيها لنا الغلي مثل ما لدى محفل حتى كانم صعر

''تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہو''

بات کا پورا کرنا:

وانی اذا ماقلت قولا فعلته واعرض هماليس قلبی بفاعل[3]

''اگر میں کوئی بات کہتا ہوں تو کر گزرتا ہوں اور جس کام کو دل نہیں چاہتا ہے اس سے اعراض کرتا ہوں''۔

ومن مكر هی ان شئت الا اقوله ومنع خليل مذهب غير طائل

''اگر میں نہ کہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں اور دوست کا کسی بات سے روکنا بے کار نہیں ہوتا''

غدر اور خیانت کی برائی:

ياجار! من يغدر بذمة جاره منكم فان محمدً الم يغدر[4]

''اے پڑوسی! تم میں جو ہمسایہ سے دھوکا کرتا ہے' سن لے کہ محمدؐ دھوکہ نہیں کرتے''

ان تغدر وانا لغدر منكم شمية والغدر رينبت فی اصول السنجر

''اگر تم دھوکا کرتے ہو تو وہ تمہارا شیوہ ہے دھوکا سنجر کی جڑوں سے نکلتا ہے''

وامانه المری حيث لقيته مثل الزجاحة صدعهالم يجبر

''مری کی امانت تم جہاں پاؤ' اس شیشے کی طرح ہوگی جس کا شگاف درست نہیں ہوسکتا''

---

[1] حماسۂ تجری ص ۱۷۹۔ [2] ایضاً ص ۲۵۰۔ [3] حماسۂ تجری ص ۱۴۳۔ [4] ایضاً ص ۱۳۸۔

marfat.com

بری باتوں سے درگزر:

اعرض عن العوراء حیث سمعتها　　　واصفح کانك غافل لا تسمع [1]

''بری بات سن کر اعراض کیا کرو اس طرح کہ تم نے اس کو سنا ہی نہیں''

ذلت کی زندگی بسر کرنا:

کرهوا الموت فاتسبیح حماهم　　　واقاموا فعل اللئیم الذلیل [2]

''انہوں نے موت کو ناپسند کیا اس بنا پر ان کی آبروریزی ہوئی''

متفرق چیدہ کلام:

حضرت حسانؓ کے متفرق چیدہ چیدہ اشعار حسب ذیل ہیں:

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم　　　او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفع

سجیة تلك منهم غیر محدثه　　　ان الخلائق فاعلم شرها البدع

علم معانی میں بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے جو بالکل وجدانی ہے وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزا متحد اور ایک دوسرے میں داخل ہوں' ہر لفظ کا ربط نہایت شدید ہو' یہاں تک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو' مذکورۂ بالا شعر اسی صفت کا ہے اور اس میں تقسیم نے اور بھی لطف زیادہ کر دیا ہے [3]

وان سنام المجد من آل هاشم　　　بنو بنت مخزوم و والدك العبد

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اس کو غلام ثابت کریں اور یہ بیان کہ اس کا غلام ہونا سب پر روشن ہے اس کو ''العبد'' کے الف لام نے ظاہر کر دیا ہے کہ اگر والدك عبد کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی' غلامی کا آشکار او ہویدا ہونا سمجھ میں نہ آ سکتا [4]

اهوی حدیث الندمان فی فلق الصبح وصوت المغر و الغرد [5]

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں'

---

[1] حماسۂ تبریزی ص ۱۷۲۔ [2] ایضاً ص ۲۶۔ [3] دلائل الاعجاز ص ۷۰۔

[4] دلائل الاعجاز ص ۱۴۰۔ [5] طبقات شعر والشعراء ص ۱۷۲۔

marfat.com

جذبات شجاعت برانگیختہ ہوجاتے ہیں۔

دیوان:

حضرت حسانؓ کے اشعار عرصہ تک لوگوں کی زبانوں اور سینوں میں محفوظ رہے لیکن بعد میں زینت دہ سفینہ بھی ہو گئے' ابوسعید سکری نے ان کو جمع کر کے ان کی تشریح کی' اصابہ میں ان کے حوالے جابجا موجود ہیں' [1] بعد میں کسی دوسرے شخص نے اس کی شرح لکھی' ان کا دیوان ہندوستان اور تونس میں طبع ہوا ۱۹۱۰ء میں انگلستان کے مشہور ادارے "گب میموریل سیرز" نے لندن' برلن' پیرس اور سینٹ پیٹرس برگ کے متعدد قلمی نسخوں و نیز مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کر کے بڑے اہتمام سے اس کو چھاپا۔

لیکن بایں ہمہ اس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دی جاسکتی' احادیث' لغت اور ادب کی کتابوں میں جو اشعار منقول ہیں وہ بے شبہ صحیح ہیں' باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے۔

حضرت علی ؓ کے دیوان میں پہلا شعر:

الناس فی صورة الشبه افکاء ابوهم آدم والام حواء

ہے لیکن عبدالقادر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی و بیان کے موجد تھے اسرار البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہیں [2]

دیوان حسانؓ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے' صاحب استیعاب لکھتے ہیں: [3]

قال الاصمعی حسان احد فحول الشعراء فقال له ابوحاتم یاتی له اشعار لینة فقال الاصمعی تنسب الیه اشیاء لا تصح عنه.

"اصمعی نے کہا حسان نہایت زبردست شاعر تھے' ابوحاتم بولے بعض اشعار تو بہت کمزور تھے' اصمعی نے کہا کہ بہت سے شعر ان کے نہیں بلکہ لوگوں نے ان سے منسوب کر دیئے"۔

---

[1] اصابہ ص ۸ ج ۳۔ [2] کتاب مذکور ص ۲۱۴۔ [3] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱۔

marfat.com

اصمعی دوسری صدی ہجری میں تھا اور تیسری صدی میں انتقال کیا' جب تیسری صدی میں اس قدر آمیزش ہوگئی تھی تو ۱۳ صدیاں گزرنے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہوں گے۔

اخلاق وعادات:

ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبویؐ کے شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے' اور آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ خدایا روح القدس سے ان کی مدد کر' اس بنا پر بارگاہ رسالت میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔

طبیعت کی کمزوری کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی' ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں شعر پڑھ رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو جواب دیا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا[1]

جاہلیت میں شراب پیتے تھے' لیکن جب سے مسلمان ہوئے قطعی پرہیز کیا ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی میں مصروف تھے' حسانؓ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی' جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے آپ کا شعر ہے:

ونشربھا تترکنا ملوکاً　　　واسدا ماینھنھنا اللقاء

ہم اس کے بموجب پیتے ہیں' فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے' خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا شراب منہ نہیں لگائی[2]

---

[1] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۱ مسند ص ۲۲۲ ج ۵۔ [2] استیعاب ص ۱۲۹ ج ۱۔

marfat.com

حضرت حارثہ بن سراقہؓ

نام و نسب:

حارثہ نام، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، حارثہ ابن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا وہ جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس بن مالکؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

اسلام:

والد ہجرت سے قبل فوت ہو گئے تھے، والدہ زندہ تھیں اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں، ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرہ اسلام میں شمولیت اختیار کی۔

غزوۂ بدر کی شرکت اور شہادت:

غزوۂ بدر میں شریک تھے، جس روز کوچ کا حکم ہوا، سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے[1] آنحضرت ﷺ نے ان کو ناظر و نگران بنا کر ساتھ لیا،[2] ایک حوض پر پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرقہ نے تیر مارا، اس نے اس تشنہ دہن کو شربت شہادت سے سیراب کیا، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انہی کو شرف شہادت حاصل ہوا۔

بدر سے واپسی کے وقت حارثہ کی ماں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! حارثہ سے مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے، اگر وہ جنت میں گیا ہو تو خیر صبر کروں گی ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو! جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہیں[3]

ربیع اس بشارت کو سن کر باغ باغ ہو گئیں مسکراتی ہوئی اٹھیں اور کہنے لگیں بخ بخ یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ۔[4]

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۸۶ ج ۱۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۷۳ ج ۲۔
[3] ایضاً ص ۵۶۷۔ [4] اسد الغابہ ص ۳۵۶ ج ۱۔

marfat.com

اخلاق:

حضرت حارثہؓ اپنی ماں کے نہایت اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں:

کان عظیم البر بامہ[1] ''ماں کے معاملہ میں نہایت نیکو کار تھے''۔

جوش ایمانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کسی طرف جا رہے تھے کہ حارثہ سامنے آ گئے' فرمایا حارثہ! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہوں' فرمایا ذرا سوچ کر کہو ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے' عرض کیا' یارسول اللہﷺ! دنیا سے منہ پھیر لیا ہے' رات کو رواں اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہوں' اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' جنتی جنت اور جہنمی دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' حارثہؓ نے درخواست کی کہ میرے لیے شہادت کی دعا کیجئے' آپ نے دعا کی جس کی قبولت غزوۂ بدر میں ظاہر ہوئی۔

حضرت حارث بن صمہؓ

نام ونسب:

حارث نام' ابو سعید کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات اور دیگر حالات:

صہیب رومیؓ سے جو راہ خدا میں سخت سے سخت مصیبتوں کا مقابلہ کر چکے تھے' اخوت قائم ہوئی۔ غزوہ بدر میں شریک تھے' آنحضرتؐ کے ساتھ روحاء نام ایک مقام پر پہنچے تھے کہ چوٹ آ گئی' اس لیے آپ نے ان کو مدینہ واپس کر دیا اور غنیمت واجر میں شامل فرمایا۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۵۵ ج ۱

marfat.com

غزوہ احد میں میں جب کہ تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے حارث نے نہایت پامردی سے دادِ شجاعت دی' اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا' آنحضرت ؐ نے اس کا تمام سامان اُن کو دے دیا' ان کے علاوہ اس غزوہ میں اور کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہیں دیا۔

اسی معرکہ میں آنحضرت ؐ نے حارث سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟ بولے پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ میں تھے' میں نے جانا چاہا لیکن حضور ؐ پر نظر پڑ گئی تو اس طرف چلا آیا' ارشاد ہوا ان کو فرشتے بچا رہے ہیں' حارث حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف کے پاس گئے۔ دیکھا تو ان کے سامنے سات آدمی پچھڑے پڑے ہوئے ہیں' پوچھا یہ سب تمہیں نے مارے ہیں؟ بولے ارطاط اور فلاں فلاں کو تو میں نے قتل کیا' باقی ان لوگوں کے قاتل مجھ کو نظر نہیں آئے' حارث نے کہا رسول اللہ ﷺ نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔

وفات:

بیر معونہ کے معرکہ میں عمرو بن امیہ کے ساتھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ چیلیں اور دوسرے پرندے نظر آئے' یہ عمرو کو ساتھ لے کر اسی سمت چلے' دیکھا تو مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں غلطاں ہیں' عمرو سے کہا بولو! کیا ارادہ ہے' انہوں نے جواب دیا یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ حق پر ہیں' کہا تو پھر کیا دیکھتے ہیں جہاں منذر مارے جائیں' میں کس طرح وہاں سے ہٹ سکتا ہوں اور عمرو کو ساتھ لے کر کفار کی طرف بڑھے' انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کردی جو بدن میں ہر جگہ پیوست ہو گئے اور حارث کی روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا' دوسرے ساتھی عمرو اسیر ہو گئے۔

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے' سعد اور ابوجہم' یہ دونوں کے دونوں صحابی تھے۔

فضل وکمال:

اشعار ذیل حضرت حارث ؓ کے طبعزاد ہیں:

یارب ان الحارث بن صمہ   اقبل فی مھامہ مھمہ

یسوق بالنبی ھادی الامہ

marfat.com

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر

نام ونسب:

حنظلہ نام' غسیل الملائکہ' تقی القاب' قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ ابن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس' والدہ کا نام معلوم نہیں اتنا معلوم ہے کہ عبداللہ ابی رئیس خزرج کی ہمشیرہ تھیں۔

ابوعامر (حنظلہ کا باپ) اوس میں نہایت شریف اور بااثر شخص تھا' بعثت نبوی کا قائل تھا' اسی جذبہ مذہبی نے رہبانیت کی طرف مائل کیا' ریاست دنیاوی سے دست کش ہو کر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہن کر گوشہ عزلت اختیار کیا' راہب اسی وجہ سے لقب پڑا۔

لیکن جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اور مدینہ میں خلافت الٰہی کی بنیاد ڈالی گئی تو ابوعامر اور ابن ابی دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا تو ابن ابی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا اور مدینہ میں مقیم رہا' ابوعامر کا پیمانہ صبر زیادہ لبریز تھا' وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا اور مکہ کی سکونت اختیار کی' غزوۂ احد میں قریش مکہ نہایت سروسامان سے اٹھے اور ابوعامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا' آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے فاسق کا لقب تجویز کیا' جس سے تاریخ اسلام میں وہ اب تک مشہور ہے۔

احد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہیں مقیم رہا ۸ ہجری میں جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہوگئی۔ مکہ سے نکل کر روم پہنچا' اور ہرقل کے دامن میں پناہ لی اور اسی جگہ ۹ ہجری یا ۱۰ ہجری میں مرگیا۔ ابوعامر کی شدت کفر کا تو یہ عالم تھا۔ اس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارت ایمانی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کردوں' لیکن آنحضرتؐ نے منظور نہ کیا' عبداللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبداللہ نے بھی یہی درخواست کی تھی' ان کو بھی

marfat.com

یہی جواب عنایت ہوا[1] غزوۂ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ تھے، احد میں شرکت کی جو ان کے لیے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا۔

شہادت:

بیوی سے ہم بستر تھے کہ نفیر عام سنی، اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، نہانا تک یاد نہ رہا تھا۔ شمشیر بکف میدان میں پہنچے، ابوسفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا، اس کو اٹھا کر دے مارنا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دیں کہ شداد بن اسود لیث (ابن شعوب) نے دیکھ لیا جھپٹ کر بڑھا اور ایسا وار کیا کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا، ابوسفیان کہتا ہے:

ولو شئت بختنی کمیت طمرة ولم احمل النعمالاء بن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابوسفیان نے ابن شعوب کے ساتھ مل کر مارا تھا۔ مار کر بولا حنظله حنظلاة یعنی حنظلہ حنظلہ کے مقابلہ میں ہے۔ بدر میں ابوسفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کی طرف اشارہ تھا۔ چونکہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے اس لیے ملائکہ نے ان کو غسل دیا، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے غسل دے رہے تھے، غسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے ان کو حاصل ہوا۔

اولاد:

حضرت عبداللہؓ ایک فرزند تھے، جن کی آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت سات سال کی عمر تھی، بن شعور کو پہنچ کر باپ کے خلف الرشید ثابت ہوئے یزید کی شرمناک حرکتوں سے بیزار ہو کر نقض بیعت کی، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آستانہ خلافت پر سر نیاز خم کیا، شام سے فوجیں آئیں جنہوں نے مدینۃ الرسول میں حرہ کا خونین منظر رونما کیا، حضرت عبداللہؓ نے جرأت کر کے تمام مدینہ کو ابھارا اور خود سپہ سالار بن کر میدان میں نکلے، انصار کثرت سے شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ نے یکے بعد دیگرے اپنے آٹھ بیٹوں کو آگے بڑھایا، سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ دردانگیز منظر دیکھتے رہے

[1] اصابہ ص ۴۵ ج ۲۔

marfat.com

آخر میں خود بھی مقابلہ کے لیے بڑھے۔ جس میں وہ ردائے خونی ملبوس بدن تھی' جس کو ان کے پدر بزرگوار جنگ احد میں اوڑھ چکے تھے' یہ واقعہ روح فرسا ذی الحجہ ۶۳ھ میں پیش آیا۔

اخلاق:

اخلاق و عادات کی عظمت و بلندی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ''پدر فاسق'' کا فرزند ''تقی'' اپنی قوم کے ناصیہ کمال پر غرۂ عظمت بن کر چکا' قبیلہ اوس ہمیشہ ان کے وجود با جود پر فخر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انصار کے دونوں قبیلے اپنے فضائل فخریہ بیان کر رہے تھے' فریقین نے اس موقع پر اپنے اپنے عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا' جن میں سے سب سے پہلے حضرت حنظلہ ؓ کا نام نامی تھا۔

(خ)

حضرت خبیبؓ بن عدی

نام ونسب:

نام نامی خبیب تھا' اور قبیلہ اوس سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے' خبیب بن عدی ابن مالک بن عامر بن مجدعہ بن جحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک ابن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شریک تھے' اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی[1] اس غزوہ میں انہوں نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا[2]

۳ ہجری میں غزوہ رجیع ہوا' آنحضرتؐ نے عاصم بن ثابتؓ انصاری کو دس آدمیوں

[1] صحیح بخاری ص۵۷۳ ج۲۔ [2] ایضاً ص۵۶۸۔

marfat.com

پر امیر بنا کر جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا' عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا' اس کو خبر ہوگئی' اس کے سو تیر اندازوں نے اس مختصر جماعت کو گھیر لیا' ۷ آدمی اسی جگہ لڑ کر شہید ہو گئے' تین شخص جس میں ایک حضرت خبیب بھی تھے زندہ بچے' یہ تینوں جاں بخشی کے عہد و پیمان پر پہاڑی سے نیچے اترے' تیر اندازوں نے کمانوں کے تار کھول کر ان کے ہاتھ باندھے' ایک غیرت منداس بے عزتی کو گوارا نہ کر سکا اور مردانہ وار لڑ کر جان دی' اب صرف دو شخص باقی رہ گئے' ان کو لے جا کر مکہ کے بازار میں فروخت کیا' اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا۔ جسے غزوہ بدر میں انہوں نے قتل کیا تھا[1]

عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لا کر قید کیا'[2] ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں'[3] اور موہب کو نگرانی[4] پر مقرر کیا' عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔[5]

کئی مہینہ قید رہے' اشہر حرم گزر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں۔[6] حضرت خبیبؓ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔[7]

❶ آب شیریں پلانا ❷ بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا ❸ قتل سے پہلے خبر کر دینا

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی' قتل کا ارادہ ہوا تو اس[8] نے ان کو آگاہ کر دیا۔ انہوں نے طہارت کے لیے اس سے استرہ مانگا' اس نے لا کر دے دیا اس کا بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا آیا' انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا' ماں کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانو پر ہے' یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھی حضرت خبیبؓ نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لوں گا حاشا یہ ہماری شان نہیں۔[9]

پھر مزاح میں فرمایا کہ اب اللہ نے مجھ کو تم پر قادر کر دیا بولی کہ مجھ کو تم سے یہ امید نہ تھی' انہوں نے استرہ اس کے آگے ڈال دیا' اور کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا۔[10]

حضرت خبیب کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا' کہتی تھی کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر

۱؎ صحیح بخاری ص ۵۷۴ ج ۲۔ ۲؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔ ۳؎ بخاری ص ۵۸۵ ج ۲۔
۴؎ طبقات ابن سعد۔ ۵؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔ ۶؎ طبقات ابن سعد ص ۴۰۔
۷؎ ایضاً۔ ۸؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔ ۹؎ بخاری ص ۱۸۵ ج ۲۔ ۱۰؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔

marfat.com

کسی قیدی کو نہیں دیکھا' میں نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا' حالانکہ اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی' اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے' اس لیے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانہ غیب سے ان کو ملتا تھا۔[1]

شہادت:

حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا' حرم سے باہر تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا۔[2] آدمی جمع کیے گئے' مرد و عورت بوڑھے بچے' امیر و غریب وضیع و شریف' غرض ساری خلقت تماشائی تھی جب لوگ عقبہ کے گھر سے ان کو لینے کے لیے آئے تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ' دو رکعت نماز پڑھ لوں۔[3] زیادہ پڑھوں گا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ دعا زبان پر تھی:

اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احد.

پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچے:

وذالك في ذات الالـه وان يشأ   يبادك على اوصال شلو ممزع

''جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں اگر وہ چاہے تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا''

ولست ابالي حين اقتل مسلما   على اى جنب كان الله مصرعي

''اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں''

عقبہ بن حارث اور ہبیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا' چند منٹ کے بعد ہی سر اقدس دار پر تھا۔[4] یہ کیسا عجیب منظر تھا' اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے بطحائے کفر کا خونی قاتل' توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا' یہ سب کچھ تھا لیکن مجسمہ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا' اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون کے ساتھ جان دی۔

آنحضرت ﷺ کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعے سے ہوئی تو فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام[5]! اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لیے مکہ

---

[1] بخاری ص ۵۸۵ ج ۲۔ [2] استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔ [3] بخاری ص ۵۶۹ ج ۲۔
[4] استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱۔ [5] فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۵۔

marfat.com

بھیجا' عمرو رات کو سولی کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے' درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی' جسد اطہر زمین پر گرا' چاہا کہ اتر کر اٹھالیں' لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا' فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام پر پہنچایا جہاں شہیدان وفا راہ خدا کی روحیں رہتی ہیں! عمرو بن امیہ کو سخت حیرت ہوئی' بولے کہ کیا انہیں زمین تو نہیں نگل گئی؟ [1]

قتل کرنے کے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہیں رکھا تھا' لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا' وہ کسی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا' مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی [2] حضرت خبیبؓ نے جو دعا کی تھی' اس کا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہوگیا' جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے' نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے [3]

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر

نام ونسب:

خارجہ نام' قبیلہ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں نسب نامہ یہ ہے' خارجہ ابن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر' رئیس قبیلہ اور کبار صحابہ میں تھے۔

اسلام:

عقبہ میں بیعت کی۔

غزوات اور عام حالات:

ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ آ کر انہی کے ہاں قیام [4] کیا تھا اور انہی سے مواخاۃ ہوئی۔

---

[1] اصابہ ص ۱۰۴ ج ۲۔ [2] اصابہ ص ۱۰۴ ج ۲۔ [3] فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۵۔
[4] بعض کا خیال ہے کہ خبیب ابن اساف کے پاس ٹھہرے تھے۔

marfat.com

بدر میں شریک تھے اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ مل کر مارا تھا' امیہ کے بیٹے صفوان نے اپنے باپ کے قاتلوں کو تاڑ لیا تھا' چنانچہ دوسرے سال جب غزوہ احد واقع ہوا تو اس کو ان لوگوں کے قتل کی فکر ہوئی۔

شہادت:

حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادری سے لڑے اور دس سے اوپر نیزوں کے زخم کھائے' زمین پر گر گئے' صفوان نے ان کو شناخت کر کے ناک' کان اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا' میرے باپ کے عوض محمد ﷺ کے بڑے بہادر کام آئے۔

ان کے بھتیجے سعد بن ربیعؓ بھی اس معرکہ میں داد شجاعت دے کر شہید ہوئے تھے۔ چچا اور بھتیجا دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

اولاد:

دو اولادیں چھوڑیں' ایک زید جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا' دوسری حبیبہؓ جو حضرت ابوبکرؓ سے منسوب تھیں' ام کلثوم بنت ابی بکر ان ہی کے بطن سے تولد ہوئیں۔ اس بنا پر حضرت خارجہؓ حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ خسر بھی تھے[1]

[1] اسد الغابہ ص ۸۰ ج ۲ و اصابہ ص ۸۴ ج ۲ و استیعاب ص ۱۶۲ و ۱۶۳ ج ۱۔

marfat.com

حضرت خزیمہؓ بن ثابت

نام ونسب:

خزیمہ نام' ابوعمارہ کنیت' ذوالشہادتین لقب' سلسلہ نسب یہ ہے خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن عیان بن عامر بن خطمہ (عبداللہ) بن جشم بن مالک بن اوس' والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ تھیں۔

اسلام:

ہجرت سے پیشتر مشرف بہ اسلام ہوئے' اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لے کر اپنے قبیلہ (خطمہ) کے بت توڑے۔

غزوات اور شہادت:

بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے' فتح مکہ میں بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا' جناب امیر ؓ کی دونوں لڑائیوں میں ان کے ساتھ تھے جنگ جمل میں محض رفاقت کی' صفین میں اولاً خاموش رہے لیکن جب حضرت عمار بن یاسر افواج شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکال لی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابو حسن مما نخاف من نمتن

''جب ہم نے علی سے بیعت کر لی تو یہ بالکل کافی ہے' اور اب ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں''

وفیہ الذی فیھم من الخیر کلہ وما فیھم بعض الذی فیہ من حسن

''علی میں اہل شام کی تمام بھلائیاں جمع ہیں' لیکن شامیوں میں علی کی بعض خوبیاں بھی موجود نہیں''

اور فرماتے جاتے تھے کہ اب گمراہی آشکارا ہوگئی' میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا' چنانچہ اس معرکہ میں لڑ کر شہادت حاصل کی' یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے۔

marfat.com

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' عمارہ' عمرو' عمرہ۔

فضل وکمال:

احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے' حضرت جابرؓ بن عبداللہ' عمارہ بن عثمان، ابن حنیف، عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعدؓ بن ابی وقاص، ابوعبداللہ جدلی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' عطاء بن یسار' راویان حدیث کے زمرہ میں ہیں۔

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول' بیاض کے چمکتے ہوئے حروف ہیں' جوش ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کر کے چلے آئے لوگوں کو اس کی خبر نہ تھی' اس لیے خریداری کے لیے اس کی قیمت بڑھا کر دی' اس شخص نے آنحضرت ﷺ کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو' ورنہ میں دوسرے سے سودا کر چکا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم تو میرے ہاتھ فروخت کر چکے ہو۔ بولا واللہ میں نے نہیں بیچا اور اگر بیچا ہو تو کوئی گواہ لاؤ' مسلمان اس گفتگو کو سن کر جمع ہو گئے اور کہا رسول اللہ ﷺ سچ کہتے ہیں' حضرت خزیمہ بھی پہنچ گئے اور کہا میں گواہ ہوں تم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ فروخت کیا تھا' اس جرأت پر خود آنحضرت ﷺ کو حیرت ہوئی فرمایا بم تشھد ؟ تم کس طرح گواہی دیتے ہو عرض کی بتصدیقك یارسول اللہ! آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں۔

آنحضرتؐ نے اسی روز خزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کر دی[1] اور ذوالشہادتین کا لقب پڑ گیا۔ صحیح بخاری میں بھی ضمناً اس واقعہ کا ذکر آیا ہے' حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے مصاحف نقل کیے تو سورہ احزاب کی ایک جس کو ہم آنحضرتؐ سے سنتے تھے' نہیں پائی' یہ آیت خزیمہؓ انصاری کے پاس تھی' جن کی شہادت

---

[1] مسند احمد بن حنبل ص ۲۱۵'۲۱۶ ج ۱۵۔

marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی، وہ آیت یہ ہے:

﴿من المومنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه﴾[1]

اوس وخزرج میں جب باہم مفاخرت ہوئی تو اوسیوں نے حضرت خزیمہ کا نام بھی فخر کے طور پر پیش کیا تھا۔[2]

ان کے فخر وفضیلت کے لیے یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہا ہوں، اس کو انہوں نے آپ سے بیان کیا، تو فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، چنانچہ حضرت خزیمہؓ نے اٹھ کر پیشانی اطہر کا بوسہ لیا۔[3]

بعض روایتوں میں ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اپنی جبین مقدس سے ان کی پیشانی مس کی،[4] اس طرح اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

حضرت خواتؓ بن جبیر

نام ونسب:

خوات نام، ابوعبداللہ وابوصالح کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امراء القیس (برک) بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے، بدر میں شریک تھے، صفراء پہنچ کر پیر میں پتھر لگا آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور مجاہدین کے ساتھ غنیمت میں حصہ لگایا، احد اور باقی غزوات میں شرکت کی۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خانہ جنگیوں میں صفین میں شریک تھے۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۰۵ ج ۲۔ [2] اصابہ ص ۱۱۱ ج ۲۔ [3] مسند ص ۲۱۴ ج ۵۔ [4] ایضاً ص ۲۱۵۔

marfat.com

وفات:

۴۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال کیا' اس وقت ۷۴ سال کا سن تھا۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' قد میانہ' مہندی کا خضاب لگاتے تھے' آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

اولاد:

ایک بیٹا یادگار چھوڑا' صالح نام تھا۔

فضل وکمال:

عبداللہ بن ابی لیلیٰ' بسر بن سعد' صالح وغیرہ نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کا یہ حکیمانہ مقولہ نقل کیا ہے۔

نوم اول النهار وخرق واوسطه خلق وآخره حمق.

''دن کے پہلے حصہ میں سونا بے تمیزی درمیانی حصہ میں مناسب اور آخری حصہ میں بے وقوفی ہے''۔

نہایت شجاع تھے' آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنا سوار بنایا تھا[1]

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو جارہے تھے حضرت ابوعبیدہؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف بھی ساتھ تھے' لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اپنے شعر سنائیں' چنانچہ تمام رات گاتے رہے' سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خوات بس کرو' اب صبح ہوگئی۔[2]

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۲۱۶ ج ۲۔ [2] اصابہ ۱۴۳ ج ۲۔

marfat.com

حضرت خلاد بن سویدؓ

نام ونسب:

خلاد نام، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث ابن الخزرج الاکبر۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے، اور بیعت میں شرکت کی۔

غزوات اور شہادت:

بدر، احد، خندق میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے، قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے، بنانہ نام ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا اور اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اسی کے صدمہ سے انتقال ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلہ قریظہ اسیر ہو کر سامنے آیا تو آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو ڈھونڈ کر قتل کروادیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں۔

اولاد:

دو لڑکے چھوڑے اور دونوں صحابی تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ابراہیم، سائب[1]

[1] اسد الغابہ ص ۱۴۱ ج ۳، اصابہ ص ۱۶۰ ج ۲۔

marfat.com

حضرت رافعؓ بن مالک بن عجلان

نام ونسب:

رافع نام، ابو مالک وابورفاعہ کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج۔

اسلام:

انصار مدینہ میں اگرچہ خوش نصیبوں کی ایک جماعت ہے۔ جس کا شمار ۷۰ تک ہے لیکن ان میں بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلاف مدارج ہے، انصار میں بنونجار اور قبیلہ خزرج سبقت ایمانی میں سب سے پیش تھا، لیکن اس کا یہ تمام تقدس یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت صرف دو ہستیوں کے شرف وعظمت پر منحصر ہے، اور یہ دونوں بزرگ حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت رافع بن مالکؓ ہیں۔

قبیلہ خزرج کے ۶ آدمی جن میں یہ دونوں آدمی بھی تھے، عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اسلام کی تبلیغ کی، تو سب سے پہلے اس دعوت کو انہی دونوں نے لبیک کہا۔

یہ اسد الغابہ کی روایت ہے۔ طبقات میں ہے کہ صرف دو شخص گئے تھے، ان کو آنحضرت ﷺ کی خبر ملی تو خدمت میں حاضر ہو کر مذہب اسلام اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان دونوں بزرگوں میں بھی جیسا کہ سعد بن عبدالحمید کا قول ہے، حضرت رافع نے پہلے بیعت کی تھی۔ اسلام قبول کر کے پلٹے تو مدینہ میں نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں:

فلما قدمر المدینة ذکر والقوامهم الاسلام ودعوهم الیه نفشا فیهم تبق دارمن دورالانصار الاوفیها ذکر من رسول الله صلی الله علیه وسلم

marfat.com

''یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا تو اس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا اب کوئی گھر نہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو''[1]

دوسرے سال حضرت رافع ۱۲ آدمیوں کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ گئے' اور اس اخیر بیعت میں بنوزریق کے نقیب منتخب ہوئے۔ صحیح بخاری میں رافع کے عقبہ میں شریک ہونے کا ذکر آیا ہے' چنانچہ ان کا قول ہے:

مایسرنی انی شهدت بدر بالعقبة[2]

''یعنی مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہؓ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا''۔

غزوات:

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی اسلامی زندگی کے دوران صرف دولڑائیاں پیش آئیں' بدر اور احد' بدر میں ان کی شرکت مشکوک ہے' ابن اسحاق نے ان کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ شریک تھے' اس باب میں بہترین حکم خود ان کا قول ہوسکتا ہے' ابھی بخاری کی جو عبارت اوپر گزری ہے کہ ''مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا'' اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے۔

شہادت:

شوال ۳ ہجری میں غزوۂ احد میں شہادت پائی۔

خدمات مذہبی:

اشاعت اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دیں' سورۂ یوسف مدینہ میں سب سے پیشتر انہی نے پہنچائی' مسجد بنی زریق میں مدینہ کی تمام مسجدوں سے قبل قرآن مجید پڑھا گیا' اس کے پڑھنے والے یہی بزرگ تھے بیعت سے واپسی کے وقت آنحضرتؐ پر مکہ میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے اور اپنی قوم کو جمع کر کے سنایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے' جب سورہ طہ

[1] اسد الغابہ ص ۱۲۷ ج ۲۔ [2] بخاری ص ۶۹ ۵ ج ۲۔

marfat.com

نازل ہوئی تو لکھ کر مدینہ لائے، غرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے، جس نے دولت ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی۔ فنصر اللّٰہ عبدانصر الاسلام بنفسه و مالهٗ و دمه.

حضرت رفاعہ بن رافعؓ زرقی

نام ونسب:

رفاعہ نام، ابومعاذ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ غضب بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا، بنوحبلی سے تھیں، اور عبداللہ ابن ابی راس المنافقین کی ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافع قبیلہ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے بیعت عقبہ سے دوسال پیشتر ۵-۶ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جا کر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی، ماں بھی مسلمان ہوچکی تھیں ان کا اخیافی بھائی عبداللہ ابن ابی مرجع کفر ونفاق تھا، لیکن بہن دو دمان صداقت وراستی کا سراج منیر بنی تھیں، حضرت رفاعہؓ اسی مبارک خاندان میں پلے تھے عقبہ ثانیہ میں اپنے باپ کے ساتھ مکہ جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوکر مدینہ واپس ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی، بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے[1] غزوہ احد، خندق، بیعت الرضوان اور تمام اہم واقعات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔

دیگر حالات:

جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے ہم رکاب تھے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنادیا

---

[1] بخاری ص ۵۶۹ ج ۲۔

marfat.com

تھا۔ ام الفضل بنت حارث (حضرت عباسؓ عم رسول اللہ کی بیوی) کا مکہ سے خط پہنچا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ گئے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ ان سے تعجب ہے۔ آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے' ہماری قوم کے لوگوں نے دوسروں کو خلیفہ بنایا' ہم فتنہ وفساد کے خوف سے چپ ہو رہے اور صبر کیا' خدا کا شکر ہے کہ اس کا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے' اس کے بعد لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خروج کر کے ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلا جبر و اکراہ بیعت کی' جس میں طلحہ اور زبیر بھی شریک تھے' ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا کہ ان کے بصرہ سے لشکر لے جانے کی خبر پہنچ رہی ہے' اے خدا! تو اس فتنہ وفساد کو دیکھ۔

رفاعہؓ بن رافع اس تقریر کو سن کر بولے یا امیر المومنین! جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ہم اپنے مرتبہ و نصرت دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں جانتے تھے' آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتیں بیان کر کے ہم سے اس حق کو منوایا' ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے' کتاب وسنت قائم ہیں' آپ لوگوں کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا اور خلافت قریش کے سپرد کر دی اور ہمیں یہی کرنا چاہیے تھا' اب آپ کی بیعت کے بعد کچھ لوگ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے ہیں' جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ میں پسندیدہ تر ہیں آپ فرمائیے آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہیں۔

رفاعہ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن غزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا' یا امیر المومنین! اس کا ابھی فیصلہ کر لیجیے' میں اس راہ میں جان تک دینے کے لیے تیار ہوں' اس کے بعد انصار کو مخاطب کر کے کہا جس طرح پہلے رسول اللہ ﷺ کی مدد کر چکے ہو' اب امیر المومنین کی مدد کرو' یہ اخیر اس پہلے سے بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا اشرف وافضل تھا۔

جناب امیرؓ ان کی تقریر کے بعد ایک لشکر لے کر عراق روانہ ہو گئے۔ رفاعہ بھی ہم رکاب ہوئے۔

---

۱ ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی' یہ امیر معاویہ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا۔

marfat.com

اولاد:

دو لڑکے چھوڑے معاذ اور عبید۔

فضل وکمال:

حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں چند احادیث ہیں، جن میں سے ۳ میں امام بخاری منفرد ہیں حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ماسوا حضرت ابوبکرؓ اور عبادہ بن صامتؓ سے بھی حدیث سنی تھی، راویوں میں یحییٰ بن خالد (برادر زادہ علی بن یحییٰ) معاذ اور عبید (بیٹے) ہیں۔

حضرت رافعؓ بن خدیج

نام ونسب:

رافع نام، ابوعبداللہ کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، رافع ابن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ ہے۔

قبیلہ اوس میں عبدالاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتیں تھیں، ان میں جنگ وجدل کا بازار گرم رہتا تھا، اسید بن حضیر کے دادا سماک بن رافع کو انہی لوگوں نے ایک معرکہ میں قتل کیا تھا، اور ان کے خاندان کو شہر بدر کر دیا تھا، حضیر بن سماک نے بنو حارثہ کا محاصرہ کر کے اپنے باپ کا انتقام لیا، اور ان کو شکست دے کر خیبر میں جلاوطن کر دیا، بنو حارثہ ایک سال تک خیبر میں سکونت پذیر ہے، اس کے بعد حضیر کو رحم آیا، اور مدینہ میں بود و باش کرنے کی اجازت دی۔

حضرت رافعؓ کے آباو اجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند حضرت رافعؓ کے حصہ میں آئی اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے۔

اسلام:

ہجرت کے وقت صغیر السن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ دل میں گھر کر چکا تھا، اس کے علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرف ایمان حاصل کر چکے تھے۔

marfat.com

غزوات:

غزوۂ بدر میں ۱۴ سال کا سن تھا' آنحضرت ﷺ کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے' آپ نے کمسن خیال کر کے واپس کیا۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال[1] پیش ہوتے تھے' چنانچہ دوسرے سال رافع بھی پیش ہوئے۔ اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے' اس لیے شرکت کی اجازت مل گئی تو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔

ایک صحابی سمرہ بن جندب بھی لڑکوں کی جماعت میں تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے صغرسنی کی وجہ سے شامل نہیں فرمایا تھا' بولے کہ آپ نے رافع کو اجازت دے دی اور مجھ کو چھوڑ دیا' حالانکہ میں کشتی میں ان کو پچھاڑ دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے مقابلہ کرایا۔ سمرہ دیکھنے میں چھوٹے تھے' لیکن طاقتور تھے' رافع کو پچھاڑ دیا' اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی میدان کی اجازت دے دی[2]

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے' اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے' لیکن ان میں رافع کے نام کی تصریح نہیں۔[3] اس غزوہ میں ان کے سینہ پر تیر لگا جو ہڈیوں کو توڑ کر اندر گھس گیا' لوگوں نے کھینچا تو نوک اندر رہ گئی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت قیامت میں شہادت دوں گا۔ غزوۂ خندق اور اکثر معرکوں میں شامل رہے۔ معرکہ صفین میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

وفات:

تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی ایک عرصہ کے بعد اس نے زخم پیدا کر دیا' اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے' نہلاتے میں عصر کا وقت آ گیا حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پیشتر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہیے۔ جنازہ کفنا کر باہر لایا گیا' اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی' حضرت[4] ابن عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی' جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی بڑی کثرت تھی۔ عورتیں بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلیں تو ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لیے ان کے

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۵۴ ج ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] طبری ص ۱۳۹۲ ج ۳۔ [4] مسند ابن حنبل ص ۱۴۱ ج ۴۔

marfat.com

حال پر رحم کرو' یہ پیر مرد عذاب الٰہی برداشت نہ کر سکیں گے۔

وفات کے وقت ۸۶ برس کا سن تھا' سنہ وفات میں اختلاف ہے امام بخاری نے تاریخ اوسط میں لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال کیا' باقی مورخین کی رائے ہے کہ ۷۴ھ کی ابتداء تھی اور عبدالملک بن مروان سریر خلافت پر تھا۔ ترکہ میں حسب ذیل چیزیں چھوڑیں: لونڈی' غلام' اونٹ' زمین[1]

حلیہ:

مفصل حالات معلوم نہیں اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے' اور خضاب لگاتے تھے۔

اہل وعیال:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' عبداللہ' رفاعہ' عبدالرحمٰن' عبیداللہ' سہل' عبید ان میں اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے' عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے' باقی لڑکے دو بیویوں سے پیدا ہوئے' جن کے نام یہ ہیں' لبنیٰ بنت قرۃ بن علقمہ بن علاثہ بن اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاذ بن حارث بن مالک بن نمر بن قاسط بن ربیعہ۔ ان لوگوں کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت پذیر تھی۔

فضل وکمال:

حدیث کی کتابوں میں ان کے سلسلہ سے ۷۸ روایتیں منقول ہیں' راویوں میں صحابہ اور تابعین دونوں گروہ کے لوگ شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں' ابن عمرؓ' محمود بن لبیدؓ' سائب بن یزیدؓ' اسید بن ظہیرؓ' مجاہد' عطا' شعبی' عبایہ بن رفاعہ' عمرہ بنت عبدالرحمٰن' سعید بن مسیب' نافع بن جبیر' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' ابوالنجاشی' سلیمان ابن یسار' عیسیٰ' عثمان بن سہل' ہریر بن عبدالرحمٰن' یحییٰ بن اسحاق' ثابت بن انس بن ظہیر' حنظلہ بن قیس' نافع' واسع بن حبان' محمد بن یحییٰ' عبیداللہ بن عمرو بن عثمان۔

اخلاق:

امر بالمعروف اور اطاعت رسول' معدن اخلاق کے تابناک جواہر پارے ہیں۔

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۴۱ ج ۴۔

marfat.com

ایک مرتبہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، اس نے چوری کا جرم عائد کر کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر لیا تو رافعؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ پھل میں قطع ید نہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھاتے تھے اور آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک اسی پر ان کا عمل رہا، بعد میں خبر ملی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، اور رافع کے پاس اس کی حدیث ہے، چنانچہ نافع کو لے کر حضرت رافع کے پاس گئے اور حدیث سنی، اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے۔ مسند میں ہے کہ خود ابورافع نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی۔[1]

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا، جس میں کہا کہ مکہ حرم ہے، رافع موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے، میرے پاس اس کی حدیث لکھی ہوئی ہے، اگر چاہو تو دکھا سکتا ہوں، مروان نے جواب دیا ہاں وہ حدیث میں نے سنی ہے۔[2]

اطاعت رسول کے لیے واقعات ذیل کافی ہیں:

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آ کر بیان کیا کہ آج آنحضرت ﷺ نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے، حالانکہ ہم لوگوں کو اس سے کچھ آسانی تھی، رافع نے جواب دیا، عم محترم جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی حق ہے۔[3]

ایک روز بیوی سے ہم بستر تھے، عین اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے آواز دی، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کر کے باہر نکل آئے۔[4]

---

[1] صحیح مسلم ص ۶۱۵ ج ۱ مسند ص ۳۶۳ ج ۳۔ [2] مسند ص ۱۴۱ ج ۴۔

[3] مسلم ص ۶۱۶ ج ۱۔ [4] مسند ص ۱۴۳ ج ۴۔

marfat.com

حضرت رویفع بن ثابتؓ

نام ونسب:

رویفع نام، قبیلہ خزرج کی شاخ نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ۔

غزوہ حنین میں شریک تھے[1]

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی اور وہاں ایک مکان بنالیا۔

صدارت طرابلس:

۴۶ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو طرابلس کا حاکم بنا کر مغرب بھیجا، برقہ صدر مقام تھا، اسی میں قیام پذیر ہوئے[2]

ایک سال کے بعد (۴۷ھ) حضرت مسلمہ بن مخلد والی مصر وطرابلس نے افریقہ (تونس والجزائر ومراکش) پر فوج کشی کی، رویفع کو اس مہم پر مامور کیا، انہوں نے بہت سی فتوحات کیں، اور موجودہ جغرافیہ کی رو سے حد تیونس کے اندر پہنچ کر قابس کے قریب جربہ نام ایک مقام فتح کیا، اور تقریر کی جس میں لونڈیوں، مال غنیمت، سواری اور دیگر ضروری باتوں کے متعلق ہدایت تھی[3] اسی سال کے اندر سالماً وغانماً دارالحکومت میں واپس آئے[4]

حضرت مسلمہؓ نے خراج کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہا لیکن انہوں نے اس بنا پر انکار کیا کہ آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے کہ حاکم خراج جنت میں داخت نہ ہوگا[5]

تقریباً ۱۰ برس تک اپنا فرض منصبی انجام دیتے رہے۔

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۰۸ ج ۴۔ [2] استیعاب ص ۱۴۱ ج ۱۔ [3] مسند ص ۱۰۸ ج ۴۔
[4] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱۔ [5] مسند ص ۱۰۹ ج ۴۔

marfat.com

وفات:

۵۶ھ میں پیغام اجل پہنچا' برقہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے [1]

فضل وکمال:

ان کے سلسلہ سے ۸ روایتیں مروی ہیں' بیان حدیث میں محتاط تھے ایک مرتبہ مجمع عام میں ایک حدیث بیان کی تو فرمایا:

ایھا الناس! انی لا اقول فیکم الا ماسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول.

''لوگو! تم کو میں وہ باتیں سناتا ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے ہم کو سنایا تھا''۔

راویوں میں حنش بن عبداللہ صنعانی' وفاء بن شریح، ہیثم بن تبیان' شیبان قتابی' ابوالخیر مرثد بشیر بن عبیداللہ حضرمی' ابومرزوق وغیرہ تھے' جو ان کے ساتھ برقہ اور جنگ افریقہ میں شریک رہے تھے۔

اخلاق:

صحبت رسول کا اثر ہر جگہ نمایاں رہتا تھا غزوۂ مغرب میں متعدد مقامات پر خطبے دینے کا اتفاق ہوا' ان میں کتاب وسنت کی تمام لوگوں کو دعوت دی۔

اوامر ونواہی کے امتثال واجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ حاکم اسلام کے لیے یہ سب سے ضروری فریضہ ہے' اجتناب عن المنہیات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ محض تہدیدی حدیث کی بدولت صاحب خراج کی خدمت قبول نہ فرمائی۔

[1] اسد الغابہ ص ۱۹۱ ج ۲۔

marfat.com

حضرت زید بن ارقمؓ

نام ونسب:

زید نام' ابوعمر کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے۔ زید بن ارقم ابن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

والد نے صغرسنی میں ہی انتقال کیا تھا' حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے اور ان کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے' اپنے ظل عاطفت میں لیا' اور ان کی پرورش وپرداخت کی۔

اسلام:

ابن رواحہ عقبہ میں بیعت کر چکے تھے' زید کے ایمان لانے کا وہی سبب بنے۔

غزوات اور دیگر حالات:

احد میں صغیر السن تھے' اس لیے آنحضرت ﷺ نے غزوہ کے قصد سے باز رکھا' خندق کے معرکہ میں شریک ہوئے اور پھر تمام غزوات میں شرکت کی صحیح بخاری میں ان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۱۹ غزوے کیے جن میں سے ۱۷ میں شریک تھا۔[1]

غزوۂ موتہ میں اپنے چچا کے ساتھ گئے تھے' انہوں نے چند اشعار کہے جن میں شہادت کی تمنا کی' دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے' زید نے اشعار سن کر رونا شروع کیا' ابن رواحہ نے درہ اٹھایا کہ تمہارا کیا حرج؟ مجھے شہادت نصیب ہوگی۔

خلفائے راشدین میں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے دوستانہ مراسم تھے' جنگ صفین میں جناب امیر کی حمایت میں شریک ہوئے۔

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۳ ج ۲۔

marfat.com

کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور بنو کندہ کے محلہ میں مکان بنایا تھا۔[1]

وفات:

۶۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا' یہ مختار بن ابی عبید ثقفی کا دور امارت تھا۔

فضل وکمال:

حضرت زید اپنے زمانہ میں مرجع علم وفضل تھے لوگ دور دور سے استفادہ کے لیے آتے تھے' ایک شخص اقصائے قسطاس سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا۔[2] جہاں کہیں جاتے تو شائقین حدیث آپ کی جانب رجوع کرتے ایک مرتبہ بصرہ یا مکہ گئے تو حضرت ابن عباسؓ نے درخواست کی کہ فلاں حدیث جس کو آپ نے روایت کیا تھا' اس کے سننے کا بڑا مشتاق ہوں۔[3]

ایک مرتبہ عطیہ عوفی نے آ کر کہا کہ آپ نے میرے داماد سے فلاں حدیث بیان کی تھی میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ خود آ کر آپ سے سنوں' انہوں نے حدیث بیان کی تو عطیہ بولے یہ بھی فقرہ تھا' فرمایا:

انما اخبرک کما سمعت.[4] ''بھائی میں نے کچھ سنا تھا تم سے بیان کر دیا''۔

حدیثوں کے علاوہ جو دعائیں آنحضرت ﷺ سے سنی تھیں اور یاد تھیں وہ لوگوں کو بتلاتے تھے ایک مرتبہ کہا:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا هن ونحن نعلمکوهن.[5]

''یعنی آنحضرت ﷺ ہم کو سکھلاتے تھے ہم تم کو سکھلاتے ہیں''۔

لیکن آپ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں:

کنا اذا جئناه قلنا حدثنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انا قد کبرنا ونسینا الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم شدید.[6]

''یعنی ہم حدیث کی درخواست کرتے تو جواب ملتا کہ میں بوڑھا ہو گیا اور بھول گیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنا بڑا کام ہے''۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۰ ج ۶۔ [2] مسند ص ۳۷۲ ج ۴۔ [3] ایضاً ص ۳۶۷۔
[4] ایضاً ص ۳۹۸۔ [5] ایضاً ص ۳۷۱۔

marfat.com

ایک مرتبہ چند آدمی سماع حدیث کے لیے حاضر ہوئے۔ پہلے ان کی تعریف وتوصیف کی کہ اللہ نے آپ کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے' آپ نے آنحضرت ﷺ کا جمال باکمال دیکھا' حدیث سنی غزوات میں شریک ہوئے' نمازیں پڑھیں اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہوسکتا ہے۔ فرمایا برادر زادے! میں بوڑھا ہوا' وہ زمانہ گزر چکا بہت سی باتیں خواب وخیال ہوگئیں۔ حدیثوں کا بڑا سرمایہ نسان وسہو کی نذر ہوگیا' اس لیے جو حدیث خود بیان کروں وہ سن لیا کرو' باقی روایت کی تکلیف دینا تو یہ مناسب نہیں [1]

اسی لیے روایتوں کی کل تعداد ۹۰ ہے آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت انسؓ بن مالک (کتاب سے روایت کرتے تھے) عبداللہ بن عباسؓ، ابوالطفیلؓ' ابوعثمان نہدی' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' عبدخیر ہمدانی' طاؤس' نضر بن انسؓ، ابوعمر شیبانی' ابوالمنہال عبدالرحمٰن بن مطعم' ابواسحاق سبیعی' محمد بن کعب' ابوحمزہ' طلحہ ابن یزید' عبداللہ بن حارث بصری' قاسم بن عوف' یزید بن جان زیادہ مشہور ہیں۔

اخلاق وعادات:

اسلام کی روحانی تربیت کا اثر زندگی مظہر کے تمام شعبوں سے نمایاں ہے۔ سورۂ منافقین کی بعض آیات ان کے جوش ملی کی شاہد ہیں۔

ایک غزوہ میں جو نہایت عسرت وتنگی کے زمانہ میں پیش آیا تھا' اپنے چچا کے ساتھ تھے' عبداللہ بن ابی سرگروہ منافقین اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا کہ مہاجرین کی مدد بالکل بند کردو تو وہ تنگ آکر خود بخود مدینہ سے واپس چلے جائیں گے' اور یہ کہ میں یہاں سے چل کر ذلیل لوگوں کو شہر بدر کردوں گا' یہ جملے ان کو نہایت ناگوار گزرے' گوکہ ابن ابی ان کا ہم قبیلہ اور رئیس خزرج تھا' مگر انہوں نے اپنےؓ چچا سے شکایت کی۔

ان کی غیرت ایمانی نے واقعہ کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا آپؐ نے زید اور ابن ابی

---

[1] مسند ج ۴ ص ۳۶۶۔

marfat.com

کو بلا کر دریافت کیا' وہ اپنی جماعت کے ساتھ آیا اور قسم کھائی کہ میں نے کچھ نہیں کہا' ابن ارقم جھوٹ بولتے ہیں' اس پر تمام انصار ابن ارقم کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بیان کیا' ان کے چچا بھی انصار کے ہم نوا ہوگئے کہ مفت میں رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر لیا۔

حضرت زید کو سخت افسوس ہوا' گھر میں جا کر بیٹھ رہے اسی حالت میں نیند آ گئی' ابھی بیدار نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئی جن میں ان کی تصدیق اور منافقین کا سارا حال مذکور تھا' آپ ؐ نے آدمی بھیجا کہ زید کو بلا لاؤ۔ خدمت میں پہنچے تو آیتیں سنا کر ارشاد ہوا کہ:

ان اللہ صدقک یا زید[1]

''اے زید خدا نے تمہاری تصدیق فرمائی''۔

امر بالمعروف فرائض میں داخل تھا۔

مسجد قبا میں کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے' ادھر سے گزرے تو فرمایا کہ شاید ان کو معلوم نہیں کہ اوابین کا اس سے بہتر ایک وقت ہے اور وہ جب ہے کہ گرمی کی شدت سے تلوے جلنے لگیں[2]

ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ ؓ نے جناب امیر رضی اللہ عنہ کی شان میں نا ملائم الفاظ استعمال کیے تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ مردوں کو برا کہنے سے منع کیا کرتے تھے' علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا اب ان کو برا کیوں کہتے ہو[3]

سنت نبوی ؐ کے متبع تھے۔ جنازہ میں عموماً ۴ تکبیریں کہا کرتے تھے' ایک مرتبہ ۵ کہیں' ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ سہو تو نہیں ہوگیا۔ فرمایا یہ بھی آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اس کو میں کیونکر چھوڑ دیتا[4]

بارگاہ نبوی میں تقرب حاصل تھا' جب کبھی یہ بیمار پڑتے آنحضرت ﷺ ان کی

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۲۷ و ۷۲۸ ج ۲۔ [2] مسند ص ۳۶۷۔ [3] مسند ص ۳۶۹۔ [4] مسند ص ۳۶۹۔

marfat.com

عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔

ایک مرتبہ آنکھ میں درد اٹھا' آپ عیادت کو تشریف لائے' صحت یابی کے بعد پوچھا کیوں ابن ارقم! اگر یہ باقی رہ جاتا تو کیا کرتے؟ عرض کی صبر کرتا' اور اجر کا امیدوار رہتا' فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ جاتے[1]۔

مصیبت میں لوگوں کی ہمدردی اور غمگساری کرتے تھے۔

حرہ کے واقعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا اور بعض اعزہ مارے گئے تو ان کو تعزیت کا ایک خط لکھا کہ میں تم کو خدا کی ایک بشارت سناتا ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدایا! انصار' ان کی اولاد' اولاد در اولاد' ان کی عورتوں اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما[2]۔

معاصرین کے کمال کا اعتراف نہایت کشادہ دلی سے کرتے تھے اور سوال کرنے والوں کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ابوالمنہال بیع صرف کے متعلق ان سے مسئلہ دریافت کرنے آئے انہوں نے کہا براءؓ سے پوچھو' وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ عالم ہیں' جب وہ حضرت براءؓ بن عازب کے پاس گئے تو انہوں نے مسئلہ بتا کر کہا کہ اس کی تصدیق زیدؓ سے کرالینا' وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ جاننے والے ہیں[3]۔

امراء اور حکام سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ عہد نبوت میں تجارت پر بسر اوقات تھی۔

---

1 مسند ص ۳۶۸ و ۷۔ 2 ایضاً ص ۳۷۵۔ 3 ایضاً ص ۳۷۰۔

marfat.com

حضرت زیدؓ بن ثابت

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

زید نام' ابوسعید' ابوخارجہ' ابوعبدالرحمن کنیت' مقری' فرضی' کاتب الوحی' حبر الامت القاب' قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار' والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا' جو حضرت انس بن مالکؓ کے خاندان سے تھیں۔

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں' ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے' حضرت زیدؓ کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے' یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے اس وقت ان کی کل عمر ۶ برس کی تھی۔ حضرت زید والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ ۱۱ برس کے ہوئے تو اسلام کی آواز کان میں پڑی۔

اسلام:

اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام' توحید ورسالت کی عظمت کا وعظ کہہ رہے تھے' حضرت زیدؓ نے اسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا' کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر ومباہات ہوسکتا ہے تو حضرت زیدؓ نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا' اور ابتداء ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت زیدؓ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا' اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے' جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے' لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں' اور ۱۷ سورتیں پڑھ چکے ہیں' آنحضرت ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے زیدؓ نے

marfat.com

قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا۔

ابھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوۂ بدر پیش آیا' انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو ۱۳ برس کے اس بچہ نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے' آپ نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا۔

غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ غزوۂ خندق جو ۵ ہجری میں واقع ہوا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا غزوہ تھا۔ اس وقت ان کا سن ۱۶ سال تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے۔

غزوۂ خندق میں وہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ معرکہ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے' آنحضرت ﷺ کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اتفاق سے ان کو نیند آ گئی' عمارہ ابن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لیے' زید کو خبر نہ ہوئی' آنحضرت ﷺ پاس تھے مزاحاً فرمایا' یاابارقاد یعنی اے نیند کے باپ اٹھ' اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں۔

غزوہ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجار کا علم عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا' بعد میں آنحضرت ﷺ نے ان سے لے کر زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا' عمارہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے کون سی خطا ہوئی' فرمایا کچھ نہیں' مجھے قرآن کا لحاظ مدنظر ہے' زید تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں۔

جنگ یمامہ میں جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد مبارک میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی' حضرت زیدؓ شامل تھے' اس میں ان کو ایک تیر لگا' لیکن جسم کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اعمال عظیمہ:

حضرت زیدؓ بن ارقم کی عظیم الشان زندگی اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے' اس کے جمع کرنے کا فخر [illegible]

marfat.com

انسان کو حاصل ہوا' وہ حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کاتب الوحی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک قرآن مجید' ہڈی' کھال' کھجور کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا' صحابہ میں بہت سے بزرگ تھے' جن کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا' وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے' حضرت زید بھی انہی حفاظ میں تھے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب سے مل گیا جس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر فوج کشی کی اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا' لیکن اس غزوہ میں ۷۰ حفاظ نے جام شہادت پیا' اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا' انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے قرآن مجید کو جمع کر لیجیے' حضرت ابوبکرؓ نے منظور کر لیا' اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ تم عقل مند اور جوان آدمی ہو' تمہاری طرف سے سب کو اطمینان ہے' تم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں وحی لکھی تھی' اس لیے تم ہی اس کام کو انجام دو' حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گراں تھا' چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ آمادہ ہو گئے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ نے اس کام کے لیے ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت مامور کی جن کی تعداد ۷۵ تک بیان کی جاتی ہے' انؓ میں حضرت ابی بن کعب اور سعید بن عاص بھی تھے۔ حضرت زیدؓ نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا' جمع کیا' حفاظ سے قرآن سنا' اس کے ماسوا وہ خود بھی حافظ قرآن تھے' اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کر چکے تھے۔[2]

آیات کی صحت کے لیے بعض بعض موقعوں پر مباحثہ کی بھی نوبت آ جاتی تھی' ایک مقام پر پہنچ کر زیدؓ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیت رجم) میں نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۸۸ و بخاری ص ۷۴۵ ج ۲۔ [2] بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ باب القراء و مسند ج ۵ ص ۱۸۵' اصل الفاظ یہ ہیں' بینا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نولف القرآن میں الرقاع.

marfat.com

سے سنی تھی' حضرت عمرؓ نے فرمایا' لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔[1]

غرض اس کدوکاوش کے ساتھ حضرت زیدؓ نے یہ اہم کام انجام دیا' اور پورا قرآن لکھ لیا گیا' مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا' ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے'[2] وہ آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس تھی' آنحضرتؐ نے ان کی شہادت دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی[3] اس لیے حضرت زیدؓ نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی اس کے ماسوا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی۔

قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پاس رکھا' ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر ام المومنین رضی اللہ عنہما کے مکان میں موجود رہا۔[4]

عہد عثمانی میں جب اختلاف قرأت رونما ہوا تو حضرت حذیفہؓ بن یمان نے حضرت عثمانؓ سے کہا قبل اس کے کہ اسلام میں یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہو آپ اس کا جلد تدارک کیجیے' انہوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت زید کا لکھا ہوا مصحف حضرت حفصہؓ سے طلب کیا اور چار بزرگوں کو جن میں ایک زید بھی تھے کتابت قرآن پر مامور کیا' ان بزرگوں نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلیں لیں' حضرت عثمانؓ نے ان کو ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیا اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہؓ کے پاس باحتیاط واپس کیا۔[5]

آنحضرت امی ﷺ نے وحی لکھنے کا کام مختلف صحابہ کرام کے متعلق کیا تھا متعدد صحابہ اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے' ان میں حضرت زیدؓ بن ثابت کا نام نامی نہایت ممتاز تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ' قلم' دوات' کاغذ' چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے تھے' جب وحی آتی' آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے' جہاں کہیں تحریر کے متعلق کوئی خاص ہدایت دینا ہوتی تو آپ فرما دیتے' اور زیدؓ اس کی تعمیل کرتے چنانچہ ایک آیت میں جب غیر اولی الضرر کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو اس کو ہڈی کے شگاف کے پاس لکھا[6] (ہڈی ایک جگہ سے شق تھی)

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۸۳۔ [2] فتح الباری ج ۹ ص ۱۲۔ [3] بخاری ص ۷۴۶ باب جمع القرآن۔

[4] بخاری باب جمع القرآن ص ۷۴۶۔ [5] ایضاً۔ [6] مسند ص ۱۹۱ ج ۵۔

marfat.com

اصلاح امت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار میں خلافت کا مسئلہ پیش ہوگیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار جمع تھے' اور رئیس انصار سعد بن عبادہ مجلس کے صدر نشین تھے' انہی کے انتخاب پر لوگوں کی تقریریں ہو رہی تھیں' انصار کی ایک بڑی جماعت ان کی تائید میں تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ بھی جلسہ میں موجود تھے' مگر رجحان عام کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے خاموش تھے۔

اس کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہؓ سقیفہ میں پہنچے اور مہاجرین کی طرف سے حضرت عمرؓ نے خلافت کی بحث شروع کی تو سب سے پہلے جس انصاری نے ان کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ انصار کی تقریریں ختم ہونے کے بعد انہوں نے ایک مختصر مگر پر معنی تقریر کی جس کا ایک فقرہ یہ تھا:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من المهاجرين وانما الامام يكون من المهاجرين ونحن انصاره كما كنا انصار رسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لیے امام کا بھی مہاجرین میں سے انتخاب ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار رہیں گے جس طرح کہ رسول اللہؐ کے انصار تھے''۔

ان کی یہ صدا ان کی قوم کے خلاف تھی' تاہم کوئی اس کو دبا نہ سکتا تھا' حضرت زید کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر تحسین کی' اور کہا خدا تم کو جزائے خیر دے اگر اس کے علاوہ کوئی پیش کی جاتی تو غالباً ہم لوگ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے[2]

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

---

۱ مسند ج ۵ ص ۱۸۶۔ ۲ ایضاً ص ۱۸۶۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سلاطین و والیان ملک کے خطوط وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے جو اکثر سریانی میں ہوتے تھے' مدینہ میں سریانی جاننے والے صرف یہود تھے' جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا' اس بنا پر مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھیں۔

حضرت زید بن ثابت نہایت ذکی اور فطین تھے۔ ۵ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن کو میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا' اس کے سوا مجھے یہود پر اطمینان بھی نہیں اس لیے بہتر ہے کہ تم عبرانی سیکھ لو' چنانچہ حضرت زید نے ۱۵ دن میں عبرانی اور سریانی میں اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جوابات لکھ دیتے تھے۔[1]

ان کی اسی ذہانت اور علم کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے ان کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا' جس پر وہ آنحضرت ﷺ کی وفات تک فائز رہے۔

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی ان کا یہ منصب بحال رہا لیکن اب کام کی کثرت ہوگئی تھی اس لیے معیقیب دوسی ان کے مددگار مقرر کیے گئے۔

قضا:

حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے جو حضرت فاروق کے عہد میں قائم ہوا۔[2] آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود نہ تھا' حضرت عمرؓ نے اس کی بنیاد قائم کی' اور حضرت زید کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا طبقات ابن سعد اور اخبار القضاۃ میں ہے:

---

[1] مسند ص ۱۸۶ ج ۵۔ [2] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قضاء حضرت عثمان کی ایجاد ہے لیکن یہ صحیح نہیں حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے درمیانی عہد میں محکمہ قضا کو [illegible] تھا چنانچہ یزید بن اخت النمر کو محکمہ قضا کے چند چھوٹے چھوٹے کام سپرد کیے تھے (دیکھو کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۳) اس کے ماسوا بعض روایتوں کے بموجب حضرت علی کو بھی [illegible] کا عہدہ بار سونپا گیا تھا کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۴۔

marfat.com

ان عمرا ستعمل زیداً علی القضاء وفرض له رزقا.

''یعنی حضرت عمرؓ نے زید کو قاضی بنایا اور ان کی تنخواہ مقرر کی''۔

اس وقت تک قاضی کے لیے عدالت کی تعمیر نہیں ہوئی تھی اس لیے زید کا گھر دار القضا کا کام دیتا تھا' مکان فرش سے آراستہ تھا' اس کے صدر میں حضرت زیدؓ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے' دار الخلافت اور تمام قرب و جوار کے مقدمات حضرت زیدؓ کے پاس آتے تھے' یہاں تک کہ خود خلیفہ وقت (حضرت عمرؓ) پر بھی یہاں دعویٰ داخل کیے جاتے تھے' اور اس کا فیصلہ بھی یہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ میں کچھ نزاع ہوئی' حضرت زید ؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا' حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے' حضرت زیدؓ نے جیسا کہ آج بھی امراء و روساء کو کرسی دینے کا دستور ہے حضرت عمرؓ کے لیے اپنی جگہ خالی کر دی' لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا صحابہؓ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے' خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت عام کر دیا تھا' اس بناء پر حضرت عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے مجھ کو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا ہے چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے' مقدمہ پیش ہوا' حضرت ابیؓ مدعی تھے اور حضرت عمر کو انکار تھا' شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے ادب و احترام کی بنا پر مدعی سے درخواست کی کہ اگر چہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المومنین کو قسم سے معاف کر دیجیے۔

حضرت عمرؓ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں۔ فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں[1]

بیت المال کی افسری:

ممالک اسلامیہ میں اگر چہ بہت سے مقامی بیت المال قائم تھے لیکن سب سے بڑا خزانہ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا' حضرت زیدؓ اس کے افسر تھے' ۳۱ ہجری میں

---

[1] کنز العمال ج ۳ ص ۱۷۴ بحوالہ بخاری و مسلم۔

marfat.com

حضرت عثمانؓ نے یہ عہدہ ان کو تفویض فرمایا تھا' بیت المال کے عملہ میں زید کا ایک غلام وہیب تھی تھا وہ نہایت ہوشیار تھا اور بیت المال کے کاموں میں مدد دیتا تھا' ایک دن وہ بیت المال میں گنگنا رہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے' پوچھا یہ کون ہے' زید نے کہا میرا مملوک ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا' اس کا ہم پر حق ہے' کیونکہ یہ مسلمان کی مدد کرتا ہے (بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا) چنانچہ ۲ ہزار اس کا وظیفہ مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا' لیکن حضرت زیدؓ کے مزاج میں عصبیت تھی وہ حر و عبد کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ سکتے تھے حضرت عثمانؓ سے کہا دو ہزار نہیں بلکہ ایک ہزار مقرر کیجئے' حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اس کا وظیفہ ایک ہزار مقرر کر دیا۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت:

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں انصار و مہاجرین کے ممتاز اصحاب کی جو مجلس شوریٰ تھی' حضرت زید بھی اس کے ایک رکن تھے' حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسی جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا' حضرت زید اس کے بھی ممبر تھے[1]

امارت مدینہ منورہ:

حضرت زیدؓ میں علمی و دینی کمالات کے ساتھ انتظامی قابلیت تھی اور ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرت عمرؓ نے جب مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انہی کو مقرر کیا' حضرت عثمان کا بھی یہی طرز عمل رہا' وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو زید کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے۔

خلافت فاروقی میں زید کو تین مرتبہ حضرت عمر کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا' ۱۶ ہجری اور ۱۷ ہجری میں دو مرتبہ حضرت عمرؓ کے حج کے موقع پر' تیسری مرتبہ ان کے شام کے سفر کے زمانہ میں۔ شام پہنچ کر زید کو آپ نے جب خط لکھا تو اس میں زید کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا یعنی الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب ہر دفعہ حضرت زیدؓ نے خلافت کی ذمہ داریوں کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیا' حضرت عمرؓ ان کے انتظام

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۰ ج ۲ قسم ۲۔

marfat.com

سے بہت خوش ہوتے اور واپس آ کر ان کو کچھ جاگیر دے دیتے تھے۔

تقسیم مال غنیمت:

ایمان کے ۷۰ سے اوپر شعبے اور شاخیں ہیں' امانت ایمان کا ایک ضروری جزو ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا ایمان لمن لا امانة له. ''جس میں امانت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں''۔

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں جو مال غنیمت آتا تھا اکثر آپ خود تقسیم فرماتے تھے اس سے اس کام کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے حضرت عمرؓ کے عہد میں یرموک کا واقعہ نہایت اہم اور مشہور ہے اس میں مال غنیمت کی تقسیم حضرت زیدؓ کے سپرد تھی' اس کے ماسوا حضرت زیدؓ نے جب صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو انصار کے وظائف کی تقسیم بھی انہی کے سپرد کی' انہوں نے عوالی سے تقسیم شروع کی' اس کے بعد عبدالاشہل کا نمبر رکھا' اس کے بعد اوس کے محلہ کا' پھر قبائل خزرج کا' اور سب سے اخیر میں اپنا حصہ لیا[1]

سیاسی خدمت:

حضرت زید بن ثابتؓ بارگاہ خلافت کے مقربین خاص میں تھے حضرت عمرؓ کے احباب میں ان کا ممتاز درجہ تھا' حضرت عثمانؓ کے بھی وہ خاص معتمد تھے خلافت عثمانی میں جب آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی تو وہ خلیفہ وقت کے طرف دار تھے' اور اس شورش و انقلاب کے زمانہ میں انہوں نے ایک دن انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس کا ایک بلیغ فقرہ یہ تھا۔

یامعشر الانصار کونوا انصار الله مرتین.

''یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو''۔

بدقسمتی سے بعض صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ سے بدظن تھے' ان میں حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی تھے' انہوں نے کہا تم عثمان کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے

---

[1] کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۶۔

marfat.com

ہو کہ انہوں نے تم کو بہت سے غلام دیئے ہیں۔ حضرت ابوایوب بھی بہت بااثر بزرگ تھے اس لیے زید کو خاموش ہو جانا پڑا۔

خانگی حالات اور اہل وعیال:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خانگی زندگی نہایت پرلطف تھی' ان کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلاتھی سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت زید کی اولاد میں خارجہ جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہائے سبعہ میں تھے جمیلہ کے بطن ہی سے تھے۔

حضرت زیدؓ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع انام رہے تھے ان کا مختصر شجرہ یہ ہے:

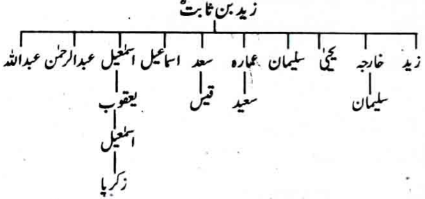

حضرت زیدؓ کے آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے بہت سے تھے' لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں' ثابت بن عبید' وہیب۔

وفات:

پچپن' چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آ گیا اور ۴۵ھ میں وفات پائی اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہ متمکن تھے اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا' وہ حضرت زیدؓ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی تمام لوگ سخت غمگین تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر الامۃ اٹھ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیب بھی جنازہ میں شریک تھے' قبر میں لاش اتاری گئی تو حضرت عباسؓ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو علم اس طرح جاتا ہے آج

marfat.com

علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا' حسان بن ثابتؓ نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا:

فمن للقوافی بعد حسان وابنه ومن للمعالی بعد زید بن ثابت

''حسان اور اس کے بیٹے کے بعد اور زید بن ثابتؓ کے بعد معنی فہمی کا خاتمہ ہے''

علم وفضل:

قرأت' فرائض' قضا اور فتویٰ میں وہ نہایت ممتاز تھے قرآن مجید میں علماء کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہوں حضرت زید بن ثابتؓ راسخ فی العلم تھے' حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے حضرت زیدؓ کو راسخین فی العلم شمار کرتے تھے۔

قرأت:

اسلام نے جن علوم وفنون کی بنیاد قائم کی' ان میں قرأت ایک ممتاز علم ہے حضرت زید کو اس فن میں جس قدر دخل تھا اس کا اعتراف صحابہ کرام اور تابعین کے ہر فرد کو تھا۔ امام شعبیؒ جو علامۃ التابعین تھے کہا کرتے تھے کہ زید فرائض کی طرح قرأت میں بھی صحابہ سے فوقیت لے گئے۔

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زید کو جو شغف تھا اس کا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا' صرف ۱۱ برس کے سن میں وہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے باقی زندگی کتابت وحی میں گزری تھی' مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا ان کو معلوم ہو جاتا تھا' اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے' چنانچہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں ان کو پورا قرآن حفظ ہو گیا تھا۔

اس بنا پر جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآن لکھوایا تو اس خدمت کے لیے حضرت زیدؓ ہی کو منتخب فرمایا' اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں تو اس میں حضرت زید کی شرکت بھی ضروری سمجھی۔

حضرت عمرؓ ابی بن کعبؓ کے مقابلہ میں جو قاریوں کے سردار تھے حضرت زید کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت زید کا سلسلہ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور چونکہ قرأت قریش کے مطابق پڑھتے تھے' اس لیے لوگوں کا رجحان انہی کی قرأت کی طرف تھا حضرت ابی بن کعب کی

marfat.com

زندگی تک اگر چہ وہ مرجع انام نہ ہو سکے' لیکن ان کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا' مدینہ منورہ میں حضرت زید کی ذات اقدس تمام اکناف و اطراف کی قبلہ حاجات بنی ہوئی تھی۔

حضرت زیدؓ سے جو قرأت قائم ہوئی تھی' وہ ۱۳۰۰ سو برس گزرنے پر بھی باقی ہے ابن عباسؓ، ابوعبدالرحمٰن سلمی' ابوالعالیہ ریاحی' ابوجعفر' یہ سب ان کے شاگرد تھے' اور آج تک روئے زمین کی ۴۰ کروڑ مسلم آبادی معنوی طور سے ان کے آشانہ پر زانوئے تلمذ ہی تہہ کرتی ہے۔

قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے' حضرت زید اگر چہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایہ نہ تھے تاہم فن حدیث میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ درایت سے کام لیتے تھے' حضرت رافع بن خدیج نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھیت کرایہ پر اٹھانے کی ممانعت کی ہے زیدؓ بن ثابت نے سنا تو کہا خدا رافع کی مغفرت کرے مجھ کو ان سے زیادہ روایت کی حقیقت معلوم ہے واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہیے[1] رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑا سن لیا۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیر کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی تھی ان لوگوں نے انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا' حضرت زید کو معلوم ہوا تو فرمایا خدا عائشہ کی مغفرت کرے ہم کو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے' عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہؐ سے ملنے کچھ اعراب آ گئے تھے وہ سوال کرتے تھے آپ جواب دیتے تھے' یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا آنحضرت ﷺ نے ظہر پڑھی اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان جا کر یاد آیا کہ ظہر کے فرض

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۸۲۔

marfat.com

کے بعد سنت نہیں پڑھی' اس لیے ان کو عصر کے بعد تمام کیا۔ خدا عائشہ کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔[1]

جو احادیث صحیح ہوتیں اگر ان کی نسبت کوئی سوال کرتا تو تصدیق فرماتے تھے حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروان کے سامنے فضیلت صحابہ پر حدیث پڑھی مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو' زیدؓ اور رافع بن خدیج مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے' ابوسعیدؓ نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو' مروان کو برا معلوم ہوا ان کو مارنے کے لیے درہ اٹھایا دونوں بزرگوں نے ابوسعید کی تصدیق کی۔[2]

حضرت زید کی زیادہ روایات آنحضرت ﷺ سے ہیں' آپ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے بھی روایت کی ہے۔

ان کے رواۃ میں حدیث اور تلامذہ کا بڑا گروہ ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں: حضرت انسؓ بن مالک' حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت عبداللہ بن یزید خطمی (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن مسیب' قاسم بن محمد بن ابی بکر' ابانؓ بن عثمان' خارجہ بن زید (حضرت زید کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ' ابوعمرو' مروان بن حکم' عبید بن سباق' عطاء بن یسار' بسر بن سعید' حجر مدری' طاؤس' عروہ' سلمان بن زید' ثابت بن عبید' ام سعد (زوجہ تھیں)

حضرت زید کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے یعنی صرف ۹۲ جن میں ۵ متفق علیہ ہیں' اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے۔

ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے آپ سے ہزاروں حدیثیں سنی ہوں گی' سینکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا' اس قلت روایت

---

1 مسند ج ۵ ص ۱۸۵۔ 2 مسند ص ۱۸۵ ج ۵۔

marfat.com

کا سبب ایک حدیث نبوی تھی جو حضرت زیدؓ جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت محتاط کر دیتی تھی۔

فرائض:

اگر چہ فقہ میں حضرت زید کو یہ کمال حاصل تھا' اور خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مقدس میں وہ منصب افتاء پر سرفراز تھے' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہ دارالخلافت کے مفتی رہے لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب حضرت زید کا خاص فن تھا' رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے افرض امتی زید بن ثابت یعنی میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں' حامل نبوت کی زبان سے یہ فقرہ حضرت زید کی فرائض دانی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت زیدؓ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا' حضرت عمرؓ نے خطبہ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زید کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ:

من کان یرید ان یسال من الفرائض فلیات زید ابن ثابت.

''یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہوں' زید بن ثابت کے پاس جائے''۔

ان کے کمالات کا اعتراف حضرت عمر کو حضرت زید کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے' مختلف مقاموں میں بڑے بڑے عہدے خالی ہوتے' امور مہمہ کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی اور ان کے لیے لوگوں کے نام پیش کیے جاتے تو حضرت عمرؓ ان میں سے کسی کا انتخاب فرما دیتے مگر جب زید کا نام پیش ہوتا تو حضرت عمر فرماتے کہ زیدؓ میری نظروں سے گر نہیں گئے' لیکن کیا کروں شہر والے ان کے محتاج ہیں' کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر کہا کرتے تھے کہ زید خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے' تمام لوگوں کو حضرت عمرؓ نے شہروں اور ملکوں میں پھیلا دیا تھا' اور فتویٰ یا رائے دینے سے

---

[1] طبقات ص ۱۱۶ ج ۲ قسم ثانی۔

marfat.com

منع کر دیا تھا لیکن زید مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والوں کو فتویٰ دیتے تھے[1]

سعید بن مسیب مجتہد ہونے کے باوجود فتویٰ اور فیصلوں میں حضرت زیدؓ کے پیرو تھے جب کوئی مشکل مسئلہ آجاتا اور لوگ دوسرے صحابہؓ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعیدؒ ان سے پوچھتے کہ زیدؓ نے کیا کہا؟ زید بن ثابت فیصلوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہیں ہے ان کے بتاتے وقت زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو[2]

امام مالک جو اپنے زمانہ میں دارالہجرۃ مدینہ کے امام تھے اور آج بھی فقہ وحدیث میں لاکھوں آدمیوں کے لیے امام مطلق ہیں' کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد زید بن ثابت مدینہ منورہ کے امام تھے اور امام شافعیؒ نے فرائض کے تمام مسائل میں حضرت زید کی تقلید کی ہے۔

علم فرائض کی تدوین:

فرائض کا فن نہایت مشکل ہے' قرآن مجید میں اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال وصحابہؓ کے قضا اور فتاویٰ سے ہوتی ہے' قرآن مجید میں میراث ووصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے' میراث زوج' میراث زوجہ' اولاد ذکور' اولاد اناث' ماں' باپ' بھائی بہن کلالہ اور دیگر چند قسم کے ورثاء کا تذکرہ آیا ہے اور ان کے حصول کی مقدار کی تعیین کر کے کہہ دیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا اپنے نفس پر ظلم کرے گا' رسول اللہ ﷺ نے اپنے فیصلوں میں اس اجمال کی تفصیل کی' آپ کے بعد زیدؓ ابن ثابت نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر کتابیں لکھی گئیں اور فرائض ایک مستقل فن بن گیا۔

حضرت زیدؓ سے فرائض میں جلیل القدر صحابہ فتویٰ پوچھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کا فضل وکمال تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلیم تھا' حضرت زیدؓ سے استفتاء کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے ایک غلام نے وفات پائی تو ابن عمرؓ نے پوچھا کہ متروکہ میں عمر

---

[1] طبقات ص ۱۱۷ ج ۲ ق ۲۔ [2] ایضاً ص ۱۱۶۔

marfat.com

کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا چاہیے لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو' ابن عمر نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمرؓ کے جتنے غلام مرے کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا[1]

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ کے فتوی کے متعلق فیصلہ کیا تھا' یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے[2] طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اس وقت حضرت عمرؓ نے بھی حضرت زید کی اسی رائے پر فیصلہ کیا تھا'[3] حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو صحابہ میں حبر اور بحر کہلاتے تھے' حضرت زیدؓ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے۔

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ زید سے پوچھو کہ ایک شخص مر گیا ہے اور زوجہ اور والدین چھوڑے ان میں ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا۔ حضرت زیدؓ نے کہا بیوی کو نصف باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ' ابن عباس کا خیال اس کے خلاف تھا وہ ماں کو کل مال کا ثلث دلاتے تھے چنانچہ کہلا بھیجا یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے' حضرت زیدؓ نے کہا میری ذاتی رائے یعنی استنباط ہے میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا[4]

دور دراز ممالک سے فتوی آتے تھے اور حضرت زیدؓ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خط کے ذریعے سے دادا کے متعلق استفتاء کیا تھا حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم' لعبداللہ معاویۃ امیر المومنین من زید بن ثابتٍ انی رأیت من نحو قسم امیر المومنین عمر بین الجدِّ الاخوۃ واحدۃ قسم لھا الثلث فان کان کانتا اختین مع الجد قسم لھا الشطر' فان کان للجد اخوات فانہ یقسم للجد الثلث' فان کانوا اکثر من ذالک فانی لم ارہ حسبت ینقص الجد من الثلث شیاء. ثم ما خلص للاخواۃ من میراث اخیھم بعد الجد فان بنی الاب والام ھم اولیٰ

[1] المدونۃ الکبریٰ امام مالک ج ۳۔ [2] کنز العمال ج ۶ ص ۲۔ [3] ایضاً ص ۷۔ [4] ایضاً ص ۱۱۱۔

marfat.com

بعضهم من بعض بما فرض الله لهم دون نبی العلة فلذلک حسبت نحوامن الذی کان امیر المومنین عمر یقسم بین الجد والاخوة من الاب ولم یکن یورث الاخوة من الامالذی لیس من الاب مع الجد شیاء ثم حسبت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کان یقسم بین الجد والاخوة نحو الذی کتبت به الیک فی هذه الصحیفة۔[1]

حضرت زیدؓ نے فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب دیئے[2] اور متعدد مسائل کا استنباط کیا' قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں' حضرت زید کی فہم و عقل نے نئے نئے حالات پیدا کیے' جو علم الفرائض کا جزو بن گئے میراث موالی' میراث ولد الابن' میراث ولد ملاعنہ' میراث الولد من ابیہ وامہ' میراث الجد من لا میراث لہ' مانعین وراثت' اوراس قبیل کے دوسرے مسائل حضرت زید کی فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہیں۔

حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا' صحابہؓ میں اس کے بہت سے مخالف موجود تھے' لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زیدؓ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

دادا کی میراث' علم فرائض کا نہایت معرکۃ الآ را مسئلہ ہے اور خود حضرت زیدؓ نے اس کی نسبت مختلف خیالات ظاہر کیے ہیں[3] مگر جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے' فاروق اعظم اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کو قابل عمل تصور کیا۔

اسلام میں دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے لیا' ان کا ایک پوتا فوت ہوا تو کل جائیداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے لوگوں نے اس کے خلاف رائے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اس وقت وہ کنگھی کر رہے تھے اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی' پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا لیا ہوتا' حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وحی نہیں تھی کہ جس میں گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہوں

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۔ [2] اصل عبارت یہ ہے فلما وضع زید بن ثابت الفرائض کنز العمال ص ۱۵ ج ۶۔
[3] بخاری ص ۹۹۸ ج ۲۔

marfat.com

اگر تمہاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کروں گا ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں' زیدؓ نے ایسی صورت میں رائے دینے سے انکار کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ آزردہ چلے آئے۔

ایک روز پھر گئے' زیدؓ نے کہا میں اس کو لکھ کر پیش کروں گا' چنانچہ اس کو شجرہ کی شکل میں مرتب کر کے دیا' حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں خطبہ دیا اور کہا کہ زید بن ثابتؓ نے یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے میں اس کو نافذ کرتا ہوں[1]

اگرچہ حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی تدوین کی' اس کے مختلف جزئیات کا استخراج کیا' متعدد نئے مسائل پیدا کیے' لیکن ان کے لیے ان میں سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباسؓ ہیں جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے' اول تو اس واقعہ کی کوئی سند نہیں' اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ سند صحیح سے مروی ہے' یعنی عبدالرحمٰن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا جو خود حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں' دوسرے یہ کہ حضرت عباس کو فرائض اور حساب میں دخل نہ تھا۔ اس لیے اس قسم کی ایجادیں ان کی طرف منسوب کرنا بداہتہ عقل کے خلاف ہے۔

حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی وہ مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہوگئی اور حامل نبوت کا یہ ارشاد کہ ''میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید ہیں''۔ حرف بحرف پورا اترا' حضرت زید کی اس غیر معمولی ذہانت و ذکاوت' جودت فکر اور دماغ و دل پر اس دور کے علماء کو تعجب ہوتا ہے۔

فقہ:

فرائض کی طرح وہ فقہ میں بھی مجتہدین صحابہؓ میں تھے' اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ[2] دیتے تھے' حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ اور اور امیر معاویہؓ کی خلافتوں میں بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے' فقہائے صحابہؓ کے تین طبقے ہیں' حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلے طبقے میں شمار ہوتا تھا' انہوں نے اپنی زندگی میں جس قدر

---

[1] کنز العمال ص ۱۶ ج ۶ - [2] طبقات ابن سعد ص ۱۱۰۔

marfat.com

فتویٰ دیئے ان کی تعداد نہایت کثیر ہے' اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں[1]

حضرت زید کی فقہ انہی کے زمانہ میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی' حضرت سعید ابن مسیب کہا کرتے تھے کہ زید بن ثابت کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر لوگوں نے بالا جماع عمل نہ کیا ہو' صحابہؓ میں سینکڑوں ایسے تھے' جن کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا لیکن حضرت زیدؓ کے فتووں پر ان کی زندگی ہی میں مشرق و مغرب عمل پیرا تھے۔[2]

لوگوں کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام میں چار بزرگوں کی ذات تھی' زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، چنانچہ انہی کے تلامذہ سے آفاق عالم میں علم و دین کی اشاعت ہوئی۔

لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمہ اصل اور نبوت کا دار القرار تھا حضرت زیدؓ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز تھا۔

فقہائے صحابہ کی دو مجلسیں تھیں ایک کے رئیس حضرت عمرؓ تھے اور دوسری کے حضرت علیؓ۔ حضرت زیدؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک تھے' یہاں مسائل علمیہ پر بحث ہوتی تھی اور اہم اور مشکل مسائل طے کیے جاتے تھے۔[3]

یوں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا فیض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس کے لیے ایک وقت بھی مخصوص تھا' اور مسجد نبوی میں جو زیارت گاہ عام تھی' اور حضرت زیدؓ کے مکان سے ملحق تھی فتویٰ دینے کے لیے بیٹھتے تھے۔[4]

حضرت زیدؓ کے مسائل' فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے' ان کی تفصیل کے لیے ایک الگ مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہاں نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ:

فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔[5]

---

[1] اعلام الموقعین ج ۲ ق ۲ ص ۳' ابن قیم جوزی۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۱۶۔

[3] طبقات ابن سعد۔ [4] مسند ج ۵ ص ۸۶۔ [5] ایضاً ص ۸۶۔

marfat.com

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر وعصر میں قرأت ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ ﷺ دیر تک قیام فرماتے تھے اور آپ کے لب ہلتے تھے[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت کرنا چاہیے سوال کا تعلق امام سے ہے جماعت سے نہیں سائل کا منشا یہ تھا کہ ظہر وعصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زیدؓ نے اسی کا جواب دیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے صحیح بخاری میں خباب بن ارتؓ، زید بن ثابتؓ، ابوقتادہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ سے جو روایتیں مذکور ہیں کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ آنحضرت ؐ کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔

کتاب الذبائح:

ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر دانت مارا۔ لوگوں نے اس کو فوراً ذبح کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی[2] (ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا گلا کاٹ دیا جائے قرآن مجید میں ہے ''الا ماذکیتم'' چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی آنحضرت ﷺ نے اس کا کھانا حلال کر دیا)

کتاب الہبہ:

ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی کو رہنے کے لیے دیا، تو اس کی وفات پر اس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی حضرت زید کی روایت میں اسی کا بیان ہے کہ العمری للوارث۔[3] عمری کی اجازت کے ساتھ رقبیٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ رقبیٰ کی یہ صورت ہے ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرو تو میری ملکیت پھر عود کر آئے گی چونکہ ہبہ کے لیے تملیک ضروری ہے اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے اس بنا پر ہبہ ناجائز قرار دیا گیا۔

کتاب المزارعہ:

نصف، ثلث اور ربع منافع پر کسی سے زراعت کرانا منع ہے۔[4]

---

[1] مسند ج ۵ ص ۸۶۔ [2] مسند ص ۱۸۴ ج ۵۔ [3] ایضاً ص ۱۸۲۔ [4] ایضاً ص ۱۸۷۔

marfat.com

جب تک باغ میں پھل اچھی طرح نہ آئے ہوں، یا درخت پر رطب چھوہارے ہوں تو ان کو انکل سے بیچنے کی ممانعت ہے[1] (مدینہ میں اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، اور نقصان ہونے کی صورت میں فریقین میں جھگڑنے تک کی نوبت آ جاتی تھی، جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عریہ والوں کو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہاروں پر ان کی گزراوقات تھی، ناپ کر فروخت کرنے کی اجازت دے دی تھی)۔

ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہیں، حضرت زیدؓ نے دنیا کے دوسرے علوم میں جو ترقی کی تھی، اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

فارسی، رومی، عبرانی، سریانی، قبطی، حبشی زبانیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھیں تھیں، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے، بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی، یہاں تک کہ توراۃ وانجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جن کو انہوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا[2]

حساب:

عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اس لیے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے۔ عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، عربی میں سے اوپر کے عدد کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے، لیکن حضرت زید کو حساب میں اس قدر دخل تھا کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اس کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے، اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے۔ چنانچہ غزوہ حنین میں جو ۸ ہجری میں ہوا تھا، اور جس میں تقریباً ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے انہی کی مردم شماری اور لگائے ہوئے حصوں کے بموجب آنحضرت ﷺ

---

[1] مسند ج ۵ ص ۱۹۲۔ [2] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳۔

marfat.com

نے مال تقسیم فرمایا تھا' انہوں نے پہلے لوگوں کی تعداد معلوم کی پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلا دیا' چند سرداروں کو مستثنیٰ کر کے جن کو بڑی رقمیں دی گئی تھیں فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری حصہ میں پڑیں' سواروں کو اس کا تگنا' یعنی ۱۲ اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں عطا کی گئیں۔[1] جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی نے تقسیم کیا تھا۔

خط و کتابت:

عرب میں اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا' قدیم سے قدیم روایتیں قوت حافظہ کی بناء پر مشہور ہوئی تھیں' حضرت زید رضی اللہ عنہ لکھنا جانتے تھے اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے' فرامین' عہد نامے اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لیے عمرو بن العاص گورنر مصر کو فرمان لکھا کہ وہ مصر سے غلہ روانہ کریں' عمروؓ نے ۲۵ جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دار الخلافت روانہ کیے' حضرت عمر کو جہازوں کی آمد کا سخت انتظار تھا' خود چند صحابہ کو لے کر جن میں زید بھی تھے ''جار'' نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھی' تشریف لے گئے' غلہ آیا تو جار میں گودام بنوا کر اس میں غلہ بھروا دیا اور زید بن ثابت کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدوں کا تیار کریں جس میں ان کا نام اور غلہ کی مقدار لکھی ہو' اس حکم پر حضرت زیدؓ نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکیں تقسیم کیں جن کے نیچے حضرت عمر کی مہر ثبت تھی' اسلام میں چک اور اس میں مہر لگانے کا یہ پہلا واقعہ تھا' جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔

اخلاق و عادات:

اسلام کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے' حضرت زید کا اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا' اس کے نمایاں اجزاء حب رسول' امر بالمعروف' نصح امراء' حمیت ملی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر حضرت زیدؓ دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے' صبح کو بستر خواب سے اٹھ کر سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے بعض اوقات

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱۰ ق اول بخاری۔

marfat.com

اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھاتے آپ ان کو اپنے حجرہ میں بلا لیتے تھے[1]
ایک روز آنحضرت ﷺ کے پاس گئے تو آپ سحری میں چھوہارے نوش فرما رہے تھے' ان سے شرکت کے لیے ارشاد ہوا' انہوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا بھی تو یہی ارادہ ہے' غرض حضرت زیدؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سحری کھائی' تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد گئے' اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

حضرت زید اکثر رسول اللہؐ کے پہلو میں بیٹھ جاتے[2] تھے' آپ غایت بے تکلفی کی بنا پر ان کی ران پر اپنا زانوے مبارک رکھ دیتے' ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی' حضرت زید کا بیان ہے کہ زانوئے مقدس اتنا گراں ہوگیا کہ میرے لیے اس کا تحمل دشوار ہوگیا' معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ زبان سے اف تک نہ کی' اور خاموش بیٹھے رہے۔[3]

ارشاد نبوی کی تعمیل کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہؓ کے پاس شام گئے' اور ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی' امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث قلم بند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے' یہ کہہ کر اس کو مٹا دیا۔[4]

امراء کے مقابلہ میں بھی سنت نبوی کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے' مروان بن حکم اموی مدینہ منورہ کا امیر تھا' وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا' حضرت زیدؓ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو' آنحضرت ﷺ تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے[5] صحابہ اور تابعین سے بھی اگر ناواقفیت کی بنا پر خلاف سنت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو زید ان کو تنبیہ فرماتے تھے' ایک مرتبہ شرحبیل بن سعدؓ نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی' زیدؓ نے دیکھ لیا پاس جا کر ایک تھپڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی' اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم

---

[1] مسند ص ۱۸۲ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۱۹۰۔ [3] ایضاً ص ۱۸۴۔
[4] ایضاً ص ۱۸۲۔ [5] بخاری ص ۱۰۵ ج ۱ باب القرأت فی المغرب۔

marfat.com

نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے[1]

انہی شرحبیل کو ایک باغ میں جال لگاتے دیکھا' تو زور سے چلائے کہ یہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے[2]

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا' بہت سے تاجروں نے معاملہ کیا' عبداللہ بن عمرؓ نے بھی بات چیت کی' اور اس سے خرید لیا' مال ابھی وہیں رکھا تھا کہ دوسرا خریدار پیدا ہوگیا' اس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں مجھ سے سودا کر لیجیے' بات کے پختہ کرنے کے لیے ابن عمر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا' دیکھا تو زید بن ثابتؓ تھے' ابن عمرؓ سے کہا ابھی نہ بیچو۔ پہلے مال یہاں سے اٹھوالو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[3]

ایک مرتبہ دوپہر کے وقت جناب زیدؓ مروان کے محل سے نکلے' شاگردوں نے دیکھ لیا' خیال ہوا کہ اس وقت کسی وجہ سے گئے ہوں گے' بڑھ کر پوچھا' حضرت زیدؓ نے کہا کہ اس وقت اس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں میں نے اس سے کہا کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہوگا' خدا کے لیے عمل کرنا' ولاۃ الامر[4] کو نصیحت کرنا' جماعت کے ساتھ رہنا۔

حضرت زید اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے' تاہم ان میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت انصاری کہ بڑے رتبے کے صحابی تھے' بیت المقدس گئے اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا' ایک نبطی سے کہا میرا گھوڑا پکڑ لو۔ اس نے انکار کیا۔ حضرت عبادہؓ نے اس کو ڈانٹا اور خوب مارا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی' تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا' عبادہؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کے لیے کہا تھا' اس نے انکار کیا' میرا مزاج تیز ہے' اس کو مار بیٹھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

---

[1] مسند ص ۱۸۱ و ۱۹۲ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۱۹۰۔ [3] ایضاً ص ۱۹۱۔ [4] ایضاً ص ۱۸۳۔

marfat.com

تم سے قصاص لیا جائے گا۔ زید بن ثابت موجود تھے ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی حضرت عمر سے کہا کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گے ان کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے جرمانہ پر کتفا کیا اور حضرت عبادہ کو دیت دینا پڑی[1]

اسی طرح جب حضرت عمرؓ شام میں تھے تو خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمان قتل کر دیا جائے، حضرت زیدؓ نے بڑی مشکل سے سمجھا کر قتل کی بجائے دیت پر راضی کیا[2]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عصبیت کچھ ذمیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بھی بعض صورتوں میں ظاہر ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ نے ان کے غلام کا وظیفہ دو ہزار مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا۔

طبعاً خاموشی اور سکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمہ تسکین و وقار معلوم ہوتے تھے۔

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، حضرت عمرؓ کے اصحاب صحبت میں تھے، حضرت عثمانؓ سے اتنے وسیع تعلقات تھے کہ عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمانؓ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، حضرت علی کو بھی محبوب رکھتے تھے، اور ان کی فضیلت کے قائل تھے، امیر معاویہؓ سے بھی مراسم تھے، شام جانا ہوا تو ان کے مکان پر تشریف لئے گئے[3] اور جب مروان بن حکم مدینہ کا امیر ہو کر آیا تو اس سے بھی ربط ضبط رہا[4]

مروان اپنی سیاست میں شہرہ آفاق ہے، حضرت زیدؓ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، لیکن وہ موقع پر سیاست سے باز نہ آتا تھا، زید بن ثابت کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹیکل سوالات کیے، حضرت زیدؓ جواب دے رہے تھے کہ یکا یک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں، حضرت زیدؓ نے فوراً کہا کہ میرا عذر قبول کیجیے۔ میں نے جو کچھ

---

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۳۰۳۔ [2] ایضاً ص ۳۰۴۔ [3] مسند ص ۱۸۲ ج ۵۔ [4] ایضاً ص ۱۸۷۔

marfat.com

کہا تھا وہ میری ذاتی رائے تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے' لیکن چونکہ بڑے جلیل القدر عالم تھے' اس لیے کبھی کبھی زبان سے حرف ادعا بھی نکل جاتا تھا ایک مرتبہ حضرت رافع بن خدیج نے ایک حدیث میں غلطی کی تو حضرت زید نے کہا کہ خدا ان کی مغفرت کرے۔ مجھ کو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے' اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ ان کے علم و وقار کی بنا پر صحابہؓ اور علماء سے لے کر امراء و حکام تک ان کی عزت و تعظیم کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ زید رضی اللہ عنہ کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباسؓ نے رکاب تھام لی' حضرت زیدؓ نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں ایسا نہ کیجیے' ابن عباسؓ نے کہا کیا خوب؟ علماء اور اکابر کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیے۔

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو کوڑے مارنے اٹھا تھا' حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اتنی عظمت کرتا تھا کہ اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا۔[1]

[1] مسند ج ۵ ص ۱۸۷۔

marfat.com

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

زیاد نام' ابوعبداللہ کنیت' قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج۔

اسلام:

بیعت عقبہ میں شریک تھے' جب مدینہ میں مہاجرین کی آمد شروع ہوئی تو انصار کی ایک جماعت کہ چار آدمیوں سے مرکب تھی' مکہ پہنچی' جس میں ایک حضرت زیادؓ تھے' وہاں سے بہت سے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ اس بنا پر یہ لوگ انصاری بھی تھے اور مہاجر بھی[1]

غزوات:

بدر' احد' خندق اور تمام غزوات میں شریک تھے۔

۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے یمن کا حاکم بنایا' یہ ملک ۵ حصوں پر تقسیم تھا[2] حضرت زیادؓ حضرموت کے عامل تھے' صدقات کا محکمہ بھی ان کے زیر ریاست تھا[3]

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب اہل یمن مرتد ہو گئے' اور زکوۃ بند کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے زیاد رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا' انہوں نے شاہان کندہ پر شب خون مار کر فتح حاصل کی' اشعث بن قیس کا محاصرہ کر کے شکست دی' اور اس کو دارالخلافت روانہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۳ قسم ۱۔ [2] استیعاب ص ۲۴۶ ج ۱' حالات معاذ بن جبل۔
[3] یعقوبی ص ۸۱ ج ۲۔

marfat.com

کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وکان له بلاء حسن فی قتال اهل الردة.[1]

''یعنی انہوں نے مرتدین کی جنگ میں بڑی جانبازی دکھائی''۔

خلافت صدیقی[2] اور فاروقی میں بھی اسی خدمت پر ممتاز رہے[3] اس فرض سے سبکدوشی کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی، بعض کا خیال ہے کہ شام میں قیام کیا۔

وفات:

۴۱ھ میں انتقال ہوا، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا پہلا سال تھا۔[4]

فضل وکمال:

زیاد فقہائے صحابہ میں تھے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب علم کے اٹھنے کا وقت آ پہنچا زیاد نے عرض کی، یہ کیسے ہوسکتا ہے، اب تو علم لوگوں کے رگ وپے میں سرایت کر چکا ہے ارشاد ہوا:

ثکلتک امک یازیاد ان کنت لا راک من افقه رجل بالمدینة اولیس الیهود والنصاریٰ یقرؤن التوراة والانجیل ولا ینتفعون بشئی.

''یعنی اے زیاد تیری ماں تجھ کو روئے میں تجھ کو نہایت سمجھ دار شخص خیال کرتا تھا، کیا دیکھتے نہیں کہ یہود ونصاریٰ تورات وانجیل پڑھتے ہیں، لیکن ان سے کچھ نفع نہیں اٹھاتے''۔

حضرت عبادہؓ نے اس حدیث کو سنا تو فرمایا سچ ہے، سب سے پہلے خشوع اٹھ رہا ہے۔[5] مالک، جبیر بن نفیر، سالم بن ابی الجعدان کی مسند فضل وکمال کے حاشیہ نشین ہیں۔

۱؎ تہذیب التہذیب ص ۳۸۳ ج ۳۔ ۲؎ طبری ص ۲۱۳۶۔ ۳؎ یعقوبی ص ۱۸۶ ج ۲۔

۴؎ تہذیب ص ۳۸۳ ج ۳۔ ۵؎ اصابہ ص ۲۰ ج ۳۔

marfat.com

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ

نام نامی حضرت زیدؓ ہے، قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج۔

بدر اور احد میں شریک تھے، غزوۂ احد کے بعد قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ چند صحابہؓ جو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں، ہمارے یہاں بھیجے، ان اطراف میں اسلام پھیل رہا ہے، ان کی درخواست پر آنحضرت ﷺ نے خبیب اور زید اور بعض اور لوگوں کو روانہ فرمایا، راستہ میں بیر معونہ پر معرکہ پیش آیا، حضرت خبیب اور زید مشرکین کے ہاتھوں اسیر ہو گئے۔ وہ لوگ ان بزرگوں کو ہاتھ باندھ کر مکہ لائے، اور صفوان بن امیہ کے ہاتھ فروخت کیا، صفوان نہایت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کروں گا۔

شہادت:

رائے ومشورہ کے بعد تنعیم مقتل قرار پایا، صفوان نے اپنے غلام کو جس کا نام فسطاس تھا حکم دیا کہ ان کو تنعیم لے چلو۔

قتل گاہ پہنچے تو عجیب آزمائش کا وقت تھا، ابوسفیان نے پوچھا زید تمہیں خدا کی قسم! سچ سچ بتانا، اگر تمہارے بجائے محمد ﷺ ہوں، اور ہم ان کی گردن ماریں، اور تم اپنے گھر محفوظ رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو، حضرت زیدؓ نے فرمایا "واللہ مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمد ﷺ کے کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں" ابوسفیان اس فقرہ کو سن کر دنگ رہ گیا اور اسی عالم میں زبان سے نکلا کہ محمد ﷺ کے اصحاب ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں دنیا میں کسی کے دوست ایسے گرویدہ نہیں۔ اس کے بعد ان کو قتل کیا گیا، یہ ۳ ہجری کا افسوس ناک واقعہ ہے۔

marfat.com

سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم

سیر انصار (حصہ دوم)

جس میں

بہ ترتیب حروف تہجی مستند حوالوں سے ۶۴ انصار کرام رضی اللہ عنہم و حلفائے انصار رضی اللہ عنہم کے سوانح و حالات اور اُن کے فضائل و کمالات کی تفصیل مذکور ہے۔

تحریر و ترتیب

جناب مولانا سعید انصاری صاحب مرحوم سابق رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ

ناشر

اسلامی کتب خانہ
فضل الٰہی مارکیٹ
چوک اُردو بازار لاہور
فون 042 - 7223506

marfat.com

اسمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سیر انصار رضی اللہ عنہم : حصہ دوم

(بہ ترتیب حروف تہجی)

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
(س)		حضرت عبداللہؓ بن عمرو	68
حضرت سعدؓ بن ربیع	7	حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ	71
حضرت سہلؓ بن سعد	10	حضرت عتبانؓ بن مالک	74
حضرت سہلؓ بن حنیف	13	حضرت عبادہؓ بن بشیر	76
حضرت سعدؓ بن معاذ	15	حضرت عبداللہ بن عتیک	79
حضرت سعدؓ بن عبادہ	23	حضرت عباس بن عبادہ	81
حضرت سعدؓ بن خیثمہ	37	حضرت عبداللہ بن زید	82
حضرت سعدؓ بن زید اشہلی	39	حضرت عبداللہ بن زید بن	
حضرت سلمہؓ بن سلامہ	40	عاصم	86
حضرت سہلؓ بن حنظلیہ	42	حضرت عبداللہ بن یزید خطمی	88
حضرت سائبؓ بن خلاد	44	حضرت عبدالرحمٰن بنؓ شبل	90
(ش)		حضرت عثمان بن حنیف	91
حضرت شدادؓ بن اوس	45	حضرت عمارہ بن حزم	99
(ع)		حضرت عمروؓ بن جموح	100
حضرت عبادہؓ بن صامت	49	حضرت عمرو بن حزم	103
حضرت عبداللہؓ بن رواحہ	57	حضرت عمیر بن سعد	106
حضرت عاصمؓ بن ثابت	66	حضرت عویم بن ساعدہ	108

marfat.com

عنوانات	صفحہ
(ف)	
حضرت فضالہ بن عبید	110
(ق)	
حضرت قتادہ بن نعمان	113
حضرت قیس بن سعد	115
حضرت قرظہ بن کعب	122
حضرت قطبہ بن عامر	125
(ک)	
حضرت کعب بن مالک	126
حضرت کلثوم بن الہدم	134
(م)	
حضرت معاذ بن جبل	135
حضرت مسلمہ بن مخلد	163
حضرت محمد بن مسلمہ	167
حضرت معاذ بن عفراء	174
حضرت مجمع بن جاریہ	176
حضرت محیصہ بن مسعود	178
حضرت منذر بن عمرو	180
حضرت نعمان بن بشیر	182
حضرت نعمانؓ بن عجلان	190
(ہ)	
حضرت ہلال بن امیہ	191
غزوات اور عام حالات	191
لعان کے واقعہ کی تفصیل	192

marfat.com

فہرست مضامین

حلفائے انصار رضی اللہ عنہم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
(الف)		(ع)	
حضرت ابو بردہؓ بن نیار	194	حضرت عاصم بن عدی	222
(ث)		حضرت عبداللہ بن انیس جہنی	223
حضرت ثابتؓ بن دحداح	195	حضرت عبداللہ بن سلمہ	226
(ح)		حضرت عبداللہؓ بن سلام	227
حضرت حذیفہ بن الیمانؓ	197	حضرت عبداللہ بن طارق	232
(ز)		حضرت عدیؓ بن ابی الزغبا	234
حضرت زید بن سعنہ	212	حضرت عقبہ بن وہب	235
حالات	212	(ک)	
(س)		حضرت کعب بنؓ عجرہ	235
حضرت سعدؓ بن حبہ	214		
حضرت سمرہ بن جندبؓ	216	(م)	
(ط)		حضرت مجذر بن زیاد	238
حضرت طلحہؓ بن البراء	221	حضرت معن بن عدی	239

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(س)

حضرت سعدؓ بن ربیع

نام ونسب:

سعد نام قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

اسلام:

عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبہ ثانیہ میں شرکت[1] کی، دوسری بیعت میں اپنے قبیلہ کے نقیب بنائے گئے، حضرت عبداللہ بنؓ رواحہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب[2] تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، برادری قائم ہوئی، حضرت سعدؓ نے اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ جو غیر معمولی جوش وخروش اور خلوص ظاہر کیا اس کی نظیر تاریخ عالم کے کسی باب میں نہیں مل سکتی۔ تمام انصار نے مال ومتاع، جائیداد اور زمین آدھی آدھی مہاجرین کو دے دی تھی۔ لیکن حضرت سعدؓ نے ان چیزوں کے علاوہ اپنی ایک بیوی بھی پیش کی، حضرت عبدالرحمٰنؓ اگرچہ مفلوک الحال تھے، تاہم دل غنی تھا، بولے "خدا تمہارے بال بچوں اور مال ودولت میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورنہیں، تم مجھ کو بازار دکھلا دو"۔[3]

وفات:

غزوۂ بدر میں شرکت سے تذکرے خاموش ہیں، غزوۂ احد میں شریک تھے اور اسی میں نہایت جانبازی سے لڑکر شہادت حاصل کی، جسم پر نیزہ کے بارہ زخم تھے، موطا میں ہے

---

1. اسد الغابہ ص ۲۷۷ ج ۲۔ 2. ایضاً۔ 3. اسد الغابہ ص ۲۷۷ و ۲۷۸ واصابہ ص ۷۷ جلد ۳۔

marfat.com

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا' ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں۔ زرقانی میں ہے کہ انہوں نے جا کر لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی' شہر خموشاں میں ہر طرف سناٹا تھا' کوئی جواب نہ آیا' لیکن جب آواز دی کہ مجھ کو رسول اللہ ؐ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مردوں میں ہوں۔ یہ حضرت سعد ؓ کا اخیر وقت تھا۔ دم توڑ رہے تھے' زبان قابو میں نہ تھی' تاہم ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے! کیونکہ تم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ ﷺ پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی یہ شخص جس کا نام بعض روایتوں میں ابی بن کعب آیا ہے وہیں کھڑے رہے اور حضرت سعد ؓ کی روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ابی نے وصیت کے یہ آخری کلمات آنحضرت ﷺ کو پہنچائے تو فرمایا خدا ان پر رحم کرے' زندگی اور موت دونوں میں خدا اور رسول کی بہی خواہی مدنظر رہی۔[1] دفن کے وقت دو دو آدمی ایک قبر میں رکھے گئے تھے' خارجہ ؓ بن زید بن ابی زہیر جو حضرت سعد ؓ کے چچا ہوتے تھے' ان کے ساتھ دفن کیے گئے کہ جس طرح دنیا میں ساتھ دیا تھا قبر میں بھی ساتھ دیں۔[2]

اہل وعیال:

دولڑکیاں چھوڑیں' ایک کا نام ام سعید تھا' آنحضرت ﷺ نے جائیداد میں دو ثلث ان کو عطا فرمائے۔ قرآن مجید کی آیت میراث:

فان کن نسئا فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک.

''اگر دو عورتوں سے زیادہ ہوں تو دو ثلث ان کا حصہ ہوگا''۔

اسی موقع پر نازل ہوئی اور اسی تقسیم سے یہ معلوم ہوا کہ دو عورتوں کا بھی وہی حصہ ہے جو تین یا چار کا ہے۔[3] دو بیویاں تھیں جن میں ایک کا نام عمرہ بنت حزم تھا۔[4]

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۷۸۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۶۰ ج ۱۔
[3] اسد الغابہ ص ۲۷۸ جلد ۲۔ [4] اصابہ ص ۷۷ جلد ۲۔

marfat.com

فضل وکمال:

آنحضرت ﷺ سے حدیث سننے کے علاوہ لکھنا جانتے تھے اور چونکہ رئیس کے بیٹے تھے اس لیے تعلیم کا خاص اہتمام ہوا تھا کتابت اسی زمانہ میں سیکھی تھی[1]

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول، عقبہ اور احد کے کارناموں سے ظاہر ہوتی ہے، غزوۂ احد میں جو وصیت کی وہ اس کا بین ثبوت ہے۔ مشرکین مکہ کی تیاریوں کی خبر جب آنحضرت کے پاس احد میں آئی تھی تو آنحضرت ﷺ نے سعد کو آگاہ کیا تھا[2] انہی باتوں کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اثر تمام صحابہ پر تھا۔ ان کی صاحبزادی ام سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں تو انہوں نے کپڑا اچھا دیا' حضرت عمرؓ نے کہا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ پوچھا یا خلیفہ رسول اللہؐ! وہ کیوں؟ ارشاد ہوا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جنت کا راستہ لیا اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے[3]

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۷۷ جلد ۲۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۲۵۔ [3] اصابہ ص ۷۷۔

marfat.com

حضرت سہلؓ بن سعد

نام و نسب:

سہل نام' ابوالعباس' ابو مالک' ابو یحییٰ کنیت' سلسلہ نسب یہ ہے۔ سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔ ہجرت نبویؐ سے ۵ سال قبل پیدا ہوئے' باپ نے حزن نام رکھا لیکن آنحضرتؐ جب مدینہ تشریف لائے تو بدل کر سہل کر دیا۔

اسلام:

ہجرت سے پیشتر حضرت سہلؓ کے والد سعد بن مالک نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا' بیٹے نے اسی باپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔

غزوات اور دیگر حالات:

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری مدینہ کے وقت ان کا سن ۵ سال کا تھا۔ دو برس کے بعد غزوۂ بدر پیش آیا۔ اس وقت یہ ہفت سالہ تھے۔ لڑائی سے قبل ان کے والد نے انتقال کیا اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو یتیم چھوڑ گئے' آنحضرت ﷺ نے لڑائی ختم ہونے کے بعد اور مجاہدین کی طرح ان کے باپ کا بھی حصہ لگایا' کیونکہ وہ جنگ کا عزم کر چکے تھے۔

غزوہ احد میں وہ اور لڑکوں کی طرح شہر کی حفاظت کر رہے تھے' آنحضرت ﷺ کو جب چشم زخم پہنچا اور دھویا گیا' اس وقت آپ کے پاس آ گئے تھے[1]

۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا بایں ہمہ صغرسنی' جوش کا یہ عالم تھا کہ خندق کھودتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر کندھے پر لے جاتے تھے[2]

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۴۔ [2] مسند جلد ۵ ص ۳۳۲۔

marfat.com

غزوات مابعد بھی میدان جنگ کے قابل نہ ہو سکے' ۱۵ برس کا سن ہوا اور تیغ زنی کے قابل ہوئے تو خود سرور عالم نے سفر آخرت اختیار فرمایا[1] یہ ۱۱ ہجری کا واقعہ ہے۔

۷۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا دست سیاست دراز ہوا تو ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کیوں نہ کی؟ جواب دیا ''کی تھی'' بولا ''جھوٹ کہتے ہو'' اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن پر مہر لگا دی جائے۔ یہ عتاب ان بزرگوں کے ذلیل کرنے اور اثر زائل کرنے کے لیے کیا گیا تھا حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ بھی اسی جرم میں ماخوذ تھے۔

وفات:

سن مبارک ۹۶ سال تک پہنچ چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے جمال باکمال کے دیکھنے والوں سے مدینہ خالی تھا' دیگر صوبے بھی صحابہؓ کے سایہ سے عموماً محروم ہو چکے تھے وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ''مر جاؤں گا تو کوئی قال رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا''۔ آخر ۹۱ ہجری میں بزم اقدس نبوی کی یہ ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی بجھ گئی۔

فضل وکمال:

حضرت سہلؓ مشاہیر صحابہؓ میں ہیں' اکابر صحابہؓ کے فوت ہونے کے بعد ان کی ذات مرجع انام بن گئی تھی' لوگ نہایت ذوق وشوق سے حدیث سننے آتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صغیر السن تھے' تاہم آپ سے حدیث سنی تھی بعد میں حضرت ابی بن کعبؓ، عاصم بن عدی، عمرو بن عبسہؓ سے اس فن کی تکمیل کی' مروان سے بھی چند روایتیں لیں' اگرچہ وہ صحابی نہ تھا۔ راویان حدیث اور تلامذہ خاص کی ایک جماعت تھی جن میں بعض کے نام یہ ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن مسیب، ابو حازم بن دینار، زہری، ابو سہیل صحمی، عباسؓ بن سہل (لڑکے تھے) وفاء بن شریح حضرمی' یحییٰ بن میمون

---

[1] مسند ابی مبارک ص ۱۱۶۔

marfat.com

حضرمی، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ذباب' عمرو بن جابر حضرمی۔

روایات کی تعداد ۱۸۸ ہے جن میں سے ۲۸ متفق علیہ ہیں۔

اخلاق:

حب رسول ؐ کے نشے میں چور تھے' آنحضرت ﷺ ایک ستون کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے' ایک روز منبر کا خیال ظاہر فرمایا' حضرت سہل ؓ اٹھے اور جنگل سے منبر کے لیے لکڑی کاٹ لائے [1]

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو بیر بضاعہ سے پانی پلایا تھا [2]

حق گوئی خاص شعار تھی' آل مروان میں سے ایک شخص مدینہ کا امیر ہو کر آیا' حضرت سہل کو بلا کر کہا کہ علی کو برا کہو' انہوں نے انکار کیا تو کہا کہ اچھا اتنا ہی کہہ دو کہ ''خدا (نعوذ باللہ) ابوتراب پر لعنت کرے''۔ حضرت سہل ؓ نے جواب دیا کہ یہ علی ؓ کا محبوب ترین نام تھا اور آپ ؓ اس نام سے بہت خوش ہوتے تھے' اس کے بعد ابوتراب کی وجہ تسمیہ بتلائی تو اس کو بھی خاموش ہونا پڑا [3]

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۷۔ [2] ایضاً ص ۳۳۸۔ [3] صحیح مسلم ص ۳۲۶ جلد ۱۔

marfat.com

حضرت سہلؓ بن حنیف

نام ونسب:

سہل نام، ابو سعد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے۔ سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن حشم بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات اور عام حالات:

ابن سعد کی روایت کے مطابق جناب امیر رضی اللہ عنہ سے مواخاة[1] ہوئی تمام غزوات میں شریک تھے۔ غزوہ احد میں جب آنحضرت ﷺ چند صحابہ کے ساتھ میدان میں رہ گئے تھے یہ بھی ثابت قدم رہے۔ اسی دن موت پر بیعت کی تھی، رسول اللہ ﷺ کی طرف جو تیر آتے یہ ان کا جواب دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں سے فرماتے کہ ان کو تیر دو، یہ سہل ہیں، حضرت عمرؓ تفاول کے طور پر کہتے کہ سہل ہے حزن نہیں[2] خلافت راشدہ میں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مدینہ کے امیر تھے، کوفہ سے امیر المومنین کا فرمان پہنچا کہ یہاں آ جاؤ، چنانچہ مدینہ سے کوفہ چلے گئے۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرکت کی،[3] اور لڑائی کے بعد کوفہ واپس چلے آئے۔ اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے، اہل فارس نے سرتابی کر کے خارج البلد کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ان کی بجائے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔

وفات:

۳۸ھ میں بمقام کوفہ انتقال فرمایا، حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، چھ تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ یہ اصحاب بدر میں تھے۔

---

[1] اصابہ ص ۱۳۹ جلد ۳ و تہذیب التہذیب ص ۲۵۱ جلد ۴۔ [2] اصابہ ص ۱۳۹۔ [3] صحیح بخاری ص ۶۰۲ جلد ۲۔

marfat.com

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے' ابوامامہ اسعد اور عبداللہ' اول الذکر آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس میں پیدا ہوئے۔

حلیہ:

نہایت خوبصورت اور پاکیزہ منظر تھے' بدن نہایت سڈول تھا' ایک غزوہ میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے' وہاں نہر جاری تھی' نہانے کے لیے گئے' کسی انصاری نے جسم دیکھ کر کہا' کیسا بدن پایا ہے؟ میں نے تو ایسا بدن کبھی نہیں دیکھا' حضرت سہل کو غش آ گیا' اٹھا کر لائے گئے' بخار چڑھا تھا' آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا معاملہ ہے' لوگوں نے قصہ بیان کیا' فرمایا تعجب ہے لوگ اپنے بھائی کا جسم پامال دیکھتے ہیں اور برکت کی دعا نہیں کرتے' اس لیے نظر لگتی ہے۔

فضل و کمال:

راویان حدیث میں ہیں' آنحضرت ﷺ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں' ان سے متعدد تابعین نے روایت کی ہے' جن میں سے چند نام یہ ہیں۔ ابووائل' عبید بن سباق' عبدالرحمن بن ابی لیلی، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' سیر بن عمرو' رباب (عثمان بن حکم بن عباد بن حنیف کی دادی تھیں[1])

اخلاق و عادات:

اختلاف سے دور رہتے تھے۔ صفین سے واپس آئے تو ابووائل نے کہا کہ کچھ خبر بیان کیجیے' فرمایا کیا بتاؤں؟ سخت مشکل ہے' ایک سوراخ بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے[2]

نہایت شجاع اور جری تھے۔ لیکن لوگوں میں اس کے خلاف چرچا تھا' فرمایا یہ ان کی رائے کا قصور ہے' میں بزدل نہیں' ہم نے جس کام کے لیے تلوار اٹھائی اس کو ہمیشہ آسان کر لیا' یوم ابی جندل (حدیبیہ) میں لڑتا اگر رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس دن بھی آمادۂ پیکار ہو جاتا[3]

---

1 از طبقات ص ۸ جلد ۶ و تہذیب التہذیب جلد ۴ و اصابہ جلد ۳ حالات سہلؓ۔
2 صحیح بخاری ص ۶۰۲ ج ۲۔ 3 صحیح بخاری ص ۶۰۲ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت سعدؓ بن معاذ

نام ونسب:

سعد نام' ابوعمرو کنیت' سید الاوس لقب' قبیلہ عبدالاشہل سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' سعد بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن بنت (عمرو) بن مالک بن اوس' والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا جو حضرت ابوسعید خدریؓ کی چچا زاد بہن تھیں' قبیلہ اشہل' قبائل اوس میں شریف ترین قبیلہ تھا اور سیادت عامہ اس میں وراثۃً چلی آتی تھی' چنانچہ حضرت سعدؓ کے تمام مورث اپنے اپنے زمانہ میں تاج سیادت زیب سر کیے تھے۔

والد نے ایام جاہلیت ہی میں وفات پائی' والدہ موجود تھیں' ہجرت سے پیشتر ایمان لائیں اور حضرت سعدؓ کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں۔

اسلام:

اگرچہ عقبہ اولیٰ میں یثرب کی سرزمین پر خورشید اسلام کا پرتو پڑ چکا تھا' لیکن حقیقی ضیا گستری حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ذات سے وابستہ تھی' چنانچہ جب وہ داعی اسلام بن کر پہنچے تو جو کان اس صدا سے ناآشنا تھے ان کو بھی چار و ناچار اس کے سننے کے لیے تیار ہونا پڑا۔

سعد بن معاذ ابھی حالت کفر میں تھے' ان کو مصعب کی کامیابی پر سخت حیرت اور اپنی قوم کی بے وقوفی پر انتہا درجہ کا حزن و ملال تھا۔[1]

لیکن تابہ کے؟ آخر ایک دن ان پر بھی حضرت مصعب بن عمیر کا اثر پڑ گیا' اسعد

---

[1] خلاصۃ الوفا الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۹۲۔

marfat.com

ابن زرارہؓ نے جن کے مکان میں حضرت مصعبؓ فروکش تھے ان سے کہا تھا کہ سعد بن معاذ مسلمان ہو جائیں گے تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے اس لیے آپ کو ان کے مسلمان کرنے کی فکر کرنی چاہیے' سعد بن معاذ حضرت مصعبؓ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں' آپ بیٹھ کر سن لیجئے' ماننے کا آپ کو اختیار ہے سعدؓ نے منظور کیا تو حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں' جن کو سن کر سعدؓ بن معاذ کلمہ شہادت پکار اٹھے اور مسلمان ہو گئے۔

قبیلہ عبدالاشہل میں یہ خبر فوراً پھیل گئی۔ سعد ؓ گھر گئے تو خاندان والوں نے کہا کہ اب وہ چہرہ نہیں! حضرت سعدؓ نے کھڑے ہو کر پوچھا میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں؟ سب نے کہا سردار اور اہل فضیلت' فرمایا ''تم جب تک مسلمان نہ ہو گے میں تم سے بات چیت نہ کروں گا'' حضرت سعد کو اپنی قوم میں جو عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ شام ہونے سے قبل تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔

اشاعت اسلام میں یہ حضرت سعد کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے' صحابہ میں کوئی شخص اس فخر میں ان کا حریف نہیں' آنحضرت ﷺ نے اسی بناپر فرمایا خیر دور الانصار بنو النجار ثم بنو عبدالاشہل یعنی انصار کے بہترین گھرانے بونجار کے ہیں اور ان کے بعد عبدالاشہل کا درجہ ہے' حضرت سعدؓ اور ان کے قبیلہ کا اسلام عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کے درمیان کا واقعہ ہے۔ مسلمان ہو کر حضرت سعدؓ نے حضرت مصعب کو اسعد بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہاں منتقل کر لیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

کچھ دنوں بعد عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور امیہ بن خلف کے مکان پر کہ مکہ کا مشہور رئیس اور ان کا دوست تھا قیام کیا (امیہ مدینہ آتا تھا تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا) اور کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو مجھے خبر کرنا' چنانچہ دوپہر کے قریب اس کے ساتھ طواف کے لیے نکلے' راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی' پوچھا یہ کون ہیں؟ امیہ نے کہا ''سعد'' ابوجہل نے تعجب سے کہا کہ تم صابیوں (بے دین آنحضرت ﷺ اور صحابہ مراد ہیں) کو پناہ

marfat.com

دے کر اوران کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا'' حضرت سعدؓ نے غضب آلود لہجہ میں جواب دیا' تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دوں گا''۔ امیہ نے کہا ''سعد ابو الحکم (ابوجہل) مکہ کا سردار ہے' اس کے سامنے آواز پست کرو''۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا' چلو ہٹو' میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے' بولا کیا مکہ میں آ کر ماریں گے؟ جواب دیا اس کی خبر نہیں [1]

اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت غزوۂ بدر تھا' کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہایت ساز و سامان سے تیاریاں کی تھیں' آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو صحابہؓ سے مشورہ کیا' حضرت سعدؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے رسالت کی تصدیق کی' اس بات کا اقرار کیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور درست ہے اور اطاعت پر آپ سے بیعت کی' پس جو ارادہ ہو کیجیے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا اگر آپ سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں' ہمارا ایک آدمی بھی گھر نہ بیٹھے گا۔ ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہوں گے' خدا ہماری طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے''۔[2] آنحضرتؐ اس تقریر سے خوش ہوئے فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا تو قبیلہ اوس کا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حوالہ کیا۔ غزوہ احد میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دیا تھا۔

کفار سے مقابلہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے عبداللہ بن ابی بن سلول کا بھی یہی خیال تھا' لیکن بعض نوجوان جن کو شوق شہادت دامن گیر تھا' باہر نکل کر لڑنے پر مصر تھے۔ چونکہ کثرت رائے انہی کو حاصل تھی اس بنا پر آنحضرتؐ نے انہی کی تائید کی اور زرہ پہننے کے لیے اندر تشریف لے گئے' سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۶۳ جلد ۲۔ [2] زرقانی جلد ا ص ۴۷۹۔

marfat.com

نے کہا کہ ''تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر چلنے کے لیے مجبور کیا حالانکہ آپ پر آسمان سے وحی آتی ہے' اس لیے مناسب یہ ہے کہ اپنی رائے واپس لے لو اور معاملہ کو بالکل آنحضرت ﷺ پر چھوڑ دو''۔

آنحضرت ﷺ تلوار' ڈھال اور زرہ لگا کر نکلے تو تمام لوگوں کو ندامت ہوئی' عرض کیا کہ ہم کو حضور کی مخالفت منظور نہیں' جو حکم ہو ہم بجالانے پر آمادہ ہیں' ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے؟ نبی جب ہتھیار باندھ لیتا ہے' تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے [1]

غرض کوہ احد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی' اسلامی لشکر پہلے فتح یاب تھا لیکن پھر تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹا' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ثابت قدم تھے اور آپ کے ساتھ دو اصحاب داد شجاعت دے رہے تھے' انہی میں حضرت سعد بن معاذ بھی تھے [2]

اس غزوہ میں ان کے بھائی عمیر شہید ہو گئے [3]

غزوہ خندق میں کہ ۵ ہجری میں ہوا آنحضرت ﷺ نے انصار سے مدینہ کے تہائی پھل عیینہ بن حصن بن اسد فزاری کو دینے کا مشورہ کیا تھا' اس مشورہ میں سعد بن عبادہؓ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ بھی شریک [4] تھے۔

لڑائی کا وقت آیا تو زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لیے میدان کو روانہ ہوئے' بنو حارثہ کے قلعہ میں ان کی ماں موجود تھیں اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں' شعر پڑھتے ہوئے گزرے تو ماں نے کہا بیٹا تم پیچھے رہ گئے' جلدی جاؤ''۔

جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ''سعد کی ماں! دیکھو زرہ بہت چھوٹی ہے' میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے کہ عرقہ کا بیٹا تھا' ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی' [5] اور نہایت جوش میں کہا لو' میں عرقہ کا بیٹا ہوں

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۶ جلد ۲ قسم ۱۔ [2] زرقانی صفحہ ۴۰ جلد ۲۔ [3] طبقات ص ۳۰ جلد ۲ قسم ۱۔
[4] طبقات ص ۵۲ جلد ۱ قسم ۱۔ [5] صحیح بخاری ص ۵۹۱ جلد ۲ و دیگر کتب رجال۔

marfat.com

آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے۔

اس کے بعد مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا اور رفیدہ اسلمیہ کو ان کی خدمت پر مامور کیا حضرت سعدؓ چونکہ اسی خیمہ میں رہتے تھے اس لیے حضرتؐ روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے۔

چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اس لیے خدا سے دعا کی کہ قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ' ان سے مجھے لڑنے کی بڑی تمنا ہے کیونکہ انہوں نے تیرے رسول کو اذیت دی' تکذیب کی اور مکہ سے نکال دیا' اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آ گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت دے' اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر' اس دعا کا دوسرا ٹکڑا مقبول ہوا[1] چنانچہ جب بنوقریظہ کو آنحضرت ﷺ نے جلا وطن کرنا چاہا تو چونکہ وہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے' آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی' وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' مسجد کے قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے انصار سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو"۔

پھر سعدؓ سے فرمایا کہ "یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں" عرض کی "تو میں حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کیے جائیں' اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے"۔ آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر کہا تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی' چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے ۴۰۰ آدمی قتل کرائے۔

وفات:

اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک زندہ رہے' آنحضرت ﷺ نے خود زخم کو داغا' جس سے خون رک گیا' لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا تھا' ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گزر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا' لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی' پوچھا کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا کہ سعد کا زخم پھٹ گیا۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۱ جلد ۲۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو گھبرا اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعد کا انتقال ہو چکا تھا۔ نعش کو اپنی آغوش میں لے کر بیٹھے' خون برابر بہہ رہا تھا۔ لوگ آ آ کر جمع ہونا شروع ہوئے' حضرت ابوبکرؓ آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ایسا نہ کہو' حضرت عمرؓ نے رو کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون' خیمہ میں کہرام پڑا تھا۔ دکھیا ماں یہ کہہ کر رو رہی تھی:

ویل ام سعدا سعدا　　بـــراعة بـــخـــدا

ویل ام سعدا سعدا　　صـــرامة وجـــدا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اور رونے والیاں جھوٹ بولتی ہیں لیکن یہ سچ کہتی ہیں۔ جنازہ روانہ ہوا تو خود آنحضرت ﷺ ساتھ ساتھ تھے۔ فرمایا کہ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں' لاش بالکل ہلکی ہوگئی تھی' منافقین نے مضحکہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔[1] دفن کر کے واپس ہوئے تو سرور کائنات ﷺ نہایت مغموم تھے۔ ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔

حضرت سعد ؓ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے انہوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں' جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس دشمن خدا (ابن ابی) نے مجھے سخت تکلیف دی ہے تو سب سے پہلے انہوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھ کو بتلایئے میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے''؟ تو سب سے پہلے انہوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھ کو بتلایئے میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں؟''

اس وقت اسی محب صادق اور عاشق جاں نثار نے وفات پائی تھی۔ اس واقعہ کی

---

[1] جامع ترمذی ص ۶۳۳۔

marfat.com

اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ فرشتے جنازہ میں موجود تھے' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت سے عرش مجید جنبش میں آ گیا ہے[1]

ایک انصاری فخریہ کہتا ہے:

واما اهتز عرش الله من موت هالك   سمعنا به الا سعد ابی عمرو

''کسی مرنے والے کی موت پر خدا کا عرش نہیں ہلا   مگر سعد ابی عمرو کی موت پر''

حلیہ:

حلیہ یہ تھا کہ قد دراز' بدن دوہرا[2]

اولاد:

دو بیٹے تھے' عمرو اور عبداللہ' دونوں صحابی تھے' اور بیعت رضوان میں شریک تھے۔

فضل و کمال:

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال اوائل اسلام میں ہوا تھا' آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت سے انہوں نے ۵ برس فائدہ اٹھایا۔ اس عرصہ میں بہت سی حدیثیں سنی ہوں گی' لیکن چونکہ روایات کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے بعد قائم ہوا اس لیے ان کی روایتیں اشاعت نہ پاسکیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت مذکور ہے جس میں ان کے عمرہ کا ذکر آیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں سعدؓ بن ربیع کے احد میں قتل ہونے کا تذکرہ ہے

مناقب و اخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت سعدؓ بڑے درجہ کے انسان تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑھ کر عبدالاشہل کے تین آدمی تھے' سعدؓ بن معاذ' اسیدؓ بن حضیر اور عبادؓ بن بشر''۔

---

1. صحیح بخاری ص ۵۳۶ جلد ا۔
2. ترمذی ص ۲۹۵۔

marfat.com

وہ خود کہتے ہیں کہ یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں لیکن تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہیے پہنچ چکا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہؐ سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں، دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو ان کے اعمال پر جو اعتماد تھا وہ حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے جس میں مردہ کو قبر میں دبانے کا ذکر آیا ہے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پا سکتا تو سعدؓ بن معاذ نجات پاتے۔[1] ایک مرتبہ کسی نے آنحضرتؐ کے پاس حریر کا جبہ بھیجا تھا، صحابہ اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے، حالانکہ جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں۔[2]

---

[1] اخرجہ احمد والبیہقی عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

[2] صحیح بخاری ص ۵۳۶ جلد ا۔

marfat.com

حضرت سعد بن عبادہؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

سعد نام' ابوثابت و ابوقیس کنیت اسید الخزرج لقب' قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ ابن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

والدہ کا نام عمرو بنت مسعود تھا اور صحابیہ تھیں۔ ۵ھ میں فوت ہوئیں۔

حضرت سعدؓ کے دادا ولیم' قبیلہ خزرج کے سردار اعظم تھے اور مدینہ کے مشہور مخیر تھے خاندان ساعدہ کی عظمت و جلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا' مذہباً بت پرست تھے اور منات کی پوجا کرتے تھے جو مکہ میں مقام مشلل پر نصب تھا۔ ہر سال دس اونٹ اس کو نذر چڑھاتے تھے۔

حضرت سعدؓ کے والد عبادہ' باپ کے خلف الرشید تھے' اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بیٹے کے لیے مسند امارت و ریاست چھوڑ گئے۔

تعلیم وتربیت:

عرب کے قاعدہ کے مطابق تیراندازی اور تیراکی سکھائی گئی' اگرچہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا[1] لیکن حضرت سعد کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جاہلیت میں ہی نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے۔[2]

ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا کہ استاد ہو گئے۔ اسی بناء پر لوگوں نے ''کامل'' کا لقب دیا۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور ان کا شمار پایہ کے صحابہ میں کیا گیا' چنانچہ بخاری

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴ مغازی آنحضرت ﷺ۔ [2] تہذیب التہذیب ص ۴۷۵ جلد ۳۔

marfat.com

میں ہے وقان اذا قدم فی الاسلام یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے[1]

بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی' انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے جن میں اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا۔ یہ کام اگرچہ خفیہ اور نہایت خفیہ تھا لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا' قریش کو ہر وقت آنحضرت ﷺ کی فکر لاحق رہتی تھی' چنانچہ جس وقت آپ رات کے وقت مکہ سے باہر انصار سے بیعت لے رہے تھے جبل ابوقبیس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ دیکھنا! سعد مسلمان ہوئے تو محمدؐ بالکل نڈر ہو جائے گا۔

قریش کے کان میں اگرچہ یہ آواز پہنچ گئی' تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا۔ وہ قضاعہ اور تمیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے' اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی[2]

دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند شعر سنے گئے' جن میں صاف صاف ان کا نام ونشان موجود تھا۔ قریش کو سخت حیرت ہوئی اور تحقیق واقعہ کے لیے انصار کے فرودگاہ میں آئے عبداللہ ابن ابی بن سلول سے کہ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا گفتگو ہوئی' اس نے اس واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی' یہ لوگ چلے گئے تو مسلمانوں نے یاجج کا راستہ لیا' قریش نے ہر طرف ناکہ بندی کرادی تھی۔ سعدؓ بن عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے' کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور بال کھینچ کھینچ کر زدوکوب کرتے ہوئے مکہ لائے، مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا' ابتدائے اسلام میں اس نے آنحضرت ﷺ کی بڑی خدمت کی تھی' اس نے حارث بن امیہ بن عبدشمس کو ساتھ لیا اور ان کو پہچان کر قریش کے پنجہ ظلم وستم سے نجات دلائی[3]

ادھر انصار میں بڑی کھلبلی پڑی تھی' مجلس شوریٰ قائم ہوئی' جس میں طے پایا کہ چاہے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائیں مگر مکہ واپس جا کر سعد کا پتہ لگانا چاہیے۔ ان کا یہ ارادہ ابھی قوت سے فعل میں نہ آیا تھا کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے اور ان کو لے کر سیدھے مدینہ روانہ ہو گئے[4]

---

[1] صحیح بخاری۔ [2] استیعاب جلد ۲ ص ۵۶۳۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۱ ق ۱۔
[4] طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۱ قسم اول۔

marfat.com

غزوات اور عام حالات:

چند مہینوں کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ بھی مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت یثرب کا ہر گلی کوچہ شادمانی اور مسرت کا تماشا گاہ تھا' دارابی ایوبؓ میں پہنچتے ہی تحفوں اور ہدیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا' حضرت سعدؓ کے مکان سے ایک بڑا پیالہ ثرید اور عراق سے بھرا پہنچا۔[1]

ہجرت سے کچھ مہینوں کے بعد اسلام کی تحریک نشوونما پانے لگی' صفر ۲ ہجری میں آنحضرت ﷺ ابواء ایک بستی میں جو مکہ کی طرف واقع تھی' قریش کی فکر میں تشریف لے گئے اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑ گئے۔[2]

اسی سنہ میں بدر کا معرکہ پیش آیا' حضرت سعد کی شرکت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بخاری اور مسلم ان کی شرکت ثابت کرتے ہیں لیکن صاحب طبقات کو انکار ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک نہ تھے' علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے اور مسلم کے الفاظ سے اپنے دعویٰ پر نہایت لطیف استشہاد کیا ہے۔[3]

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر اس جماعت کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے' جو بدر میں شریک نہ تھی اور اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سعدؓ نے غزوہ کا سامان کیا تھا' لیکن کتے نے کاٹ کھایا اور وہ اپنے ارادے سے باز آئے' آنحضرت ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ افسوس ان کو شرکت کی بڑی حرص تھی۔[4] تاہم مال غنیمت میں حصہ لگایا اور اصحاب بدر میں شامل کیا۔[5]

غزوۂ بدر' عہد نبوت کے غزوات میں سب سے پہلا مشہور غزوہ ہے' آنحضرت ﷺ کو اب تک اگرچہ چار غزوے اور چار سرایا پیش آچکے تھے' لیکن انصار کی ان میں سے ایک میں بھی شرکت نہ تھی۔ اس کا سبب جیسا کہ ظاہر ہے یہ تھا کہ انصار کی طرف سے بیعت میں صرف اس قدر وعدہ کیا گیا تھا کہ جو مدینہ پر چڑھ کر آئے گا اس کو وہ روکیں گے۔ مدینہ کے باہر جو معرکے ہوں ان کا اس میں کوئی تذکرہ نہ تھا۔

اس بنا آنحضرت ﷺ نے اس مہم اعظم کا ارادہ کیا تو انصار کو شریک کرنے کے

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۶۱ جلد ۱ قسم اول۔ [2] ایضاً ص ۳ مغازی آنحضرت ﷺ۔
[3] فتح الباری ص ۲۲۴ جلد ۷۔ [4] اصابہ ص ۸۰ جلد ۳۔

marfat.com

لیے رائے ومشورہ ضروری سمجھا' ایک مجمع میں جنگ کا مسئلہ پیش ہوا' حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر رائے دی۔ پھر حضرت عمرؓ اٹھے' لیکن آنحضرتؐ نے التفات نہ کیا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے' اٹھ کر کہا کہ شاید ہم لوگ مراد ہیں؟ تو اے رسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کر ڈالیں اور خشکی کا حکم ہو تو برک غماد (یمن کے ایک موضع کا نام ہے) تک اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں'[1] آنحضرتؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور تیاری کا حکم دے دیا۔

تذکرہ نویسوں نے اسی روایت سے شرکت بدر پر استدلال کیا ہے' حالانکہ اس میں مذکور ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آنحضرتؐ نے مشورہ کیا'[2] اور یہ بالکل مطابق واقعہ ہے' لیکن اس کے بعد کا واقعہ وہ ہے جس کو ابن سعد روایت کرتے ہیں۔ اس بنا پر طبقات کی روایت صحیح مسلم کے منافی نہیں' بلکہ اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح ہے۔

بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا' مشرکین اس سروسامان سے آئے تھے کہ مدینہ والوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ شہر میں تمام رات' جمعہ کی شب کو پہرہ رہا' اس موقع پر حضرت سعدؓ چند اکابر انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے رسول اللہؐ کے مکان کی حفاظت کر رہے تھے۔[3]

جمعہ کے دن شوال کی ۶ تاریخ کو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں' آنحضرتؐ نے نیزے منگوا کر تین پھریرے لگائے اور خزرج کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے سپرد کیا۔

یہ انتظامات مکمل ہوئے تو آنحضرت ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے' حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ اوس وخزرج کے سردار زرہیں پہنے اور جھنڈے لیے آگے آگے دوڑ رہے تھے۔[4] بیچ میں آنحضرت ﷺ اور داہنے بائیں مہاجرین و انصار کا لشکر تھا۔ کوکب نبوت اس شان سے نمایاں ہوا تو چشم کفر خیرہ ہو گئی اور منافقین کے دل دہل اٹھے۔

سنیچر کے دن احد کے میدان میں معرکہ قتال برپا ہوا' لڑائی اس شدت کی تھی کہ

---

[1] صحیح مسلم ص ۸۴ جلد ۲۔ [2] اصل الفاظ یہ ہیں ان رسول الله صلی الله علیه وسلم شاور حین بلغه اقبال ابی سفیان صحیح مسلم ص ۸۴ جلد ۲۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۲۶ حصہ مغازی۔ [4] ایضاً ص ۲۷۔

marfat.com

مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے لیکن میدان میں رسول اللہؐ سب کے آگے تھے' مہاجرین اور انصار میں صرف ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ تھے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی بعض لوگوں نے انہی[1] میں شامل کیا ہے' غزوۂ مریسیع (مصطلق) میں جو ۵ ہجری میں ہوا تھا' ان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اوس وخزرج دونوں جماعتوں کا علم ان کو تفویض کیا[2]

غزوۂ خندق میں جو اسی سنہ میں ہوا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو بلا کر مشورہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ قریش کو چھوڑ کر واپس جائے' وہ نصف مانگتا ہے' اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ! اگر یہ وحی ہے تو انکار کی مجال نہیں' ورنہ اس کی بات کا جواب تو صرف تلوار ہے' خدا کی قسم! ہم اس کو پھل کی بجائے تلوار کا پھل دیں گے' آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وحی نہیں' اور وحی آتی تو تم سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی' عرض کیا تو پھر تلوار ہے' ہم نے جاہلیت میں بھی ایسی ذلت کبھی گوارا نہیں کی اور اب تو آپ کی وجہ سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی' معزز اور مکرم کیا پھر کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور دونوں کے لیے دعائے خیر فرمائی[3] خندق کے معرکہ میں بھی انصار کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس تھا[4] ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غابہ پر حملہ کیا اور سعد کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کر کے مدینہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے[5]

وہاں امداد کی ضرورت ہوئی' مدینہ میں خبر پہنچی تو حضرت سعدؓ نے ۱۰ اونٹ اور چھوہاروں کے بہت سے گٹھے روانہ کیے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی قرد میں مل گئے[6]

۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان پیش آئی۔ وہ دونوں میں موجود تھے۔

غزوۂ خیبر (۷ھ) میں اسلامی لشکر میں تین جھنڈے تھے' جن میں سے ایک حضرت سعدؓ کے پاس تھا[7]

---

[1] زرقانی ص ۴۰ جلد ۲۔ [2] طبقات ص ۴۵ حصہ مغازی۔ [3] استیعاب ص ۵۶۳ جلد ۲۔

[4] طبقات ص ۴۸ حصہ مغازی۔ [5] ایضاً ص ۵۸۔ [6] طبقات ص ۵۸۔

[7] طبقات ص ۷۷ حصہ مغازی۔

marfat.com

فتح مکہ میں خود رسول اللہ ﷺ کا رایت[1] (جھنڈا) حضرت سعدؓ کے پاس تھا' فوج اسلام کا ایک ایک دستہ شہر جارہا تھا اور ابوسفیان' حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ انصار جن کے آگے آگے حضرت سعدؓ تھے' اس شان سے گزرے کہ ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں[2] پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں' ان پر سعد بن عبادہؓ افسر ہیں اور جھنڈا بھی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ قریب پہنچے تو ابوسفیان کو پکار ادیکھنا! آج کیسی لڑائی ہوگی' آج کعبہ حلال ہوجائے گا۔

ابوسفیان کا دل اپنی سابق حرکتوں کے سبب سے یونہی تھوڑا تھوڑا تھا' حضرت عباسؓ سے کہا آج تو خوب لڑائی ہوگی۔ حضرت سعدؓ کے بعد خود رسول اللہ ﷺ کا دستہ سامنے سے گزرا تو ابوسفیان پکارا ''یارسول اللہؐ! للہ اپنی قوم پر رحم کیجیے۔ آپ کو خدا نے رحیم اور نیکوکار بنایا ہے' سعد مجھ کو دھمکا گئے ہیں کہ ملحمۂ عظمیٰ آج ہی ہے' آج قریش کا خاتمہ ہوجائے گا''

ابوسفیان کی آواز پر کئی آوازیں اٹھیں' حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نے کہا ''ہمیں خوف ہے کہ حضرت سعد کا جوش انتقام تازہ نہ ہوجائے'' ضرار بن خطاب فہری نے چند شعر کہتے تھے' ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا اور ان کو پڑھ کر فریاد کر:

یانبی الهدی الیک لجاحی قریش ولات حین لجا حین ضاقت علیهم سعة الارض عاداهم الـه السماء ان سعدا یرید قاصمة الظهربا هل الحجون والبطحاء.

''یارسول اللہؐ! آپ کے دامن میں قریش نے اس وقت پناہ لی ہے جب کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ جب کہ ان پر فراخی کے باوجود زمین تنگ ہے اور آسمان کا خدا ان کا دشمن ہوگیا ہے۔ سعد اہل مکہ کی پیٹھ توڑنا چاہتا ہے''۔

اسی طرح کے اور بہت سے شعر تھے آنحضرت ﷺ نے اشعار سنے تو دریائے رحمت موجزن ہوگیا ارشاد ہوا کہ سعد نے جھوٹ کہا آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی۔ آج

1 فتح الباری ص ۷ جلد ۸ طبقات ص ۹۸ واستیعاب ص ۵۶۳ جلد ۲۔ 2 صحیح بخاری ص ۶۱۳ ج ۲۔

marfat.com

کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سعد سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دو، حضرت سعدؓ نے انکار کیا اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کو رسول اللہؐ نے بھیجا ہے' آنحضرت ﷺ نے اپنا عمامہ بھیجا تو انہوں نے بیٹے کے ہاتھ میں جھنڈا دے دیا' لیکن جو خطرہ رسول اللہ ﷺ کو سعدؓ سے تھا وہی ان کو اپنے بیٹے سے ہوا درخواست کی کہ قیس کے سوا کسی اور شخص کے سپرد کیجیے' آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کے سپرد کیا' صحیح بخاری میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم حضرت زبیرؓ کے پاس تھا اس کا یہی مطلب ہے[1]

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا۔ اس میں قبیلہ خزرج کا علم حضرت سعدؓ کے پاس تھا[2] ان غزوات کے علاوہ بھی جو غزوات یا مشاہد عہد نبوی میں پیش آئے ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نمایاں شرکت رہی' میدان جنگ میں انصار کے وہی علمبردار ہوتے تھے۔

سقیفہ بنی ساعدہ:

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا' مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا۔ اس کے ماسوا آغاز اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی' جس زمانہ میں کہ اسلام بے خانماں تھا' رسول اللہؐ تمام قبائل عرب پر اپنے کو پیش کرتے تھے کہ مجھ کو مکہ سے اپنے وطن لے چلو' لیکن قریش کے دبدبہ و رعب کی وجہ سے کوئی حامی نہیں بھرتا تھا۔ انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صرف ۷۰ اشخاص پر مشتمل تھا ''عرب وعجم'' کی جنگ پر آنحضرت ﷺ سے مکہ آ کر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن میں مدعو کیا۔

عہد نبوت میں جو غزوات پیش آئے' ان میں تعداد' جاں بازی' فدائیت سب سے زیادہ انہی لوگوں سے ظاہر ہوئی۔ حضرت قتادہؒ فرمایا کرتے تھے کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ شہدا نہ لا سکے گا۔ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ احد میں ۷۰' بیر معونہ میں ۷۰ اور یمامہ میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے تھے[3]

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۱۳ ج ۲ و فتح الباری ص ۷ جلد ۸ و استیعاب ص ۵۶۳ جلد ۲ سے یہ واقعات لیے گئے ہیں۔

[2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۸ حصہ مغازی۔ [3] صحیح بخاری ص ۵۸۴ جلد ۲۔

marfat.com

ان باتوں کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث میں ان کے فضائل و مناقب کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس بنا پر انصار کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔

انصار میں دو بزرگ تمام قوم کے پیشوا اور سردار تسلیم کیے جاتے تھے' حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ' حضرت سعدؓ بن معاذ آنحضرتؐ کے عہد میں انتقال کر چکے تھے' صرف حضرت سعدؓ بن عبادہ باقی تھے۔ جن کا اوس وخزرج میں وجاہت وامارت کے لحاظ سے کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی' تو سقیفۂ بنی ساعدہ میں جو انصار کا دارالندوہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا لوگ جمع ہوئے' سعدؓ بیمار تھے۔ لوگ ان کو بلوا لائے' وہ کپڑا اوڑھے ہوئے مسند پر آ کر بیٹھ گئے اور تکیہ سے ٹیک لگالی' اور اپنے اعزہ سے کہا کہ میری آواز دور تک نہ پہنچے گی' جو میں کہوں اس کو آواز بلند لوگوں تک پہنچاؤ۔ تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے' عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ برس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے لیکن ان کی کسی نے نہ سنی۔ جو لوگ ان پر ایمان لائے وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ ان میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طاقت تھی نہ دین کے بلند کرنے کی قوت' وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے۔

خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان بہم پہنچایا کہ تم ایمان لائے' رسول اور اصحاب کو پناہ دی' اپنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھا' ان کے اعداء سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ تمام عرب طوعاً یا کرہاً خلافت الٰہی میں شامل ہوگیا اور بعید و قریب سب نے گردنیں ڈال دیں' پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمہاری تلواروں کا مرہون منت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر تم سے خوش رہے اور وفات کے وقت بھی خوش گئے' اس بنا پر تم سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں''۔

تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا کہ رائے تو نہایت معقول اور صائب ہے ہمارے نزدیک اس منصب کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں' ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس کے بعد آپس میں گفتگو شروع ہوئی کہ مہاجرین کے دعوائے خلافت کا کیا جواب ہوگا۔ بعضوں نے کہا' یہ کہ دو امیر ہوں' ایک ہمارا اور ایک ان

marfat.com

کا۔ سعد کے کان میں آواز پڑی تو بولے کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچ گئی تھی' وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آ پہنچے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشتعل طبیعت نے تمام مجمع میں آگ لگادی' انصار کے خطباء بار بار تقریر کرتے تھے حضرت عمرؓ اور ان میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اخیر میں تلواریں کھنچ گئیں' حضرت ابوبکرؓ نے رنگ بدلتا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور خود نہایت معرکۃ الآراء خطبہ دیا' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تو تمام انصار پکار اٹھے کہ نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر[1] یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں۔

تمام مجمع بیعت کے لیے اٹھا تو لوگوں نے شور مچانا چاہا کہ دیکھنا! سعد کچل نہ جائیں' حضرت عمرؓ نے کہا اس کو خدا کچلے' سعد اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے' سخت برہم ہوئے اور لوگوں سے کہا مجھ کو یہاں سے لے چلو[2]۔

حضرت ابوبکرؓ نے کچھ دنوں بالکل تعرض نہ کیا۔ بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آ کر بیعت کریں۔ انہوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان سے ضرور بیعت لیجیے بشیر بنؓ سعد انصاری بیٹھے تھے۔ بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں کسی طرح بیعت نہ کریں گے مجبور کیجیے گا تو کشت وخون کی نوبت آئے گی۔ وہ اٹھیں گے تو ان کا گھر اور کنبہ بھی حمایت کرے گا' جس سے ممکن ہے کہ تمام خزرج اٹھ کھڑا ہو اس لیے ایک سوتے فتنہ کو جگانا مناسب نہیں ہے۔ میرے خیال میں ان کو یوں ہی چھوڑ دیجیے' ایک آدمی ہیں کیا کریں گے؟ اس رائے کو سب نے پسند کیا' حضرت سعدؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک مدینہ میں مقیم رہے بعد میں ترک وطن کر کے شام کی سکونت اختیار کی اور دمشق کے قریب حوران کا علاقہ نہایت سرسبز تھا اسی کو اپنے رہنے کے لیے پسند کیا۔

وفات:

۱۵ھ میں وفات پائی۔ کسی نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا' گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ تھی' تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا' قاتل کی بہت تلاش ہوئی لیکن کچھ پتہ

---

[1] مسند ص ۲۱ جلد ۱۔ [2] بخاری ص ۱۰۱۰ جلد ۲ وطبری ص ۱۸۴۳، انعات ۱۱ھ۔

marfat.com

نہ چلا' ایک غیر معلوم سمت سے آواز آئی:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ رمیناہ بسھم فلم یخط فوادہ.

''ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا۔ ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا''۔

چونکہ قاتل نہیں ملا اور آواز سنی گئی' بعضوں کا خیال ہوا کہ کسی جن نے قتل کیا ہے۔

اولاد:

تین اولادیں چھوڑیں' قیس (بہت بڑے صحابی ہیں) سعید' اسحاق۔

بیوی کا نام فکیہہ تھا' صحابیہ تھیں اور چچازاد بہن ہوتی تھیں [1]

مکان اور جائیداد:

جائیداد بہت تھی' جب مدینہ چھوڑا تو بیٹوں پر تقسیم کر دی' ایک لڑکا پیٹ میں تھا جس کا حضرت سعدؓ نے حصہ نہیں لگایا تھا۔ جب پیدا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے قیسؓ سے کہا کہ اپنے باپ کی تقسیم فسخ کر دو کیونکہ ان کے فوت ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قیس نے کہا باپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس کو بدستور قائم رکھوں گا۔ میرا حصہ موجود ہے اس کو وہ لے سکتا ہے۔[2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان بازار مدینہ کی انتہا پر واقع تھا اور جرار سعد کہلاتا تھا۔ ایک مسجد اور چند قلعے بھی تھے۔ ایک مکان بنو حارث میں بھی ان کی ملکیت تھا[3]

فضل وکمال:

حدیث کے ساتھ غیر معمولی اعتنا کیا' صحابہؓ کے زمانہ میں کتابت اگرچہ عام ہوگئی تھی اور قرآن مجید لکھا جا چکا تھا تاہم حدیث لکھنے کا رواج نہ تھا۔ حضرت سعدؓ نے حدیث لکھی تھی۔ مسند ابن حنبلؒ میں ہے۔

عن اسمٰعیل بن عمرو بن قیس بن سعد ابن عبادہ عن ابیہ انھم وجدوا فی کتب اوفی کتاب سعد بن عبادہ [4]

''یعنی انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کتابوں یا کتاب میں پایا''۔

حدیث لکھنے کے ساتھ اس کی تعلیم کے ذریعہ سے اشاعت بھی کی۔ چنانچہ ان کے

---

[1] استیعاب ص ۵۳۸ جلد ۲۔ [2] ایضاً ص ۵۳۹۔ [3] خلاصۃ الوفاص ۸۸۔ [4] مسند ص ۲۸۵ جلد ۵۔

marfat.com

بیٹے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابوامامہ بن سہل، سعید بن مسیبؓ وغیرہ ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

اخلاق و عادات:

حضرت سعدؓ کے مرقع اخلاق میں جودوسخا کے خال وخط نہایت نمایاں ہیں۔ اسماء الرجال کے مصنف جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں' و کان کثیر الصدقات جدا.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشہور فیاض آدمی تھے اور تمام عرب میں یہ بات صرف انہی کو حاصل تھی کہ ان کی چار پشتیں جودوسخا میں نام آور ہوئیں۔ ان کے دادا (ولیم) باپ (عبادہ) خود' بیٹا (قیس) اپنے زمانہ کے مشہور مخیر تھے۔

ولیم کے زمانہ میں خوان کرم اس قدر وسیع تھا کہ معمولاً قلعہ پر سے ایک شخص پکارتا کہ جس کو گوشت اور روغن اور اچھا کھانا مطلوب ہو ہمارے ہاں قیام کرے۔ اس سخاوت عام نے آل ساعدہ کو مدینہ کا حاتم بنا رکھا تھا۔ ولیم کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ تک یہی رسم قائم رہی اور ان کے بعد قیس نے اس کو اسی طرح باقی رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے مکان کی طرف سے گزرے' قلعہ نظر آیا تو نافع سے کہا دیکھو یہ سعد کے دادا کا قلعہ ہے' جن کے سخاوت وجود کی تمام مدینہ میں دھوم تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فیاضی افسانہ بزم وانجمن ہے۔ بہت سے قصے مشہور ہیں' ہم چند صحیح واقعات اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعدؓ کے ہاں سے برابر کھانا آتا تھا۔

اصابہ میں ہے' کانت جفنة سعد تدور مع النبی صلی الله علیه وسلم فی بیوت ازواجه.

صحابہؓ میں اصحاب صفہ کی ایک جماعت تھی' جو دور دراز ملکوں سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھی' یہاں اس کا منشاء صرف تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا' رسول اللہؐ ان لوگوں کو ذی مقدرت صحابہ کے متعلق کر دیتے تھے' چنانچہ اور لوگ ایک دو آدمی اپنے ہاں لے جاتے تھے' لیکن حضرت سعد ۸۰ آدمیوں کو برابر شام کے کھانے میں مدعو کرتے تھے۔

marfat.com

فطری سخاوت ہر جگہ نمایاں ہوتی تھی' ماں نے انتقال کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں' مگر کیا صورت ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پانی پلاؤ' سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے' اسی صدقہ کا نتیجہ ہے[1]

حمیت قومی انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قصۂ افک میں آنحضرت ﷺ نے منبر پر فرمایا کہ ابن ابی نے میرے گھر والوں (حضرت عائشہؓ) کو تہمت لگائی' جس سے مجھے سخت تکلیف پہنچی' کوئی ہے جو اس کا تدارک کرنے پر آمادہ ہو؟ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہ اوس کے سردار تھے بولے کہ میں حاضر ہوں' جو حکم ہو بجالاؤں' اگر قبیلہ اوس کا آدمی ہے تو ابھی گردن ماردی جائے اور خزرج کا ہے تو جو فرمائیے' بجا لانے کو تیار ہوں (خزرج اور اوس میں دیرینہ عداوت تھی' جاہلیت میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ختم ہو چکی تھیں' اسلام نے صلح کرائی' تاہم دلوں میں کدورت باقی تھی۔ اس بناء پر حضرت سعدؓ بن معاذ کی یہ درخواست کہ خزرج کے معاملہ میں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں' یہ معنی رکھتی تھی کہ اس پر غلبہ پانے کی ایک صورت نکل آئے جو یقیناً خزرج کے لیے ناقابل برداشت تھی) سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج نے اٹھ کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم خزرج کو کبھی نہیں قتل کر سکتے' اور نہ اس پر قادر ہو۔ اگر تمہارے خاندان (اشہل) کا معاملہ ہوتا تو زبان سے ایسی بات نہ نکلتے۔ اسیدؓ بن حضیر نے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے ابن عم تھے جواب دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو' رسول اللہ ﷺ حکم دیں تو ہم ضرور ماریں گے' تم منافق ہو اور منافق کی طرف سے لڑ رہے ہو' اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے' آنحضرت ﷺ منبر پر تھے آہستہ آہستہ دھیما کیا۔ یہاں تک کہ حمیت کا غلغلہ پست ہو گیا۔

حب رسول کا یہ حال تھا کہ اپنے قبیلہ کی پوشیدہ باتیں جو رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہوتیں پہنچا دیتے تھے' غزوۂ ہوازن میں آنحضرت ﷺ نے قریش اور سرداران قریش کو غنیمت کی بڑی بڑی رقمیں تھیں اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا۔ بعض نوجوانوں کو اس

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۸۵۔ [2] صحیح بخاری ص ۳۳۵ جلد ۷ فتح الباری ص ۳۲۱ جلد ۸۔

marfat.com

پر ترجیح پر رنج ہوا' اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہم قوموں کو دیتے ہیں اور ہم کو محروم کرتے ہیں' حالانکہ قریش کا خون ہماری تلواروں سے اب تک ٹپک رہا ہے حضرت سعدؓ بن عبادہ نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا کہ یہ خیالات ہیں' فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ عرض کیا گو میں انصاری ہوں لیکن یہ خیال نہیں' ارشاد ہوا کہ جاؤ اور لوگوں کو فلاں خیمہ میں جمع کرو' اعلان ہوا تو مہاجرین اور انصار دونوں آئے' حضرت سعدؓ نے مہاجرین کو چھانٹ دیا' آنحضرت ﷺ نے آ کے خطبہ دیا جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ کیا تم لوگ راضی نہیں کہ تمام لوگ مال و دولت لے کر جائیں اور تم خود مجھ کو اپنے ہاں لے چلو' تمام لوگ رو پڑے اور باتفاق کہا کہ آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے[1]

غزوۂ احد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا' لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے' اس وقت حضرت سعدؓ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا پہرہ دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے' ایک مرتبہ ان کے لیے دعا کی تو فرمایا: اللھم اجعل صلواتك ورحمتك علی آل سعد بن عبادہ.

ایک مرتبہ فرمایا خدا انصار کو جزائے خیر دے' خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو۔

صدقات کے افسروں کی ضرورت ہوئی تو ان کو بھی منتخب کیا' لیکن جب امارت کی ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو عرض کیا کہ میں اس خدمت سے معذور ہوں' آنحضرت ﷺ نے عذر قبول فرمایا[2]

ایک مرتبہ بیمار پڑے تو آنحضرت ﷺ صحابہ کو لے کر عیادت کے لیے تشریف لائے' درد سے بے ہوش تھے' کسی نے کہہ دیا کہ ختم ہو گئے بعض بولے ابھی دم باقی ہے' اتنا سننا تھا کہ آنحضرت ﷺ رو پڑے اور ساتھ ہی تمام مجلس میں ماتم پڑ گیا[3]

---

1. صحیح بخاری ص ۶۲۰ جلد ۲ و مسند ص ۷۶ جلد ۳۔ 2. مسند ص ۲۸۵ جلد ۲۔ 3. صحیح بخاری ص ۱۷۴ جلد ۱۔

marfat.com

نرمی طبع اور امن پسندی ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوسکتی ہے:

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لا رہے تھے' راستہ میں ابن ابی بیٹھا تھا' اس نے آنحضرت ﷺ سے سخت کلامی کی' صحابہ کو طیش آ گیا اور فریقین لڑنے پر آمادہ ہو گئے' آنحضرت ﷺ نے سب کو اس ارادہ سے باز رکھا' اور حضرت سعدؓ کے مکان پر چلے آئے' فرمایا سعد! تم نے کچھ سنا آج ابوحباب (ابن ابی) نے مجھے ایسا کہا' عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) اس کا قصور معاف کیجئے' بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو مدینہ کا بادشاہ بنائیں۔ لیکن جب اللہ نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا تو وہ خیال بدل گیا' یہ اسی غم و غصہ کا بخار ہے۔ آپ نے یہ سن کر معاف کر دیا[1]

[1] صحیح بخاری ص ۶۵۶ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت سعدؓ بن خیثمہ

نام ونسب:

سعد نام' ابوخیثمہ کنیت' خیر لقب' سلسلہ نسب یہ ہے' سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امراء القیس بن مالک بن اوس۔

والد بزرگوار جن کا نام خیثمہ تھا' صحابی تھے' غزوۂ احد میں شہادت پائی۔

اسلام:

عقبہ میں شریک تھے' بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور اسلام:

آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اولاً قبیلہ عمرو بن عوف میں قیام کیا اور حضرت کلثوم بن الہدم کے گھر ٹھہرے' اس دوران میں ملاقات کے لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان تجویز فرمایا' آنحضرت ﷺ مہاجرین و انصار سے انہی کے مکان میں ملتے تھے' اسی بنا پر بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد بن خیثمہؓ کے ہاں آپ نے قیام فرمایا تھا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھر منزل العزاب کے نام سے مشہور تھا۔ غزوۂ بدر میں شرکت کا قصد کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا' باپ نے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی کو گھر رہنا چاہیے' اس بنا پر تم یہیں رہو میں جہاد پر جاتا ہوں' بیٹے نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو آپ کو ترجیح دیتا' میں خود جاؤں گا اور امید ہے کہ اللہ شہادت عطا فرمائے گا۔

marfat.com

شہادت:

تاہم شفقت پدری نے مجبور کیا اور حضرت خیثمہ نے قرعہ ڈالا' جس دماغ میں شہادت کا خیال موجزن تھا' قرعہ فال اسی کے نام نکلا' مجبور ہو کر اجازت دی چنانچہ حضرت سعدؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر پہنچے اور طعیمہ بن عدی ایک مشرک کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد:

ایک صاحبزادے تھے جن کا نام عبداللہ تھا' اگرچہ نہایت کم عمر تھے تاہم عقبہ اور بدر میں باپ کے ساتھ شریک تھے' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

marfat.com

حضرت سعدؓ بن زید اشہلی

سعد نام، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن زید ابن مالک بن عبد بن کعب بن عبدالاشہل۔

واقدی کے قول کے مطابق عقبہ میں شریک تھے، جمہور نے بدر کی شرکت پر اتفاق کیا ہے۔ عیینہ بن حصن نے مدینہ کے اونٹوں پر لوٹ ڈالی اور حضرت حسانؓ نے کہا:

ھل سر اولاد اللقیطۃ اننا سلم غداۃ فوارس المقداد

تو حضرت سعدؓ نہایت برہم ہوئے کہ میرے ہوتے ہوئے فوارس مقداد کا کیوں ذکر کیا، حضرت سعدؓ اس زمانہ میں رئیس قبیلہ تھے، حضرت حسانؓ نے معذرت کی کہ قافیہ سے مجبوری تھی[1]

غزوہ قریظہ میں آنحضرت ﷺ نے ان کو قیدیوں کے ہمراہ نجد بھیجا، انہوں نے ان کے معاوضہ میں کھجور اور ہتھیار خریدے اور مدینہ لے کر آئے۔

رمضان ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو انصار کے بت مناۃ کے توڑنے کے لیے جو مکہ میں مشلل نام ایک مقام پر نصب تھا بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا، پجاری نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ بولے ھدم مناۃ۔ کہا تم جانو! حضرت سعدؓ نے بت گرایا تو ایک برہنہ اور سیاہ فام عورت چھاتی پیٹتی اور شور مچاتی ہوئی نکلی۔ سعدؓ نے یہ ہیئت کذائی دیکھ کر اس کو قتل کر دیا، پجاری نہایت خائف تھا۔ عورت کی آواز سن کر بولا، مناۃ دونك لبعض غضباتك[2]! خزانہ میں کچھ نہیں تھا، تلاشی لے کر چلے آئے، واپسی کے وقت رمضان کی اخیر تاریخیں تھیں۔

وفات:

وفات کا سنہ اور تاریخ بالکل نامعلوم ہے۔

---

[1] اصابہ ص ۸۷ جلد ۳ ۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۰۶ جلد ۳ قسم ا۔

marfat.com

حضرت سلمہ بن سلامہ ؓ

نام ونسب:

سلمہ نام' ابوعوف کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' سلمہ بن سلامہ ابن وقش بن زعوراء بن عبدالاشہل' ماں کا نام سلمیٰ بنت سلمہ بن خالد بن عدی تھا' اور قبیلہ بنی حارثہ سے تھیں۔

اسلام:

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی خبر مدینہ پہنچی تو سلمہ نے فوراً لبیک کہا اور عقبہ اولیٰ میں شریک ہوئے' دوسرے سال عقبہ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔

غزوات:

بدر اور تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب رہے۔

غزوہ مریسیع میں عبداللہ بن ابی نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ سلمہ کو بھیجے کہ اس کا سر کاٹ لائیں[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو یمامہ کا والی بنایا تھا۔

وفات:

۴۵ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی۔ اس وقت ۷۴ برس کا سن تھا۔

---

[1] اصابہ ص ۱۱۶ جلد ۳۔

marfat.com

فضل وکمال:

حدیث میں ان کے سلسلہ سے چند روایتیں ہیں' محمود بن لبید اور جسرہ راویوں میں ہیں۔ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے' توضؤا مما مست النار۔ یعنی جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو'اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب تھا۔

ایک مرتبہ محمود بن جبیرہ کے ساتھ ولیمہ میں گئے تو کھانا کھا کر وضو کیا' لوگوں نے کہا آپ تو باوضو تھے۔ فرمایا ہاں' لیکن آنحضرت ﷺ کو بھی ایسا اتفاق پیش آیا تھا اور آپ نے بھی یہی کیا تھا۔[1]

1. اسد الغابہ ص ۳۳۷ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت سہلؓ بن حنظلیہ

نام ونسب:

سہل نام، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، سہل بن ربیع بن عمرو بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

حنظلیہ کے متعلق اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ سہل کی ماں تھیں، لیکن ابن اسعد نے تصریح کی ہے کہ عمرو بن عدی (سہل کے دادا) کی والدہ تھیں، نام ام ایاس بنت ابان ابن دارم تھا اور قبیلہ تمیم سے تھیں، اسی بنا پر عمرو کی تمام اولاد ابن حنظلیہؓ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت سہلؓ غالباً ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوۂ احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شرکت کی اور بیعت رضوان میں بھی شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

عہد نبوت کے بعد شام چلے گئے اور دمشق کی سکونت اختیار کی۔

وفات:

دمشق میں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی، امام بخاری نے لکھا ہے۔ کان عقیما! یعنی وہ لاولد تھے اکثر فرماتے تھے لا یکون لی سقط فی الاسلام احب الی مماطلعت علیہ الشمس یعنی اولاد نہیں ہے نہ سہی، اسلام میں کاش ایک حمل ہی ساقط ہو جاتا۔

حلیہ:

مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے۔

marfat.com

فضل وکمال:

صاحب استیعاب اور صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

کان فاضلا عالما.

''یعنی وہ عالم اور فاضل تھے''۔

اس سے بڑھ کر شرف کیا ہوسکتا ہے کہ خود صحابہؓ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی طرف سے گزرے انہوں نے حدیث کی خواہش کی' حضرت سہلؓ نے ایک حدیث بیان کی۔[1] اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے معائنہ کو گھوڑے پر پیش ہوئے تو انہوں نے ان سے وہ حدیث دریافت کی[2] جس میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اتفاقات کے علاوہ بھی روایت حدیث کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے غلام قاسم جمعہ کے دن جامع دمشق میں آئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ بڑھ کر پوچھا کون شخص ہیں؟ جواب ملا سہل بن حنظلیہؓ صحابی[3]

راویان حدیث کے زمرہ میں متعدد حضرات ہیں' بعض کے نام یہ ہیں' ابوکبشہ سلولی' قاسم بن عبدالرحمٰن' یزید بن ابی مریم شامی۔

اخلاق:

وقت کو نہایت عزیز سمجھتے تھے' لوگوں سے تعلقات نہ رکھتے تھے اور عبادت میں عموماً مصروف رہتے تھے۔ جب تک مسجد میں رہتے نماز پڑھتے' اٹھتے تو تسبیح و تہلیل میں ہوتے اور اسی حالت میں کاشانہ اطہر کا رخ کرتے تھے۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۶۴ جلد ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] اصابہ ص ۱۳۸ جلد ۳۔

marfat.com

حضرت سائبؓ بن خلاد

سائب نام' ابوسہلہ کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' سائب ابن خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب ابن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

ماں کا نام لیلیٰ بنت عبادہ تھا اور قبیلہ ساعدہ سے تھیں۔

غزوات:

ابوعبید کے خیال میں بدر میں شریک تھے' لیکن ابونعیم کو انکار ہے۔

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں یمن کے حاکم تھے۔

وفات:

۷۱ھ میں وفات پائی۔

اولاد:

خلاد نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

فضل وکمال:

ان کی سند سے ۵ حدیثیں مروی ہیں بعض صحاح میں بھی ہیں۔ راویوں میں خلاد' صالح بن کیسان' عطاء بن یسار' محمد بن کعب قرظی' عبدالرحمن بن ابی صعصعہ' عبدالملک' ابن ابی بکر بن عبدالرحمن وغیرہ ہیں۔

marfat.com

(ش)

حضرت شداد بن اوس ؓ

نام ونسب:

شداد نام ابویعلیٰ وابوعبدالرحمان کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں اور حضرت حسان بن ثابت ؓ شاعر مشہور کے بھتیجے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے: شداد بن اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

اوس بن ثابت کہ شداد کے پدر گرامی تھے' عقبہ ثانیہ اور بدر کی شرکت کا فخر حاصل کر چکے تھے غزوۂ احد میں شہادت پائی' والدہ کا نام صریمہ تھا اور نجار کے خاندان عدی سے تھیں۔

اسلام:

باپ' چچا اور تقریباً تمام خاندان مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ شداد رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں کے ساتھ ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات:

چونکہ کمسن تھے' غزوات میں شاذ ونادر حصہ لیا' امام بخاری نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں شریک تھے' لیکن یہ صحیح نہیں۔ عہد نبوت کے بعد شام میں سکونت اختیار کی' فلسطین' بیت المقدس اور حمص میں قیام پذیر رہے۔

وفات:

۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا' اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' یعلیٰ' محمد۔

marfat.com

فضل وکمال:

فضلاء صحابہ میں تھے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کہ اساطین امت میں تھے اور صحابہؓ کے عہد میں علوم وفنون کا مرجع تھے فرمایا کرتے تھے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں' بعض عالم ہوتے ہیں لیکن غصہ ور اور مغلوب الغضب' بعض حلیم اور بردبار ہوتے ہیں لیکن جاہل اور علوم وفنون سے بے بہرہ' حضرت شدادؓ ان چند لوگوں میں ہیں جو علم وحلم کے مجمع البحرین تھے[1]

مسجد جابیہ میں ابن غنم' حضرت ابودرداءؓ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ٹہل ٹہل کر باتیں کررہے تھے' حضرت شداد رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے اور کہا لوگو! مجھ کو تم سے جو کچھ ڈر ہے یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائے گی' اخیر کا فقرہ چونکہ تعجب انگیز تھا' حضرت ابودرداءؓ اور حضرت عبادہؓ نے اعتراض کیا اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ شیطان جزیرہ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے۔ پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شدادؓ نے فرمایا ایک شخص نماز' روزہ' زکوۃ، ریاءً ادا کرتا ہے' آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں' سب نے جواب دیا مشرک' فرمایا میں نے اس کے متعلق خود آنحضرت ﷺ سے حدیث سنی ہے کہ ان چیزوں کو ریاءً بجالانے والا مشرک ہوتا ہے حضرت عوف بن مالکؓ بھی ساتھ تھے' بولے کہ جتنا عمل خالص ہوگا' اس کے قبول ہونے کی امید ہے' باقی جس میں شرک کی آمیزش ہے وہ مردود ہوگا جس بنا پر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد کرنا چاہیے' حضرت شدادؓ نے جواب دیا کہ حدیث قدسی میں لکھا ہے کہ مشرک کا عمل اس کے معبود کو دیا جائے گا' خدا اس کا محتاج نہیں'[2]

(یہ قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے' ارشاد ربانی ہے' ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ)

حدیث میں فہم وبصیرت حاصل تھی اور اصول درایت اور نقد سے کام لیتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے زہد وقناعت اور ترک دنیا کی حدیثوں نے تمام شام میں کھلبلی ڈال دی تھی' ان کے متعلق رائے دیتے ہیں:

---

1 اسد الغابہ ص ۳۸۷ جلد ۲۔ 2 مسند ابن حنبل ص ۱۲۶ جلد ۴۔

marfat.com

كان ابوذر يسمع الحديث من رسول الله فيه الشدة ثم يخرج الى قومه يسلم لعله يشدد عليهم ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرخص فيه بعد فلم يسمعه ابوذر فيتعلق ابوذر بالامر الشديد.[1]

''وہ آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی' سنتے تھے پھر اپنی قوم میں جا کر اس کی اشاعت کرتے تھے بعد کو آنحضرت ﷺ اس سخت حکم میں رخصت عطا فرما دیتے تھے' لیکن ابوذر کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس بنا پر وہ اسی شدت پر قائم رہے''۔

حضرت شداد کے سلسلہ سے جو حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد ۵۰ ہے' انہوں نے اکثر آنحضرت ﷺ سے اور کچھ کعب احبار سے حدیثیں سنی تھیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں بہت سے اہل شام ہیں' منتخب حضرات کے نام یہ ہیں محمودؓ بن لبید' ابویعلی، ابوالاشعث صنعانی، ضمرۃ بن حبیب، ابوادریس خولانی، محمود بن ربیع، عبدالرحمن بن غنم' بشیر بن کعب، جبیر بن نفیر، ابواسماء رجبی، حسان بن عطیہ، عبادہ بن بسنی خطلی۔

اخلاق:

اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت عابد اور پرہیزگار تھے' خدا سے ہر وقت خوف کھاتے تھے۔ بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لیے لیٹتے' پھر اٹھ بیٹھتے' اور تمام رات نماز پڑھتے' کبھی کبھی منہ سے نکلتا:

اللهم ان النار قد حالت بيني وبين النوم.

''خدایا آتش جہنم میرے اور نیند کے درمیان حائل ہوگئی ہے''۔

اسد بن وداعہ کا یہ فقرہ بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے کہتے ہیں:

كان شداد بن اوس اذا اخذ مضجعه من الليل كان كالحبة على المقلى.[2]

''شدادؓ جب رات کو لیٹتے تو خوف سے اس قدر بے چین اور متاثر ہوتے جیسے بھاڑ میں چنا''۔

نہایت حلیم اور کم سخن تھے' تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی'

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۲۵ جلد ۴۔ [2] اسد الغابہ ص ۳۲۸ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ شداد دو خصلتوں میں ہم سے بڑھ گئے۔

بیان اذا انطق و یکظم اذا غضب...........

''بولنے کے وقت وضاحت بیان میں اور غصہ کے وقت حلم' عفو اور درگزر میں''۔

حفظ لسان اور کم سخنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ غلام سے کہا' چھری لاؤ' اس سے کھیلیں! ایک شخص نے ٹوکا تو فرمایا:

ماتکلمت بکلمة مذاسلمت وانا اخطمها وازمها الا کلمتی هذه فلا حفظوها عنی۔[1]

''جب سے مسلمان ہوا' میرے منہ میں لگام رہی' آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا تو تم اس کو بھول جاؤ''۔

مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے ایک مرتبہ رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے' میں نے عرض کی کیا آپ کی امت مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا ہاں' لیکن اس طرح کہ سورج' چاند' بت' پتھر کو نہ پوجے گی' البتہ ریاء اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا' صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا' لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی تو وہ روزہ بے خوف خطر توڑ دے گا۔[2]

مریضوں کی عیادت کرتے تھے' ابواشعث صنعانی شام کے قریب مسجد دمشق میں تھے کہ حضرت شدادؓ اور صنابحی سے ملاقات ہوئی' پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا ایک بھائی بیمار ہے' اس کی عیادت کو جاتے ہیں' یہ بھی ساتھ ہو گئے اندر جا کر مریض سے پوچھا کیا حال ہے؟ بولا اچھا ہوں' حضرت شدادؓ نے کہا' ابشر بکفارات السیئات و حط الخطایا' یعنی میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں' حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کے ابتلا میں اس کی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح پاک وصاف اٹھتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔[3]

[1] مسند احمد بن حنبل ص ۱۳۳ جلد ۴۔ [2] مسند ابن حنبل ص ۱۲۴ جلد ۴۔ [3] ایضاً ص ۱۲۳ جلد ۴۔

marfat.com

بارگاہ رسالت میں خصوصیت اور حب رسول ﷺ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ فتح مکہ کے دوران میں آنحضرت ﷺ ایک روز بقیع تشریف لے گئے تو حضرت شدادؓ ہمراہ تھے اور آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے[1]

ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر تھے، چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی، ارشاد ہوا کیا ہے؟ بولے یارسول اللہ! مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا تم پر تنگ نہ ہوگی، شام اور بیت المقدس فتح ہوگا اور وہاں تم اور تمہاری اولاد امام ہوگی، یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری اتری، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے اور تمام شام کے علم وفضل میں مرجع بن گئے۔

(ع)

حضرت عبادہؓ بن صامت

نام ونسب:

عبادہ نام، ابوالولید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں نسب نامہ یہ ہے، عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم (قوقل) بن سالم ابن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، والدہ کا نام قرۃ العین تھا، جو عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان کی بیٹی تھیں، قرۃ العین کے جگر گوشہ کا نام اپنے نانا رکھا گیا۔

بنو سالم کے مکانات مدینہ کے غربی سنگستان کے کنارہ قبا سے متصل واقع تھے یہاں ان کے کئی قلعے بھی تھے، جو اطم قوافل کے نام سے مشہور ہیں اس بناء پر حضرت عبادہ کا مکان مدینہ سے باہر تھا۔

اسلام:

ابھی عنفوان شباب تھا کہ مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، جن خوش نصیب لوگوں

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۲۴ جلد ۴۔

marfat.com

نے اس کی پہلی آواز کو رغبت کے کانوں سے سنا' حضرت عبادہؓ انہی میں سے ہیں' انصار کے وفد ۳ سال تک مدینہ سے مکہ آئے تھے' وہ سب میں شامل تھے' پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا' وہ اس میں داخل تھے اور چھ شخصوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' ارباب علم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے' [1] اگرچہ کثرت رائے ان کے اسلام کو دوسری بیعت تک موقوف سمجھتی ہے' جس میں بارہ آدمیوں [2] نے مذہب اسلام قبول کیا تھا' تیسری بیعت جس میں ۷۲ اشخاص شامل تھے' حضرت عبادہ کی اس میں بھی شرکت تھی' (مسند ج ۵ ص ۳۱۶) اخیر بیعت میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خاندان قوافل کا نقیب تجویز فرمایا۔

غزوات و دیگر حالات:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی زندگی ابتداء ہی سے ولولہ انگیز ہے' مکہ سے مسلمان ہو کر پلٹے تو مکان پہنچتے ہی والدہ کو مشرف باسلام کیا۔ [3] کعب بن عجرہ ایک دوست تھے اور ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے' ان کے گھر میں ایک بڑا اسابت رکھا تھا۔ حضرت عبادہ کو فکر تھی کہ کسی صورت سے یہ گھر بھی شرک سے پاک ہو' موقع پا کر اندر گئے اور بت کو بسولے سے توڑ ڈالا' کعب کو ہدایت غیبی ہوئی' اور وہ جمعیت اسلام میں آملے۔ [4]

آنحضرت ﷺ نے مدینہ پہنچ کر انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت ابومرثد غنوی کو بھائی تجویز فرمایا' حضرت ابومرثد نہایت قدیم الاسلام صحابی اور حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ اس بناء پر ان کا تعلق خاندان رسالت سے تھا۔

۲ھ میں غزوۂ بدر واقع ہوا' حضرت عبادہؓ نے اس میں شرکت کی' اسی سنہ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے رسول اللہؐ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے' دربار نبوت سے جلاوطنی کا فرمان صادر ہوا' حضرت عبادہؓ نے حلف کا دیرینہ تعلق ان لوگوں سے قطع کر دیا تھا۔ اخراج البلد کا کام بھی انہی کے متعلق ہوا' [1] قرآن کی یہ آیت' یایھا الذین امنوا

---

[1] فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۷۲' اور زرقانی صفحہ ۳۶۱ جلد ا۔ [2] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ و بخاری صفحہ ۵۵۰ جلد ا۔
[3] زرقانی ص ۳۶۱ جلد ا۔ [4] نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار قلمی ص ۱۶۳۔

marfat.com

آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

مشاہد عہد نبوت میں بیعت الرضوان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے' وہ اس بیعت[1] میں بھی شریک تھے' خلافت صدیقی میں شام کی بعض لڑائیوں میں شریک تھے' خلافت فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کو مزید کمک کے لیے خط لکھا' حضرت عمرؓ نے ۴ ہزار فوج روانہ کی' جس میں ایک ہزار فوج کے حضرت عبادہ افسر تھے اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں[3] کے برابر ہے۔ یہ کمک مصر پہنچی تو عمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے ایک پر اثر تقریر کی اور حضرت عبادہ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجئے' خود سر سے امامہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے حوالہ کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے اور آج آپ سپہ سالار ہیں' خدا کی شان کہ پہلے ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا۔

ملکی خدمات:

خدمات ملکی کے سلسلہ میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں' صدقات کی افسری' فلسطین کی قضاءت اور حمص کی امارت۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے اخیر عہد میں صدقہ کے عمال تمام اضلاع عرب میں روانہ کیے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھی کسی مقام کا عامل بنایا تھا۔ وصیت کے طور پر فرمایا کہ خدا سے ڈرنا' ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن چوپائے تک فریادی ہو کر آئیں' انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں دو آدمیوں پر بھی عامل بننے کا خواہش مند نہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں فلسطین کا قاضی بنایا تھا' اس زمانہ میں یہ صوبہ حضرت امیر معاویہ کی ماتحتی میں تھا' کسی بات پر دونوں میں اختلاف ہو گیا جس میں حضرت امیر معاویہؓ نے سخت کلامی کی تو انہوں نے کہا کہ آئندہ تم جہاں ہو گے میں نہ رہوں گا۔ ناراض ہو کر فلسطین سے مدینہ چلے آئے' حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کیوں؟ انہوں نے سارا قصہ دہرایا' فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر جایئے' دنیا آپ ہی جیسے لوگوں سے

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰ قسم اول جز ۲ حصہ مغازی۔ [2] مسند ص ۳۱۹ جلد ۵۔
[3] کنز العمال ص ۱۵۱ ج ۲ بحوالہ ابن عبد الحکم

marfat.com

قائم ہے۔ جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اس زمین کو خراب کر دے گا! اس کے بعد امیر معاویہ کو خط لکھا کہ عبادہ کو تمہاری ماتحتی سے الگ کرتا ہوں' قضات فلسطین کا یہ پہلا عہدہ تھا جو حضرت عبادہ کو تفویض ہوا۔ اسی زمانہ میں حضرت ابوعبیدہؓ نے کہ شام کے امیر تھے' ان کو حمص کا نائب بنایا' حمص کے زمانہ قیام میں انہوں نے لاذقیہ فتح کیا' اور اس میں ایک خاص فوجی ایجاد کی' یعنی بڑے بڑے گڑھے کھدوائے جن میں ایک شخص مع اپنے گھوڑے کے چھپ سکتا تھا یہ طریقہ آج یورپ میں بھی رائج ہے۔ (بلاذری فتوح البلدان ص ۱۳۹)

وفات:

حضرت عبادہؓ تادم مرگ شام میں سکونت پذیر رہے' ۳۴ھ میں پیغام اجل آیا اس وقت ان کا سن ۷۲ سال کا تھا' وفات سے پہلے بیمار رہے' لوگ عیادت کو آتے تھے۔ شداد بن اوس کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے مکان پر آئے پوچھا کیسا مزاج ہے؟ فرمایا خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ وفات کے قریب بیٹا آیا اور درخواست کی کہ وصیت کیجئے' فرمایا مجھے اٹھا کے بٹھلاؤ اس کے بعد کہا بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا' ورنہ ایمان کی خیریت نہیں [1]

اسی حالت میں صنابحی پہنچے' دیکھا تو استاد جاں بلب تھا' آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے تاب ہو کر زار و قطار رونے لگے' استاد شفیق نے رونے سے منع کیا اور کہا کہ ہر طرح سے راضی ہوں' شفاعت کی ضرورت ہوئی تو شفاعت کروں گا۔ شہادت کے لیے چاہو گے تو شہادت دوں گا۔ غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤں گا' اس کے بعد فرمایا کہ جتنی حدیثیں ضروری تھیں تم لوگوں تک پہنچا چکا' البتہ ایک حدیث باقی تھی' اس کو اب بیان کیے دیتا ہوں [2] حدیث بیان کر چکے تو روح' جسم کو وداع کہہ کر جوار رحمت میں پرواز کر گئی' یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے۔

مدفن کے متعلق اختلاف ہے' ابن سعد نے رملہ لکھا ہے' دوسری روایتوں میں بیت المقدس کا نام آیا ہے' اور لکھا ہے کہ ان کی قبر وہاں اب تک مشہور ہے' امام بخاری نے فلسطین کو مدفن قرار دیا ہے' لیکن اصل یہ ہے کہ فلسطین ایک صوبہ تھا' جس کے رملہ اور

---

[1] مسند ص ۳۱۷ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۳۱۸ جلد ۵۔

marfat.com

بیت المقدس اضلاع تھے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' قد دراز' (۱۰ بالشت طول تھا) بدن دوہرا' رنگ ملیح' نہایت جمیل تھے۔

اولاد:

اولاد کے نام یہ ہیں' ولید' عبداللہ' داؤد' ان میں سے ولید کے دو بیٹے' عبادہ اور یحییٰ اور موخر الذکر کے لڑکے اسحاق' حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں۔

فضل وکمال:

حضرت عبادہؓ فضلائے صحابہ میں تھے' قرأت ان کا خاص فن تھا' انہوں نے آنحضرتؐ کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا' اسلام کا پہلا مدرسہ قرأت جو عہد نبوت میں اصحاب صفہ کے لیے قائم ہوا تھا انہی کے زیر ریاست تھا۔ اہل صفہ جو صحابہ کبار تھے' ان سے تعلیم پاتے تھے' یہاں قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا' چنانچہ بہت سے لوگ قرأت اور کتابت سیکھ کر یہاں سے نکلے تھے[1]

بعض تلامذہ کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی استاد کے متعلق ہوتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے لوگ آتے تھے' ایک شخص کی نسبت مذکور ہے کہ ان کے گھر میں رہتا تھا اور شام کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتا تھا' مکان جانے کا قصد کیا تھا تو ایک عمدہ کمان استاد کی نذر کی' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا' آپؐ نے قبول کرنے سے منع فرمایا[2]

عہد نبویؐ کے بعد جب شام کے مسلمانوں کو تعلیم قرآن کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان کو شام روانہ کیا' وہ پہلے حمص گئے لیکن کچھ زمانہ کے بعد فلسطین کو اپنا مستقر بنایا۔

حدیث میں حضرت عبادہ بعض اولیات کے موجد ہوئے' صحابہ کے زمانہ میں رسول اللہؐ تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتا تھا کہ میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا' لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے' جنہوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جزء قرار پاگئے' حضرت عبادہؓ نے بھی ان الفاظ میں ایک

---

[1] مسند ص ۳۱۵ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۳۲۴ جلد ۵۔

marfat.com

اضافہ کیا' ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا:

قال رسول اللہ من فی الیٰ فی لااقول حدثنی فلان ولا فلان.

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے میرے رو در رو فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں لوگوں نے حدیث بیان کی[1]

اسی طرح ایک مجمع میں خطبہ دیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے ایک حدیث سے انکار کیا تو فرمایا:

اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

''میں گواہ ہوں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا''

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا' مجامع وعظ' مجالس علم' حج کی صحبتیں ہر جگہ اس کا چرچا رہتا تھا کبھی گرجے میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ ﷺ کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کے گوش گزار کرتے تھے[2]

مرویات کی تعداد ۱۸۱ تک پہنچتی ہے جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور نبلاء تابعین ہیں چنانچہ وابستگان نبوت میں حضرت انسؓ بن مالک' حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت سلمہؓ بن محبق ،محمود بن ربیع ،حضرت مقدام بن معدیکرب، حضرت رفاعہؓ بن رافع ،حضرت اوسؓ بن عبداللہ ثقفی ،شرحبیل بن حسنہ اور تابعین باحسان میں عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی ،حطان بن عبداللہ رقاشی' ابوالاشعث صنعانی ، جبیر بن نفیر جنادہ بن ابی امیہ، اسود بن ثعلبہ ،عبداللہ بن محیریز ، ربیعہ بن ناجد، عطا بن یسار، قبیصہ بن ذویب ، نافع بن محمود بن ربیع ، یعلی بن شداد بن اوس ، ابومسلم خولانی ، ابوادریس خولانی ، اس مخزن علم سے فیض یاب ہوئے ہیں۔

فقہ میں کمال علمی مسلم تھا اور تمام صحابہؓ اس کا اعتراف کرتے تھے۔ شام کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس کام کے لیے انہی کا انتخاب کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے طاعون عمواس کا خطبہ میں ذکر کیا' تو کہا کہ مجھ

---

[1] مسند ص ۳۲۲ جلد ۵۔ [2] ایضاً ص ۳۲۰، ۳۱۹ جلد ۵۔

marfat.com

سے اور عبادہؓ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے' لیکن بات وہی ٹھیک تھی جو انہوں نے کہی تھی' تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

جنادہ حضرت عبادہؓ سے ملاقات کو گئے تو بیان کرتے ہیں کہ:

وکان قد تفقة فی دین الله. ''وہ دین الٰہی میں فقیہ تھے''۔

اخلاق وعادات:

امراء کے مقابلہ میں حق گوئی' حضرت عبادہؓ کے تاج فضیلت کا طرہ رہی ہے وہ نہایت جوش سے اس فرض کو ادا کرتے تھے' شام گئے اور وہاں بیع وشراء میں شرعی خرابیاں دیکھیں تو ایک خطبہ دیا جس سے مجمع میں ہلچل پڑ گئی' حضرت امیر معاویہ بھی وہاں موجود تھے۔ بولے کہ عبادہؓ سے آنحضرت ﷺ سے یہ نہیں فرمایا تھا' اب ان کے طیش کو کون روک سکتا تھا' فرمایا کہ مجھے معاویہؓ کے ساتھ رہنے کی بالکل پرواہ نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا[1]

یہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ تھا۔ لیکن عہد عثمانی میں جب حضرت امیر معاویہؓ نے دربار خلافت میں شکایت لکھی کہ عبادہ نے تمام شام کو بگاڑ رکھا ہے' یا تو ان کو مدینہ بلایئے یا میں شام چھوڑ دوں گا' امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ ان کو یہاں روانہ کردو' مدینہ پہنچ کر سیدھے حضرت عثمانؓ کے کاشانہ میں پہنچے جہاں صرف ایک شخص تھا جو مہاجر اور تابعی تھا۔ لیکن باہر بہت سے لوگ جمع تھے' اندر جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے حضرت عثمان کی نظر اٹھی تو حضرت عبادہؓ سامنے تھے' پوچھا کیا معاملہ ہے' پیکر حق اب بھی راست گوئی کا وہی جذبہ رکھتا تھا' کھڑے ہو کر مجمع سے مخاطب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے' لیکن معصیت میں طاعت جائز نہیں' تم لوگ بدی میں ہرگز آلودہ نہ ہونا[2]

حضرت ابو ہریرہؓ نے کسی بات میں دخل دیا' تو فرمایا کہ جب ہم نے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی' تم اس وقت موجود نہ تھے (پھر تم ناحق بیچ میں پڑتے ہو) ہم نے آنحضرت

---

[1] مسند ص ۳۱۹ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۳۱۹ جلد ۵۔

marfat.com

سے ان شرائط پر بیعت کی تھی کہ چستی اور کاہلی میں آپ کا کہنا مانیں گے فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے اچھی باتیں پہنچائیں گے بری باتوں سے روکیں گے سچ کہنے میں کسی سے نہ دبیں گے آنحضرت ﷺ یثرب تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے اور جان و مال اور اولاد کی طرح آپ کی نگہبانی کریں گے ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہیے اور جو نہ کرے وہ اپنا آپ ذمہ دار ہے۔[1]

اس فرض امر معروف کو وہ راستہ چلتے بھی ادا کرتے تھے ایک دفعہ کسی سمت جا رہے تھے عبداللہ بن زرقی کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں چڑیا ہاتھ سے چھین کر اڑا دی اور کہا بیٹا یہ حرم میں داخل[2] ہے یہاں شکار جائز نہیں۔

جب رسول اللہ کا یہ عالم تھا کہ بیعت کرنے کے بعد ۲ مرتبہ مکہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو کوئی غزوہ اور واقعہ ایسا نہ تھا۔ جس کی شرکت کا شرف انہیں حاصل نہ ہوا ہو انہی وجوہ سے آنحضرت ﷺ کو ان سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود سردار دو عالم ﷺ عیادت کو آئے انصار کے کچھ لوگ ہم رکاب تھے فرمایا جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے حضرت عبادہؓ نے اپنی بیوی سے کہا ذرا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھاؤ بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے سوال کا جواب دیا کہ جو مسلمان ہو ہجرت کرے اور معرکہ میں قتل ہو آپ نے فرمایا نہیں اس صورت میں تو شہیدوں کی تعداد بہت قلیل ہو گی قتل ہونا ہیضہ میں مرنا غرق آب ہونا اور عورت کا زچگی میں مر جانا یہ سب شہادت میں داخل ہے۔[3]

رسول اللہ ﷺ علیل ہوئے تو صبح و شام دیکھنے جاتے تھے آپ ﷺ نے اسی حالت میں ان کو ایک دعا بتائی اور فرمایا کہ مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے تلقین کی تھی۔[4]

---

[1] مسند ص ۳۲۵ ج ۵۔ [2] مسند ص ۳۱۷ جلد ۵۔ [3] مسند ص ۳۱۷۔ [4] ایضاً ص ۳۲۳۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام' ابو محمد کنیت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب' سلسلہ نسب یہ ہے' عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس الاکبر بن مالک الاغر ابن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر' والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ابن عمر بن اطنابہ تھا' اور خاندان حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پدر اعلیٰ تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے شخص تھے ان کے تذکرے میں ہے۔

کان عظیم القدر فی الجاھلیت والاسلام.

''یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت تھے''۔

اسلام:

لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کندی سے رشتہ اخوت قائم ہوا۔

بدر میں شریک تھے اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی' غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

''خداوندا! اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے''

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

''تو تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما اور معرکہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ''

ان الاولیٰ قد بغوا علینا [1] اذا ارادو افتنۃ ابینا

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۸۹ جلد ۲۔

marfat.com

''جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے''

حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے۔

اسیر بن زارم ابورافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھا اور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا۔ چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کر کے تمام قبائل کو آمادہ کیا آنحضرت ﷺ ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ۶ ہجری میں عبداللہ بن رواحہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا' عبداللہؓ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کیے اور آنحضرت ﷺ کو آ کر خبر دی' آپ نے اس کے قتل کے لیے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو مقرر فرمایا اور ۳۰ آدمی ان کی ماتحتی میں دیئے۔

حضرت عبداللہؓ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو' تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں بولا کہو' حضرت عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور آپ کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنا دیں' لیکن اس کے لیے خود تمہارا مدینہ چلنا ضروری ہے' وہ باتوں میں آ گیا اور ۳۰ یہودیوں کو لے کر ان کے ساتھ ہو گیا۔ راستہ میں انہوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا' اسیر کو کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا' مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑا دیں' اور یہ اٹھتا ہوا طوفان وہیں دب کر رہ گیا[1]

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لیے انہی کو روانہ کیا تھا۔

عمرۃ القضا میں آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ   خلو فکل الخیر مع رسولہ

''ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ   کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں''

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۶۶

marfat.com

نحن ضربناکم علی تاویله كما ضربناكم على تنزيله

''ہم نے تم کو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں''

ضربا يزيل الهام عن مقيله ويذهل الخليل عن خليله يارب انی مومن بقيله

''اور دوست دوستی بھول گئے ہیں خدایا میں آنحضرتؐ کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں''

حضرت عمرؓ نے کہا' ہونہہ خدا کے حرم اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو شعر پڑھتے ہو:

آنحضرت ﷺ بولے عمر! میں سن رہا ہوں' خدا کی قسم! ان کا کلام کفار پر تیر ونشتر کا کام کرتا ہے۔ اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم کہو لا الہ الا اللہ وحدہ' نصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده ابن رواحہ نے اس کو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اس کو ادا کیا' جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں[1]

غزوہ موتہ اور شہادت:

جمادی الاولی ۸ ہجری میں غزوۂ موتہ ہوا' آنحضرت ﷺ نے بصری کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا راستہ میں موتہ ایک مقام ہے وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کر دیا' سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس بناء پر آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو تین ہزار آدمی زید بن حارثہ کی زیر امارت موتہ روانہ کئے اور یہ فرمایا کہ زید قتل ہو جائیں تو جعفرؓ امیر لشکر ہیں اور ان کے بعد ابن رواحہؓ سردار ہیں' اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو جس کو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں۔

لشکر تیار ہوا تو ثنیۃ الوداع تک آنحضرت ﷺ نے خود مشایعت کی' رخصت کے وقت اہل مدینہ نے یک زبان ہو کر کہا خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے' حضرت ابن رواحہ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے' لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں' لیکن رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ان منكم الا واردها' كـان عـلـى ربك حتما مقضيا. (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے) اس بناء پر

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۸۸ و کتب رجال۔

marfat.com

یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی' اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملا دے گا۔ اس وقت حضرت ابن رواحہؓ نے فرمایا:

لکنی اسئل الرحمن مغفرة وضربة ذات فرغ تقذف الزبدا

''لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے''

او طعنة بیدی حران بحهزة بحربة تنفذ الاحشاء والکبدا

''یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے''

حتیٰ یقولوا اذامروا علی جدثی یاارشد اللہ من غاز وقد رشدا

''یہاں تک کہ قبر پر گزرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے ملنے آئے' آپؐ نے الوداع کہا ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے ادھر دشمن کو خبر ہوگئی' اس نے ہرقل کو خبر کر کے ۲ لاکھ آدمی جمع کر لیے مسلمانوں نے شام پہنچ کر معان میں دو رات قیام کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دینی چاہیے' عبداللہ بن رواحہؓ نے نہایت دلیری سے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں' ہم کو لڑنا چاہیے' چنانچہ معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا' اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہوگیا' مسلمان صرف ۳ ہزار تھے' اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا' میدان کارزار گرم ہوا' پہلے زید بن حارثہ نے گھوڑے سے اتر کر آتش جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے' پھر جعفرؓ نے علم اٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی' اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے:

یانفس ان لم تقتلی تموتی ان تسلمی الیوم فلن تفوتی

''اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا''

او تبتلی فطال ماعوفت

''یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی''

ھذہ حیاض الموت قد خلت وماتمنیت فقداعطیت

''اس لیے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے''

marfat.com

پھر کہا اے نفس! بیوی' بچے اور مکان کا خیال فضول ہے' وہ سب آزاد ہیں' مکان اللہ اور رسول ﷺ کا ہے' دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ گئے:

یانفس مالك تکرهین الجنة اقسم باللہ لتنزلنه

''اے نفس جنت میں جانے سے کراہیت کیوں ہے خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہوگا''

طائعة او لتك هنه فطالما قد کنت مطمئنه

''خواہ برضا و رغبت خواہ جبر سے تو نہایت مطمئن تھا' حالانکہ

هل انت الا نطفة فی شنه قد اجلب الناس وشدوا له نه

''تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں''۔

نیزہ لے کر حملہ کیا' اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان بچھڑ گئے' خون چہرہ پر ملا اور پکارتے ''مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ'' یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کر گئی' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اذا اونیتنی وحملت رحلی مسیرة اربع بعد الحساء

فشانك فانعمی وخلاك ذم ولا ارجع الی اهلی ورائی

وجاء المومنون وخلفونی بارض الشام مشهور الشراء

وردك کلی ذی نسب قریب الی الرحمن منقطع الاخاء

هنالك لا ابالی طلع بعل ولا نخل اسافلها رواء

زید بن ارقم نے سنا تو رونے لگے' انہوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان؟ خدا مجھ کو شہادت نصیب کرے گا' تو آرام سے گھر جانا۔

آنحضرت ﷺ کو وحی کے ذریعے سے دم دم کی خبریں مل رہی تھیں اور آپ مجمع

marfat.com

کے سامنے بیان کر رہے تھے، حضرت جعفر ؓ کی خبر بیان کر کے خاموش ہوگئے، انصار آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شاید حضرت ابن رواحہ شہید ہوئے، تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدۂ پرنم فرمایا کہ پھر ابن رواحہؓ نے شہادت پائی، انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے تھے، تاہم آہ وزاری اور نالہ وفریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن وملال پر اکتفا کیا گیا کہ یہ بھی اس شہید ملت کی ایک وصیت تھی۔

ایک مرتبہ بے ہوش ہوگئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ ہائے ایسا، ہائے ویسا، افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بناء پر وفات کے وقت سب نے صبر کیا، صحیح بخاری میں ہے۔ فلما مات لم تبك عليه یعنی جب انہوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا۔[1]

اولاد:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ'فقتل ولم يعقب یعنی ان سے نسل نہیں چلی۔[2]

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے، انہوں نے ایک خاص بات پر ان سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو، اس وقت ابن رواحہ کو عجیب چال سوجھی اور بروقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور عرش پانی کے اوپر تھا، اور عرش پر جہاں کا پروردگار اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں''۔

چونکہ وہ قرآن پڑھتی تھیں، سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں کہ خدا سچا ہے

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری صفحہ ۶۱۱ و ۶۱۲ و اسد الغابہ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، جلد ۳ وطبقات ابن سعد ص ۹۲۔۹۳۔

[2] اسد الغابہ ص ۱۵۹ ج ۳۔

marfat.com

اور میری نظر نے غلطی کی تھی' میں نے ناحق تم پر تہمت لگائی' زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں' لونڈی سے ہم بستر کرنے پر بیوی کے غیظ وغضب سے بچنے کا حضرت عبداللہ نے یہ طرز اختیار کیا[1]

فضل وکمال:

اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں' کتابت اور شاعری۔

آنحضرت ﷺ کے کاتب تھے' لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے' اور دربار رسالت کے شاعر تھے۔ کفار ومشرکین کو عار دلانا ان کا موضوع تھا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

"دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ ابن رواحہؓ تھے' تو حضرت کعب بن مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے اور حسانؓ حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے' اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے"[2]

یعنی آنحضرت ﷺ کے تین شاعر تھے' حضرت حسانؓ، حضرت کعبؓ، حضرت ابن رواحہؓ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے' دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے۔

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے' ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے' آنحضرت ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے' ان کو بلایا اور فرمایا کہ مشرکین پر کچھ کہو انہوں نے اس مجمع میں کچھ اشعار کہے۔

آنحضرت ﷺ نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے[3]

حدیث میں چند روایتیں ہیں جو حضرت ابن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطہ سے مروی ہیں' خود آنحضرت ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سے روایتیں کیں۔

---

[1] استیعاب ۳۶۲ جلد ا۔ [2] اسد الغابہ ص ۲۴۸ حالات حضرت کعب بن مالک جلد ۴۔
[3] استیعاب ص ۳۶۲ جلد ا۔

marfat.com

اخلاق وعادات:

نہایت زاہد، عابد اور مرتاض تھے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ''خدا عبداللہ بن رواحہ ؓ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں، یعنی خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ ؓ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں[1]

حضرت ابو درداء ؓ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا، جس میں ابن رواحہ کو یاد نہ کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لیے مسلمان بن جائیں۔ پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے کہ یہ ایمان کی مجلس تھی[2]

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابن رواحہ ؓ اس حالت میں بھی صائم تھے[3]

جہاد کا نہایت شوق تھا، بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا تھا، اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق وشوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔

یعنی عبداللہ ؓ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے[4]

احکام رسول ﷺ کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے:

آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے، حضرت ابن رواحہ ؓ پہنچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے، اسی مقام پر بیٹھ گئے، آنحضرت ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچا دی، فرمایا:

''خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں خدا ان کی حرص اور زیادہ کرے''۔

آنحضرت ﷺ سے نہایت محبت تھی، اور آپ کو بھی ان سے انس تھا۔

---

[1] اصابہ ص ۶۶ جلد ۴۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۵۷ جلد ۳۔
[3] صحیح بخاری ص ۲۶۱ جلد ۱۔ [4] اصابہ ص ۶۶ جلد ۴۔

marfat.com

بیمار پڑے تو اور ایک دن بے ہوش ہو گئے تو سرور عالم ﷺ عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا! اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کر ورنہ شفا عطا فرما[1]

آنحضرت ﷺ کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حب رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا اور وہ یہ ہے[2]

''اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لیے کافی تھی''۔

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے آنحضرت ﷺ ادھر سے گزرے تو سواری کی گرد اڑ کر مجلس پر پڑی ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپ وہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی، ابن ابی اب تک مشرک تھا، بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں، اگر حق ہے تو یہاں آ کر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جو آپ کے پاس جائے، اس کو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جوش آ گیا، بولے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ضرور فرمائیں، ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں۔[3]

---

[1] اصابہ ص ۲۶۶ جلد ۴۔ [2] ایضاً ص ۶۷۔ [3] بخاری ص ۶۵۶ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت عاصمؓ بن ثابت ابی افلح

نام ونسب:

عاصم نام' ابوسلمان کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' عاصم ابن ثابت بن قیس ابی الافلح بن عصمہ بن نعمان بن مالک بن امہ بن ضبیعہ بن زید بن مالک ابن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات:

بدر میں شریک تھے' آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیونکر لڑو گے؟ تیروکمان لے کر اٹھے اور کہا کہ جب ۲۰۰ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا تو تیر ماروں گا' اس سے قریب ہوں گے تو نیزہ اور نزدیک تر ہوں گے تو تلوار کا وار کروں گا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا لڑائی کا یہی قاعدہ ہے۔ تم لوگ اسی طرح لڑنا[1] اس غزوہ میں انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا' جو قریش میں نہایت ذی رتبہ سمجھا جاتا تھا'[2] غزوۂ احد میں مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو تیر مار کر قتل کیا' اور کہا لو میں ابن ابی افلح ہوں'[3] ابوعزہ جمحی گرفتار ہو کر آیا تو آنحضرت ﷺ نے حیلہ وفریب کی پاداش میں ان کے حوالے کیا' انہوں نے اس کی گردن اڑادی[4]

صفر ۳ ہجری میں آنحضرتؐ نے ان کی ماتحتی میں دس آدمی دے کر جاسوسی کے لیے روانہ کیا' عسفان اور مکہ کے درمیان ہدہ ایک مقام ہے وہاں پہنچے تو بنولحیان کو خبر ہوگئی' اس نے سو تیرانداز بھیجے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیں' صحابہؓ کے پاس مدینہ کے خرمے تھے' ان کی گٹھلیاں راستہ میں پڑی تھیں' تیراندازوں نے کہا یہ ضرور یثرب کے چھوہارے ہیں عاصم رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا پتہ چلا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے ان

[1] اصابہ ص ۳ جلد ۴۔ [2] اسد الغابہ ص ۷۳ جلد ۳۔ [3] ایضاً وطبقات ابن سعد ص ۲۸۔ [4] طبقات ص ۳۰۔

marfat.com

لوگوں نے آ کر محاصرہ کرلیا اور کہا کہ نیچے اتر آ ؤ تو جان بخشی کی جائے گی عاصمؓ نے کہا مسلمانو! میں کسی کافر کے ذمہ نہ رہوں گا۔ پھر فرمایا خدایا! رسول اللہ ﷺ کو ہماری خبر کردے۔

شہادت:

کفار نے یہ دیکھ کر تیر برسانا شروع کئے جس سے حضرت عاصمؓ نے سات آدمیوں کے ساتھ شہادت پائی۔[1] قریش کو ان کے قتل ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوئے کہ عقبہ بن ابی معیط کا قاتل دنیا سے اٹھ گیا' آدمی بھیجے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لا کر دکھائیں' مصنف استیعاب کا بیان ہے کہ ان کے جسم کو جلا کر قریش آتش انتقام کو سرد کرنا چاہتے تھے[2]

عقبہ کے ساتھ طلحہ کے دو بیٹوں کو بھی انہوں نے قتل کیا تھا' ان کی ماں نے جس کا نام سلافہ تھا منت مانی تھی کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر ملے گا تو کھوپڑی میں شراب پیوں گی! قریش کو تجارت کا موقع ملا کہ اس کے ہاتھ عاصم رضی اللہ عنہ کا سر فروخت کریں[3] عاصم رضی اللہ عنہ نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ میں ان سے کسی کو مس کروں گا یہ لوگ وہاں پہنچے تو کثرت سے شہد کی مکھیاں دیکھیں' لاش کے اٹھانے میں کامیابی نہ ہوئی تو مشورہ کیا کہ رات کو جب مکھیاں نہ ہوں گی' اس وقت سر کاٹیں گے' اتفاق یہ کہ خوب بارش ہوئی' اس نے سیلاب کی شکل اختیار کرلی' اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا جسد اطہر اسی میں بہہ گیا۔[4]

اولاد:

لڑکے کا نام محمد تھا' عرب کا مشہور شاعر احوص انہی کا بیٹا تھا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی بہن جمیلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منسوب تھیں' عاصم بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

اخلاق:

جوش ایمان' حب رسول' پاکبازی اور بہادری کے عظیم الشان اوصاف حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے جلی عنوانات ہیں' ان تمام باتوں کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۶۸ و ۵۸۵ ج ۲۔ [2] کتاب مذکور ص ۵۱۳ ج ۲۔

[3] اسد الغابہ ص ۷۳ ج ۳۔ [4] ایضاً ص ۷۳ و ۷۴۔

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام

نام ونسب:

عبداللہ نام' ابو جابر کنیت' بنی سلمہ سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' عبداللہ ابن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج۔

قبیلہ سلمہ میں نہایت ممتاز شخص تھے۔

بعثت نبویؐ کے تیرھویں سال ایام حج میں اہل مدینہ کا ایک قافلہ جو تعداد میں ۵۰۰ آدمیوں پر مشتمل تھا' مکہ چلا' عبداللہ بھی اس میں شامل تھے' اور اوس وخزرج کے وہ افراد جنہوں نے حضرت مصعب بن عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خفیہ مسلمان تھے' وہ بھی ساتھ تھے' کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کریں گے' آپ ہمارے سردار اور ہم میں نہایت معزز آدمی ہیں' بہتر ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیجئے' کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جیسا ذی رتبہ شخص جہنم کا ایندھن بنے۔

حضرت عبداللہ پر ان باتوں کا خاص اثر پڑا اور صدق دل سے اسلام لانے پر آمادہ ہوگئے۔

اسلام:

انہی ایام میں بیعت عقبہ ہوئی' حضرت عبداللہ بھی شریک ہوئے اور آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا فخر حاصل کیا' آنحضرت ﷺ نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب بنایا۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شریک تھے' اور غزوۂ احد میں کہ ۳ ہجری میں ہوا تھا' شرف شرکت کے ساتھ شہادت کے لازوال فخر سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔

marfat.com

وفات:

غزوہ کا وقت آیا تو ایک رات حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا بیٹا! میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں سب سے پہلے میں شہید ہوں گا' میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عزیز تم ہو' تم کو میں گھر پر چھوڑتا ہوں' اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اوپر جو کچھ قرض ہے اس کو ادا کر دینا[1]

دن کو معرکہ کارزار گرم ہوا' اور حضرت عبداللہؓ نے داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت حاصل کی' صحابہ میں سب سے پہلے وہی شہید ہوئے[2] اسامہ بن اعور بن عبید[3] نے قتل کیا اور پھر مشرکین نے نعش مبارک کا مثلہ کیا۔

لاش کپڑا ڈال کر لائی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی' حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر منہ کھولتے اور زار و قطار روتے تھے' خاندان سلمہ کے بہت سے آدمی جمع تھے اور جابر رضی اللہ عنہ کو منع کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھوا دیا' بہن جو پاس ہی کھڑی تھیں' ایک چیخ ماری۔ پوچھا کس کی آواز ہے' لوگوں نے کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہن کی[4] دفن کرنے کو لے چلے تو بہن نے جس کا نام فاطمہ تھا' رونا شروع کیا' آنحضرتؐ نے فرمایا' تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا' فرشتے پروں سے سایہ کیے تھے۔[5]

قبر میں دو دو آدمی ساتھ دفن کیے گئے' صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن[6] دیا گیا' لیکن دوسری کتابوں میں عمرو بن جموح کا نام مذکور ہے' جو حضرت عبداللہ[7] کے بھائی نہیں بلکہ بہنوئی تھے۔

چھ مہینہ کے بعد حضرت جابرؓ نے ان کو اس قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا' کان کے سوا تمام جسم سالم تھا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں۔[8]

اس واقعہ کے ۴۶ برس کے بعد ایک سیلاب آیا' جس نے قبر کھول دی' لاش

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۸۰ جلد ا۔ [2] ایضاً۔ [3] اسد الغابہ ص ۲۳۳ جلد ۳۔ [4] صحیح بخاری ص ۱۷۲ جلد ا۔
[5] مسلم ص ۲۴۷ جلد ۲ و صحیح بخاری ص ۱۶۶ جلد ا۔ [7] اسد الغابہ ص ۲۳۲ جلد ۳۔ [8] بخاری ص ۱۸۰ جلد ا۔

marfat.com

بجنسہ باقی تھی، یہ روایت موطا میں مذکور ہے۔

اولاد:

حضرت جابرؓ کے علاوہ نو لڑکیاں چھوڑیں جن میں ۶ نہایت خورد[1] سال تھیں۔

قرض:

قرض بہت زیادہ تھا، صحیح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے، حضرت جابرؓ نے ادا کیا، اس کی تفصیل ہم حضرت جابرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

فضائل:

مکارم و محاسن کے لحاظ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں داخل ہیں، بنوسلمہ میں اشاعت اسلام کے لیے انہوں نے جو کوشش اور سرگرمی ظاہر کی، اور پھر خدا کی راہ میں جس طرح اپنے کو قربان کیا، اس کا اعتراف خود آنحضرت ﷺ کو تھا۔ سنن نسائی میں ہے۔ جزی الله الانصار عنا خیر الاسیما آل عمرو بن حرام و سعد بن عباده یعنی خدا تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہؓ اور سعد بن عبادہؓ کو۔

جامع ترمذی میں روایت آئی ہے کہ واقعہ احد کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو زار و خستہ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کی باپ قتل ہوئے اور بہت سے بچے چھوڑ گئے، انہی کی فکر دامن گیر ہے، فرمایا، ایک خوشخبری سنو، خدا کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا، لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی، اور فرمایا جو مانگو دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا میری یہ تمنا ہے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جا کر پھر شہید ہوں، ارشاد ہوا کہ یہ کہاں ہوسکتا ہے؟ جو دنیا سے آتا ہے، وہ واپس نہیں جاسکتا، عرض کی تو میری نسبت کچھ وحی بھیج دیجیے، اس وقت آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی، ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء الخ یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

حضرت عبداللہ کے لیے اس سے زیادہ اور کیا چیز قابل فخر ہوسکتی ہے کہ ان کی وفات کو ۱۳۰۰ سال کی مدت گزر چکی ہے، تاہم ان کا نام آج بھی زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی

نام ونسب:

عبداللہ نام ہے اور قبیلہ حبلی سے ہیں' جو خزرج کا نہایت معزز خاندان تھا' سلسلہ نسب یہ ہے' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم ابن غنم بن عوف بن خزرج۔

حبلی سالم کا لقب تھا' جو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا' وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا۔

مالک نے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پردادا تھا' قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت سلول نامی سے شادی کی تھی' اس سے ابی پیدا ہوا' جو عبداللہ ابوحباب کا باپ ہے۔

عبداللہ ابوحباب (جو ابن ابی بن سلول کے نام سے مشہور ہے) قبیلہ خزرج کے ممتاز ترین افراد میں تھا۔ اس کے اثر اور زور وقوت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسلام سے قبل مدینہ کا تخت وتاج اسی کے سپرد کرنے کی تجویز تھی' اوس وخزرج دیرینہ عداوتوں کے سبب سے باہم سخت مختلف تھے' تاہم اس کے تخت نشین کرنے پر سب کا اتفاق تھا' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی کے فرزند ارجمند ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ابن ابی عقل مند' دور اندیش اور صاحب تدبیر ہونے کے باوجود شرف ایمان سے محروم رہا' آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور خلافت الٰہی کی بنیاد قائم کی تو رشک ومنافست کا عجیب منظر درپیش تھا' ابن ابی اور اس کے چند ہم خیال اسلام کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے' جوں جوں رسول اللہ ﷺ کا اقتدار بڑھتا تھا' یہ گروہ اس کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

آخر مسلمانوں کے غلبہ اور زور کی وجہ سے ابن ابی کو سراطاعت خم کرنا پڑا اور اپنی جماعت کے ساتھ منافقانہ مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہوگیا اور منافقین کا سرغنہ بنا۔

marfat.com

اسلام:

لیکن ابن ابی کا اثر ان کے بیٹے پر بالکل نہیں پڑا' وہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شریک ہوئے' احد میں آگے کے دو دانت جنہیں ثنیہ کہا جاتا ہے ٹوٹ گئے تھے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم سونے کے دانت بنوالو' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ناک اڑ گئی تھی تو سونے کی ناک بنوائی تھی' لیکن یہ صحیح نہیں' مصنف اسد الغابہ نے اس کی تصریح کردی ہے۔

غزوۂ تبوک میں کہ ۹ ہجری میں ہوا ایک انصاری اور مہاجر کے جھگڑے میں ابن ابی نے کہا تھا لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الا عزمنها الاذل یعنی مدینہ پہنچ کر بلند پایہ لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے' آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر کہا ''اگر اجازت ہو تو اس منافق کا سر اڑا دوں''[1] آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ میرے باپ نے آپ کو ذلیل کہا' خدا کی قسم وہ خود ذلیل ہے اس کے بعد کہا کہ اگرچہ تمام خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا کوئی مطیع نہیں' تاہم اگر آپ انہیں قتل کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے' میں قتل کیے دیتا ہوں' لیکن اگر کسی دوسرے مسلمان نے ان کو قتل کیا تو اپنے باپ کے قاتل کو میں دیکھ نہیں سکتا' لامحالہ اس کو قتل کردوں گا اور ایک مسلمان کے مارنے سے جہنم کا مستوجب ہوں گا''۔ آنحضرت نے فرمایا میرا قتل کرانے کا بالکل ارادہ نہیں' لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں۔[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے گفتگو کر کے سڑک پر آ کر کھڑے ہو گئے' ابن ابی نکلا تو اونٹ سے اتر پڑے اور کہا ''تم اقرار کرو کہ میں ذلیل اور محمد عزیز ہیں' ورنہ میں آگے نہ بڑھنے دوں گا''۔ پیچھے آنحضرت ﷺ تشریف لا رہے تھے' باپ بیٹے کی گفتگو

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۲۸ جلد ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۹۷ جلد ۳۔

marfat.com

سن کر فرمایا ان کو چھوڑ دو خدا کی قسم یہ جب تک ہم میں موجود ہے ہم اس سے اچھا برتاؤ کریں گے۔[1]

غزوۂ تبوک کے بعد ابن ابی نے وفات پائی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ اپنی قمیص اتار دیجیے میں اس میں ان کو کفن دوں گا' اور ان کے لیے استغفار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کرتے زیب تن کیے ہوئے تھے' حضرت عبداللہؓ نے نیچے کا کرتہ پسند کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اسی میں جذب ہوتا تھا' ارشاد ہوا کہ جنازہ تیار ہو تو مجھے خبر کرنا میں نماز پڑھاؤں گا۔

قبر میں اتارے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' قبر سے نکلوایا اور اپنے گھٹنوں پر رکھ کر قمیص پہنایا' اور لعاب دہن ملا' اس کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہوئے' حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ اس پر نماز پڑھیں گے' حالانکہ فلاں روز اس نے یہ الفاظ کہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا' جاؤ اپنی جگہ پر کھڑے رہو جب زیادہ اصرار کیا تو ارشاد ہوا کہ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے اگر ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں اس کی مغفرت ہو جائے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر میں چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں ایک یہ تھی ولا تصل علی احد منهم مات ابدا یعنی ان لوگوں کے جنازہ کی ہرگز نماز نہ پڑھو۔ وحی الٰہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی' تو ان کو اپنی جسارت پر نہایت تعجب ہوا۔[2]

وفات:

حضرت عبداللہؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی' یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابہؓ میں تھے' حضرت عائشہؓ ان سے حدیث روایت کرتی ہیں۔ لکھنا جانتے تھے' اور کبھی کبھی وحی بھی لکھتے تھے۔[3]

---

۱ طبقات ابن سعد ص ۱۴۱۔ ۲ صحیح بخاری ص ۱۶۹ و ۸۰ و ۸۶ جلد ا۔ ۳ اصابہ ص ۹۶ جلد ۴۔

marfat.com

حضرت عتبان بن مالک ؓ

نام ونسب:

عتبان نام' قبیلہ سالم سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج۔

قبا کے قریب مکان تھا اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

صاحب طبقات کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ سے اخوت تھی' غزوۂ بدر میں شریک تھے' جب نابینا ہوئے تو باقی غزوات میں شرکت نہ کر سکے۔

مسجد بنی سالم کے امام تھے' مسجد اور مکان کے درمیان ایک وادی پڑتی تھی' بارش ہوتی تو تمام پانی وہاں جمع ہو جاتا' نظر کمزور تھی' پانی میں سے ہو کر مسجد تک جانا نہایت دشوار تھا۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ ایسی حالت میں گھر میں نماز پڑھتا ہوں آپ کسی روز میرے ہاں تشریف لا کر نماز پڑھ دیں تو اسی کو سجدہ گاہ بنالوں' فرمایا بہتر ہے' میں آؤں گا' دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تشریف لائے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے پوچھا تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو' انہوں نے وہ مقام جہاں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے بتا دیا' آنحضرت ﷺ نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں' اس کے بعد تھوڑی دیر توقف فرمایا اور گوشت تناول فرما کر واپس تشریف لے گئے[1]

نابینا ہونے پر آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اب مکان میں نماز پڑھ سکتا ہوں ارشاد ہوا کہ اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ چونکہ اذان سنتے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے

[1] صحیح بخاری ص ۶۰ ۔ ۶۱ جلد ۱ [2] ایضاً ص ۱۵۸ جلد ۱۔

marfat.com

اجازت نہیں دی۔ منصب امامت پر اخیر عمر تک فائز رہے، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تھا، محمود بن ربیع اس غزوہ سے واپس ہو کر مدینہ آئے تو ملاقات ہوئی ان کا بیان ہے کہ اس وقت بہت بوڑھے ہو گئے تھے، نابینا تھے اور ابھی مسجد کی امامت کرتے تھے[1]

وفات:

اسی زمانہ میں اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی۔

فضل وکمال:

صحیحین، مسند ابن حنبل اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ان کی حدیثیں ہیں آنحضرتؐ کے زمانہ میں قرآن اور حدیث سننے کے لیے خاص اہتمام کیا تھا، قبا میں رہنے کی وجہ سے مدینہ ۲۔۳ میل دور جانا پڑتا اس بنا پر حضرت عمرؓ تک پہنچاتے تھے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آتے اور واپس جا کر ان کو تمام واقعات بتاتے تھے[2]

ان کے مکان کا قصہ جو تمام حدیثوں میں مذکور ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کو ''کنوز حدیث'' میں شمار کرتے تھے اور اپنے بیٹے ابوبکر کو اس کے یاد رکھنے کی تاکید کرتے تھے۔[2]

اخلاق:

تقدس اور حب رسول، مصحف اخلاق کے آیات بینات ہیں، آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کسی قوم کی امامت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں، معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ جیسے اساطین امت مسجدوں کی امامت پر سرفراز ہوتے تھے، حضرت عتبانؓ کے لیے یہ شرف کیا کم ہے کہ عہد نبوت میں ان کو امامت کا لازوال فخر حاصل تھا۔

حب رسول میں یہ واقعہ کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ نابینا اور معذور ہونے کے باوجود صرف فرمان نبوت کی وجہ سے مسجد جا کر پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے اور نابینا ہو کر جماعت کے پابند تھے۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۵۸ جلد ا۔ [2] ایضاً ص ۱۹ جلد ا۔

marfat.com

حضرت عبادؓ بن بشر

نام ونسب:

عباد نام' ابو بشر' ابورافع کنیت' قبیلہ عبدالاشہل سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج ابن عمرو (بنت) بن مالک بن اوس۔

اسلام:

مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ سے برادری ہوئی' بدر میں شریک تھے' غزوۂ احد اور تمام غزوات ومشاہد میں نمایاں حصہ لیا۔

کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ شریک تھے۔ اور بھی چند اشخاص تھے جن میں بعض کے نام یہ ہیں' ابوعبس بن جبر' ابونائلہ سلکان بن سلامہ' حارث ابن اوس ابن معاذ' اس واقعہ میں چونکہ غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی تھی اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا خاتمہ ہوا تھا اس لیے فرط مسرت میں چند شعر کہے ہیں جن کو صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے[1]

اصل واقعہ محمد بن مسلمہ کے حالات میں آئندہ لکھیں گے ان اشعار سے کسی قدر تفصیل معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عبادؓ بن بشر نے اس کو دومرتبہ آواز دی اور کہا زرہ رہن رکھنے آئے ہیں وہ جلدی سے باہر آیا' محمد بن مسلمہ نے گردن پکڑ کر تلوار کا وار کیا اور

---

[1] استیعاب ص ۴۲۶ جلد ۲۔

marfat.com

ابوعبس نے مار کر کونہ میں ڈال دیا' اس جماعت کی کل تعداد ۵ تھی۔

۵ھ میں خندق کا معرکہ پیش آیا' اس میں وہ آنحضرت ﷺ کے خیمہ کا چند انصار کے ساتھ ہر رات پہرہ دیتے تھے[1]

حدیبیہ میں کہ ۶ھ میں قریش نے آنحضرت ﷺ کی آمد کی خبر سن کر خالد بن ولید کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا' اس موقع پر عباد بن بشر ۲۰ سواروں کے ساتھ خالد کے سامنے پڑے تھے[2]

غزوۂ طائف کے بعد محرم ۹ھ میں آنحضرتؐ نے سلیم اور مزنیہ میں صدقات کا عامل بنا کر بھیجا[3]

اسی سنہ میں بنی مصطلق میں بھی عامل صدقات ہو کر گئے اور دس روز رہ کر واپس آئے' یہاں صدقات وصول کرنے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے' یعنی قرآن پڑھاتے تھے اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے' یہ تمام کام انہوں نے نہایت خوبی سے انجام دیئے' ابن سعد لکھتے ہیں:

فلم یعدما امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یضیع حقا۔[4]

''یعنی آنحضرت ﷺ نے جو کچھ حکم دیا تھا اس سے سر مو تجاوز نہیں کیا اور کسی حق کو ضائع نہیں کیا''۔

غزوۂ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا' رات کو تمام لشکر کے گرد گشت لگاتے تھے' پہرہ دینے والوں کی ایک خاص تعداد تھی اور یہ ان پر افسر بنائے گئے تھے۔[5]

وفات:

جنگ یمامہ میں کہ ۱۱ھ میں ہوئی' نہایت بہادری سے لڑ کر مارے گئے' اس وقت ۴۵ برس کا سن تھا' کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

---

۱ طبقات ابن سعد ص ۴۸۔ ۲ ایضاً ص ۶۹۔ ۳ ایضاً ص ۱۱۵۔

۴ ایضاً ص ۱۱۶۔ ۵ ایضاً ص ۱۲۰۔

marfat.com

فضل وکمال:

حضرت عبادؓ اکابر صحابہؓ میں تھے اس بنا پر ان کی حدیثوں کا ہمارے پاس مجموعہ ہونا چاہیے تھا' لیکن اس کے خلاف ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں' جن میں ایک ابوداؤد میں مندرج ہے' لیکن اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اشاعت حدیث کا وقت نہیں آیا تھا' صحابہ کثرت سے ہر جگہ موجود تھے جو خود آغوش نبوت کے پروردہ تھے اس بنا پر بیان روایت اور ترویج حدیث کی ضرورت ہی مفقود تھی۔

اس کے ماسوا آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تمام عرب میدان جنگ بن گیا تھا' ہر طرف فتنے اٹھ رہے تھے' مدعیان نبوت کی الگ سازشیں تھیں' ایسے وقت میں ظاہر ہے کہ خامہ وقرطاس کی جگہ تیغ وعلم زیادہ ضروری تھے۔

ان فرائض کے بعد جب کبھی سکون واطمینان نصیب ہوتا' دوسرا فرض بھی ادا کرتے تھے' چنانچہ بنو مصطلق میں ۱۰ روز رہ کر قرآن مجید پڑھایا او شریعت کے تمام ضروری مسائل تلقین کیے تھے۔

اخلاق:

جوش ایمان کا نظارہ غزوات میں معلوم ہوتا تھا' جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی حفاظت میں رات رات بھر پہرہ دینا اور پھر دن کو شریک جہاد ہونا' وہ لازوال سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔

یہ شب بیداری میدان جنگ تک محدود نہ تھی' یوں بھی عبادت الٰہی میں رات کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنحضرت ﷺ تہجد پڑھنے اٹھے اور حضرت عبادؓ کی آواز سنی تو فرمایا' خدا ان کی مغفرت کرے' امام بخاری نے تاریخ میں اور ابویعلی نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انصار میں تین شخص سب سے بہتر تھے' حضرت[1] سعد بن معاذ' حضرت اسیدؓ بن حضیر' حضرت عبادؓ بن بشرؓ۔

---

[1] فتح الباری ص ۹۴ جلد ۷۔

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عتیک

نام ونسب:

عبداللہ نام، خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عتیک بن قیس بن اسود ابن مری بن کعب بن غنم بن سلمہ۔

ہجرت:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، احد اور باقی تمام غزوات میں شریک تھے۔

رمضان ۶ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے ان کو چار آدمیوں پر امیر بنا کر ابو رافع کے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا، ابو رافع نے آنحضرت ﷺ کے خلاف غطفان وغیرہ کو بھڑکا کر بڑا جتھا اکٹھا کر لیا تھا، یہ لوگ شام کے قریب قلعہ کے پاس پہنچے، عبداللہؓ نے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں اندر جا کر دیکھتا ہوں، پھاٹک کے قریب پہنچ کر چادر اوڑھ لی اور حاجت مندوں کی طرح دبک کر بیٹھ گئے، دربان نے کہا میں دروازہ بند کرتا ہوں، اندر آنا ہو تو آ جاؤ، اندر جا کر اصطبل نظر پڑا، اسی میں چھپ رہے۔ ارباب قلعہ بہت رات تک ابو رافع سے باتیں کرتے رہے، اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں میں جا کر سو رہے سناٹا ہوا تو حضرت عبداللہؓ نے دربان کو غافل پا کر پھاٹک کھولا، اور ابو رافع کی طرف چلے وہ بالا خانہ پر رہتا تھا اور بیچ میں بہت سے دروازے پڑتے تھے، یہ جس دروازے سے جاتے اس کو اندر سے بند کر لیتے، تاکہ شور ہونے پر کوئی ابو رافع تک نہ پہنچ سکے ان مراحل کے طے کرنے کے بعد ابو رافع کا بالا خانہ نظر آیا وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک اندھیرے کمرے میں سو رہا تھا، انہوں نے پکارا ابو رافع! بولا کون؟ جس طرف سے آواز آئی تھی بڑھ کر اسی سمت تلوار ماری، لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا، وہ چلایا، یہ فوراً باہر نکل آئے، تھوڑی دیر کے

marfat.com

بعد پھر اندر گئے اور آواز بدل کر کہا' ابورافع کیا ہوا؟ بولا ابھی ایک شخص نے تلوار ماری انہوں نے دوسرا وار کیا' لیکن وہ بھی خالی گیا۔ اس مرتبہ اس کے شور سے تمام گھر جاگ اٹھا' انہوں نے باہر نکل پھر آواز بدلی اور ایک فریادرس کی طرح اندر جا کر کہا میں آ گیا گھبرانے کی کوئی بات نہیں' وہ چت لیٹا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھ لیا اور اس کے پیٹ میں اس زور سے تلوار کونچی کہ گوشت کو چیرتی ہوئی ہڈیوں تک جا پہنچی' اس کا فیصلہ کر کے جلدی سے باہر بھاگے عورت نے آواز دی کہ لینا جانے نہ پائے' چاندنی رات تھی اور آنکھوں سے نظر کم آتا تھا' زینہ کے پاس پہنچ کر پیر پھسلا اور لڑھکتے ہوئے نیچے آ رہے' پیر میں زیادہ چوٹ لگی تھی تاہم اٹھ کر عمامہ سے پنڈلی باندھی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کوڑے کے ڈھیر میں چھپ رہے۔

ادھر تمام قلعہ میں ہلچل پڑی ہوئی تھی' ہر طرف روشنی کی گئی اور حارث ۳ ہزار آدمی لے کر ڈھونڈنے کے لیے نکلا' لیکن ناکام واپس گیا' حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم جا کر رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ' میں اپنے کانوں سے اس کے مرنے کی خبر سن کر آتا ہوں۔ صبح کے وقت ایک شخص قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر بآواز بلند پکارا کہ ابورافع تاجر اہل حجاز کا انتقال ہو گیا' عبداللہ یہ سن کر نکلے اور بڑھ کر ساتھیوں سے جا ملے اور مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی' آپ نے ان کا پیر دست مبارک سے مس فرمایا اور وہ بالکل اچھے ہو گئے[1] حضرت عبداللہؓ کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے' ان کے نام یہ ہیں' عبداللہ ابن انیس' ابوقتادہ' اسود بن خزاعی' مسعود بن سنان[2] ۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ۱۵۰ انصار پر افسر مقرر کر کے بنوطے کا بت توڑنے کے لیے بھیجا تھا' اس میں جو کچھ پرانا اسباب اور گائیں ہاتھ لگی تھیں' ان کے نگران حضرت عبداللہؓ تھے[3]

وفات:

جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے' یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

اولاد:

ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد تھا' مسند میں ان کی ایک حدیث موجود ہے۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۷۷ جلد ۲ وطبقات ابن سعد ص ۶۶۔ [2] طبقات ص ۶۶۔ [3] ایضاً ص ۱۱۸۔

marfat.com

حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ

نام ونسب:

عباس نام' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' عباس بن عبادہ ابن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف ابن خزرج۔

اسلام:

بیعت عقبہ میں شریک تھے' انصار بیعت کے لیے مجتمع ہوئے' تو انہوں نے کہا بھائیو جانتے ہو! تم رسول اللہؐ سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب وعجم سے اعلان جنگ ہے۔ اس میں تم کو بہت سے خطروں کا سامنا ہوگا۔ ذی اثر لوگ مارے جائیں گے مال تلف ہوگا۔ پس اگر ان مشکلات کا مقابلہ کر سکو تو بسم اللہ بیعت کرلو ورنہ بیکار دین و دنیا کی ندامت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟ انصار نے پوچھا یا رسول اللہؐ! بیعت کر کے اگر ہم وعدہ وفا کریں تو کیا اجر ملے گا۔ ارشاد ہوا کہ جنت! سب نے کہا تو پھر ہاتھ پھیلایئے' بیعت ختم ہوئی تو حضرت عباس ابن عبادہؓ نے کہا آپ پسند فرمائیں تو ہم یہیں میدان کارزار گرم کردیں' فرمایا ابھی اس کی اجازت نہیں۔ حضرت عباسؓ بیعت کر کے مکہ میں مقیم ہو گئے' لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا تو مہاجرین مکہ کے ہمراہ مدینہ آئے' اس بناء پر وہ مہاجری انصاری ہیں' مصنف اصابہ کے نزدیک وہ رسول اللہؐ کے مہمان یعنی اصحاب صفہ میں داخل تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

مدینہ آ کر حضرت عثمانؓ بن مظعون سے کہ اکابر مہاجرین میں سے تھے رشتہ اخوت قائم ہوا۔ بدر میں شریک نہ تھے۔

وفات:

غزوہ احد میں شریک ہوئے اور لڑ کر شہادت پائی۔

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول کا نظارہ بیعت عقبہ میں بخوبی ہو چکا ہے۔

marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید

نام ونسب:

عبداللہ نام' ابومحمد کنیت، ''صاحب الاذان'' لقب' قبیلہ خزرج سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث ابن خزرج۔
ان کے والد جن کا نام زید بن ثعلبہ تھا' صحابی تھے۔

اسلام:

بیعت عقبہ میں شامل تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

اہجری میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے طریقہ اعلان کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا' لوگوں نے مختلف رائیں دیں' کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد پر علم بلند کردیا جائے' کسی نے تجویز پیش کی کہ ناقوس بجایا جائے' لیکن اس میں نصاریٰ کی مشابہت تھی' اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا تاہم اس وقت اسی پر اتفاق ہوا اور آپ نے اجازت دے دی۔ رات کو حضرت عبداللہؓ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لیے کھڑا ہے پوچھا بیچو گے؟ بولا کیا کرو گے؟ کہا نماز کے وقت بجائیں گے' اس نے کہا اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں' اور اذان بتائی' صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے' اور اس بشارت غیبی کا ذکر کیا۔ فرمایا یہ خواب بالکل سچا ہے' تم اٹھ کر بلال رضی اللہ عنہ کو بتاؤ' وہ اذان پکاریں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضرت عمرؓ گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور آنحضرتؐ سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسلمانوں کے اس حسن اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا۔ (جامع ترمذی ص ۳۷، مسند ص ۴۳ جلد ۱)

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوتی بلال اقامت کہنا چاہتے تھے کہ حضرت

marfat.com

عبداللہؓ نے کہا اقامت میں کہوں گا۔[1]

اذان کے لیے حضرت بلالؓ کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عبداللہؓ سے زیادہ بلند آواز تھے' چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ تم بلال کو اذان کے وہ الفاظ بتاؤ تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا:

فانه اندى وامد صوتا منک. ''وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں''۔

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے قائم ہوئی' ہاتف غیب کا رویائے حق' آنحضرت ﷺ کا اس کو صحیح سمجھنا اور پھر مسلمانوں میں بالاجماع اس پر عمل درآمد ہونا یہ وہ فضیلت وشرف ہے جس سے حضرت عبداللہؓ قابل رشک ٹھہرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کو مشورہ دیا تھا چنانچہ صحیح بخاری سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اس میں اذان کے الفاظ کا ذکر تک نہیں' ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے خواب کو بیس دن تک چھپایا' جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو اس وقت آنحضرت ﷺ سے بیان کیا' ارشاد ہوا تم نے پہلے خبر کیوں نہ دی؟ عرض کی عبداللہ سبقت کر چکے تھے' اس لیے مجھے شرم معلوم ہوئی۔[2] یہ روایت قطع نظر اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت کے بالکل مخالف ہے' فحوائے حدیث کے بھی موافق نہیں' اذان کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں' ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے دن کو جلسہ میں مشورہ کیا اور اسی میں ایک بات طے پا گئی' حضرت عبداللہؓ بن زید کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقوس بجنا طے پا گیا تھا کہ رات کو انہوں نے خواب دیکھا اور فجر کے وقت اذان پکاری گئی' اس بنا پر حضرت عبداللہؓ بن زید کی حدیث حضرت ابن عمرؓ کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مندرجہ بخاری کی گویا تفسیر وتشریح ہے امام بخاری کو بھی یہ حدیث معلوم تھی' لیکن چونکہ ان کے شرائط کے لحاظ سے کم مرتبہ تھی'

---

[1] مسند ص ۴۳ جلد ۴۔ [2] فتح الباری ص ۶۶ جلد ۲۔

marfat.com

اس لیے انہوں نے صحیح میں درج نہ کی۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے کسی کے تقدم و تاخر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً اس بحث سے گریز کیا ہے ورنہ طبرانی کی روایت کے مطابق تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا' امام غزالی نے وسیط میں لکھا ہے کہ دس شخصوں سے زیادہ اس میں شریک تھے' حبلی نے شرح تنبیہ میں ۱۴ اشخاص کی تعیین کی ہے مغلطائی نے بالکل صحیح لکھا کہ یہ تمام روایتیں نا قابل استناد ہیں' صرف حضرت عبداللہؓ بن زید اور بعض طرق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ پایہ ثبوت تک پہنچتا ہے[2] لیکن ان دونوں صاحبوں میں بھی حضرت عبداللہ بن زید کی روایت متعدد طرق سے ثابت ہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے قصہ کو نقل کیا ہے۔[3]

تمام روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ اذان کا خواب جس کسی نے بھی پہلے دیکھا ہو لیکن وہ اور اس کی تعبیر جس ذات گرامی سے منسوب ہوئی' وہ حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبد ربہ ہیں اور اسی وجہ سے وہ ''صاحب اذان'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اس عظیم الشان فخر سے مفتخر ہونے کے بعد سعادت ابدی کی اور بہت سی راہوں سے بھی بہرہ یاب ہوئے' چنانچہ ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا' انہوں نے اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا' اس کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوۂ مکہ کی شاندار فتح میں بنو حارث بن خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا۔[4]

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے بکریاں تقسیم فرمائیں' تو یہ پاس ہی کھڑے تھے ان کو کچھ نہ دیا' لیکن قسمت میں ایک لازوال دولت لکھی تھی' آپ نے بال بنوائے تھے' کچھ ان کو عنایت کئے باقی اور لوگوں میں تقسیم ہوئے' یہ بال جو مہندی سے رنگے ہوئے تھے ان کے خاندان میں تبرکاً محفوظ رہے۔[5]

---

[1] فتح الباری ص ۶۳ جلد ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً ص ۶۶ جلد ۲۔
[4] استیعاب ص ۳۶۸ جلد ۱۔ [5] مسند ص ۴۲ جلد ۴۔

marfat.com

وفات:

۳۲ھ میں بعمر ۶۴ سال انتقال فرمایا' حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احد میں شہید ہوئے تھے' اور ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ عبداللہ کی صاحبزادی جب حضرت عمرؓ کے ہاں گئیں تو کہا کہ میرے باپ بدر میں شریک تھے اور احد میں شہید ہوئے' حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر جو مانگنا ہو مانگو' انہوں نے کچھ مانگا اور کامیاب واپس آئیں[1] یہ حلیہ کی روایت ہے' لیکن مسند اور تمام کتب رجال میں اس کے خلاف روایتیں ہیں' اس لیے یہ کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے' اس کے ماسوا یہ خیال حاکم کا ہے اور انہوں نے مستدرک میں خود اس کے خلاف رائے ظاہر کی۔

اولاد:

ایک صاحبزادی تھیں جن کا ابھی اوپر ذکر ہوا' ایک بیٹے تھے' جن کا نام محمد تھا آنحضرت ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔

فضل وکمال:

امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان سے صرف ایک حدیث اذان کے متعلق مروی ہے' امام ترمذی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں' لیکن حافظ ابن حجر کو ۶، ۷ حدیثیں ملی تھیں جن کو انہوں نے علیحدہ ایک جزء میں جمع کردیا ہے[2] ان کے راویان حدیث کے زمرہ میں حسب ذیل نام ہیں' محمد' عبداللہ بن محمد' سعید بن مسیب' عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ۔

اخلاق:

عسرت وتنگی میں خدا کی راہ میں ایثار نفس اخلاق کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے' حضرت عبداللہؓ کے پاس بہت قلیل جائیداد تھی' جس سے وہ اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے' لیکن انہوں نے کل کی کل صدقہ کردی' ان کے باپ نے آنحضرت ﷺ سے آکر واقعہ بیان کیا' آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا نے تمہارا صدقہ قبول کیا' لیکن اب باپ کی میراث کے نام سے تم کو واپس کردیتا ہے' تم اس کو قبول کرلو[3]

---

[1] اصابہ ص ۷۲ جلد ۴۔ [2] تہذیب ص ۲۲۴ جلد ۵۔ [3] اسد الغابہ ص ۲۴۳ جلد ۳۔

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن زید بن عاصم

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ماں کا نام ام عمارہ تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہد بیعت رضوان میں موجود تھے[1] جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی حبیب ابن زید کو قتل کرادیا تھا، حضرت عبداللہؓ وقت کے منتظر تھے، جنگ یمامہ میں خوش قسمتی سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشی نے مسیلمہ کو تیر مارا، پھر حضرت عبداللہؓ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور قتل کردیا[2]

وفات:

۶۳ھ میں خود قتل ہوئے، یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ انصاری نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت کی شرط کیا ہے؟ جواب ملا موت! بولے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کرسکتا[3]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۹ جلد ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۶۸ جلد ۳۔ [3] بخاری ص ۵۹۹ جلد ۲۔

marfat.com

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا' اپنے دو بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہنچے اور وہیں شہادت حاصل کی' یہ ماہ ذی الحجہ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے۔

اس وقت بقول واقدی وہ ۷۰ برس کے تھے' لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں غزوۂ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے[1] اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے' بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے' غزوہ کی شرکت کے لیے ۱۵ سال کی عمر شرط ہے' اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے اور اس لیے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال ٹھہرتی ہے۔

اولاد:

دو لڑکے تھے' خلاد اور علی' حرہ میں قتل ہوئے۔

فضل وکمال:

چند حدیثیں روایت کیں' راویوں کے نام یہ ہیں' عباد بن تمیم (بھتیجے تھے) سعید بن مسیب' یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حیان، عبادہ بن حبیب، ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد۔

اخلاق:

حب رسول ﷺ کا یہ منظر ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے' وہ پانی لائے اور آپ نے وضو کیا' آپ نے جس طرح وضو کیا تھا انہوں نے یاد کرلیا' چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے وضو کی کیفیت پوچھی تو خود اسی طرح وضو کر کے بتلایا[3]

---

[1] مسند ص ۴۱ جلد ۴۔ [2] ایضاً ص ۴۰ جلد ۴۔ [3] ایضاً ص ۳۸ جلد ۴۔

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن یزید خطمی

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابوموسیٰ کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ ابن یزید بن زید بن حصن بن عمرو بن حارث بن خطمہ بن جشم بن مالک بن اوس۔

والد کا نام یزید تھا، صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے، احد اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور فتح مکہ کے قبل وفات پائی۔

اسلام:

عبداللہؓ اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے۔

غزوات:

بیعت رضوان میں شرکت کی، اس وقت ۱۷ برس کا سن تھا، بعد میں جو غزوات ہوئے ان میں بالالتزام حصہ لیا۔

جسر ابی عبید کے واقعہ میں جو شعبان ۱۳ھ میں ہوا تھا، شکست کی خبر مدینہ لے کر یہی گئے تھے[1]

جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو معرکے ہوئے، سب میں ان کے ساتھ شریک رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد میں کچھ دنوں مکہ معظمہ کے امیر تھے لیکن چونکہ مکہ خود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مستقر خلافت تھا، اس لیے نائب کی ضرورت نہ تھی، اس بنا پر وہ اس عہدہ سے سبکدوش کر دیئے گئے اور وہیں ٹھہر گئے[2]

یزید کی وفات کے ۳ ماہ بعد ۶۴ھ میں حضرت ابن زبیرؓ نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا

---

[1] اصابہ ص ۱۴۳ جلد ۴۔ [2] ایضاً۔

marfat.com

اس زمانہ میں شعبی ان کے کاتب (میر منشی) تھے۔

اس کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی اور مکان بنوایا۔

وفات:

اسی عہد میں وفات پائی۔

اولاد:

ایک لڑکا مسمی بہ موسیٰ اور ایک لڑکی (عدی بن ثابت کی ماں) یادگار چھوڑی۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابہؓ میں[1] تھے اور امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں فقہ وفتاویٰ میں مرجع عام بن گئے تھے[2]۔

بایں ہمہ فضل وکمال ان کے سلسلہ سے صرف ۲۷ روایتیں ہیں، جن میں بعض جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں اور بعض حضرت ابوایوب انصاریؓ، ابن مسعودؓ، قیسؓ بن سعد، ابن عبادہؓ، حذیفہ بن الیمان، زیدؓ بن ثابت، براء بن عازب اور حضرت عمر کی کتاب سے روایت کی تھیں۔

راویان حدیث کے سلسلہ میں حسب ذیل حضرات کا نام لیا جاسکتا ہے، موسیٰ (بیٹے تھے) عدی بن ثابت (نواسے تھے) محارث بن دثار، شعبی، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابن سیرین، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، ابوجعفر فراء۔

اخلاق:

مصنف اصابہ میں لکھتے ہیں:

كان من اكثر الناس صلاة و كان لا يصوم الا يوم عاشوراء.[3]

''نمازوں کی کثرت میں اپنے اقران سے عموماً ممتاز تھے، البتہ روزہ (رمضان کے علاوہ) صرف عاشوراء کے دن رکھتے تھے''۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۷۴ جلد ۳۔ [2] یعقوبی ص ۲۹۶ جلد ۲۔ [3] اصابہ ص ۳۹۲ جلد ۱ حرف قین۔

marfat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن شبل

نام و نسب:

عبدالرحمٰن نام، قبیلہ اوس سے ہیں، عبدالرحمٰن بن شبل بن عمرو بن زید بن نجدہ ابن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف بن عبدعوف بن مالک بن اوس۔

جاہلیت میں مالک بن لوذان کی اولاد بنوصماء کہلاتی تھی، صماء قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کا نام تھا جو مالک کی بیوی تھی، آنحضرت ﷺ نے مکروہ سمجھ کر بنوسمیعہ نام رکھا۔[1]

عام حالات:

انصار کے نقیبوں میں ان کا بھی شمار تھا (غالباً بیعت عقبہ کے نقیب مراد نہیں) عہد نبوت کے بعد شام کی سکونت اختیار کی اور حمص میں قیام کیا۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے۔

اولاد:

حسب روایت ابن سعد، تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی، ان کے نام یہ ہیں، عزیز، مسعود، جمیلہ۔

فضل و کمال:

علمائے صحابہ[2] میں تھے، امیر معاویہؓ نے ان کے پاس خط لکھا کہ آپ نے جو حدیثیں سنی ہوں، لوگوں کو ان سے آگاہ کر دیجئے، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مجمع کر کے چند حدیثیں بیان کیں، بعض روایتوں میں ہے:[3]

بعث معاویة الی عبدالرحمن بن شبل انک من فقهاء صحابه رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد مانهم فقم فی الناس وعظهم.

---

[1] اصابہ ص ۱۶۳ جلد ۴۔ [2] خلاصہ تہذیب۔ [3] مسند ص ۴۴۴ جلد ۳۔

marfat.com

''امیر معاویہؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ فقہاء اور قدماء صحابہ میں سے ہیں' اس لیے لازم ہے کہ وعظ کہا کریں''۔

امیر معاویہؓ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ جب آپ میرے ہاں آئیں تو کوئی حدیث روایت کریں۔ استقصاء سے ۱۴ حدیثیں دستیاب ہوئیں' لیکن مشہور صرف تین ہیں' یہ حدیثیں ادب المفرد' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔

راویان حدیث کے نام یہ ہیں' تمیم بن محمود' ابوراشد حرانی' یزید بن خمیر' ابوسلام اسود۔

حضرت عثمانؓ بن حنیف

نام ونسب:

عثمان نام' ابوعمرو کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے عثمان ابن حنیف بن واہب بن العکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن حنش بن عوف ابن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

اپنے برادر اکبر حضرت سہل بن حنیفؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔

غزوات:

احد اور مابعد کے غزوات میں شرکت کی امام ترمذی کے نزدیک بدر میں بھی شریک تھے' لیکن یہ رائے جمہور محدثین کے خلاف ہے۔

دیگر حالات:

عراق اور کوفہ فتح ہو گئے تو ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی' ان کا یہ عام اصول تھا کہ ہر ملک کا انتظام وہاں کے قدیم رسم ورواج کے موافق کسی قدر اصلاح کے ساتھ بحال رکھتے تھے' لیکن عراق میں اس وقت جو مال گزاری کا طریقہ رائج تھا اس میں قدیم دستور کے خلاف مختلف تبدیلیاں ہو چکی تھیں' اس بنا پر حضرت عمرؓ نے مزید

marfat.com

تحقیقات کے لیے عراق کی پیمائش کا فیصلہ کیا۔

چونکہ اس کام کے لیے دیانت وامانت کے علاوہ پیمائش اور حساب کا جاننا نہایت ضروری تھا' اور اس زمانہ میں عرب عموماً ان چیزوں سے ناآشنا تھے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انتخاب میں سخت دقت پیش آئی' مجلس شوریٰ قائم کرکے اس کے سامنے انتخاب کا مسئلہ پیش کیا' تمام صحابہؓ نے عثمانؓ بن حنیف کے لیے بالاتفاق رائے دی اور کہا کہ وہ اس سے بھی زیادہ اہم کام انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں'[1] حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے اجماع سے عثمان بن حنیف کو بندوبست کے لیے نامزد فرمایا چلتے وقت پیمانہ بنا کر دیا[2] حضرت عثمانؓ نے اسی کے بموجب پیمائش کی۔ اس موقع پر جو احتیاط ان کی جانب سے وقوع میں آئی اس کو قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج اس طرح بیان کرتے ہیں[3]

کان عثمان عالما بالخراج فمسحها مساحة الدیباج.

''عثمان کو خراج میں پوری واقفیت تھی اس بناء پر زمین کو اس اہتمام کے ساتھ پیمائش کیا' جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے''۔

یہ کام کئی مہینے تک جاری رہا' پہاڑ' صحرا اور دریا کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ٦٠ لاکھ جریب ٹھہری[4] پہاڑ وغیرہ کی پیمائش کو خود حضرت عمرؓ نے منع کر دیا تھا[5] بندوبست ختم ہوا تو کوفہ کے صاحب الخراج (کلکٹر) مقرر ہوئے' مصنف استیعاب لکھتے ہیں:[6]

ولاہ عمر مساحة الارضین وجبایتها وضرب الخراج والجزیة علی اهلها.

''حضرت عمرؓ نے ان کو زمین کی پیمائش مال گزاری کی وصولی اور خراج کی اور جزیہ کی تشخیص پر مامور کیا تھا'۔

اس عہدہ پر مامور ہونے کے بعد انہوں نے مال گزاری کی تشخیص کی اور حسب ذیل شرح پر لگان مقرر کی[7]

---

۱ استیعاب ص ۴۹۵ جلد ۲۔ ۲ یعقوبی ص ۱۷۴ جلد ۲۔ ۳ کتاب مذکور ص ۲۱و۲۲۔ ۴ ایضاً ص ۲۰۔
۵ یعقوبی ص ۱۷۴ جلد ۲۔ ۶ استیعاب ص ۴۹۵ جلد ۲۔ ۷ کتاب الخراج ص ۲۰۔

marfat.com

انگور	فی جریب یعنی بیگہ پختہ	۱۰ درہم سالانہ
نخلستان	=	۸ درہم سالانہ
نیشکر	=	۶ درہم سالانہ
گیہوں	=	۴ درہم سالانہ
جو	=	۲ درہم سالانہ

جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی:

امراء سے	۴۸ درہم سالانہ
متوسطین سے	۲۴ درہم سالانہ
غرباء سے	۱۲ درہم سالانہ

عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے[1]

جزیہ کے وصول کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ذمیوں کے روساء جن کو دہقان کہتے تھے ان کو لے کر عدالت میں حاضر ہوتے تھے' حضرت عثمانؓ ان سے روپے لیتے اور مہر لگاتے' چنانچہ ۵ لاکھ ذمیوں کے مہریں لگائیں' اس کے بعد ان کو سرداروں کے سپرد کیا' اور انگوٹھیاں توڑ ڈالی گئیں[2]

بندوبست جس اہتمام اور خوبی سے ہوا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی سال خراج کی مقدار ۸ کروڑ سے ۱۰ کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی[3] اس کے بعد برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خاص کوفہ جو خود ان کا دارالامارۃ تھا' اس کی کی آمدنی میں حیرت انگیز ترقی ہوئی' چنانچہ حضرت عمر کی وفات کے ایک سال قبل اس کا خراج ایک کروڑ تک پہنچ گیا تھا (استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶)

تشخیص میں جس قدر نرمی اور آسانی ہوگئی تھی' اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ۳۔۴ سال قبل' عثمانؓ اور حذیفہؓ مدینہ آئے تو انہوں نے فرمایا: "شاید تم نے زمین پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے"۔ اس موقع پر حضرت

---

[1] کتاب الخراج ص ۲۰ و ۲۱ و یعقوبی ص ۱۷۴ جلد ۲۔ [2] ایضاً ص ۷۳۔ [3] یعقوبی ص ۱۷۴ جلد ۲۔

marfat.com

عثمانؓ نے جو جواب دیا یہ تھا:[1]

لقد ترکت النصف ولوشئت لا خذته.

''میں نے آدھا چھوڑ دیا ہے' آپ چاہیں تو وہ بھی مل سکتا ہے''۔

بایں ہمہ جب خراج روانہ ہوتا تو کوفہ اور بصرہ کے دس' دس آدمی مدینہ جاتے اور حضرت عمرؓ کے سامنے شرعی قسم کھا کر کہتے کہ اس میں کسی مسلمان یا ذمی سے ایک حبہ بھی جبراً وصول نہیں کیا گیا۔[2]

حضرت عثمانؓ نے جس قدر قابلیت سے خراج اور جزیہ کی تشخیص کی تھی اس کا مقتضا یہ تھا کہ سلطنت کے دوسرے صوبوں میں بھی اس کو نافذ کیا جائے' چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حاکم بصرہ کو حکم بھیجا کہ تم بصرہ میں کوفہ کے مطابق خراج مقرر کرو۔[3]

کوفہ کی آمدنی وہاں کے خزانہ میں جمع رہتی تھی' دارالخلافہ کو ۲ کروڑ سے ۳ کروڑ تک بھیجا جاتا تھا۔[4]

ملک کی اس کی کثیر آمدنی میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو کچھ ملتا تھا' وہ قابل ذکر ہے' ابن واضح کاتب عباسی لکھتے ہیں:[5]

واجری علی عثمان بن حنیفه خمسة درهم فی کل یوم وجرابا من دقیق.

''عثمان رضی اللہ عنہ کو ۵ درہم یومیہ اور ایک تھیلی آٹا ملتا تھا''۔

قاضی ابو یوسف صاحب نے گوشت کے متعلق بھی تصریح کی ہے یعنی ایک بکری کے تین حصے ہوتے تھے' ایک حصہ والی کو' ایک قاضی کو اور ایک عثمان رضی اللہ عنہ کو ملتا تھا' حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ ''میں اور تم اس مال سے اس قدر لے سکتے ہیں' جتنا ایک یتیم کا کفیل' یتیم کی جائیداد سے لیتا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو غنی ہو ایثار کرے اور جو محتاج ہو وہ مناسب رقم لے' کیونکہ جو زمین ایک بکری روزانہ دے گی' خدا کی قسم بہت

---

[1] کتاب الخراج ص ۲۱۔ [2] ایضاً ص ۶۵۔ [3] یعقوبی ص ۱۷۴ و ۱۷۶ جلد ۲۔
[4] ایضاً ص ۱۷۵۔ [5] ایضاً ص ۱۷۴۔

marfat.com

جلد تباہ ہو جائے گی[1]

خلافت فاروقی کے بعد خلافت عثمانی میں مدینہ آئے[2] اور حضرت علیؓ کے عہد مبارک میں بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے' ابھی چند ماہ گزرے تھے' کہ حجاز سے ایک طوفان اٹھا جس نے بصرہ کے قصر امن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی' حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں خروج کے لیے اسی مقام کو تاکا تھا' یہاں پہلے سے ان بزرگوں کا اثر قائم تھا' اس بناء پر حضرت عثمانؓ بن حنیف کو رفع شور وشر اور قیام امن میں طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں' یہ سیلاب بصرہ پہنچا تو امن وسکون کی دیواریں ہل گئیں' لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر کی' انہوں نے دو آدمیوں کو اس لشکر کے سرگروہوں کے پاس روانہ کیا' لیکن جواب نہایت مایوس کن ملا' حضرت عثمانؓ نے سن کر کہا' انا للہ وانا الیہ راجعون دراتہ حی لاسلام ورب الکعبۃ !افسوس! مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی لوگوں سے مشورہ کر کے مدافعت کے لیے تیار ہوئے' حجازی گروہ شہر کے قریب پہنچا تو حکومت کی فوج مزاحم ہوئی' جس میں لڑائی تک نوبت پہنچی' اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پراثر آواز نے افواج حکومت پر سحر افسوں کا کام کیا اور دو فرقے پیدا ہو گئے جن میں سے ایک ٹوٹ کر حجازیوں سے جا ملا' نتیجہ یہ ہوا کہ افواج حکومت نے شکست کھائی اور ایک صلح نامہ مرتب کیا گیا جو بجنسہ درج ذیل ہے

"بسم اللہ الرحمن الرحیم' ھذا ما اصطلح علیہ طلحۃ والزبیر ومن معھما من المومنین والمسلمین وعثمان بن حنیف ومن معہ من المومنین والمسلمین ان عثمان یقیم حیث ادرکہ الصلح علی ما فی یدہ وان طلحۃ والزبیر یقیمان حیث ادرکھما الصلح علی ما فی ایدیھما حتی یرجع امین الفریقین کعب بن سور من المدینۃ ولا یضار واحد من الفریقین الاخر فی مسجد ولا سوق ولا طریق ولا فرضۃ

[1] کتاب الخراج ص ۲۰۔ [2] مسند ص ۱۳۸ جلد ۴۔

marfat.com

بينهم عيبة مفتوحة حتىٰ يرجع كعب بالخير فان رجع بان القوم اكرهو طلحة والزبير فالا مراهما وان شاء عثمان خرج حتى يلحق بطيتة وان شاء دخل معهما وان رجع بانهما لم يكرها فالامر امر عثمان فان شاء طلحة والزبير اقاما على طاعة على وان شاء اخرجا حتى يلحقا بطيتهما والمومنون اعوان الفالح منهما".

صلح نامہ کے بموجب کعب بن سوراز دی مدینہ گئے اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں مجمع عام سے سوال کیا کہ کیا طلحہؓ وزبیرؓ نے جبراً بیعت کی؟ تمام جمع خاموش تھا' لیکن اسامہ بن زید بول اٹھے کہ خدا کی قسم انہوں نے جبراً بیعت کی اس پر مجمع کے کچھ لوگ اسامہ کے رتبہ کا بھی پاس نہ کر کے ان کی طرف بڑھے' حضرت ابوایوبؓ، محمد بن مسلمہؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ میں دیکھ کر بیک زبان کہا ہاں انہوں نے جبراً بیعت کی اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو' اس آواز پر مجمع منتشر ہوگیا' اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی جان بچ گئی' کعب کے لیے اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا تھا' مدینہ سے روانہ ہوئے' حضرت علی نے عثمانؓ بن حنیف کو ایک خط لکھا کہ طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) کو اگر مجبور بھی کیا گیا تو عام مسلمانوں کے اتفاق اور اجماع پر' نہ کہ تفریق واختلاف پر' اس لیے وہ بیعت توڑتے ہیں تو مجھے کیا جواب دیں گے اور اگر اس کے سوا کوئی اور ارادہ ہے تو ان کو اور ہم کو اس پر غور کرنا چاہیے' یہ خط اگرچہ سرتاپا حق وصداقت تھا تاہم مخالف کے مفید مطلب تھا' کعب نے بصرہ پہنچ کر سارا حال بیان کیا تو صلح نامہ کالعدم ہوگیا' اور حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کی طرف سے شہر خالی کرنے کا مطالبہ پیش ہوا' حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ اب بحث دوسری پیدا ہوگئی' چونکہ امنگ وجوش کا فیصلہ دلیل وبحث کے بجائے تیغ وخنجر کی زبان کرتی ہے' حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے رات کے وقت اپنی جماعت کے آدمیوں کو جامع مسجد بھیجا' عشاء کا وقت تھا' اندھیری رات اور سردی کا موسم۔ حضرت عثمانؓ کے برآمد ہونے میں دیر ہوگئی' ان لوگوں نے اپنی جماعت کے ایک شخص عتاب بن اسید کو امام بنا کر آگے بڑھا دیا' چونکہ امامت اس زمانہ میں لازمۂ حکومت تھی' اور بڑی اہمیت رکھتی تھی اس لیے زط وسیابچہ نے جو شہر

marfat.com

کے انتظام کے لیے مقرر تھے عتاب کو امامت سے روکا' جس میں تلوار تک نوبت پہنچی' ان لوگوں نے سپاہیوں کو ایک طرف مصروف کر کے قصر امارت کا رخ کیا' چونکہ نماز عشا بہت دیر میں پڑھی جاتی تھی اس لیے پہرہ دار جو تعداد میں ۴۰ تھے سو گئے' یہ لوگ موقع پا کر اندر گھسے' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے سامنے لائے' انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا' حکم ہوا اس کو قتل کر دو' لیکن اس سے انصار کے برہم ہونے کا خوف تھا' اس لیے قتل کی بجائے قید کرنے کی تجویز ٹھہری' چنانچہ اسی مقام پر پیروں سے روندے گئے۔ ۴۰ کوڑے پڑے' اور داڑھی' سر' ابرو اور پلکوں کے بال انتہائی بے رحمی سے نوچ لیے گئے۔

اللہ اکبر! یہ کیسا عجیب نظارہ تھا' حاکم عراق' خلافت عظمیٰ کا دست و بازو' عہد فاروقی کا ایک مدبر اور معزز افسر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسند نبوت کا ایک حاشیہ نشین کس بے رحمی سے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے' جو شخص کل تک جاہ جلال خیل و سپاہ اور تیغ و سناں کا مالک تھا' آج اس کی بے کسی کا یہ عالم ہے کہ اس کے لیے خود اپنا سر بھی وبال جان ہو گیا ہے۔

لیکن یہ ابتلاء' یہ صبر یہ تحمل بے کار نہیں جا سکتا تھا' حکیم بن جبلہ کو خبر ہوئی تو صبح کے وقت عبدالقیس اور بکر بن وائل کے قبائل کو لے کر ابن زبیرؓ کے پاس پہنچا' اور چند شرطیں پیش کیں' جن میں ایک عثمان رضی اللہ عنہ کی قید سے سبکدوشی بھی تھی' ابن زبیرؓ نے صاف انکار کیا اور ابن جبلہ کے ساتھیوں اور ابن زبیر کی جماعت میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا' جس میں ابن جبلہ مع کثیر رفقاء کے کام آیا' حضرت طلحہؓ و زبیر کو خبر پہنچی انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قید قید کاٹ دیا' اور وہ ربذہ روانہ ہو گئے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ سے کوچ کر کے یہیں مقیم تھے عثمانؓ سامنے آئے تو لوگوں سے فرمایا' دیکھو میں نے ان کو بوڑھا بھیجا تھا' اب جوان واپس آئے ہیں'' عثمان نے کہا' امیر المومنین! آپ نے مجھے داڑھی مونچھوں کے ساتھ بھیجا تھا' لیکن آج آپ کے سامنے ایک بے ریش و بروت امرد کی صورت میں ہوں فرمایا اصبت اجراً و خیراً تم کو اس کا اجر ملے گا۔[1]

---

[1] ان تمام واقعات کے لیے دیکھئے طبری کبیر ص ۳۱۱۷ و ۳۱۲۴ جلد ۶ و اسد الغابہ ص ۳۷۱ جلد ۳۔

marfat.com

اس کے بعد غزوۂ جمل پیش آیا اور بصرہ فتح ہو کر عبداللہؓ بن عباس والی مقرر ہوئے' حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں جس کو دارالخلافت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا' اقامت اختیار کی۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

اولاد:

عبدالرحمٰن نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

فضل و کمال:

حضرت عثمانؓ عرب میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے' حساب دانی اور مساحت کا کام جس خوبی سے انجام دیا' اس کو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں' حساب کتاب کے علاوہ حدیث وفقہ کی واقفیت اور مسائل پر عبور کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا' افسوس ہے کہ ان کی عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ ہمارے پیش نظر نہیں' ورنہ اس سے قوت فیصلہ کا بخوبی اندازہ ہوسکتا۔

چند احادیث بھی روایت کیں' ابوامامہ بن سہل بن حنیف (برادر زادہ) ہانی بن معاویہ صدفی' عمارہ بن خزیمہ بن ثابت' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' نوفل بن مساحق' ان کے سلسلہ روایت میں داخل ہیں۔

اخلاق:

دیانت' حق پرستی' صبر وشکر' جرأت اظہار حق ان کے صحیفہ اخلاق کے نمایاں ابواب ہیں' جس کا مفصل تذکرہ اوپر گزر چکا ہے' یہاں اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

marfat.com

حضرت عمارہؓ بن حزم

نام ونسب:

عمارہ نام، سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام خالدہ تھا، اور انس بن سنان بن وہب ابن لوذان کی بیٹی تھیں۔

اسلام:

لیلۃ القدر میں ۷۰ انصار کے ساتھ بیعت کی۔

غزوات اور دیگر حالات:

محرز بن نضلہ سے اخوت ہوئی۔

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں بنو مالک بن نجار کا علم انہی کے پاس تھا۔

وفات:

مرتدین کے جہاد میں حضرت خالدؓ کے ہمراہ تھے، مسیلمہ کذاب کی جنگ میں جسے یوم یمامہ کہتے ہیں، شہادت حاصل کی۔

اولاد:

مالک نام ایک لڑکا چھوڑا، جس پر نسل منقطع ہوگئی۔

فضل وکمال:

زیاد بن نعیم نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جھاڑ پھونک کا منتر جانتے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ذرا مجھ کو تو سناؤ، چونکہ شرک کے الفاظ سے خالی تھا، اس لیے آپ نے اجازت دی، چنانچہ ان کے خاندان میں عرصہ تک وہ منتر منتقل ہوتا رہا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

marfat.com

حضرت عمرو ؓ بن جموح

نام ونسب:

عمرو نام، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو ابن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

بنو سلمہ کے رئیس تھے، اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی، یعنی بت خانے کے متولی تھے۔

لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا، جس کا نام مناف تھا، وہ اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے، اسی زمانہ میں سرزمین مکہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو مدینہ کے کچھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لیے مکہ پہنچے اور عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہو کر واپس آئے، اس جماعت میں عمرو ؓ کے ایک لڑکے معاذ بھی شامل تھے۔

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر یثرب کا ہر ہر گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا بنو سلمہ کے چند نوجوانوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے، باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صورت سے عمرو کو بھی مسلمان بنایا جائے، ان کے بیٹے نے اس میں خاص کوشش کی، چنانچہ کچھ دنوں تک ان کا یہ مشغلہ رہا کہ شب کو معاذ بن جبل وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بت کو اٹھا لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے تھے، صبح اٹھ کر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لے جاتے، نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے۔

آخر عاجز آ کر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں، ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا اگر تم سے کچھ ہو سکے تو کرو، یہ تلوار موجود ہے، ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی، رات کو آ کر بت کو اٹھایا، گردن سے تلوار علیحدہ کی اور اس میں ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنوئیں پر لٹکا دیا، عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے، راہ راست پر آ گئے، چشم ہدایت روشن ہو گئی، اور اسی

marfat.com

قت مذہب اسلام قبول کرلیا۔ قدیم جہالت' بت کا قصہ اور دفعۃً اسلام کی توفیق' ان اقعات کو انہوں نے خود نظم کردیا ہے' فرماتے ہیں ؂

تـالـلـه لو كنت الهاً لم تكن ۔۔۔ انت وكلب وسط بئر في قرن

ان لـمـصـر عك الها يستذن ۔۔۔ الان فلنشناك عن سوء الغبن

فالحمد لله العلي ذي المنن ۔۔۔ الواهب الرزق وديان الدين

هو اللذي انقذني من قبل ان ۔۔۔ اكون في ظلمة فبرمرتهن

یہ اشعار بھی اسی تقریب سے ہیں:

اتوب الى الـلـه سبحـانـه ۔۔۔ واستغفـر الـلـه من نـاره

واثـنـي عـلـيـه بـالائـه ۔۔۔ بـاعـلان قلبي واسـراره

غزوات:

غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے' لیکن یہ صحیح ہے کہ شریک نہ تھے چونکہ پیر میں چوٹ آ گئی تھی اور لنگڑا کر چلتے تھے' اس لیے جب غزوہ کے لیے جانا چاہا تو لڑکوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے منع کیا کہ ایسی صورت میں جہاد فرض نہیں۔

غزوۂ احد میں بھی یہی واقعہ پیش آیا' بولے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر جانے سے روکا اب پھر روک رہے ہو' لیکن میں ضرور جاؤں گا' بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر کی' آنحضرت ﷺ نے بلا کر سمجھایا کہ تم معذور ہو' اس لیے سرے سے مکلف ہی نہیں لیکن وہاں شہادت کا سودا سوار تھا' عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ لڑکے مجھ کو آپ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے یہ امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر سے جنت میں گھسٹتا ہوا پہنچوں گا'' آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر زیادہ زور دینا پسند نہیں کیا اور لڑکوں کو سمجھایا کہ اب اصرار نہ کرو' شاید ان کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہو۔

شہادت:

حضرت عمروؓ نے ہتھیار لے کر میدان جنگ کا رخ کیا اور کہا الٰہی مجھے شہادت نصیب کر! اور اب زندہ گھر واپس نہ لا''۔ دعا نہایت خلوص سے کی تھی' مقبول ہوئی' لڑائی کی

marfat.com

شدت کے وقت جب مسلمان منتشر ہونے لگے، حضرت عمروؓ نے اپنے بیٹے خلاد کو لے کر مشرکین پر حملہ کیا اور اس قدر پامردی سے لڑے کہ دونوں باپ بیٹوں نے شہادت پائی، اور حضرت عمروؓ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنت میں لنگڑاتے ہوئے پہنچ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون.

آنحضرت ﷺ ان کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ شہید پڑے ہوئے ہیں فرمایا خدا اپنے بندوں کی قسم پوری کرتا ہے عمرو بھی انہی میں ہیں، اور میں ان کو جنت میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس کے بدلے ان کو وہاں صحیح و سالم پیر دیا گیا ہے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک اونٹ لے کر آئیں اور اپنے شوہر اور بھائی عبداللہ بن عمروؓ (حضرت جابرؓ کے والد ماجد) کو اس پر لاد کر گھر لے گئیں، لیکن بعد میں احد کا دامن گنج شہیداں قرار پایا، اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے لاش منگوا کر یہیں تمام شہداء کے ساتھ دفن کیا، چنانچہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمروؓ بن جموح ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

اولاد:

چار لڑکے تھے، اور چاروں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک تھے، دو کے نام معلوم ہیں اور وہ یہ ہیں، معاذ (عقبہ ثانیہ میں شریک تھے) خلاد احد میں شہید ہوئے۔

بیوی کا نام ہند بنت عمرو تھا، بنو سلمہ کے سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابرؓ صحابی مشہور کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

حلیہ:

رنگ گورا، گھونگھریالے بال، پیر میں لنگ تھا۔

اخلاق:

جود و سخا عرب کی ایک قدیم میراث ہے، حضرت عمروؓ میں جس درجہ تک یہ صفت موجود تھی، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی وجہ سے ان کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا۔ چنانچہ خاندان سلمہ کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس ایک بخیل شخص ہمارا

marfat.com

سردار ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا بخل سے بدتر کوئی چیز نہیں اس لیے تمہارا سردار عمرو بن جموح کو بناتا ہوں، اس واقعہ کو انصار کا شاعر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وقال رسول الله والحق قوله — لمن قال منا من تسمون سيدا
فقالوا له جد بن قيس على التى — ببخله فيها وان كان اسودا
فتى ماتخطى خطوة لدنياء — ولامد فى يوم الىٰ سؤاة يدا
فسود عمرو بن الجموح لجوده — وحق لعمرو بالندى ان يسودا
اذا جاء ه السئول اذهب ماله — وقال خذوه انه مائد غدا

آنحضرت ﷺ جب نکاح کرتے تو عمرو رضی اللہ عنہ دعوت ولیمہ کرتے تھے[1]

رضى الله عنه بهذه السجينه المرضاة.

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن حزم

نام ونسب:

عمرو نام، ابوالضحاک کنیت، خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار، حضرت عمارہ بن حزم جو بیعت عقبہ میں شریک تھے، ان کے برادر علاتی ہیں، ان کی ماں خاندان ساعدہ سے تھیں۔

اسلام:

ابتدائے اسلام اور ہجرت کے زمانہ تک کم سن تھے، اس بناء پر زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہیں ہوسکتی، غالباً اپنے گھر والوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ہوں گے۔

غزوات:

کم عمری کی وجہ سے بدر اور احد میں شرکت کے قابل نہ تھے، جب غزوہ خندق واقع ہوا تو پانزدہ سالہ تھے، اس لیے غزوہ میں شریک ہوئے، اس کے بعد اور غزوات میں بھی شرکت کی۔

---

[1] اصابہ ص ۲۹۱ جلد ۴۔

marfat.com

۱۰ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے خالد بن ولید کو نجران بھیجا تھا' وہاں کے لوگ مسلمان ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا اور ایک یادداشت لکھوا کر حوالہ کی جس میں فرائض' سنن' صدقات' دیات اور بہت سے احکام درج تھے' چنانچہ کاروبار حکومت کے ساتھ محکمہ مذہبی بھی انہی کے زیر نگرانی تھا' یعنی تعلیم اور تبلیغ کا مذہبی فرض بھی انجام دیتے تھے' صاحب استیعاب لکھتے ہیں:

استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نجران لیفقههم فی الدین ویعلم القرآن ویاخذ صدقاتهم۔

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان کو فقہ' قرآن کی تعلیم اور صدقات کی تحصیل پر مامور فرمایا تھا''۔

اس وقت ان کا سن عام روایت کے لحاظ سے ۱۷ سال کا تھا' لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں' کیونکہ غزوۂ خندق ۵ ہجری میں واقع ہوا' اور اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے' اس بناء پر ۱۰ھ میں ان کا سن کسی حال میں ۲۰ سے کم نہیں ہوسکتا' مدینہ سے روانگی کے وقت بیوی کو جن کا نام عمرہ تھا ہمراہ لے گئے تھے' چنانچہ نجران پہنچ کر اسی سال ایک لڑکا پیدا ہوا' جس کا نام انہوں نے محمد اور ابوسلیمان کنیت رکھی' لیکن پھر آنحضرت ﷺ کو مطلع کیا تو آنحضرت ﷺ نے لکھا کہ محمد نام اور ابوعبدالملک کنیت رکھو۔[1] آنحضرت ﷺ کے بعد غالباً مدینہ میں مقیم رہے۔

وفات:

اور یہیں ۵۱ھ میں وفات پائی مورخین نے سنہ وفات میں سخت اختلاف کیا ہے' لیکن صحیح یہی ہے کہ سنہ پچاس کے بعد انتقال کیا۔

اہل وعیال:

دو بیویاں تھیں' پہلی کا نام عمرہ تھا اور عبداللہ بن حارث غسانی کی بیٹی تھیں جو قبیلہ ساعدہ کے حلیف[2] تھے' دوسری کا نام سودہ بنت حارثہ تھا'[3] اور یہ ان کے اخیر وقت

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۵۰ جلد ۵۔ [2] ایضاً۔ [3] تہذیب التہذیب ص ۲۰ جلد ۸۔

marfat.com

تک زندہ تھیں۔

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں' محمد البتہ مشہور ہیں' جو عہد نبوت میں پیدا ہوئے' حضرت عمرؓ وغیرہ سے حدیث سنی' ۶۳ھ یوم حرہ میں لشکر شام سے مقابلہ ہوا' اور اسی میں شہادت حاصل کی' اس موقع پر قبیلہ خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا' قاضی ابو بکر فقیہہ جو روایت واجتہاد دونوں کے مالک تھے' انہی کے بیٹے ہیں۔

فضل وکمال:

علمی قابلیت' اصابت رائے' قوت فیصلہ' احکام شریعت پر عبور کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا' ۲۰ سال کی عمر میں حکومت کے ایک عہدہ جلیلہ کی انجام دہی اور پھر قرآن وفقہ کی تعلیم ان کی غیر معمولی قابلیت کا بین ثبوت ہے۔

احادیث نبوی ﷺ بھی ان سے روایت کی گئی ہیں' جن میں وہ کتاب بھی ہے جو آنحضرت ﷺ نے ان کو لکھوا کر دی تھی' اس کو ابوداؤد' نسائی' ابن حبان' داری اور دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

راویان حدیث کے زمرہ میں ان کی بیوی اور بیٹے کے علاوہ پوتے ابوبکرؓ اور نضر بن عبداللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی بھی داخل ہیں۔

اخلاق:

حضرت عمرؓ کے معدن اخلاق میں حق گوئی سب سے نمایاں جوہر ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اس بناء پر جب صفین میں وہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث دلائی۔

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بادشاہ سے رعیت کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا۔ امیر معاویہؓ نے جب یزید کی خلافت کے لیے تمام ملک سے بیعت لی تو انہوں نے معاویہؓ سے نہایت سخت گفتگو کی۔

marfat.com

حضرت عمیرؓ بن سعد

نام ونسب:

عمیر نام، نسیج وحدہ لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان ابن قیس بن عمرو بن عوف۔

باپ نے جن کا نام سعد بن عبید تھا، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی صغر سنی میں انتقال کیا، ماں نے جلاس بن سوید سے نکاح کرلیا، عمیر بھی اپنے ماں کے ساتھ جلاس کی زیر تربیت رہے، جلاس نے نہایت ناز ونعم کے ساتھ حقیقی اولاد کی طرح پرورش کی۔

سعد بن عبید کے نام سے مورخین نے دھوکا کھایا، حضرت ابوزیدؓ جو انصار کے ان چار قاریوں میں جن کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، ان کا نام بھی سعد ابن عبید تھا، اس بناء پر لوگوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کا فرزند تصور کرلیا ہے، لیکن یہ سخت غلطی ہے، زمانہ اور سن وفات کے فرق کے علاوہ صاف بات یہ ہے کہ عمیرؓ کے والد قبیلہ اوس سے تھے اور حضرت ابوزیدؓ جیسا کہ حضرت انسؓ نے تصریح کی ہے، ان کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے، ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ قبیلہ خزرج سے تھے، اس لیے حضرت ابوزیدؓ قبیلہ اوس سے کیونکر ہوسکتے ہیں۔

اسلام:

جلاس مسلمان ہوگئے تھے، یہ بھی غالباً اسی زمانہ میں اسلام لائے۔

غزوات:

اگرچہ کم سن تھے، تاہم جلاس کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے، غزوۂ تبوک کی ہمراہی کا واضح طور پر ذکر آیا ہے، لیکن بایں ہمہ وہ کسی غزوہ میں شرکت کا شرف نہ حاصل کرسکے اور درحقیقت وہ کم عمری کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے۔ فتوحات شام میں البتہ حصہ لیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو شام کے ایک لشکر کا افسر بنایا، کچھ دنوں کے بعد حمص کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک اسی منصب پر سرفراز رہے۔

marfat.com

وفات:

حمص میں انہوں نے مستقل اقامت اختیار کر لی تھی' چنانچہ ابن سعد کے خیال کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں یہیں دفن بھی ہوئے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' عبدالرحمٰن' محمد۔

فضل وکمال:

صحابہؓ میں فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کرتے تھے ''کاش! مجھ کو عمیرؓ جیسے چند آدمی مل جاتے تو امور خلافت میں بڑی مدد ملتی'' حضرت عمرؓ ان کی قابلیت پر تعجب کرتے تھے نسیج وحدہ (یکتا و یگانہ) کا لقب اسی حیرت انگیز لیاقت کی وجہ سے دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ عمیرؓ سے بہتر شام میں ایک شخص بھی نہ تھا۔ سلسلہ روایت میں ان سے چند روایتیں مروی ہیں' جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں' ابوطلحہ خولانی' راشد بن سعد' حبیب بن عبید' ابوادریس خولانی' زبیر بن سالم وغیرہ۔

اخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت عمیرؓ نہایت بلند پایہ تھے' زہد وتقویٰ میں ان کا مثل بمشکل مل سکتا تھا' جوش ایمان اور حب رسول کی دولت صغر سنی ہی سے ملی تھی' چنانچہ غزوۂ تبوک میں جب کہ نہایت خوردہ سال تھے اور جہاد میں محض تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے' جلاس نے ایک موقع پر کہا کہ ''اگر محمد (ﷺ) اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں'' تو عمیرؓ نے بلا کسی خیال کے فوراً جواب دیا کہ ''وہ ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بھی بدتر ہو''۔ جلاس کو سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے عہد کر لیا کہ اب عمیر رضی اللہ عنہ کی کفالت سے قطع تعلق کر لیں گے۔

حضرت عمیرؓ نے جلاس کو جواب دے کر آنحضرت ﷺ کو بھی خبر دی کہ اس کے چھپانے میں حبط اعمال اور قرآن نازل ہونے کا خوف تھا' آنحضرتؐ نے عمیر اور جلاس کو بلا کر واقعہ پوچھا' جلاس نے قطعی انکار کیا' لیکن وحی والہام کی دسترس سے کب کوئی چیز باہر رہ سکتی تھی' چنانچہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی اس سے تائید ہوئی' آنحضرتؐ نے سر اٹھا کر یہ آیت پڑھی:

marfat.com

﴿ یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر ﴾
''یعنی وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ منہ سے نکالا تھا''۔

اور جب

﴿ فان یتوبوا الیک خیر لھم ﴾ ''اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہے''

پر پہنچے تو جلاس نے بے ساختہ کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں' اس کے بعد جلاس حقیقی طور پر مسلمان ہو گئے' اور پھر کوئی ناگوار طرز عمل اختیار نہیں کیا' توبہ قبول ہونے کی خوشی میں حضرت عمیر ؓ کی کفالت نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی توڑ دی اور پھر ان کی کفالت کرتے رہے۔ آیت اترنے پر آنحضرت ؐ نے عمیر ؓ کا کان پکڑا اور فرمایا لڑکے! تیرے کان نے ٹھیک سنا تھا۔

حضرت عویم بن ساعدہ ؓ

نام ونسب:

عویم نام' ابو عبدالرحمٰن کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' عویم ابن ساعدہ بن عائش بن قیس بن نعمان بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت حاطب ؓ بن ابی بلتعہ سے مواخاۃ ہوئی' بدر' احد' خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب رہے۔

حضرت ابو بکر ؓ کی بیعت میں نمایاں حصہ لیا' چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر ؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب ہم لوگ انصار کے اجتماع عام کی خبر سن کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چلے تو راستہ میں انصار کے دو صالح شخصوں سے ملاقات ہوئی' انہوں نے

marfat.com

انصار کے اتفاق رائے کا تذکرہ کیا' اور پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب ملا سقیفہ کا' بولے کہ:

لا علیکم الا تقربوا هم اقضوا امر کم. "وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تم اپنا کام کرو"۔

حضرت عمرؓ نے کہا ہم ضرور جائیں گے[1] یہ دونوں بزرگ جیسا کہ دوسری روایتوں میں تصریح ہے' حضرت عویمؓ اور حضرت معن بن عدی[2] تھے۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انصار کی خلافت منظور نہ تھی' اسی وجہ سے وہ مجمع کو چھوڑ کر کسی اور طرف جا رہے تھے۔

وفات:

خلافت فاروقی میں ۶۵۔۶۶ برس کے سن میں انتقال فرمایا' حضرت عمرؓ جنازہ کے ساتھ تھے' فرمایا "دنیا میں اس وقت ایک شخص بھی ان سے بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا' رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی نشان کھڑا کیا' عویم ہمیشہ اس کے سایہ میں رہے"۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' عتبہ' عبیدہ۔

فضل وکمال:

ایک حدیث روایت کی جو شرحبیل بن سعد اور سالم بن عتبہ کے ذریعہ سے مروی ہے۔

اخلاق:

صفائی و پاکیزگی' طہارت و نظافت کا سخت اہتمام رکھتے تھے' وہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں' جنہوں نے استنجا میں پانی استعمال کیا' ان کو دیکھ کر اور مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اس کو بنظر استحسان دیکھا' چنانچہ مسجد قبا کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں ان میں ایک آیت یہ بھی ہے:

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المتطھرین.

"اس میں چند لوگ طہارت کو سخت دوست رکھتے ہیں اور اللہ بھی ایسے پاک رہنے والوں کو محبت رکھتا ہے"۔

آنحضرتؐ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ طہارت کی وہ کیا صورت ہے جس

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ جلد ۲۔ [2] فتح الباری ص ۱۳۳ جلد ۱۲۔

marfat.com

کی وجہ سے خدا نے تم لوگوں کی مدح فرمائی؟ جواب ملا:

لغتسل من الجنابة و نستنجی بالماء.

''ہم جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں''۔

ارشاد ہوا کہ یہ طرز عمل نہایت پسندیدہ ہے تم کو اس کا پابند ہونا چاہیے۔ آنحضرتؐ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جن لوگوں کی تعریف کی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا انہی میں ایک نیک مرد عویم بھی ہے۔[1] بعض روایتوں میں ہے:

نعم العبد من عباد الله الرجل الصالح. ''یعنی عویم خدا کا نیک بندہ اور جنتی شخص ہے''۔

(ف)

حضرت فضالہ بن عبیدؓ

نام و نسب:

فضالہ نام ابو محمد کنیت سلسلہ نسب یہ ہے فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس ابن صہیب بن اصرم بن جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس والدہ کا نام عقبہ بنت محمد بن عقبہ بن الحلاج انصاریہ ہے۔

عبید بن نافذ (حضرت فضالہؓ کے والد) اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ شخص تھے اوس وخزرج کی لڑائی میں نمایاں رہے نہایت شجاع و بہادر تھے گھوڑ دوڑ کراتے اور اس میں سب سے بازی لے جاتے زور و قوت کا یہ حال تھا کہ ایک پتھر دوسرے پر دے مارتے[2] تو آگ نکلنے لگتی سپہ گری کے ساتھ فن میں اور شاعری کا بھی کافی ذوق رکھتے تھے۔

اسلام:

حضرت فضالہؓ مدینہ میں اسلام کے قدم آتے ہی مسلمان ہو گئے۔

---

[1] فتح الباری ص ۱۳۳ ج ۱۲۔ [2] اصابہ ص ۲۱۰ جلد ۵۔

marfat.com

غزوات:

لیکن کسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہوئے' غزوۂ احد اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا۔[1]

عہد نبوت کے بعد شام گئے اور وہاں کی فتوحات میں حصہ لیا' اس کے بعد فتح مصر میں شامل ہوئے' پھر شام آ کر مستقل سکونت اختیار کی اور دمشق میں اپنے رہنے کے لیے مکان بنایا بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بنوا دیا تھا۔[2]

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قاضی دمشق حضرت ابودرداءؓ تھے' انہوں نے انتقال فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد قاضی کس کو بنایا جائے؟ فرمایا فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) کو' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر دارالامارۃ کا محکمہ قضا سپرد کیا۔

صفین ۳۷ھ میں امیر معاویہؓ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کو نکلے تو دمشق میں اپنا جانشین انہی کو بنایا' اس موقع پر انہوں نے جو الفاظ کہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

لم احبک بھا ولکن استترت بک من النار[3]

''میں نے تم کو اپنا جانشین نہیں بلکہ جہنم کے مقابلہ میں سپر بنایا ہے''۔

۴۹ھ میں سلطنت روم پر لشکر کشی کی' تو تمام لشکر انہی کی ماتحتی میں[4] دیا' انہوں نے بہت سے قیدی پکڑے' اس ضمن میں جزیرۂ قبرص پر بھی حملہ کیا۔[5] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے درب (طرسوس اور بلادروم کے درمیانی علاقہ کا نام ہے) کے بھی عامل مقرر ہوئے۔[6]

وفات:

۵۳ھ میں وفات پائی' امیر معاویہؓ مسند حکومت پر تھے' خود جنازہ اٹھایا اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کہا' میری مدد کرو' کیونکہ اب ایسے شخص کے جنازہ کے اٹھانے کا موقع نہ ملے گا۔ دمشق میں دفن ہوئے' مزار مبارک موجود ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

[1] اصابہ ص ۲۱۰۔ [2] مسند ص ۱۹ جلد ۶۔ [3] استیعاب ص ۵۳۱ جلد ۲۔
[4] مسند ص ۱۸ جلد ۶۔ [5] ایضاً ص ۲۰۔ [6] ایضاً ص ۱۸۔

marfat.com

اولاد:

بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔

فضل وکمال:

ایوان حکومت کے ساتھ مجلس علم میں بھی مرجع انام تھے' لوگ دور دراز سے حدیث سننے آتے تھے' ایک شخص اسی غرض سے ان کے پاس مصر پہنچا تھا[1]

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے شرف صحبت سے مشرف اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابودرداءؓ جیسے اساطین امت سے مستفیض ہوا ہو' اس کے فضل وکمال کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے دارالسلطنت دمشق کی مسند قضا کے لیے اور پھر حضرت ابودرداءؓ جیسے بزرگ کی رائے سے منتخب ہونا' ان کی قابلیت کی سب سے بڑی سند ہے۔ لیکن بایں ہمہ فضل وکمال صرف ۵۰ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ثابت ہیں' راویوں کے نام حسب ذیل ہیں:

حنش صنعانی' عمرو بن مالک الجنبی' عبدالرحمٰن بن جبیر' عبدالرحمٰن محیرز' ابوعلی ثمامہ بن شفی' علی بن رباح' محمد بن کعب القرظی' عبداللہ بن عامر یحصبی' سلیمان بن سنجر عبداللہ بن محیریز' میسرہ' ابویزید خولانی۔

اخلاق:

احکام رسول اللہ ﷺ کی تعمیل اور پابندی سنت کا ہر کام میں خیال رکھتے تھے۔

غزوۂ روم میں ایک مسلمان کا انتقال ہوا تو حضرت فضالہؓ نے حکم دیا کہ ان کی قبر زمین کے برابر بنائی جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ ہم کو اسی کا حکم دیتے تھے[2] ان کے علاوہ بھی جو مسلمان روم میں شہید ہوئے' سب کی قبریں اسی طرح بنوائیں[3]

ایک شخص مصر آیا اور حدیث سننے کے لیے ملاقات کی تو دیکھا پراگندہ سر اور برہنہ پا ہیں' بڑا تعجب ہوا' اور بولا کہ امیر شہر ہو کر یہ حالت؟ فرمایا ہم کو آنحضرت ﷺ نے زیادہ تن آسانی اور بناؤ سنگار کی ممانعت کی ہے اور کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کو بھی فرمایا ہے[4]

---

[1] مسند ص ۲۲ ج ۶۔ [2] مسند ص ۱۸ جلد ۶۔ [3] ایضاً ص ۲۱۔ [4] ایضاً ص ۲۲۔

marfat.com

(ق)

حضرت قتادہؓ بن نعمان

نام ونسب:

قتادہ نام' ابوعمر کنیت' قبیلہ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا' جو قبیلہ نجار سے تھیں' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ ہوتی تھیں' اس بناء پر قتادہ اور ابوسعید اخیافی بھائی تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی[1]

غزوات:

بدر میں شریک تھے[2] غزوہ احد میں حیرت انگیز صبر واستقلال کا اظہار کیا' میدان میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر حملہ کیا' آنکھ باہر نکل کر رخسار پر لٹک آئی' لوگوں نے کہا اس کا کاٹ دینا بہتر ہے' بولے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرلو' آپ نے فرمایا نہیں اور خود دست مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر لگا دیا اور دعا کی اللهم اکسها جمالاً ! خدا کی شان کہ یہ آنکھ نہایت خوبصورت اور تیز تھی ان کی اولاد میں سے کسی شخص نے اس واقعہ کو دو شعروں میں نظم کر دیا ہے:[3]

ان ابن الذی سالت علی الخد علینہ فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد

فعارت کما کانت الاول امرها فیا حسن ما عین و باحسن مارد

بعض لوگوں نے اس کو جنگ بدر کا واقعہ قرار دیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ احد کا واقعہ کا واقعہ تھا' امام مالک' دارقطنی' بیہقی اور حافظ ابن عبدالبر نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے'

---

1. اسد الغابہ ص ۱۹۵ جلد ۴۔ 2. صحیح بخاری ص ۵۷۰ جلد ۲۔ 3. اسد الغابہ ص ۱۹۶ جلد ۴۔

marfat.com

فتح مکہ میں بنوظفر کا علم ان کے پاس تھا[1] غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔ ۱۱ھ میں آنحضرتؐ نے اسامہؓ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا تھا' تمام اکابر مہاجرین اور انصار اس میں شریک تھے۔ حضرت قتادہؓ بھی اس میں شامل تھے[2]

وفات:

۲۳ھ میں انتقال کیا' حضرت عمرؓ اس وقت مسند خلافت پر متمکن تھے' انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی' حضرت عمرؓ، حضرت ابوسعیدؓ خدری اور محمد بن مسلمہ قبر میں اترے۔

وفات کے وقت ۶۵ سال کا سن تھا۔

اہل وعیال:

اولاد کے نام یہ ہیں: عمر' عبید۔ بیوی کا نام معلوم نہیں' اتنا معلوم ہے کہ ان سے نہایت محبت کرتے تھے[3] غزوۂ احد سے قبل شادی کی تھی[4]

فضل وکمال:

فضلائے صحابہؓ[5] میں تھے' ان سے خود صحابہؓ استفتاء کرتے تھے' حضرت ابوقتادہؓ[6] اور حضرت ابوسعیدؓ خدری[7] کے استفتاء کتب حدیث میں منقول ہیں۔ مرویات کی تعداد ۷ ہے' ان میں سے ایک میں بخاری منفرد ہیں۔ راویوں میں حضرت ابوسعیدؓ خدری، حضرت حذیفہؓ اور حضرت محمودؓ بن لبید جیسے اکابر صحابہ کا نام داخل ہے۔

اخلاق:

بیاض اخلاق میں زہد کا عنوان جلی ہے۔ ایک مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنے میں رات ختم کر دی[8] ایک روز آسمان پر ابر محیط تھا اور رات نہایت تیرہ وتاریک تھی' آنحضرتؐ مسجد میں نماز عشا کے لیے تشریف لائے' حضرت قتادہ بھی آئے' بجلی چمکی تو فرمایا ''قتادہ! کیا ہے''؟ عرض کی کہ آج لوگ کم آئیں گے' اس لیے قصد کر کے حاضر ہوا ہوں[9] اس روایت کو امام احمد نے بھی درج کیا ہے۔

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۹۶ جلد ۴۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۱۳۶۔ [3] استیعاب ص ۵۴۵ جلد ۲۔
[4] ایضاً۔ [5] اسد الغابہ ص ۱۹۶ جلد ۴۔ [6] مسند ص ۱۵ جلد ۴۔ [7] صحیح بخاری ص ۷۵۰ جلد ۲۔
[8] مسند ابوسعیدؓ خدری ص ۱۵ جلد ۳۔ [9] اصابہ ص ۲۳۰ جلد ۵۔

marfat.com

حضرت قیسؓ بن سعد بن عبادہ

نام ونسب:

قیس نام' ابوالفضل کنیت' خاندان ساعدہ (قبیلہ خزرج) کے معزز رکن اور حضرت سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کے فرزند ارجمند ہیں' سلسلہ نسب پدر گرامی کے حالات میں بیان ہو چکا ہے' والدہ ماجدہ کا نام فکیھہ بنت عبید بن ولیم تھا اور ان کے والد بزرگوار کی بنت عم تھیں۔

جد گرامی مدینہ کے مشہور مخیر اور رئیس اعظم تھے' والد ماجد قبیلہ خزرج کے سردار اور صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے' آل ساعدہ کا یہ نامور اسی سپہر بریں کا آفتاب عالم تاب تھا۔

اسلام:

ہجرت نبوی سے قبل مذہب اسلام سے مشرف ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی۔ جیش الخبط میں کہ رجب ۸ ہجری میں ہوا تھا' شریک تھے' یہ غزوہ مسلمانوں کے لیے یکسر امتحان وآزمائش تھا' ۳۰۰ آدمیوں کو لے کر جن میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے' حضرت ابوعبیدہؓ ساحل کی طرف بڑھے' وہاں ۱۵ روز قیام رہا' زادراہ ختم ہو چکا تھا' لوگ پتے جھاڑ جھاڑ کر کھاتے تھے' حضرت قیسؓ نے یہ دیکھ کر ۳ اونٹ قرض لئے اور ان کو ذبح کرایا' اس طرح تین مرتبہ ۹ اونٹ قرض لے کر ذبح کیے اور تمام لشکر کے قوت کا سامان کیا' حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ دیکھ کر کہ زیادہ زیر بار ہو رہے ہیں اس سے منع کر دیا[1]

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۲۵ و ۶۲۶ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کردیں گے[1]، غزوہ سے واپس ہو کر لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ سخاوت اور فیاضی اس گھرانے کا خاصہ ہے[2]

غزوۂ فتح میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے، یاد ہوگا سعد بن عبادہؓ سے جب آنحضرت ﷺ نے جھنڈا لے لیا تو انہی کو عطا کیا تھا[3]

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ وہ خلافت الٰہی کے ایک ضروری رکن تھے، خلافت کا نظام جن ارکان سے قائم تھا ان میں ایک حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

ان قیس بن سعد کان یکون بین ید النبی صلی الله علیه وسلم بمنزلة صاحب الشرط من الامیر[4]

''یعنی قیس کا دربار رسالت میں وہ درجہ تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے افسر اعلیٰ کا ہوتا ہے''۔

جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کو خاص خصوصیت حاصل تھی، مسند خلافت پر جلوس فرما ہوئے تو ان کو مصر کا والی مقرر کیا، امیر معاویہؓ نے ان کے خلاف ہر چند کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے اور مصر میں کسی قسم کی شورش نہ ہو سکی، آخر کوفیوں کو اٹھا کر حضرت علیؓ سے قیس رضی اللہ عنہ کی معزولی کا فرمان بھجوایا، اور ان کی جگہ پر محمد بن ابی بکر والی ہو کر مصر گئے لیکن مصر کی ولایت ان کے بس کی نہ تھی، امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاص کی حکمت عملی نے ان کے خلاف بدامنی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا، جس سے سد خلافت ٹکڑا کر پاش پاش ہوگئی۔[5]

حضرت قیسؓ مصر سے مدینہ چلے آئے، یہاں مروان موجود تھا، اس نے دھمکی دی تو مجبور ہو کر کوفہ چلے گئے اور وہاں جناب امیرؓ کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔[6]

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۱۵ جلد ۴۔ [2] استیعاب ص ۵۳۹ جلد ۲۔ [3] ایضاً۔ [4] صحیح بخاری ص ۱۰۵۹ جلد ۲۔
[5] اصابہ ص ۲۵۵ جلد ۵۔ [6] اسد الغابہ ص ۲۱۶ جلد ۴۔

marfat.com

اسی زمانہ میں صفین کا واقعہ پیش آیا' حضرت قیسؓ اس میں شریک ہوئے' اور یہ اشعار پڑھے:

هـذا اللواء الذى كنا نحف به مع النبـى و جبـريـل لنا مدد

حاضر من كانت الانصارعيبته ان لا يكـون له من غيرهم احد

قـوم اذا حـاربـو اطالت اكفهم بـالـمشـرفية حق يـفتح البلد

اس سے قبل جنگ جمل میں بھی حصہ لے چکے تھے۔

جنگ نہروان میں اپنی تمام قوم کے ساتھ شریک تھے' ابتداً اتمام حجت کے لیے جناب امیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوبؓ انصاری اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے لشکر میں بھیجا عبداللہ بن شجر خارجی سے گفتگو ہوئی' اس نے کہا کہ آپ کی اتباع ہمیں منظور نہیں ہے عمر بن خطابؓ جیسا کوئی ہو تو اس کو خلیفہ بنا سکتے ہیں' حضرت قیسؓ نے جواب دیا کہ ہم میں علی بن ابی طالبؓ ہیں' تم میں کوئی اس مرتبہ کا ہو تو پیش کرو' بولا میں ہم میں کوئی نہیں' فرمایا' تو پھر اپنی جلد خبر لو' میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ تمہارے دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے۔

لڑائی کے بعد بھی جناب امیر رضی اللہ عنہ کے وفادار دوست رہے' ۴۰ھ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور عنان خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوئی تو قیسؓ ان کے بھی دست بازو رہے امیر معاویہؓ نے جناب امیرؓ کی شہادت کی خبر سن کر ایک لشکر بھیجا تھا' قیسؓ پانچ ہزار آدمیوں کو لے کر جن کے سر منڈے ہوئے تھے اور موت پر بیعت کر چکے تھے' شامی لشکر کو روکنے کے لیے انبار پہنچے امیر معاویہ نے انبار کا محاصرہ کیا' اسی درمیان میں فریقین میں صلح ہوگئی اور امام حسنؓ نے قیس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ''شہر معاویہؓ کے سپرد کر کے میرے پاس مدائن چلے آؤ''۔

خط پہنچا تو نہایت برہم ہوئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت وسست کہا' پھر سب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور کہا کہ ''دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو' قتال بلا امام یا اطاعت معاویہ' سب نے باتفاق کہا کہ جنگ کے بجائے امن اچھا ہے ہم سب امیر معاویہ کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں' قیس نے ان لوگوں کے لیے امیر سے امان طلب کی اور سب کو لے کر مدائن چلے آئے۔ یہاں سے قیسؓ نے مدینہ کا رخ کیا' ساتھیوں کے لیے خود اپنے

marfat.com

اونٹ ذبح کرائے، مدینہ پہنچنے تک ایک اونٹ روزانہ ذبح کراتے تھے۔ مدینہ آ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے، یہاں تک کہ ان کا مقررہ وقت آ گیا۔

وفات:

۶۰ھ میں انتقال کیا، امیر معاویہ کی حکومت کا اخیر زمانہ تھا، کچھ دنوں بیمار رہے اہل مدینہ کثرت سے ان کے قرض دار تھے، اس لیے عیادت کو آتے ہوئے شرماتے تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ جس پر جتنا قرض ہے، میں معاف کرتا ہوں، اس خبر کے مشہور ہوتے ہی عیادت کے لیے سارا شہر امنڈ آیا، حضرت قیسؓ بالا خانہ پر تھے، لوگوں کی یہ کثرت ہوئی کہ آمد و رفت میں کوٹھے کا زینہ ٹوٹ گیا۔

اہل و عیال:

لڑکے کا نام عامر تھا[1] اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، قد لمبا، بدن دوہرا، خوبصورت اور شکیل تھے، چہرہ پر ایک بال نہ تھا اس لیے انصار ظرافت میں کہا کرتے تھے کہ کاش ان کے لیے ایک داڑھی خرید لی جاتی قد اتنا لمبا تھا کہ گدھے پر سوار ہوتے تو پیر زمین پر لٹکتے تھے۔

فضل و کمال:

فضلائے صحابہؓ میں تھے، اشاعت حدیث خاص نصب العین تھا، مصر میں امیر ہو کر گئے تو بعض حدیثیں منبر پر بیان کیں۔[2] مسائل میں غور و فکر اور تحری سے کام لیتے تھے۔

ایک شخص نے صدقہ فطر کی بابت سوال کیا، فرمایا زکوٰۃ سے پیشتر آنحضرتؐ نے اس کا حکم دیا تھا جب زکوٰۃ مقرر ہوگئی تو نہ حکم دیا اور نہ منع فرمایا، اسی بنا پر ہم لوگ اب تک ادا کرتے ہیں۔[3] راویان حدیث اور تلامذہ خاص میں اصحاب ذیل کا نام لیا جا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ، ثعلبہ بن ابی مالک، ابومیسرۃ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابوعمار غریب بن حمید ہمدانی، شعبی، عمرو بن شرحبیل وغیرہ۔

---

[1] مسند ص ۴۲۲ جلد ۳۔ [2] مسند ص ۴۲۲ جلد ۲۔ [3] ایضاً ص ۶ ص ۶۔

marfat.com

اخلاق وعادات:

گلستان سیرت، نسیم اخلاق سے شگفتہ ہے، خدمت رسول، زہد واتقا، ادب نبوت، جود وسخا، رائے وتدبر، شجاعت وبسالت، ہر دلعزیزی اور بے تعصبی اس نوبادۂ ساعدہ کے گلہائے شگفتہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دین ودنیا کی سعادت ہے، تمام صحابہؓ اس شرف عظیم کے لیے جدوجہد کرتے تھے، لیکن ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، مسند ابن حنبل میں ہے:

ان اباه دفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم يخدمه[1]

''یعنی ان کے باپ حضرت سعدؓ نے ان کو آنحضرت ﷺ کے حوالہ کیا کہ ان سے کام لیا کریں''۔

زہد کا یہ عالم تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے بعد بالکل عزلت نشین ہوگئے تھے، اکثر عبادت کیا کرتے تھے۔

فرائض سے گزر کر نوافل تک نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے یوم عاشورہ کا روزہ نفل ہے اور رمضان کے روزوں سے قبل تمام صحابہؓ رکھتے تھے، روزہ رمضان فرض ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی، تاہم حضرت قیسؓ ہمیشہ عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔[2]

حامل رسالت کے ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ ایک بار آنحضرتؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، واپسی کے وقت حضرت سعدؓ نے اپنا گدھا منگوایا اور اس پر چادر بچھوائی، اور قیسؓ سے کہا کہ آپ کے ساتھ جاؤ، قیسؓ ساتھ چلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ، ان کو تامل ہوا تو ارشاد ہوا کہ سوار ہو یا واپس جاؤ، حضرت قیسؓ آنحضرتؐ کے برابر بیٹھنا خلاف ادب سمجھتے تھے، اس لیے واپس آئے۔

جود وسخا، فیاضی وکرم ان کی زندگی کا روشن تر وصف ہے، اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں:

---

[1] مسند ص ۴۲۲ ج ۳۔ [2] مسند ص ۴۲۲ جلد ۳۔ [3] ایضاً ص ۴۲۱ جلد ۳۔

marfat.com

كان من كرام اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم واسخيائهم.

''یعنی وہ صحابہؓ میں نہایت کریم اور سخی تھے''۔

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی' یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے' لیکن اس میں ملک کی آب و ہوا' والدین کے طرز بود و باش اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بڑی حد تک دخل تھا' جیش الخبط کے معرکے میں جب مدینہ آ کر اپنے والد سے لوگوں کی فاقہ مستی کا حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کراتے' جواب دیا کہ میں نے ایسا ہی کیا' دوسرے فاقہ کا حال کہا تو بولے پھر ذبح کراتے' عرض کیا یہی کیا تھا اسی طرح تیسری بار کی بھوک اور اس کی شدت کا حال سنا تو فرمایا کہ پھر ذبح کراتے بولے کہ مجھے روک دیا گیا۔[1]

اسی غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے جو جملہ ان کے متعلق استعمال کیا تھا' اس کی خبر سعد بن عبادہؓ کو پہنچ گئی' وہ رسول اللہؐ کے پاس پیچھے آ کر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ابن ابوقحافہؓ اور ابن خطابؓ کی طرف سے کوئی جواب دے' وہ میرے بیٹے کو بخیل کیوں بنانا چاہتے ہیں۔[2]

جس شخص کا باپ اتنا دریا دل ہو' اس کی فیاضی کی کیا انتہاء ہو سکتی ہے' مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں:

واما جوده فله فيه اخبار كثيرة لا نطول بذكرها.[3]

''یعنی ان کی سخاوت کے قصے کثرت سے مشہور ہیں ہم ان کا ذکر طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں''۔

کثیر بن صلت' امیر معاویہ کے قرض دار تھے' انہوں نے مروان کو لکھا کہ کثیر کا مکان تم خرید لو' اگر نہ دیں تو روپیوں کا مطالبہ کرنا' روپیہ دیں تو خیر' ورنہ مکان فروخت کر ڈالنا' مروان نے کثیر کو بلا کر اس واقعہ سے آگاہ کیا' اور ۳ دن تک مہلت دی' کثیر کو مکان بیچنا منظور نہ تھا روپیوں کی فکر کی' لیکن ۳۰ ہزار کی کمی تھی سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پوری ہو! اتنے میں قیس کا خیال آیا ان کے مکان پر پہنچے اور ۳۰ ہزار قرض مانگا' انہوں نے فوراً دے دیا' چنانچہ مروان کے پاس روپے لے کر آئے' اس کو رحم آ گیا' اور مکان اور روپے دونوں ان کے

[1] صحیح بخاری ص ۶۲۶ جلد ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۲۱۵ جلد ۴۔ [3] ایضاً ص ۳۱۶۔

marfat.com

حوالے کر دیئے' وہاں سے اٹھ کر قیسؓ کے پاس پہنچے اور ۳۰ ہزار کی رقم واپس کی' انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دے دیتے ہیں' اس کو پھر واپس نہیں لیتے [1]

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں جس کی وجہ سے چوہے آئیں) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے' اچھا جاؤ اب تمہارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گے' چنانچہ اس کا گھر غلہ اور روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھروا دیا [2]

آبائی جائیداد میں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی' حضرت سعدؓ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائیداد' اولاد پر تقسیم کر گئے تھے ایک لڑکا ان کی وفات کے بعد پیدا ہوا' اس کا حصہ انہوں نے نہیں لگایا تھا' حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قیس کو مشورہ دیا کہ اس تقسیم کو فسخ کر کے از سر نو حصے لگائیں' انہوں نے کہا کہ میرے باپ جس طرح حصے لگا گئے ہیں بدستور قائم رہیں گے' باقی میرا حصہ موجود ہے' وہ میں اس کو دیئے دیتا ہوں [3]

رائے و تدبیر میں تمام عرب میں انتخاب تھے' مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں:

کانوا یعدون دهاة العرب حین ثارت الفتنة خمسة رهط یقال لهم ذوارای العرب ومیکیدتهم معاویةؓ وعمروؓ بن العاص وقیس بن سعد والمغیرة بن شعبه وعبدالله بن بدیل بن ورقاء [4]

''یعنی ایام فتنہ میں عرب میں چال اور حکمت عملی والے پانچ شخص تھے' معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، قیسؓ، مغیرہؓ، عبداللہ ابن بدیلؓ

ہوشیاری اور چالاکی کا یہ عالم تھا کہ جب تک وہ مصر کے والی رہے' امیر معاویہؓ اور عمروؓ کی کوئی حکمت عملی کارگر نہ ہوئی' وہ کہتے ہیں:

لولا الاسلام المکرت مکرا لا تطیقه العرب.

''یعنی اگر اسلام نہ ہوتا تو میں ایسا مکر کرتا جس سے تمام عرب عاجز آ جاتا''۔

اپنی قوم میں نہایت ہر دلعزیز اور تمام انصار پر حاوی تھے۔

---

[1] استیعاب ص ۵۳۹ جلد ۲۔ [2] استیعاب ص ۵۳۹ جلد ۲۔ [3] ایضاً۔ [4] اسد الغابہ ص ۳۱۵ جلد ۴۔

marfat.com

حبیب بن مسلمہ فتنہ اولیٰ (قتل حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں گھوڑے پر سوار ہو کران کے پاس آئے اور کہا کہ اسی گھوڑے پر سوار ہو جایئے اور خود زین سے ہٹ گئے' قیسؓ نے اس بنا پر آگے بیٹھنے سے انکار کیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آگے خود جانور کے مالک کو بیٹھنا چاہئے' حبیب نے کہا یہ میں بھی جانتا ہوں' لیکن آپ کے پیچھے بیٹھنے میں مجھ کو اطمینان نہیں[1] نہایت درجہ بے تعصب تھے' قادسیہ میں سہل بن حنیف کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ گزرا تو جیسا کہ مسلمانوں کا عام قاعدہ تھا' کھڑے ہو گئے' لوگوں نے کہا' آپ ناحق کھڑے ہوئے' وہ ایک ذمی کا جنازہ تھا' حضرت قیسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بھی ایک یہودی کے جنازہ کے لیے اٹھے تھے' جب واقعہ معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کیا مضائقہ ہے آخر وہ بھی تو ایک جان ہے[2] شجاعت و بسالت کا تذکرہ غزوات میں آچکا ہے' اس بنا پر اس کا اعادہ چنداں ضروری نہیں۔

حضرت قرظہ بن کعبؓ

نام ونسب:

قرظہ نام' ابوعمرو کنیت' قبیلہ حارث بن خزرج سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے۔ قرظہ بن کعب بن کعب بن ثعلبہ بن عمرو بن کعب بن الاطنابہ' بعض لوگوں نے اس طرح لکھا ہے' قرظہ بن عمرو بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج۔

ماں کا نام خلیدہ بنت ثابت بن سنان تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات اور عام حالات:

غزوۂ احد' غزوۂ خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی عہد صدیقی مدینہ میں گزرا'

---

1 مسند ص ۴۲۲ ج ۳۔ 2 ایضاً ص ۶ ج ۶۔

marfat.com

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ آئے اور یہیں مقیم ہو گئے' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ امارت میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے ایک دوست کو جو ابن النواحہ کے نام سے مشہور تھا کوفہ میں قتل کیا۔ ۲۳ھ (عہد فاروقی) میں رے کی مہم سر کی' جناب امیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے لیے روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا' اور جب صفین کے لیے نکلے تو ان کو ہمراہ لے گئے اور ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کو جانشینی کے لیے کوفہ میں چھوڑا۔

اس زمانہ میں ان کے علاقہ کا ایک واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے' ذمیوں کی ایک نہر خشک ہو کر مٹ رہی تھی اور ذمی پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس مقام کو چھوڑ دینا چاہتے تھے' جناب امیرؓ کے پاس ایک وفد بھیجا اور حالات گوش گزار کیے' آپ نے قرظہ کو ایک خط لکھا جو بجنسہ تاریخ یعقوبی میں درج ہے' ہم اس کے بعض فقرے اس مقام پر نقل کرتے ہیں:

فانظر انت وهم ثم اعمر واصلح النهر فلعمری لان یعمروا احب الینا من ان یخرجوا وان یعجزوا اویقصروا فی واجب من صلاح البلاد۔ (۴۰: ج ۲)

''تم اور وہ (ذمی) مل کر اس معاملہ پر غور کرو' ان کے آباد رہنے کی فکر رکھو اور نہر درست کرو اور خدا کی قسم میں ان کا آباد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں ان کا عاجز آ کر بھاگ جانا یا زمین اور آبادی کی سعی فلاح میں ناکام رہنا مجھے منظور نہیں''۔

وفات:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' اہل کوفہ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا' چنانچہ بزم ماتم قائم ہوئی اور ہر طرف کہرام مچ گیا' کوفہ میں یہ بالکل نئی بات تھی' ابو حاتم رازی' ابن سعد' ابن حبان اور قاضی ابن عبدالبر کا یہی خیال ہے۔

لیکن صحیح مسلم میں اس کے خلاف روایت آئی ہے' اس بناء پر بعض لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کی بجائے عہد معاویہؓ میں ہوئی ہے' صحیح مسلم میں ہے کہ قرظہ بن کعب پر کوفہ میں نوحہ کیا گیا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا' آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس پر نوحہ کیا جائے' اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا' اس روایت

maarfat.com

میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں:

1. مغیرہ بن شعبہؓ کے کوفہ میں موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر معاویہ کا عہد خلافت تھا اور مغیرہ کوفہ کے والی تھے' کیونکہ جناب امیرؓ اور امیر معاویہ کی باہمی جنگ میں مغیرہؓ طائف میں گوشہ نشین تھے' حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد کوفہ آئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح ہو جانے کے بعد امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔
2. صحیح مسلم کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ مغیرہؓ اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے۔
3. ترمذی میں ہے کہ مغیرہ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا' اور رونے کی ممانعت پر حدیث پڑھی۔
4. صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے کہ مغیرہؓ نے بحالت امارت حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کی امارت کوفہ ۵۰ھ میں تھی۔

ان تمام روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں ان کا انتقال ہوا یہی وجہ ہے کہ ابن سعدؓ نے طبقات الکوفیین میں پہلی روایت کو لیا ہے' دوسری جگہ اس سے ذراہٹ کر لکھتے ہیں' مات بالکوفة والمغيرة وال عليها. حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ایک احتمال پیدا کیا ہے' یعنی یہ کہ صحیح مسلم کی روایت میں جو واقعہ ہے' ضروری نہیں کہ امارت مغیرہؓ کے زمانہ کا ہو' ممکن ہے کہ مغیرہؓ امیر نہ ہوں' اور یہ جملہ عہد امیر میں کہا ہو' لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں' مسلم کی دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے' جناب امیرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت مغیرہؓ سرے سے کوفہ میں موجود ہی نہ تھے۔

فضل و کمال:

فضلائے صحابہ میں تھے' حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر والی کوفہ کے ہمراہ انصار کے دس بزرگوں کو تعلیم فقہ کے لیے بھیجا تھا' حضرت قرظہ بھی انہی میں تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے چند روایتیں کیں' عامر بن سعد بجلی اور امام شعبی ان کے مسند فیض کے حاشیہ نشین ہیں۔

marfat.com

اخلاق:

مقدس اور عالی مرتبہ ہونے کے باوجود زندہ دل تھے' ان کے ہاں شادی کی تقریب تھی' لڑکیاں گا رہی تھیں' اور یہ ابو مسعود اور ثابت بن زیدؓ کے ساتھ بیٹھے گانا سن رہے تھے' عامر بن سعد نے کہا' آپ لوگ صحابی ہو کر گانا سنتے ہیں' فرمایا آنحضرتؐ نے ہم کو شادی میں گانے اور موت میں نوحہ کے بغیر رونے کی اجازت دے دی ہے[1]

حضرت قطبہؓ بن عامر

نام ونسب:

قطبہ نام' ابو زید کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

اسلام:

عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔

غزوات:

بدر' احد اور تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ہم رکاب تھے' غزوۂ بدر میں نہایت پامردی اور جانبازی سے لڑے' مسلمانوں اور کفار کی صفوں کے درمیان ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ ''جب تک یہ نہ بھاگے گا میں بھی نہ بھاگوں گا''۔ غزوۂ احد میں ۹ زخم کھائے اور فتح مکہ میں بنو سلمہ کی علمبرداری کا فخر حاصل کیا۔

وفات:

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

اخلاق:

سنت نبویؐ پر چلنے کی سخت کوشش کرتے تھے' زمانہ جاہلیت میں انصار احرام باندھ

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۰۲ جلد ۴۔

marfat.com

کر دروازوں سے گھر کے اندر نہ آتے تھے، قریش میں بھی یہی دستور تھا، لیکن چند قبائل مستثنیٰ تھے، ایک روز احرام کی حالت میں آنحضرت ﷺ کسی باغ میں داخل ہوئے صحابہ بھی ساتھ تھے، قطبہؓ بھی دروازے سے اندر چلے گئے، لوگوں نے کہا یارسول اللہؐ یہ فاجر آدمی ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا تم کو یہ فاجر کہتے ہیں، جب احرام باندھے تھے تو پھر اندر کیوں آئے؟ جواب دیا آپ کے ساتھ چلا آیا، فرمایا میں تو احمسی ہوں، عرض کی دینی دینك جو آپ کا دین ہے وہی میرا بھی ہے، کلام مجید نے اس خیال کی تائید کی اور یہ آیت اتری:

﴿ لیس البر بان فاتوا البیوت من ظھورھا ﴾

"یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے آتے ہو"۔

اس آیت کے بموجب انصار کی ایک قدیم رسم جو بالکل حماقت پر مبنی تھی، متروک ہوگئی، لیکن جس شخص نے سب سے پہلے اس کو ترک کیا وہ حضرت قطبہؓ تھے، اور اس لیے من سن سنة حسنة الخ کے وہ مصداق کہے جاسکتے ہیں۔

(ک)

حضرت کعبؓ بن مالک

نام ونسب:

کعب نام، ابوعبداللہ کنیت، بنوسلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام لیلیٰ بنت زید بن ثعلبہ تھا اور بنوسلمہ سے تھیں۔

جاہلیت میں ابوبشیر کنیت کرتے تھے، آنحضرت ﷺ نے بدل کر ابوعبداللہ کر دی، مالک کے یہی چشم و چراغ تھے۔

marfat.com

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ آ کر بیعت[1] کی۔

غزوات:

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے اور انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے ان کا بھائی بنایا۔ غزوہ بدر میں جلدی کی وجہ سے نہ جا سکے' ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے تھے' لیکن آنحضرتؐ نے کسی کو کچھ نہ کہا۔

اس غزوہ سے محروم رہنے کا ان کو کچھ افسوس بھی نہ تھا' خود فرماتے تھے کہ لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں جو اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی' میں بدر کو ترجیح نہیں دیتا گو لوگوں میں بدر کا زیادہ چرچا ہے[2]

غزوۂ احد میں اپنے مہاجر بھائی کی طرح داد شجاعت دی' آنحضرت ﷺ کی زرد زرہ پہن کر میدان میں آئے' آنحضرتؐ ان کی زرہ زیب تن کیے تھے' اس لڑائی میں ۱۱ زخم کھائے۔

آنحضرتؐ کے متعلق خبر اڑ گئی تھی کہ شہید ہو گئے' صحابہ کو سخت تشویش پیدا ہو گئی' سب سے پہلے انہوں نے پہچانا اور بآواز بلند پکار اٹھے کہ رسول اللہؐ یہ ہیں' آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا خاموش رہو[3]

احد کے بعد جو غزوات پیش آئے' ان میں انہوں نے نہایت مستعدی سے شرکت کی' یہ عجیب بات ہے کہ عہد نبوت کے پہلے غزوہ کی طرح پچھلے غزوہ کی شرکت کے شرف سے بھی محروم رہے' غزوۂ تبوک آنحضرت ﷺ[4] کا اخیر غزوہ ہے اور غزوہ عسرت بھی کہلاتا ہے' آنحضرت ﷺ کی یہ عادت تھی کہ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو صاف صاف نہ بتاتے' لیکن اس دفعہ خلاف معمول ظاہر کر دیا تھا' تا کہ مسلمان اس طویل اور مشکل سفر کے لیے تیار ہو جائیں' خود حضرت کعبؓ نے اس کے لیے دو اونٹ مہیا کیے تھے' ان کا بیان ہے کہ میں کسی غزوہ میں اتنا قوی' تیار اور خوشحال نہ تھا' جتنا اس دفعہ تھا۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۰ جلد ۱۔ [2] صحیح بخاری ص ۶۳۴ جلد ۲۔ [3] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۲۔
[4] یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری ص ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ میں مذکور ہے۔

marfat.com

اہتمام کی اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں سے مقابلہ تھا جو ساز و سامان' تعداد' جمعیت و کثرت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوت شمار ہوتے تھے' آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی بہت بڑی جمعیت فراہم کی' اور شدید گرمی کے زمانہ میں تیاری کا حکم دے دیا۔ حضرت کعبؓ روزانہ تہیہ کرتے لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پاتے' اسی حیص و بیص میں وقت گزر گیا اور آنحضرت ﷺ صحابہ کو لے کر تبوک روانہ ہوگئے۔ یہاں ابھی تک سامان بھی درست نہ ہوا تھا' دل میں کہتے تھے کہ میں جا سکتا ہوں لیکن پھر نیت بدل جاتی اور رک جاتے' اسی طرح روزانہ سفر کا ارادہ کرتے اور فسخ کرتے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے تبوک پہنچنے کی خبر آ گئی۔

شہر میں نکلتے تو منافقین اور ضعفاء کے علاوہ کوئی نظر نہ آتا' سخت شرمندگی ہوتی کہ تنومند' قوی اور صحیح و سالم ہونے کے باوجود کیوں پیچھے رہ گیا۔ آنحضرت ﷺ کو ان کے رہ جانے کا کوئی خیال بھی نہ تھا' نہ فوج کا کوئی رجسٹر تھا' جس میں غیر حاضر رہنے والوں کا پتہ چلتا' اس بناء پر آنحضرت ﷺ کو معلوم ہونے کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ وحی الٰہی تھی۔

تبوک پہنچ کر ان کے متعلق دریافت کیا تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کو اپنے کپڑے دیکھنے سے کب فرصت تھی جو یہاں آتے' حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا یہ غلط ہے ہم نے ان میں کوئی بری بات نہیں پائی' آنحضرتؐ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔

غزوہ ختم ہوگیا' اور رسول اللہ ﷺ کی واپسی کی خبر ان کو ملی تو ان کے دل میں مختلف خیالات موجزن ہوئے' گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضی سے بچنے کی کیا تدبیر ہے' کبھی یہ خیال آتا کہ باتیں بنا کر آنحضرتؐ کے غصہ سے نجات حاصل کریں' لیکن جب رسول اللہؐ مدینہ کے قریب پہنچے تو تمام وسوسے دور ہوگئے اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو سچ سارا ماجرا حضور سے عرض کر دیں گے۔

آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو ۸۰ سے اوپر آدمیوں کی ایک جماعت معذرت کے لیے حاضر ہوئی' اور قسم کھا کر ایک ایک نے اپنا عذر بیان کیا' آپ نے سب کا عذر قبول کیا' بیعت لی اور سب کے لیے استغفار کیا' اس کے بعد حضرت کعبؓ سامنے آئے' آنحضرتؐ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' آؤ' وہ سامنے آ کر بیٹھے تو پوچھا غزوہ میں کیوں

marfat.com

نہ گئے؟ عرض کی حضورؐ سے کیا چھپاؤں' کوئی دنیاوی حاکم ہوتا تو سوطرح کی باتیں بنا کر اس کو راضی کر لیتا' کیونکہ میں مقرر اور مباحث واقع ہوا ہوں' لیکن آپ کے سامنے سچ بولوں گا' شاید خدا معاف کر دے' جھوٹ بولنے سے اس وقت آپ خوش تو ہو جائیں گے لیکن پھر خدا آپ کو میری طرف سے ناراض کر دے گا' اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے' واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا' میں نہایت قوی' باسروسامان اور مالدار تھا' لیکن بدقسمتی کہ نہ جاسکا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہوں نے سچی بات کہی' اچھا جاؤ تمہارے لیے خدا جو فیصلہ کرے۔

یہ وہاں سے اٹھے تو بنوسلمہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے تم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا اور تعجب ہے کہ اس کے لیے تم کوئی عذر بھی پیش نہ کر سکے' کیا اچھا ہوتا اگر اور لوگوں طرح تم نے بھی کوئی عذر کر دیا ہوتا۔ رسول اللہؐ نے استغفار کیا تھا' تمہارا گناہ بھی معاف ہو جاتا' یہ سن کر پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا' کہ رسول اللہؐ کے سامنے جا کر اگلے بیان کی تردید کر دیں' پھر کچھ سوچ کر پوچھا کہ میرے جیسے کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ معلوم ہوا ہاں دو آدمی اور ہیں' مرارہؓ بن ربیع اور ہلال بن امیہؓ' دونوں بزرگ نہایت صالح اور غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے ان کے نام سن کر تسکین ہوئی اور جھوٹ کے ارادہ سے باز رہے۔

آنحضرتؐ نے ان تینوں سے مسلمانوں کو بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی تھی' ۵۰ دن تک یہی حالت رہی' لوگ ان کو گھور گھور کر دیکھتے تھے' لیکن بولتے نہ تھے' مرارہؓ اور ہلالؓ تو گھر میں بیٹھ گئے تھے' اور رات دن رویا کرتے تھے' کعبؓ جوان آدمی تھے' گھر میں کہاں بیٹھ سکتے تھے' پانچوں وقت مسجد میں نماز کے لیے آتے اور بازاروں میں پھرا کرتے لیکن کوئی مسلمان بات تک کا روادار نہ ہوتا۔

مسجد میں آتے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز کے بعد سلام کرتے' آنحضرتؐ مصلے پر بیٹھے رہتے' یہ دیکھتے کہ جواب میں لب مبارک ہلے یا نہیں' پھر قریب ہی نماز پڑھتے اور گوشہ چشم سے آنحضرت ﷺ کی طرف تاکتے' آنحضرتؐ ان کو دیکھتے رہتے' جب نماز سے فارغ ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ منہ پھیر لیتے تھے۔

marfat.com

ان کے ساتھ یہی برتاؤ ان کے گھر والوں کا بھی تھا' حضرت ابوقتادہؓ عم زاد بھائی تھے ایک مرتبہ ان کے مکان کی دیوار پر چڑھے اور سلام کیا' انہوں نے جواب تک نہ دیا' انہوں نے تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا تم یہ جانتے ہو کہ "میں اللہ اور رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہوں" انہوں نے اخیر مرتبہ جواب دیا کہ خدا اور رسول ﷺ کو خبر ہوگی' اس جواب سے ان کو سخت مایوسی ہوئی اور دل میں کہا کہ اب میرے ایمان کی بھی کوئی گواہی دینے والا نہیں' بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بازار کی طرف نکل گئے' وہاں ایک نبطی جو شام کا باشندہ تھا ان کو ڈھونڈ رہا تھا' مسلمانوں نے اشارہ کیا کہ دیکھو وہ آ رہے ہیں' وہ بادشاہ غسان کا ان کے پاس ایک خط لایا تھا' کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا کہ تمہارے صاحب (آنحضرتؐ) نے تم پر بڑی زیادتی کی' لیکن خدا نے تم کو کسی ذلیل گھر میں پیدا نہیں کیا ہے' تم میرے پاس آ جاؤ' مضمون پڑھ کر کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے اور خط کو تنور میں ڈال دیا۔

چالیس دن گزر گئے تو آنحضرت ﷺ کا آدمی پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ' پوچھا طلاق دے دوں؟ بولا نہیں صرف الگ رہو۔ اپنی بیوی سے جا کر کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور جب تک میری نسبت خدا کوئی فیصلہ نہ کر دے وہیں رہو' ہلالؓ اور مرارہ کو بھی یہی حکم ہوا تھا' لیکن ہلالؓ بہت بوڑھے تھے ان کی بیوی بارگاہ رسالت میں گئیں' اور خدمت کی اجازت لے آئیں' بولے میں نہ جاؤں گا معلوم نہیں آپ کیا فرمائیں۔

پچاسویں دن فجر کی نماز پڑھ کر چھت پر بیٹھے ہوئے تھے' اور دل میں کہہ رہے تھے' کہ اب تو زندگی سے بیزار ہوں' زمین و آسمان مجھ پر تنگ ہیں' کہ اتنے میں پہاڑ پر سے آواز آئی کہ اے کعب! بشارت ہو' سمجھ گئے کہ در قبول وا ہوا' اور اللہ نے توبہ قبول کر لی' فوراً سجدہ میں گر پڑے' خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور اپنی مغفرت چاہی' دو آدمیوں نے جس میں ایک گھوڑے پر سوار تھا' آ کر خوشخبری سنائی' انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر دونوں کو دے دیئے' مزید کپڑے موجود نہ تھے اس لیے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے۔

marfat.com

راستہ میں لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے' سب نے مبارک باد دی مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے حضرت طلحہؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا لیکن وہ لوگ بیٹھے رہے' آنحضرت ﷺ کو سلام کیا' چہرۂ مبارک مسرت سے چاند کی طرح چمک رہا تھا' فرمایا تم کو بشارت ہو' جب سے تم پیدا ہوئے آج سے بہتر کوئی دن نہ گزرا ہوگا' پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) آپؐ نے معاف کیا؟ فرمایا میں نے نہیں خدا نے معاف کیا جوش مسرت میں عرض کیا کہ اپنا مال صدقہ کرتا ہوں۔ فرمایا کہ کچھ صدقہ کرو' انہوں نے خیبر کا حصہ صدقہ کر دیا' اس کے بعد کہا کہ خدا نے مجھ کو صرف سچ کی وجہ سے نجات دی' اب یہ عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔

سچ بولنے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو جس ابتلا کا سامنا ہوا' اس کی نظیر سے تاریخ اسلام خالی ہے' ایسے بڑے بڑے مصائب پر بھی ان کا قدم جادۂ استقلال سے نہ ہٹا۔ قرآن مجید کی یہ آیتیں ان کے متعلق نازل ہوئیں:

﴿ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ (سورہ توبہ: رکوع ۱۱)

''یعنی خدا نے ان تین آدمیوں کی توبہ قبول کی جو پیچھے چھوڑ گئے تھے' یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی' اور خود اپنی زندگی سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ صرف خدا ہی سے پناہ لینا چاہیے تو خدا ان کی طرف رجوع ہوا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع ہوں بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے''۔

اس آیت میں خلفوا کا لفظ ہے' جس کے معنی غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا اس معاملہ میں امر الٰہی کا منتظر رہنا اور ان کو چھوڑ رکھنا ہے۔[1]

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۶ جلد ۲۔

marfat.com

عہد نبوی کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روح فرسا واقعہ میں انہوں نے مرثیہ لکھا' حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائیوں میں وہ دونوں سے الگ رہے۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے عہد میں وفات پائی' سنہ میں اختلاف ہے' بعض کا خیال ہے کہ ۵۰ھ تھا۔ عمر ۷۷ سال تھی۔

اولاد:

عبداللہ' عبیداللہ' عبدالرحمٰن' معبد' محمد' قصر کعب کے ارکانِ خمسہ تھے ان میں سے اول الذکر کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب ان کے والد نابینا ہو گئے تو یہ ان کے قائد اور راہنما بنتے تھے۔[1]

فضل و کمال:

حدیث کی کتابوں میں ۸۰ روایتیں ہیں اور خود آنحضرتؐ اور اسید بن حضیر سے روایت کی' راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، امام باقر، عمرو بن حکم بن ثوبان، علی بن ابی طلحہ، عمر بن کثیر بن افلح، عمر بن حکم بن رافع جیسے اکابر شامل ہیں۔

مشہور شاعر تھے' طبیعت اچھی پائی تھی' اور اشعار میں جدت تھی' جاہلیت میں شاعری کے انتساب سے مشہور تھے' ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ شعر کہنا کیسا ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں' مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے' جب یہ شعر کہا:

زعمت سخینة ان ستغلب ربها   فلیغلبن مغالب الغلاب

''سخینہ کا گمان ہے کہ اس کا معبود اس کو غالب کرے گا بہتر ہے وہ تمام غالب ہونے والوں کے غالب (خدا) پر غلبہ حاصل کریں''

---

[1] صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۳۴۔

marfat.com

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سے تم نے خدا کو مشکور بنایا۔

ان کی شاعری کا اصل موضوع کفار کو لڑائی سے ڈرانا اور مسلمانوں کا ان کے قلوب میں سکہ جمانا تھا' دربار رسالت میں تین شاعر تھے' اور تینوں کے موضوع جداگانہ تھے' انہی میں سے ایک حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے' کلام کے اثر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف دو بیت کہے اور تمام قبیلہ دوس مسلمان ہوگیا' وہ شعر یہ تھے:

قضینا من تهامة کل وتر ۔ وخیبر ثم اغمدنا ایسونا

''تہامہ اور خیبر سے ہم نے کینہ کو دور کر کے تلواریں نیام میں کرلیں''

یخرها ولو نطقت لقالت قواطعهن دوسا او ثقیفا

''اب ہم پھر ان کو اٹھاتے ہیں اور اگر بول سکیں تو کہیں کہ اب دوس یا ثقیف کا نمبر ہے''

دوسیوں نے سنا تو کہا کہ مسلمان ہوجانا بہتر ہے' ورنہ ثقیف کی طرح ہمارا بھی حشر ہوگا۔

اخلاق:

صدق و راستی ان کا خاص وصف تھا' اور اس کو انہوں نے جس طرح نباہا' اس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے' دعا قبول ہونے کے بعد کبھی جھوٹ نہ بولے' خود فرماتے ہیں:

واللہ ما تعمدت کذبة ومنذ قلت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الیٰ یومی هذا وانی لا رجوان یحفظنی اللہ فیما بقی[1]

غزوۂ تبوک سے پیشتر کی زندگی نہایت پاک اور صاف گزری تھی' چنانچہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو بنوسلمہ نے برجستہ کہا:

واللہ ما علمناک کنت اذنبت ذنبا قبل هذا۔[2]

''یعنی خدا کی قسم تم نے اس سے پہلے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا''۔

---

[1] صحیح مسلم ص ۴۵۴ جلد ۲۔ [2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۳۵۔

marfat.com

حضرت کلثوم بن الہدمؓ

نام ونسب:

کلثوم نام، صاحب رحل رسول اللہ (ﷺ) لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، کلثوم بن الہدم بن امراء القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس۔

ضعیفی کا عالم تھا کہ اسلام کی صدا کانوں میں پہنچی اور انہوں نے اس کو لبیک کہا۔

ہجرت:

تھوڑے دنوں کے بعد آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی، ابتداً قبیلہ عمرو بن عوف میں نزول اجلال ہوا اور حضرت کلثومؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ گھر پہنچے حضرت کلثومؓ نے اپنے نوکر کو آواز دی، یا نجیح، عرب شگون اور فال کے عادی ہوتے تھے ارشاد ہوا انجحت یا ابابکر! آنحضرتؐ یہاں چار روز مقیم رہے، اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مسکن کو نوازا۔

وفات:

مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر شروع تھی اور بدر کو بہت کم عرصہ باقی تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا، اس بنا پر حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

ہجرت کے بعد صحابہؓ میں یہ پہلی موت تھی، اس کے چند دنوں کے بعد اسلام کے پرجوش داعی حضرت ابوامامہؓ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

marfat.com

(م)

حضرت معاذ بن جبلؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

معاذ نام' ابوعبدالرحمٰن کنیت' امام الفقہاء کنز العلماء اور عالم ربانی القاب' قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے' نسب نامہ یہ ہے' معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

سعد کے دو بیٹے تھے' سلمہ اور ادی' سلمہ کی نسل سے بنوسلمہ ہیں' جن میں حضرت ابوقتادہؓ، جابر بن عبداللہؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ گزرے ہیں ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا' جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن[1] طاہر کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں' تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے' ایک حضرت معاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن۔ بنوادی کے مکانات ان کے بنوا عمام (بنوسلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے' مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا' یہیں واقع تھی' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی یہیں تھا۔

---

[1] کتاب الانساب ورق ۲۳۔

marfat.com

اسلام:

طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی' چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذؓ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھی پس و پیش نہ کیا' حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا' اس وقت ان کا سن ۱۸ سال کا تھا۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعبؓ مکہ روانہ ہوئے' اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے' ان کے ہمراہ ہوئی' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ مکہ پہنچ کر عقبہ میں وہ نورانی منظر سامنے آیا' جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی ع

یثرب تمام مطلع انوار ہوگیا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کمسن تھے' مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنوسلمہ کے بت توڑے جانے لگے' تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے' بت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا' اب ان کے لیے سخت تکلیف دہ تھا' بنوسلمہ کے اکثر گھر ایمان کی روشنی سے منور ہو چکے تھے' لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے ابا کرتا تھا' عمروؓ بن جموح بھی انہی لوگوں میں تھے' جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے' انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا' جس کا نام مناۃ تھا' حضرت معاذؓ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے' وہ بے خبر سو رہے تھے ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلّے کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں' صبح کو بت کی تلاش کے لیے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیض وغضب اختیار سے باہر ہوگیا' بہرحال اس کو اٹھا کر گھر لائے' نہلایا' خوشبو لگائی' اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا' اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے

marfat.com

اس کا نام معلوم ہو جائے' تو بری طرح خبر لوں' لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگا تار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت معاذ ابتداً ہی نہایت ہونہار تھے' آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔

رسول اللہ ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے اور اسرار وحکم کی تلقین کرتے تھے ایک مرتبہ وہ آنحضرتؐ کے ردیف تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا لبیک یارسول الله وسعدیك آپ نے پھر ان کا نام پکارا' انہوں نے پھر اسی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا' اسی طرح تین مرتبہ آپ نے ان کا نام لیا' اور وہ اسی طرح لبیک کہتے رہے' پھر ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے'' حضرت معاذؓ نے کہا یارسول اللہ کیا لوگوں کو یہ بشارت سنا دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ''نہیں ورنہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے''۔[1]

حضرت معاذؓ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے کوڑے یا عصا سے ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی اور فرمایا ''جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟ عرض کی ''اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے'' فرمایا ''یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں'' تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ ''خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟'' پھر عرض کی کہ ''خدا اور رسول کو معلوم ہے'' آپ نے فرمایا ''یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے''۔[2]

---

[1] بخاری ص۲۴ جلد۱، باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس۔

[2] مسند احمد ص ۲۳۸ جلد ۵۔

marfat.com

حضرت معاذؓ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے' ان کو اٹھتے بیٹھتے حامل نبوت سے تعلیم ملتی تھی' ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی' ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ "میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں"؟ گزارش کی ارشاد ہو' فرمایا لا حول و لا قوۃ الا باللہ[1] پڑھ لیا کرو۔

تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی' مذہبی' اخلاقی' علمی' عملی ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت معاذؓ رسول اللہؐ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے' ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا' حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے' پوچھا ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے' فرمایا "تم نے بہت بڑی بات پوچھی' لیکن جس کو خدا توفیق دے' اس پر آسان بھی ہے۔ شرک نہ کرو' عبادت کرو' نماز پڑھو' زکوٰۃ دو' رمضان میں روزہ رکھو' حج کرو" پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں' میں تم کو بتاتا ہوں' روزہ جو سپر کا حکم رکھتا ہے' صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے' اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی' تتجافی جنوبھم عن المضاجع (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ "اسلام کے سر اور عمود اور چوٹی کی خبر دیتا ہوں' سر اور پاؤں تو نماز ہے اور کوہان کی چوٹی جہاد"۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے' زبان' اس کو روکو (آنحضرتؐ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا) حضرت معاذؓ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں' اس پر مواخذہ ہوگا' آنحضرتؐ نے فرمایا ثکلتک امک یا معاذ! بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے[2]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرتؐ نے دس باتوں کی وصیت کی تھی' شرک نہ کرنا خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کر دے یا جلا دے' والدین کو گزند نہ پہنچانا خواہ تم کو وہ

---

[1] مسند احمد جلد ۵ ص ۲۲۸۔ [2] مسند احمد جلد ۵ ص ۲۳۱۔

marfat.com

تمہارے بال بچوں اور مال سے علیحدہ کر دیں' فرض نماز قصداً کبھی ترک نہ کرنا' کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے' خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے' شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے' معصیت میں مبتلا نہ ہونا' کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غصہ حلال ہو جاتا ہے' لڑائی سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لشکر خاک وخون میں لوٹ چکا ہو' موت عام ہو (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا' اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ان کو ہمیشہ ادب دینا اور خدا سے خوف دلاتا[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاکید کی تھی' اور فرمایا تھا کہ جو ان کو عمل میں لائے' خدا اس کا ضامن ہوتا ہے' مریض کی عیادت' جنازہ کے ساتھ جانا' غزوہ کے لیے نکلنا' حاکم کی تعزیر یا توقیر کے لیے جانا' گھر میں بیٹھ رہنا جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے اور دنیا اس سے سلامت رہے[2]

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی' معاذ! ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو' کیونکہ نیکی اس کو مٹا دے گی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو[3]

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوۃ المظلوم فان لیس بینھا و بین اللہ حجاب یعنی مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو' کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں (بخاری) یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا ''معاذ! خبردار عیش وتنعم سے علیحدہ رہنا' کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعیم پسند نہیں ہوتے[4]

اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی ''انسان کا بھیڑیا شیطان ہے' جس طرح بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے' اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پالیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے' خبردار! خبردار!! متفرق نہ ہونا' بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا''۔[5]

اشاعت اسلام کے متعلق فرمایا' معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کراؤ' تو تمہارے لیے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔[6]

---

1 مسند جلد ۵ ص ۲۳۸۔ 2 ایضاً جلد ۵ ص ۲۴۱۔ 3 ایضاً ص ۲۲۸۔
4 ایضاً ص ۲۴۳۔ 5 ایضاً۔ 6 ایضاً ص ۲۳۸۔

marfat.com

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھیں وہ جماعت انصار کا وہ "نوجوان" تھا جس کو حضرت ابن مسعودؓ فرد نہیں بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے۔

غزوات اور عام حالات:

آنحضرتؐ نے مدینہ تشریف لا کر مواخاۃ کی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مہاجری بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود کو تجویز فرمایا۔

۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے اور اس وقت ان کا سن ۲۱ سال کا تھا' بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذؓ نے شرف شرکت حاصل کیا۔

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا۔

امامت مسجد:

بنو سلمہ نے اپنے محلہ میں ایک مسجد بنائی تھی' جس کے امام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے ایک دن عشا کی نماز میں انہوں نے سورۂ بقرہ پڑھی' پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ نیت توڑ کر چل دیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے' اس کو یہ نہایت ناگوار گزرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا افتان انت ؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرو گے؟ اس کے بعد فرمایا کہ "چھوٹی سورتیں پڑھا کرو' کیونکہ تمہارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں' تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہیے۔ (بخاری جلد ا ص ۹۸)

امارت یمن اور اشاعت اسلام:

۹ ہجری میں آنحضرتؐ غزوۂ تبوک سے تشریف لائے تھے کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا' اب آنحضرتؐ نے

marfat.com

یمن کی امارت کے لیے حضرت معاذ ؓ کو تجویز فرمایا۔

اس سے پیشتر حضرت معاذ ؓ کی جائیداد قرض میں بیع ہو چکی تھی' حضرت معاذ ؓ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرتے تھے' اور لازماً اس کا بار جائیداد پر پڑ رہا تھا' قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دنوں گھر میں چھپ رہے' وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا معاذ کو بلوائیے آپ نے آدمی بھیج کر حضرت معاذ ؓ کو بلوایا' قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا ابھی فیصلہ ہونا چاہیے لیکن جائیداد سے قرض بہت زیادہ تھا' اس لیے آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا' اس پر خدا رحم کرے گا' چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا' لیکن کچھ بضد رہے' آنحضرتؐ نے حضرت معاذ ؓ کی کل جائیداد ان لوگوں پر تقسیم کر دی' لیکن قرض اب بھی ادا نہ ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا' اسی کو لے جاؤ' حضرت معاذ ؓ اب بالکل مفلس تھے' آنحضرت ﷺ کو ان کا بہت خیال تھا' فرمایا کہ گھبرانا نہیں خدا اس کی جلد تلافی کر دے گا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ نے ان کو امارت یمن کے لیے منتخب فرمایا اگرچہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا' تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا' پوچھا ''فیصلہ کس طرح کرو گے''؟ حضرت معاذؓ نے کہا قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا' فرمایا ''اگر اس میں نہ ملے'' کہا کہ سنت رسول اللہؐ کے مطابق فیصلہ کروں گا'' فرمایا ''اور اس میں بھی نہ ہو'' کہا میں خود اجتہاد کروں گا'' آنحضرتؐ نہایت مسرور ہوئے' اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا' جس میں حضرت معاذؓ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا۔

انی بعثت لکم خیر اھلی.

''میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں''۔

اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبلؓ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جزیہ کی رقمیں وصول کر کے ان کے پاس جمع کرنا' اور معاذ بن جبل کو

marfat.com

سب پر امیر بناتا ہوں، ان کو راضی رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں۔

یہ تمام مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذؓ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور سوار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے، روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سرور عالمؐ نے مشایعت کی، حضرت معاذ بن جبلؓ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، جس کے ایک ایک فقرہ سے شفقت و محبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا ''معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں'' وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے حضرت معاذؓ سے کہا شاید اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے تو میری بجائے میری قبر ملے گی، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذؓ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے، آنحضرتؐ نے فرمایا نہ روؤ، رونا شیطانی حرکت ہے، رخصت ہونے لگے تو آنحضرتؐ نے فرمایا حفظك الله من بين يديك ومن خلفك وعن يمينك وعن شمالك ومن فوقك ومن تحتك ودراء عنك وشرور الانس والجن ''یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے حضرت معاذؓ نے مدینہ کی طرف[1] نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں، خواہ کوئی ہوں (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہؐ سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے، جب یمن پہنچے تو سپیدۂ صبح نمودار[2] ہو رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کا کسی دنیاوی فرمانروا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا جلوس بالکل خالی تھا، خدم و حشم، نقیب و چاؤش، خیل و سپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام و ایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا اور زبان ولب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچا رہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ ﷺ کا رسول پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں، اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا۔

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۵ ۔ [2] ایضاً ص ۲۳۱ جلد ۵۔

marfat.com

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک یمن کے امیر ہی نہ تھے' بلکہ محکمہ مذہبی کے انچارج تھے ایک طرف اگر وہ صوبہ یمن کے والی و گورنر تھے' تو دوسری طرح دین اسلام کے مبلغ و معلم بھی' اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عدالت و قضا کے فرائض کے علاوہ مذہبی خدمات بھی انجام دیتے تھے مثلاً لوگوں کو قرآن پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم و تلقین کرنا۔

قبیلہ خولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی' اس کے ۱۲ بیٹے تھے' جن میں سے سب سے چھوٹا بھی بے ڈاڑھی مونچھ کے نہ تھا' شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی' ضعف کا یہ حال تھا کہ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے' آ کر پوچھا' آپ کو یہاں کس نے بھیجا؟ حضرت معاذؓ نے کہا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے' اس نے کہا تو آپ رسول اللہؐ کے فرستادہ ہیں؟ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں' کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذؓ نے کہا ہاں' جو چاہے پوچھو' اس نے کہا یہ بتایئے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے' حضرت معاذؓ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے' اس نے کہا آپ کو خدا کی قسم ٹھیک ٹھیک بتایئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اتنے پر تم راضی نہیں' وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذؓ نے کہا ''جب یہ بات ہے تو تم ان کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتیں' اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہو' اور تم اپنا منہ اس میں لگا دو' تب بھی حق ادا نہ ہوگا''۔[1]

یمن کا ملک آنحضرتؐ نے پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا تھا' صنعا' کندہ، حضرموت' جند' زبید (رمعہ' عدن اور ساحل تک اس میں شامل تھا) یمن کا صدر مقام جند تھا اور حضرت معاذ یہیں رہتے تھے' باقی حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے۔

حضرت خالدؓ بن سعید	صنعا
حضرت مہاجرؓ بن ابی امیہ	کندہ

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۹۔

marfat.com

حضرت زیادؓ بن لبید	حضرموت
حضرت ابوموسیٰ اشعری	زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کر کے حضرت معاذؓ کے پاس بھیج دیتے تھے خزانہ حضرت معاذؓ کے پاس تھا۔

حضرت معاذ ؓ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے' ان کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرتے تھے' چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے علاقہ میں جا کر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا' دورہ میں خیموں میں قیام فرماتے تھے' چنانچہ یہاں بھی آپ کے لیے خیمہ ہی نصب کیا گیا اور آپ اس میں فروکش ہوئے' اور اس کے قریب ہی حضرت ابوموسیٰ بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے [1]

حضرت معاذؓ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے جو رسول اللہؐ نے ان کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا' یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں بتمامہا [2] مذکور ہے' اس میں غنیمت' خمس' صدقات' جزیہ اور بہت سے مذہبی احکام کی تفصیل ہے' حضرت معاذؓ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا۔

ایک مرتبہ گایوں کا ایک گلہ ایک شخص لے کر آیا' گائیں تعداد میں ۳۰ سے کم تھیں' رسول اللہؐ نے ان کو حکم دیا تھا کہ ۳۰ پر ایک بچہ لینا' [3] اس لیے حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں تاوقتیکہ رسول اللہؐ سے پوچھ نہ لوں اس پر کچھ نہ لوں گا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں فرمایا اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوت کے عمال دنیاوی حکومتوں کے امراء وعمال کی طرح جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے' راعی اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کیے ہیں' ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے' اور راعی پر شریعت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں' وہ ان پر نہایت شدت سے عمل درآمد کرتے تھے [4]

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو' عمال کی عدالتوں میں حق وصداقت کو غلبہ ہوتا تھا' ایک یہودی مرگیا' ورثاء میں صرف ایک بھائی تھا'

---

[1] بخاری ص ۶۳۳ جلد ۲۔ [2] طبری ص ۱۷۱۸ جلد ۴۔ [3] مسند ص ۲۳۰ جلد ۵۔ [4] ایضاً ص ۲۳۱۔

marfat.com

جو مسلمان ہو چکا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مرافعہ (اپیل) ہوا، تو انہوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا۔[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن میں ۲ برس رہی ۹ ہجری میں وہ عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تھے، اور ۱۱ ہجری میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آ گئے۔

حضرت معاذ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی، اس سے جو منافع حاصل ہوا تھا، اس سے اپنا قرض پورا کیا،[2] اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ کے حکم سے قبول کی، چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیر وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا، لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا، اس لیے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا۔

یمن سے واپسی:

گورنری کی میعاد ختم کر کے مدینہ منورہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مال و متاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان کے گزراوقات کے بقدر علیحدہ کر کے سارا سامان ان سے وصول کر لیا جائے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا، اگر ان کی مرضی ہوگی اور میرے پاس لائیں گے تو لے لوں گا ورنہ ایک حبہ نہ لوں گا'' حضرت ابوبکرؓ سے یہ صاف جواب ملا، تو حضرت عمرؓ خود حضرت معاذؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہؐ نے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کر لوں، میں کچھ بھی نہ دوں گا، حضرت عمرؓ خاموش ہو کر واپس چلے آئے، تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا، لیکن تائید

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۰۔ [2] استیعاب ابن عبدالبر۔

marfat.com

غیبی نے حضرت عمر ؓ کی موافقت کی' حضرت معاذ ؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں' حضرت عمرؓ نے آ کر نکالا اور اس مصیبت سے نجات دی' سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کر کے کہا جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے' وہاں سے حضرت ابوبکر ؓ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے سب لا کر دوں گا' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لوں گا' میں نے تم کو ہبہ کر دیا' حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ ؓ سے کہا اب اپنے پاس رکھو' اب تمہیں اجازت مل گئی ہے۔

شام کی روانگی:

یہ مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذ ؓ نے شام کا قصد کیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہیں سکونت پذیر ہو گئے' حضرت ابوبکر نے انتقال کیا تو حضرت عمر ؓ خلیفہ ہوئے۔ فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گزر رہا تھا' حضرت معاذ ؓ بھی فوج میں شامل تھے' اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے۔

سفارت:

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کی خوبی دیکھئے کہ صحابہؓ میں بیک وقت مختلف کاموں اور گوناگوں فرائض کے انجام دینے کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی' یہی حضرت معاذؓ مفتی شرع بھی تھے' مجلس ملکی کے ممبر بھی' جامع حمص میں قرآن و حدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہؐ کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا حاکم وقت بھی' اسلام کے سفیر بھی تھے اور میدان جنگ میں غازی و شجاع و مجاہد بھی۔

سفارت کا منصب تفویض ہوا' تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام دیئے شام کے ایک شہر فحل میں ۱۴ ہجری میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں' تو رومی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہمارے پاس بھیجئے' حضرت ابوعبیدہ نے حضرت معاذ کو تجویز کیا' حضرت معاذ رومی لشکر میں پہنچے تو وہاں نہایت ساز و سامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا' ایک خیمہ نصب تھا

marfat.com

جس میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا' معاذؓ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہو گئے ایک عیسائی نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں' آپ اندر تشریف لے جائیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا' فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے' بیٹھنا پسند نہیں کرتا' یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے عیسائیوں نے افسوس کیا کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے' لیکن آپ کو خود اس کا خیال نہیں' یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا' گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ''جس کو تم عزت سمجھتے ہو' اس کی مجھے حاجت نہیں' اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا کون غلام ہو سکتا ہے'' رومی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے' انہوں نے کہا ''معاذ اللہ یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں'' رومی خاموش ہو گئے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر انتظار کر کے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ٹھہروں' ورنہ جاتا ہوں' رومیوں نے کہا' ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے' فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے' ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیوں رخ کیا' حالانکہ ہمارا بادشاہ تاجداران روئے زمین کا شہنشاہ ہے' اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں' حضرت معاذؓ نے کہا ہمیں تم سے کچھ کہنا ہے' اس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ' ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو' شراب چھوڑ دو' سور کا گوشت چھوڑ دو' اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہارے بھائی ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو' اور اس سے بھی انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں' اگر تم آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کے ذروں کے برابر ہو تو ہم کو قلت و کثرت کی قطعی پرواہ نہیں۔ اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمہارا شہنشاہ تمہاری جان اور مال کا مالک ہے لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے' وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا' اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اسے درے لگائے جائیں اور

marfat.com

چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں' وہ پردے میں نہیں بیٹھتا' اپنے کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا' مال و دولت میں بھی اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں' رومیوں نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اسلام کی تعلیم پر پیروان دین حنیف کے طور و طریق پر نہایت حیرت زدہ ہوئے' حضرت معاذؓ سے کہا'' ہم آپ کو بلقاء کا ضلع اور دون کا وہ حصہ جو آپ کے متصل ہے دیتے ہیں' اب آپ لوگ اس ملک کو چھوڑ کر فارس جائیے'' چونکہ یہ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ نہ تھا' حضرت معاذؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلے آئے۔

فوجی خدمات:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اگر چہ اپنے عہد کے تمام غزوات میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے' تاہم دو موقعوں پر ان کو نہایت ممتاز فوجی عہدے تفویض ہوئے' ایک مرتبہ سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں' اس موقع پر ان کو جو امتیار حاصل ہوا' وہ یہ تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا۔

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ ہجری میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی' حضرت معاذ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا' عیسائیوں کا حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا تھا' حضرت معاذ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا' گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑوں گا' اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے' ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کروں گا' کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں' غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت:

مجلس شوریٰ کی باضابطہ شکل اگر چہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہو چکا تھا' چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے ان میں حضرت معاذ کا نام بھی

marfat.com

داخل تھا' حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں شوریٰ کا باقاعدہ انعقاد کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے۔[1]

افواج شام کی سپہ سالاری:

عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت تھی ۱۸ ہجری میں نہایت زور وشور سے شام میں طاعون نمودار ہوا' جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے' حضرت ابوعبیدہؓ نے اسی میں وفات پائی' انتقال کے قریب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا اور چونکہ نماز کا وقت آ چکا تھا' حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں ادھر نماز ختم ہوئی' ادھر انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے۔

وفات:

وبا اسی طرح زوروں پر تھی اور لوگ سخت پریشان تھے' حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ ''یہاں سے لوٹ چلو' یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے'' حضرت معاذؓ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے' کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا' جس میں عمرو رضی اللہ عنہ کو سخت وسست کہا' اس کے بعد فرمایا کہ یہ وبا بلا نہیں خدا کی رحمت ہے' نبی کی دعوت ہے اور صالحین کے اٹھنے کی ساعت ہے میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے' شام اسلام کے علم کے نیچے آ جائے گا' پھر ایک بیماری پیدا ہوگی جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی' جو اس میں مرے گا شہید ہوگا' اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے' الٰہی! اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر بھیج' اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے۔[2]

تقریر ختم کر کے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا' دعا قبول ہو چکی تھی' دیکھا تو بیٹا اسی بیماری میں مبتلا تھا' باپ کو دیکھ کر کہا' الحق من ربك فلا تكونن من الممترين' یہ موت جو حق ہے' خدا کی طرف سے ہے' شک کرنے والوں میں میں نہ ہو جئے' حضرت معاذؓ

---

[1] کنز العمال ص ۱۳۴ بحوالہ ابن سعد جلد ۳۔ [2] مسند صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱ جلد ۵۔

marfat.com

نے جواب دیا' ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین 'تو انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائے گا' حضرت عبدالرحمنؓ نے انتقال کیا' بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیویاں اسی بیماری میں مرچکی تھیں' اب حضرت معاذؓ تنہا رہ گئے تھے' ساعت مقررہ آئی تو خدا کا بندہ خاص بھی دائرہ رحمت میں شامل ہوا' دائیں ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں پھوڑا نکلا' [1] حضرت معاذؓ نہایت خوش تھے' فرماتے تھے کہ تمام دنیا کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے' تکلیف اس قدر تھی کہ بے ہوش ہوجاتے تھے' بایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے ''خدایا مجھ کو اپنے غم میں غمگین کر کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں اور اس کو تو خوب جانتا ہے'' پھر بے ہوش ہوجاتے جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے۔ وفات کی رات بھی عجیب رات تھی' حضرت معاذؓ نہایت بے چین تھے' بار بار پوچھتے تھے'' دیکھو صبح ہوئی'' لوگ کہتے کہ ابھی نہیں جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا' اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو' مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے' الٰہی میں تجھ سے جس قدر خوف کرتا تھا' تجھ کو معلوم ہے' آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں۔ میں نے کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لیے پسند نہیں کیا کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف کرتا' بلکہ اس لیے چاہتا تھا کہ فضائح وفواحش سے دور رہوں' کرم وجود کو فروغ دوں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں' وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذؓ گریہ وبکا میں مشغول تھے۔

لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں' اس کے ماسوا فضائل ومناقب سے ممتاز ہیں' آپ کو رونے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے' اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم' مجھے عذاب وثواب کا خیال ہے' اسی حالت میں روح مطہر جسم سے پرواز کرگئی اور خالق کون ومکاں کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

وفات کے وقت حضرت معاذؓ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی' اور ۱۸ ہجری

---

[1] مسند ص ۲۴۱ ج ۵۔

marfat.com

تھا' وفات بھی نہایت مبارک خطہ میں واقع ہوئی' بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا' جو نہر اردن کے قریب واقع تھا' اسی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی' شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے تھے' دفن کے لیے وہی مقام تجویز ہوا اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی۔

حلیہ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا' رنگ سفید' چہرہ روشن' قد دراز' آنکھیں سرگیں اور بڑی بڑی' ابرو پیوستہ' بال سخت گھونگر والے' آگے کے دانت صاف اور چمک دار' بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہو جاتی تھی' جس کو ان کا ایک عقیدت کیش ''نور'' اور ''موتی'' سے تعبیر کرتا ہے۔ آواز بہت پیاری اور گفتگو نہایت شیریں تھی' حسن ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ میں ممتاز تھے۔

اولاد:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سن ہی کیا تھا' وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے تاہم صاحب اولاد تھے' اگرچہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لم یولد له قط یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی' لیکن مستند ورائع سے ان کے ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے' جن کا نام عبدالرحمٰن تھا' صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذؓ کے ساتھ یرموک میں شریک تھے اور ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پیشتر وفات پائی۔

ازواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے' لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی۔

علم وفضل:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جن علوم میں کمال تھا وہ قرآن' حدیث اور فقہ ہیں' قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے' چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کے ذریعہ سے مروی ہے' ہمارے

marfat.com

اس قول کی تصدیق کرتی ہے' اس حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ میں چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس میں سے ایک حضرت معاذؓ بھی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی کہ خود حامل نبوت سامنے تھا' تاہم اس زمانہ میں بھی متعدد صحابہؓ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں' چنانچہ حضرت انسؓ کا واقعہ اسد الغابہ میں مذکور ہے' لیکن چونکہ احادیث کی روایت میں بہت محتاط تھے اور نیز اس لیے بھی کہ آنحضرتؐ کے اخیر زمانہ سے لے کر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لیے برابر مدینہ سے باہر رہے اس لیے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ''حدیث او چنداں باقی نماند'' حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو تعلیم و روایت حدیث کے لیے شام بھیجا تھا' اور وہیں ان کا ۱۸ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا۔

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا' عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر تڑپا رہی تھی زبان مبارک اس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی۔[1]

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبداللہؓ اور کچھ لوگ پاس بیٹھے تھے' وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا ''پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کروں گا جس کو اب تک میں نے اس لیے مخفی رکھا تھا کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے' اس کے بعد ایک حدیث بیان کی۔[2]

حضرت معاذؓ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہؓ سے کم ہیں تاہم ان کا شمار راویان حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے ان کی احادیث کی مجموعی تعداد ۱۵۷ ہے' جس میں دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

---

[1] مسند ص ۲۳۳ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۲۳۶ جلد ۵۔

marfat.com

تلامذہ حدیث کی تعداد کثیر تھی' اکابر صحابہ کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے' حضرت عمرؓ، ابوقتادہؓ انصاری، ابوموسیٰ اشعریؓ، جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہؓ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، انس بن مالکؓ، ابوامامہؓ باہلی، ابولیلیٰ انصاریؓ، ابوالطفیلؓ۔

تلامذہ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں' ابن عدی' ابن ابی اوفی اشعری، عبدالرحمٰن بن سمرہ، جابر بن انسؓ، ابوثعلبہ خشنی، جابر بن سمرہ السوائی، مالک بن یخامر، عبدالرحمٰن ابن غنم، ابومسلم خولانی، عبداللہ صنابحی، ابووائل، مسروق، جنادہ بن ابی امیہ، ابوادریس خولانی، جبیر بن نفیر، اسلم مولیٰ حضرت عمرؓ اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم۔

فقہ:

خود عہد نبوی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا' اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا:

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ ابن جبلؓ.

''ہمارے صحابہ میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ ہیں''۔

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہا لولا معاذ لهلك عمر یعنی اگر معاذ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہوجائے' اس سے حضرت معاذؓ کے رتبہ اجتہاد و درجہ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے' حضرت عمرؓ نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذؓ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا چنانچہ جب جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا:

من ارا الفقه فليات معاذا.

''یعنی جسے فقہ سیکھنا ہو وہ معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے''۔

طلب علم اور شوق تحصیل:

ان اوراق کو پڑھ کر آپ کو تعجب ہوگا کہ ان کو یہ فضل وکمال کا منصب کیونکر ہاتھ آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ان کا فطری شوق اور طبعی ذکاوت وذہانت جس کا ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا' دوسرے خود معلم نبوت کا ایسے جوہر قابل اور مستند طالب علم کی

marfat.com

طرف جوش التفات و عنایت خاص۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے' اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی ہر مجلس تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی' اس لیے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بسا اوقات آنحضرت ﷺ کے ساتھ تنہا ہوتے تھے' آنحضرتؐ ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل تعلیم کیا کرتے تھے' کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت ﷺ تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے' چنانچہ ایک مرتبہ کاشانہ نبویؐ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں' تلاش کے لیے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے کہ حضور ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں' آخر ایک جگہ آپ کو پالیا آنحضرت ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی' اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی' فارغ ہوئے تو معاذؓ نے پوچھا ''حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی''؟ فرمایا ''یہ ترغیب و ترہیب کی نماز تھی۔ میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی' جس میں دو کے متعلق رضامندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت روک دیا گیا' میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے' تو یہ درخواست منظور کر لی گئی' ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آ سکے تو وہ بھی پوری کی گئی' ایک تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں تفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کر دیا گیا''۔[1]

غزوۂ تبوک سے مراجعت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو تنہا اور خالی پا کر حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ مجھ کو وہ عمل بتایئے جو میرے دخول جنت کا سبب بنے' آنحضرتؐ اس سوال سے نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا بخ! لقد سئالت عن عظیم یعنی تم نے بہت بڑی بات پوچھی۔[2]

اس کے ساتھ ہی یہ بھی خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اور لوگ خلل انداز نہ ہوں' کیونکہ شمع نبوت کے گرد ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا تھا' چنانچہ اسی روایت میں حضرت معاذؓ

---

[1] مسند ص ۲۴۰ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۲۳۷ جلد ۵۔

marfat.com

فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابھی فرما ہی رہے تھے کہ کچھ لوگ آتے دکھائی دیئے مجھ کو ڈر لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی توجہ میری طرف سے منعطف نہ ہوجائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ فلاں بات جو آپ نے فرمائی تھی' اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کو بیان فرمایا[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسے موقع کی ہر وقت تلاش رہتی تھی' موقع ملنے پر آنحضرتؐ سے فوراً سوال کرتے تھے' لیکن پاس نبوت ضروری تھا' رسول اللہ ﷺ کا مزاج پہچان کر سوال کی جرأت کرتے تھے' غزوۂ تبوک سے قبل لوگ طلوع آفتاب کے وقت سواریوں پر سو رہے تھے اور اونٹ ادھر ادھر راستہ میں چر رہے تھے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے' آنحضرتؐ بھی مصروف خواب تھے اور ناقہ مبارک چرنے اور کھانے میں مشغول' حضرت معاذؓ کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی' انہوں نے اس کی مہار کھینچی تو اور متوحش ہوا' اس کے بدکنے سے رسول اللہ ﷺ کا اونٹ بھی بدکا' آنحضرتؐ خواب سے بیدار ہوئے۔ مڑ کر پیچھے دیکھا تو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا' آپ نے پکارا معاذؓ! انہوں نے کہا ''حضور'' آپ نے فرمایا' میرے قریب آ جاؤ' حضرت معاذؓ اس قدر قریب آ گئے کہ آنحضرتؐ اور حضرت معاذ کے اونٹ بالکل برابر ہو گئے' آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں حضرت معاذؓ نے کہا سب لوگ سو رہے ہیں اور جانور چر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں بھی سو رہا تھا' آپ ﷺ کا رخ التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہؐ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں جس نے مجھ کو غمگین' مریض اور سقیم بنا دیا ہے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔[2]

ایک اور سفر میں جیسا کہ آپ کہیں اور پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان کو تین دفعہ پکارا' اور ہر دفعہ انہوں نے ادب سے جواب دیا' چنانچہ تیسری دفعہ ان کو پکارا تو فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل جنت میں داخل ہوگا اگرچہ وہ گنہگار ہو' حضرت معاذؓ نے اس

---

[1] مسند ص ۲۳۷ ج ۵۔ [2] مسند ص ۲۴۵ جلد ۵۔

marfat.com

کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا' ایسا نہ کرو لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی' ایک شخص نے آنحضرتؐ سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا' آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا' ایک ظاہر بین کے لیے وہ جواب بالکل کافی تھا' لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا' پوچھا یا رسول اللہؐ یہ حکم اس شخص کے لیے خاص ہے' یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے' آپ نے فرمایا نہیں عام ہے[1]

منصب تعلیم:

تحصیل علم میں جدوجہد اور مسائل میں غور وخوض کا مرحلہ دشوار گزار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی' یعنی یہ کہ فیض تربیت سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے رسول اللہؐ کے زمانہ مبارک ہی میں حضرت معاذ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے' ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو آنحضرتؐ ان کو مکہ میں چھوڑ گئے کہ یہیں رہ کر لوگوں کو فقہ وسنت کی تعلیم دیں[2]

۹ ہجری میں والی یمن بن کر بھیجا' تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی' حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سرفراز تھے' حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی' یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لیے یہاں بھیجئے' حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی' حضرت معاذ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی[3] اور تعلیم میں مشغول ہوئے۔ تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے' جن کی ذات علوم و فنون کا مرکز بنی ہوئی تھی' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی سکونت اگرچہ علاقہ فلسطین میں محدود تھی لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا' فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقہ درس قائم تھے اور خود حضرت معاذؓ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا تھا' طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں چند صحابہ کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے' حضرت معاذؓ خاموش بیٹھے رہتے' جب معاملہ طے

---

[1] مسند ص ۲۴۴ ج ۵۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۹۹ قسم اول مغازی۔ [3] ایضاً ص ۲۸۱ جلد کنز العمال۔

marfat.com

نہ ہوتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کرتے تھے۔

ابوادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں' جس کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں' اور وہ ان کو تسلی بخش جواب دیتا ہے' پوچھا کون ہے؟[1] لوگوں نے کہا' حضرت معاذ بن جبل ؓ ہیں۔

ابومسلم خولانی جامع حمص میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے' جس میں ۳۲ صحابہ ؓ بیٹھے ہیں' اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں' ان میں ایک نوجوان بھی ہے' جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبل ہیں۔[2]

غرض حضرت معاذ ؓ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا' شہروں کی جامع مسجدیں درس گاہ کا کام دیتی تھیں' وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے اور جہاں جاتے تھے' فیض و برکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود ؓ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں' جن میں ایک شام میں اقامت پذیر ہے' یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ تھا' حضرت عبداللہ بن عمر لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلا کون ہیں؟ لوگ علمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ ؓ بن جبل اور ابودرداء ؓ۔ عقلاء سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں۔

مجتہد کے لیے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا۔

پڑھ چکے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ ''مقدمہ آئے گا تو کیونکر فیصلہ کرو گے''؟ حضرت معاذ ؓ نے جواب دیا ''کتاب اللہ سے' آپ نے فرمایا ''اگر اس میں نہ پاؤ'' تو عرض کی سنت رسول اللہ ﷺ سے' پھر فرمایا اگر

---

[1] مسند ص ۲۳۳ جلد ۵۔ [2] مسند ج ۵ ص ۲۳۷۔

marfat.com

اس میں بھی نہ پاؤ' تو عرض کی کہ ''اجتہاد کروں گا'' یہ سن کر آنحضرت ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا' اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں'' حضرت معاذؓ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ ہیں' اول کتاب الٰہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس۔

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں' تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کتنی رکعتیں ہوئیں' اور وہ اشارہ سے جواب دے دیتے' اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کر کے صف نماز میں مل جاتے تھے' ایک دن جماعت ہو رہی تھی' اور لوگ قعدہ میں تھے کہ حضرت معاذؓ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گئے' آنحضرت ﷺ نے سلام پھیرا تو حضرت معاذؓ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں' آنحضرتؐ نے دیکھا تو فرمایا قدسن لکم فھکذا فاصنعوا یعنی معاذؓ نے تمہارے لیے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کیا کرو'[1] یہ حضرت معاذ کے لیے کتنی قابل فخر مزیت ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لیے واجب العمل قرار پائی اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں۔

نماز اور روزہ کے تین دور انہوں نے جس طرح سے قائم کیے[2] تھے' وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عادل ہے' اسی بناء پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہؓ سے مختلف تھے' وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا۔

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابہ کرام میں اختلاف تھا' حضرت عمر بھی نہایت متردد تھے' مگر عام صحابہ کی تردید نہ کر سکتے تھے' لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے اختلاف تھا' آخر حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذ کی رائے سے اتفاق

---

[1] مسند ص ۲۳۳ و ۲۴۶ جلد ۵۔ [2] ایضاً ص ۲۴۶ جلد ۵۔

marfat.com

کیا' اور اسی پر حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا[1]

اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی' ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس سے غائب تھا' لوگوں کو شبہ ہوا' حضرت عمرؓ سے ذکر کیا' حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا' حضرت معاذؓ موجود تھے' بولے کہ عورت کے رجم کا آپ کو بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں' حضرت عمرؓ نے اس وقت چھوڑ دیا اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے' لڑکا پیدا ہوا تو خوبی قسمت سے اپنے باپ کے بالکل مشابہ نکلا' باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو فرمایا کہ ''معاذ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی' اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔[2]

قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کمالات عطا فرمائے تھے' اس کا اعتراف طبقہ صحابہؓ میں ہر کہ ومہ کو تھا' حضرت عمر فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ یعنی معاذ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں''۔

وہ خلافت کے مستحق تھے:

حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے' حضرت عمرؓ نے ایک مختصر تقریر فرمائی' جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذ بن جبلؓ زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا' خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' یاتی معاذ بین العلماء برتوہ.

اخلاق وعادات:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب ومحامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے' اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہوں گی' ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت وعبادت ہے' چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے' یہ اسی

---

[1] ایضاً ص ۱۱۵ جلد ۵۔ [2] کنز العمال ص ۸۶ جلد ۷ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم۔

marfat.com

عشق الٰہی ومحبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمروؓ بن العاص نے آبادی چھوڑ کر میدان میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ یہ تو رحمت الٰہی ہے'اے خدا اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج''۔

حب رسول:

حب الٰہی کے بعد حب رسول کا درجہ ہے' سن چکے ہو کہ وہ جب کبھی آپ کو نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ کی تلاش میں نکل جاتے' حضور کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے' چنانچہ ایک بار رسول اللہؐ کسی سفر میں تشریف لے گئے' صحابہ بھی ہمراہ تھے ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو آنحضرتؐ صحابہ کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبل بھی تھے اٹھ کر کہیں چلے گئے' معاذ کو بڑی پریشانی ہوئی' شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ نہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لے کر آپ کی تلاش میں نکل گئے' راستہ میں آواز معلوم ہوئی' دیکھا تو آنحضرتؐ ہیں' معاذ کو دیکھ کر حضورؐ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے' ہم کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو' اس لیے اس وقت آپ کو ڈھونڈنے نکلے ہیں[1]

ادب رسول ﷺ:

آنحضرت ﷺ کا بے حد ادب کرتے تھے' ایک بار یمن سے آئے تو آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں' کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کے لیے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[2]

جناب رسالت پناہ ﷺ بھی اس محبت و جانثاری کی بناء پر ان سے نہایت محبت کرتے تھے ایک بار حضرت معاذؓ رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا

---

[1] مسند ص ۲۳۲ جلد ۵۔ [2] ایضاً ص ۲۲۷۔

marfat.com

اور فرمایا کہ مجھ کو تم سے بہت محبت ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں، آنحضرتؐ نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں، اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہہ کر ایک دعا بتائی، جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انہوں نے اپنے شاگرد ابو عبدالرحمٰن حبلی کو اور حبلی نے عقبہ بن مسلم تجیبی کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی۔[2]

مذکورہ بالا واقعات تمام تر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی محبت کا جو حال تھا، وہ اوپر گزر چکا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی، اس کا بیان اب سننا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اضطرار و اضطراب قابل دید تھا، یمن سے واپس ہو کر آئے تو مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا، اس لیے انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی۔

شام میں محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا، ١٦ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلالؓ بھی وہیں موجود تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجئے، حضرت بلالؓ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا، لیکن آج آپ کا ارشاد بجالاتا ہوں، اذان دینی شروع کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا، اور ان پر رقت طاری ہوگئی، اور حضرت معاذ بن جبلؓ تو روتے روتے بے تاب ہو گئے۔

امر بالمعروف:

حضرت معاذؓ نے امر بالمعروف میں کبھی لومۂ لائم کی پرواہ نہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہؓ حاکم شام تھے، ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ

---

[1] مسند ص ٢٤٥ جلد ٥ و ادب المفرد ص ١٣٦۔ [2] مسند ٢٤٥ ج ٥۔

marfat.com

پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر معاویہ کو معلوم نہ تھا' پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں[1]

جود:

نہایت فیاض تھے' چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائیداد بیع ہوگئی' اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا۔

صدق:

راست گفتاری ان کی مسلم تھی اور خود رسول اللہ نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی' حضرت انسؓ سے حضرت معاذؓ نے ایک حدیث بیان کی حضرت انسؓ نے رسول اللہؐ سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذؓ سے یہ فرمایا تھا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا[2] صدق معاذ! صدق معاذ! صدق معاذ!۔

کینہ وحسد سے مبرا تھے' اقران اور ہمعصر اکثر حسد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں' چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا' لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے صحابہ کو اس قسم کے رکیک و باطل خیالات سے پاک کر دیا تھا' وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اس کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھا جا رہا ہے' حضرت معاذؓ سے کہا فرمایئے آپ کے بعد کس سے پڑھیں؟ انہوں نے کہا' ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو' بیٹھ گئے تو فرمایا ''سنو علم و ایمان اٹھ نہیں سکتے وہ بدستور رہیں گے' جو جستجو کرے گا پائے گا'' (تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو یعنی ابودرداءؓ، سلمان فارسی، ابن مسعود، عبداللہ ابن سلامؓ سے۔[3]

---

[1] مسند ص ۲۴۲ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۲۴۳۔ [3] مسند جلد ۵ ص ۲۴۳۔

marfat.com

حضرت مسلمہؓ بن مخلد

مسلمہ نام' ابوسعید اور ابومعن کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' مسلمہ بن مخلد بن الصامت بن نیار بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج ابن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر۔ ا ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے' آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت دہ سالہ تھے' صغرسنی کی وجہ سے کسی غزوہ میں شریک نہ ہوسکے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور عمرو بن العاص کو فتح میں دیرلگی تو مدینہ سے چار ہزار آدمی بطور کمک روانہ کیے گئے' ان پر چار شخص افسر تھے جو فن سپہ گری میں تمام عرب میں انتخاب تھے' یعنی زبیر بن العوامؓ، مقداد بن اسودؓ کندی، عبادہ بن صامتؓ، مسلمہ بن مخلد' حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے' اس بنا پر فوج ۴ ہزار نہیں بلکہ ۸ ہزار ہے[1]

مصر فتح ہوا تو مسلمہؓ نے وہیں اقامت اختیار کی' پھر مدینہ آئے اور صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے شریک ہوئے' یہ عجیب بات ہے کہ انصار کا ہر فرد جناب امیرؓ کے ساتھ تھا' لیکن یہ بزرگ اور نعمان بن بشیر امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے[2]

جنگ صفین کے بعد جس میں جنگ کا نتیجہ امیر معاویہؓ کے خاطر خواہ نکلا' ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر قتل ہوئے' کہتے ہیں کہ اس میں مسلمہ کا بھی حصہ تھا' اور عجب نہیں کہ یہ صحیح ہو۔ محمد بن ابی بکرؓ جب حاکم ہو کر مصر گئے تو قیس نے ان کو سمجھا دیا تھا کہ مسلمہ' معاویہ بن خدیج وغیرہ کے ساتھ عفو و درگزر کا برتاؤ کرنا' لیکن انہوں نے اس کے بالکل خلاف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر میں ایک شورش نمودار ہوئی جو محمد بن ابی بکرؓ کے قتل پر منتج ہوئی۔

محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کے بعد امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو مصر کا والی بنایا ان کے بعد اور لوگ بھی ان کی طرف سے والی ہو کر آئے جن میں سب سے اخیر والی اور سب سے پہلے نائب السلطنت مسلمہ بن مخلد تھے۔

---

1. کنز العمال ص ۱۵۱ جلد ۳۔ 2. یعقوبی ص ۲۱۹ جلد ۲۔

marfat.com

امارت مصر وافریقہ:

حضرت مسلمہؓ، امیر معاویہؓ کے پاس شام میں تھے کہ امیر معاویہؓ نے عقبہ بن عامر جہنی کے بجائے ان کو مصر کا حاکم مقرر کیا اور تاکید کی کہ عقبہ سے امارت مخفی رکھی جائے دوسری طرف عقبہ کے نام فرمان بھیجا کہ آپ امیر البحر ہیں' جزیرہ روڈس پر حملہ کیجئے' چنانچہ مسلمہ مصر پہنچے اور عقبہ کے ساتھ اسکندریہ روانہ ہوئے' ادھر عقبہ کے جہاز نے جزیرۂ روڈس پر حملہ کے لیے لنگر اٹھایا اور ادھر مسلمہ تخت امارت پر متمکن ہو گئے' عقبہ کو خبر ہوئی تو بڑا افسوس کیا۔[1] یہ ۲۰ ربیع الاول ۴۷ھ کا واقعہ ہے' بعض لوگوں نے ۵۰ھ لکھا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں۔

مصر اور افریقہ اب تک دو جداگانہ صوبے تھے' اور ان پر دو والی حکومت کرتے تھے حضرت مسلمہ دونوں صوبوں کے امیر بنائے گئے اور اسی کے ساتھ ساتھ محکمہ مذہبی و خراج بھی انہی کی نگرانی و اہتمام میں دے دیا گیا۔ حضرت مسلمہؓ نے نظام حکومت از سر نو ترتیب دیا' سائب بن ہشام بن کنانہ عامری کو پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا' وہ ۴۹ھ تک اس منصب پر فائز رہے' اس کے بعد عابس بن سعد مرادی کو کہ ان سے زیادہ انتظامی قابلیت رکھتے تھے' اس عہدہ پر مامور کیا۔ معاویہ بن خدیج کو مغرب کی سرحد پر غزوہ کے[2] لیے مامور کیا' اور بحری و بری لڑائیوں کے لیے بعض مقامات پر لشکر بھیجے۔ حضرت مسلمہؓ نے اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی' ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیئے' ایک بحری لڑائی کے لیے آدمی کثرت سے بھرتی کیے تو فوج میں عام ناراضگی پھیل گئی' اس موقع پر حضرت مسلمہؓ نے فوجی جوش کم کرنے کے لیے ایک خطبہ دیا جو بجنسہ درج ذیل ہے:[3]

یااھل مصر! مانقم منی واللہ لقد زرت فی مدد کم وعدد کم وقویتکم علی عدوکم والذی نفسی بیدہ لا یاتینکم زمان الا الآخر فالآخر شرفمن استطاع منکم ان یتخذنفقا فی الارض فلیفعل.

''لوگو! تم کو مجھ سے ناخوش نہ ہونا چاہیے میں نے تمہاری تعداد اور کمک میں اضافہ

---

[1] یہ تمام واقعات کتاب ولاۃ مصر الکندی ص ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ سے ماخوذ ہیں۔

[2] استیعاب ص ۲۸۷ جلد ا۔ [3] اصابہ ص ۹۸ جلد ۶۔

marfat.com

کر کے دشمنوں کے مقابلہ میں تم کو مضبوط بنایا ہے' خدا کی قسم! (مجھ کو غنیمت سمجھو) آئندہ زمانہ میں سخت و جابر عمال آئیں گے اس وقت کے لیے البتہ تم کو زمین میں کوئی سوراخ تلاش کر لینا چاہیے''۔

۵۳ھ میں رومی لشکر برنس پر چڑھ آیا تو حضرت مسلمہؓ نے فوج بھیج کر اس کا سخت مقابلہ کیا' اگرچہ اس میں مسلمان کثرت سے کام آئے تاہم فیصلہ مسلمانوں کے موافق ہوا' اس میں جو مسلمان شہید ہوئے' ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں دروان (عمروؓ بن عاص کے غلام) عائذ بن ثعلبہ بلوی، ابورقیہ عمرو بن قیس لخمی وغیرہ۔ غالباً اسی سنہ میں حضرت مسلمہؓ نے عابس بن سعید کو پولیس کے محکمہ سے ہٹا کر امیر البحر بنایا' اور انہی کی ماتحتی میں اسطاذنہ (غالباً قسطنطنیہ کی تصحیف ہے کیونکہ اس قدر ثابت ہے کہ مسلمہ کے عہد میں مصر سے قسطنطنیہ پر ایک حملہ ہوا تھا) پر لشکر کشی کے لیے ایک مہم بھیجی' مہم سے واپس ہونے تک سائب بن ہشام عابس کے بجائے پولیس کے افسر رہے' ۵۷ھ میں جب وہ روم سے واپس آئے تو اپنے سابق منصب پر بحال ہو گئے۔

۶۰ھ میں حضرت مسلمہ کسی ضرورت سے اسکندریہ گئے تو فسطاط میں عابس بن سعید کو اپنا جانشین بنایا۔ اسی سنہ میں رجب کے مہینہ میں امیر معاویہؓ نے انتقال کیا اور یزید ان کا جانشین ہوا' مسلمہ اسکندریہ میں تھے یزید کی خلافت کی خبر ملی تو عابس کو خط لکھا کہ رعایا سے یزید کی بیعت لے لو' چنانچہ تمام لشکر نے بیعت کی' لیکن عبداللہ بن عمرو بن العاص منکر تھے' عابس نے آگ منگوا کر دھمکی دی کہ ''انکار کرو گے تو اس میں جھونک دوں گا'' حضرت عبداللہ نے یہ دیکھ کر جبراً و قہراً بیعت کی اور دنیا میں آگ کے عذاب سے محفوظ رہے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مسلمہ اسکندریہ سے واپس آئے' اب عابس کو پولیس کے محکمہ کے ساتھ قضا کا محکمہ بھی تفویض کیا' یہ اوائل ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔

محکمہ مذہبی کا انتظام:

مسلمہؓ نے محکمہ مذہبی کے افسر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے بہت سی مذہبی خدمات بھی

---

[1] اصابہ ۹۸ جلد ۶۔

marfat.com

انجام دیں ۵۳ھ میں جامع مسجد کی توسیع کی اور حضرت عمرو بن العاص نے جو جامع مسجد تعمیر کی تھی اس کو منہدم کیا۔ مسجدوں میں روشنی کے منارے بنوائے اور خولان اور نجیب وغیرہ کے ذمہ روشنی کا جو انتظام تھا' اس کو موقوف کر دیا' مسجدوں میں یہ حکم بھیجا کہ رات کے وقت سب جگہ ایک اذان ہو فجر کے وقت یہ انتظام کیا کہ پہلے جامع مسجد میں کوئی مؤذن اذان پکاریں جب وہاں اذان ختم ہو تو فسطاط کی ہر ہر مسجد میں اذان کہی جائے' چونکہ یہ طریقہ نہایت پسندیدہ' مستحسن اور اسلام کی شان وشوکت کو دوبالا کرتا تھا' نہایت مقبول ہوا اور مسودہ کے زمانہ تک متواتر رائج رہا' ان لوگوں کے زمانہ میں کسی وجہ سے یہ رسم موقوف ہوگئی اور پھر افسوس کہ کبھی زندہ نہ ہوسکی۔

وفات:

۲۵ رجب ۶۲ھ میں حضرت مسلمہؓ نے انتقال فرمایا' ۶۲ سال کا سن تھا' ۱۵ برس چار ماہ حکومت کی' وفات کے وقت کاروبار حکومت عابس بن سعید کے سپرد کیا۔

اولاد:

کوئی صلبی یادگار نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال:

حضرت مسلمہؓ حافظ قرآن تھے اور وہ ایسا صحیح یاد تھا کہ لوگ تعجب کرتے تھے' حضرت مجاہد تفسیر وقرأت کے امام ہیں اور اپنے زمانہ میں اس فن میں بے نظیر تسلیم کیے جاتے تھے' ان کا بیان ہے کہ میں دنیا میں اپنے کو قرآن کا سب سے بڑا حافظ سمجھتا تھا لیکن مسلمہؓ کے پیچھے ایک روز نماز فجر پڑھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا' انہوں نے سورہ بقرہ پڑھی تھی' اتنی بڑی سورت میں کہیں واؤ اور الف کی بھی غلطی نہیں کی۔ حدیث میں بھی مرجعیت عامہ حاصل تھی' اور خود صحابہ حدیث سننے کے لیے ان کے پاس مصر جاتے تھے' حضرت ابوایوب انصاری صرف ایک حدیث سننے کے لیے مصر گئے تھے' عقبہ بن عامر جہنی بھی اسی غرض سے گئے تھے اور حدیث سنی تھی۔ تلامذہ خاص اور راویان حدیث میں حسب ذیل حضرات ہیں' اسلم ابوعمران' شیبان بن امیہ' عبدالرحمن بن شماسہ' علی بن رباح' مجمع بن کعب' مجاہد بن جبر' ہشام بن ابی رقیہ۔

۱ مسند ج ۴ ص ۱۰۴ جلد ۳۔

marfat.com

حضرت محمد بن مسلمہ

نام ونسب:

محمد نام' ابوعبدالرحمٰن کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' محمد بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو ابن مالک بن اوس۔

بعثت نبوی سے ۲۲ سال قبل پیدا ہوئے' محمد نام رکھا گیا' سن شعور کو پہنچ کر عبدالاشہل کے حلیف بن گئے۔

اسلام:

سعد بن معاذ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے رشتہ اخوت قائم ہوا' غزوۂ بدر میں شریک تھے اور غزوہ قینقاع میں یہود کا مال انہی نے وصول کیا تھا[1] کعب بن اشرف یہودی مدینہ میں ایک شاعر تھا آنحضرت ﷺ کی ہجو کرنا اور مسلمانوں کے خلاف آتش غیظ وغضب مشتعل کرنا اس کا کام تھا' بدر میں مسلمانوں کو فتح اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو بولا کہ ''اب زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے اچھا ہے'' اسی جوش میں مکہ پہنچا اور اشعار کے ذریعہ سے تمام قریش میں انتقام کی آگ بھڑکا دی' مدینہ واپس آیا تو آنحضرت ﷺ کو اس کی فکر پیدا ہوئی فرمایا: اللھم اکفنی ابن الاشرف! بما شئت فی اعلانہ المرو قولہ الاشعار پھر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں فرمایا من للکعب بن الاشرف فانہ قد اذی اللہ و رسولہ 'کعب کے لیے کون ہے؟ اس نے خدا اور رسول کو بہت اذیت پہنچائی' محمد بن مسلمہؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی مرضی ہے کہ وہ قتل کر دیا

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۰ حصہ مغازی۔

marfat.com

جائے' فرمایا ہاں' عرض کی تو اس کام کے لیے میں حاضر ہوں' لیکن کچھ کروں تو کوئی مضائقہ تو نہ ہوگا' ارشاد ہوا نہیں بارگاہ رسالت سے اٹھ کر کعب کے پاس آئے اور کہا کہ ''اس شخص (آنحضرتؐ) نے ہم کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے' اب صدقہ مانگتا ہے' ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ایک یا دو وسق چھوہارے اور کھانا ہم کو پیشگی دے دو' کیا کہیں اس سے بیعت کر چکے ہیں' اب چھوڑتے بھی نہیں بنتا' تاہم انجام کا انتظار ہے' کعب نے کہا' مجھے منظور ہے' لیکن کوئی چیز گرو رکھ دو' ساتھیوں نے کہا کیا رہن رکھیں؟ بولا عورتیں کہا نہیں' تم خوبصورت آدمی ہو' بولا تو بچے' کہا یہ بھی ٹھیک نہیں' لوگ انگلیاں اٹھائیں گے کہ ایک دو وسق کے لیے اولاد رہن رکھ دی' یہ بڑے شرم کی بات ہے' کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہتھیار گرو رکھ دیں' اس نے کہا اچھا میرے پاس پھر آنا۔

رات کے وقت محمد ابن مسلمہؓ' ابو نائلہ کو کہ کعب کے رضاعی بھائی تھے' اور مسلمان ہو چکے تھے' لے کر پہنچے کعب نے قلعہ میں بلا لیا اور ملنے کے لیے گھر سے نکل رہا تھا' کہ بیوی نے کہاں ایسے وقت کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا کہ میرے دو بھائی ملنے آئے ہیں' ان سے ملنے جا رہا ہوں' بولی کہ ''ان کی آواز سے تو خون ٹپکتا ہے' کہا خیر اگر یہی ہے تب بھی مجھے جانا چاہیے' کیونکہ شریف آدمی رات کو بھی نیزہ کی دعوت قبول کرتا ہے' غرض نہایت عمدہ عطر لگا کر اور چادر اوڑھ کر گھر سے نکلا' محمد بن مسلمہؓ نے پہلے سے ساتھیوں کو کہہ رکھا تھا کہ میں اس پر قابو پانے کی کوشش کروں گا' جس وقت اشارہ کروں فوراً قتل کر دینا۔

چنانچہ اس سے کہا' نہایت عمدہ خوشبو ہے' کیا میں تمہارا سر سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دی تو انہوں نے سر سے پکڑ کر سونگھا اور کہا ان لوگوں کو بھی اجازت دو' سب اٹھے اور سر سونگھا' اتنی دیر میں وہ بخوبی قبضہ میں آ گیا تھا' ساتھیوں سے کہا لو اس کو قتل کرو' اتنی دیر میں تلواریں برس پڑیں لیکن جان پھر بھی باقی رہ گئی' خدا کا دشمن اتنی زور سے چلایا کہ تمام یہود نے آواز سن لی اور ہر قلعہ پر روشنی ہوگئی محمد بن مسلمہؓ نے جرأت کر کے پیٹ میں بھونک دی جو ناف کے نیچے اتر گئی اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔[1]

[1] صحیح بخاری وطبقات ابن سعد ص ۵۷ و ۲۱ و ۲۲ حصہ مغازی۔

marfat.com

ان لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے لیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے' بقیع پہنچ کر تکبیر کہی' آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک آرام نہ فرمایا تھا' برابر نماز پڑھ رہے تھے تکبیر کی آواز گوش مبارک تک پہنچی' سمجھے کہ مقصد میں کامیابی ہوئی' سامنے آئے تو فرمایا کہ "کامیاب پھرے ہیں" لوگوں نے کعب کا سر سامنے رکھ دیا تو نہایت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کی حفاظت پر متعین تھے' پچاس آدمیوں کے ساتھ تمام رات گشت لگایا تھا[1]

واقعہ نضیر میں کہ ۴ ہجری میں پیش آیا تھا' آنحضرت ﷺ نے ان کو بنونضیر کے پاس بھیجا کہ یہ اعلان کردو کہ ہمارے شہر سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاؤ' تم لوگوں نے آنحضرتؐ سے جو فریب اور دغا کی ہے' وہ ہم کو خوب معلوم ہے تم کو دس روز کی مہلت ہے' اس کے بعد اگر یہاں دیکھے گئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے" بنونضیر نے عبداللہ بن ابی کے اغوا سے اس حکم کی پروانہ کی' اور مقابلہ پر تیار ہو گئے' آنحضرتؐ نے مجبور ہو کر محاصرہ کر لیا اور شکست دی' محمد بن مسلمہؓ کے ذمہ ان کے جلاوطن کرنے کا معاملہ سپرد ہوا[2] جس کو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔

غزوۂ خندق کے بعد ۵ ہجری میں غزوۂ قریظہ ہوا' ۱۵ روز کے محاصرہ کے بعد یہود بنی قریظہ نے زچ ہو کر سپر ڈال دی اور آنحضرتؐ کے حکم پر راضی ہو گئے' محمد بن مسلمہؓ نے عورتوں اور بچوں کو جدا کر کے باغیوں کے ہاتھ باندھ دیئے اور ایک طرف لا کر کھڑا کر دیا[3]

اس واقعہ کے بعد ۳۰ سواروں کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے بکرات روانہ کیا' جو مدینہ سے ۷ دن کی مسافت پر واقع تھا' مقصود قرطاء پر غارت گری تھی' محمد بن مسلمہؓ رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے' گاؤں پہنچ کر اچانک ان کو جا لیا کچھ قتل ہوئے' باقی فرار ہو گئے' بہت سے اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

اونٹ ۱۵۰، بکریاں ۳۰۰۰

---

[1] طبقات ص ۲۷۔ [2] طبقات ص ۲۱۔ [3] ایضاً ص ۵۴۔

marfat.com

۱۹ روز کے بعد مدینہ واپس آئے [1]

ربیع الثانی ۶ ہجری میں ۱۰ آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجے گئے' یہ مقام مدینہ سے ۲۴ میل پر ہے اور ربذہ کی سڑک پر واقع ہے' رات کو وہاں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ۱۰۰ آدمی جمع کر کے تیر اندازی کی' پھر نیزے لے کر ٹوٹ پڑے' محمد بن مسلمہؓ کے علاوہ ادھر کے سب آدمی مارے گئے' گو محمد بن مسلمہ شہید نہیں ہوئے' لیکن ان کے ٹخنے پر چوٹ آ گئی تھی' جس سے ہلنا بھی مشکل تھا' ان لوگوں نے سب کے کپڑے اتار لیے اور برہنہ چھوڑ کر چلے گئے' اتفاق سے ایک مسلمان ادھر سے گزر رہا تھا' محمد بن مسلمہ کو اس حال میں دیکھا تو اٹھا کر مدینہ لایا' آنحضرتؐ نے اس کے انتقام کے لیے حضرت ابوعبیدہ ؓ کو روانہ فرمایا [2]

۷ھ میں عمرۃ القضاء ہوا' آنحضرتؐ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر گھوڑے محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کر دیئے' اور فرمایا کہ تم آگے بڑھو' یہ ظہران پہنچے تو قریش سے ملاقات ہوئی پوچھا کیا ماجرا ہے؟ کہا آنحضرت ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور انشاء اللہ کل یہاں پہنچ جائیں گے [3]

غزوۂ تبوک میں کہ ۹ ہجری میں واقع ہوا تھا' آنحضرتؐ نے مدینہ میں ان کو کاروبار خلافت سپرد کیا تھا [4] حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قبیلہ جہینہ کے صدقات وہی وصول کرتے تھے' حضرت عمرؓ نے گورنروں اور عاملوں کی نگرانی کا ایک عہدہ قائم کیا تھا' دربار خلافت میں وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکایتیں موصول ہوتیں ان کی تحقیق و تفتیش کے لیے حضرت عمرؓ نے انہی کو انتخاب کیا' صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

وھو کان صاحب العمال ایام عمرؓ کان عمر اذا شکی الیہ عاملا ارسل محمد ایکشف الحال وھوالذی ارسلہ عمر الی عمالہ لیا خد شطر اموالھم [5]

''یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں عمال کے نگران تھے' جب کسی عامل کی حضرت عمرؓ سے شکایت کی جاتی' تو تحقیق حال کے لیے محمد بن مسلمہ بھیجے جاتے' انہی کو حضرت

---

[1] طبقات ص ۵۶۔ [2] طبقات ص ۶۱ و ۶۲۔ [3] ایضاً ص ۸۷۔
[4] ایضاً ص ۱۱۹۔ [5] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۳۰۔

marfat.com

حضرت عمرؓ نے عمال کے پاس بھیجا تھا کہ ان کے مال کا چوتھائی حصہ وصول کریں"۔

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص جو کوفہ کے گورنر اور عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی نسبت لوگوں نے جا کر حضرت عمرؓ سے شکایت کی' حضرت محمد بن مسلمہ تحقیقات کے لیے کوفہ بھیجے گئے' انہوں نے کوفہ کی ایک مسجد میں جا کر لوگوں کا اظہار لیا' اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو ساتھ لے کر مدینہ آئے' یہاں حضرت عمرؓ نے خود انکار اظہار لیا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل بنایا ہے اور اس میں ڈیوڑھی رکھی ہے' فرمایا کہ اب کسی مظلوم اور فریادی کی آواز ان تک نہیں پہنچے گی' محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں' انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی' حضرت سعدؓ باہر نکلے اور پوچھا کیا معاملہ ہے' انہوں نے واقعہ بیان کیا[2] تو خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بازار میں پھر رہے تھے' ایک شخص نے آواز دی' عمر! کیا چند شرطیں تم کو خدا سے نجات دلا دیں گی؟ تمہارا عامل عیاض بن غنم جو مصر کا حاکم ہے باریک کپڑے پہنتا ہے' اور دروازہ پر دربان مقرر کر رکھا' حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر مصر بھیجا کہ وہ جس حال میں ہوں ان کو بلوا لاؤ' محمد بن مسلمہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا' اندر گئے تو عیاض ایک باریک کرتہ پہنے تھے کہا چلو امیر المومنین نے طلب کیا ہے' درخواست کی کہ قبا تو پہن لوں' جواب ملا نہیں اسی وضع سے چلو' غرض اسی حالت میں مدینہ آئے' حضرت عمرؓ نے وہ کرتہ اتروا کر بالوں کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا گلہ منگوا کر حکم دیا کہ کہ جنگل میں لے جا کر چراؤ۔[3]

حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کے مال و دولت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے' محمد بن مسلمہ کو ان کے نام فرمان دے کر روانہ کیا' جس میں لکھا تھا کہ سارا مال ان کے سامنے رکھ دیا جائے' یہ جس قدر مناسب سمجھیں گے لے لیں گے محمد بن مسلمہ مصر پہنچے تو عمروؓ نے ہدیہ بھیجا' انہوں نے واپس کر دیا' حضرت عمروؓ کو اس کا بڑا ملال ہوا اور کہا کہ تم نے میرا ہدیہ واپس کر دیا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا تھا' جواب دیا

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۴ جلد ا و طبرانی ص ۲۰۶-۲ - [2] اصابہ ص ۶۴ جلد ۲ - [3] کتاب الخراج ص ۶۶ -

marfat.com

کہ آنحضرت ﷺ کے ہدیہ اور اس میں فرق ہے اس میں برائی پوشیدہ ہے' عمروؓ نے کہا خدا اس دن کا برا کرے جب میں عمر بن الخطاب کا والی بنا' میں نے عاص بن وائل (عمرو کے باپ کا نام ہے) کو دیکھا ہے وہ جب کمخواب کی قبا زیب بدن کرتے تھے تو خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) لکڑیوں کا گٹھا گدھے پر لادے پھرتا تھا آج اسی کا بیٹا مجھ پر حکومت جتارہا ہے' محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ آپ کے اور ان کے باپ دونوں جہنم کے کندے ہیں' لیکن عمر ؓ آپ سے بہتر ہیں' اس کے بعد کچھ سخت گفتگو ہوئی' عمروؓ نے کل مال سامنے لا کر رکھ دیا' انہوں نے کسی قدر لے کر واپس کر دیا' اور مدینہ چلے آئے[1]

محمد بن ربیع نے صحابہ مصر کے حال میں اس واقعہ کو درج کیا ہے' ایک حدیث بھی سنداً پیش کی ہے۔[2]

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک مدینہ میں رہے' پھر ربذہ کی سکونت اختیار کی' حضرت عثمانؓ کے قتل کے اندوہناک واقعہ میں بالکل الگ تھے' حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کو فتنہ نے کچھ ضرر نہیں پہنچایا اور وہ محمد بن مسلمہؓ ہیں۔

چند آدمی ربذہ آئے' دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے' اندر گئے تو محمد بن مسلمہؓ سے ملاقات ہوئی' عزلت نشینی کا سبب دریافت کیا' تو فرمایا جب تک معاملہ صاف نہ ہو جائے' ہم کو دخل دینے کی ضرورت نہیں[3]

جناب امیر ؓ خلیفہ ہوئے تو ان کو طلب فرمایا اور پوچھا میرے ساتھ کیوں نہ شریک ہوئے' عرض کی آپ کے بھائی (آنحضرت ﷺ) نے مجھے تلوار دی تھی' اور فرمایا تھا کہ مشرکین سے لڑنا اور جب مسلمان سرگرم پیکار ہوں تو اسے احد پر مار کر پاش پاش کر دینا اور گھر میں بیٹھ رہنا' چنانچہ میں نے یہی کیا[4]

جمل اور صفین وغیرہ میں کسی فریق کے ساتھ نہ تھے اس زمانہ میں ایک لکڑی کی تلوار بنائی تھی اور کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے۔[5]

---

[1] کنز العمال ص ۱۸۴ جلد ۳۔ [2] اصابہ ص ۶۴ جلد ۶۔ [3] اسد الغابہ صفحہ ۳۳۱ جلد ۴۔

[4] مسند صفحہ ۲۲۵ جلد ۴۔ [5] اسد الغابہ

marfat.com

وفات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۴۶ھ میں وفات پائی، صفر کا مہینہ تھا کہ ایک شامی جو صوبہ اردن کا رہنے والا تھا ان کی فکر میں مدینہ آیا، یہ مکان کے اندر تھے یہ دراتا ہوا اندر چلا گیا اور ان کا کام تمام کردیا، قصور یہ تھا کہ انہوں نے امیر معاویہ کی طرف سے تلوار کیوں نہ اٹھائی [1]

اسی زمانہ میں مروان مدینہ منورہ کا امیر تھا، اس نے نماز جنازہ پڑھائی، [2] اور مدینہ کے قبرستان میں دفن ہوئے [4] وفات کے وقت سن مبارک ۷۷ سال کا تھا۔

اہل وعیال:

دس لڑکے اور چھ لڑکیاں یادگار چھوڑیں، [3] مشہور لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں، جعفر، عبداللہ، سعد، عبدالرحمن، عمرؓ (یہ سب صحابی تھے) محمود۔

حلیہ:

قد دراز، بدن دہرا، رنگ گندم گوں، سر کے بال آگے سے اڑ گئے تھے۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابہؓ [4] میں تھے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برسوں رہے تھے سینکڑوں حدیثیں سنی تھیں، لیکن صرف ۶ روایتیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ [5]

راویوں میں مشاہیر تابعین ہیں، جن کے نام یہ ہیں،

ذویب، مسور بن مخرمہ، سہل بن ابی حثمہ، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، عروہ، اعرج، قبیصہ ابن حصن۔

اخلاق:

اخلاق میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں، حب رسول اور فتنہ سے کنارہ کشی اور دونوں کے مناظر آپ دیکھ چکے ہیں۔

۱؎ تہذیب التہذیب۔ ۲؎ استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ا۔ ۳؎ اسد الغابہ صفحہ ۳۱۰ جلد ۳۔
۴؎ استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ا۔ ۵؎ تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵۵ جلد ۹۔

marfat.com

حضرت معاذ بن عفراؓ

نام ونسب:

معاذ نام، سلسلہ نسب یہ ہے، معاذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام عفراء بنت خویلد بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھا۔

اسلام:

بیعت عقبہ سے قبل مکہ جا کر مسلمان ہوئے، ۵ آدمی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے، ان چھ آدمیوں کے ناموں میں اختلاف ہے، ہم نے موسیٰ بن عقبہ اور ابوالاسود[1] کی روایت پر اعتبار کیا ہے جو بالترتیب زہری اور عروہ سے اس واقعہ کی روایت کرتے ہیں۔

مواخاۃ:

ہجرت کے بعد معمر بن حارث ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تھے۔

غزوات:

بدر میں شریک تھے، جب شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ نے مبارزطلبی کی تو سب سے پہلے یہی تینوں بھائی (معاذ، معوذ، عوف) تیغ بکف میدان میں نکلے تھے، لیکن آنحضرتؐ نے ان کو واپس بلالیا اور حضرت حمزہ وغیرہ کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔

لیکن ولولہ جہاد کب دب سکتا تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک صف میں کھڑے تھے، ان کے داہنے بائیں دونوں بھائی آ کر کھڑے ہوگئے، وہ ان کو پہچانتے نہ تھے اس بناء پر اپنے گرد دو نوجوانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اتنے میں ایک نے آہستہ

---

[1] دیکھو فتح الباری ص۱۷۲ جلد ۷۔

marfat.com

سے کہا چچا! ابو جہل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا برادر زادے! کیا کرو گے؟ کہا میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے اس بناء پر خدا سے عہد کر چکا ہوں کہ اس کو ضرور ماروں گا' پھر اسی دھن میں اپنی جان بھی قربان کر دوں گا' دوسرے نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی' حضرت عبدالرحمٰن نہایت متعجب ہوئے اور اشارہ سے بتایا کہ دیکھو ابو جہل وہ گشت لگا رہا ہے' اتنا سن کر وہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابو جہل کو قتل کر ڈالا' پھر آنحضرت ﷺ کو خوشخبری سنائی' پوچھا کس نے قتل کیا' دونوں نے جواب دیا ہم نے۔ فرمایا تلوار دکھاؤ' چنانچہ دونوں کی تلواروں میں خون کا اثر موجود تھا۔[1]

صحیح مسلم میں ان دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء مذکور ہے' لیکن صحیح بخاری میں ابنائے عفراء ہے' جس سے صرف معاذ اور ان کے بھائی کا مارنا ثابت ہوتا ہے' ابو جہل پر حملہ کرتے وقت ابن ماعض نے کہ قبیلہ زریق سے تھا' ان پر حملہ کیا' چنانچہ زخمی ہو کر مدینہ آئے تھے۔

وفات:

بعضوں کے نزدیک تو اسی زخم سے فوت ہو گئے بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وفات پائی' اور ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ ۳۷ھ میں انتقال کیا' اس زمانہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔

اخلاق:

حب رسول کا بہترین ثبوت بدر میں ابو جہل کا قتل ہے' اس میں انہوں نے جانبازی کی جو اعلیٰ مثال پیش کی' وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت حیرت انگیز ہے' فرائض کی بجا آوری میں اہتمام تھا۔

آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حج کرنے کے علاوہ اور بھی حج کیے جن میں سے ایک کا تذکرہ سنن نسائی میں آیا ہے:

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۶۸ جلد ۲ و مسلم ۶۸ و ۶۹ جلد ۲۔

marfat.com

حضرت مجمع بن جاریہؓ

نام ونسب:

مجمع نام، قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے مجمع بن جاریہ بن عامر بن مجمع بن عطاف بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت کے وقت کم سن تھے، اور اسی زمانہ میں اسلام لائے۔

غزوات:

غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کی[1]

وفات:

امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال کیا[2]

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، یعقوب، یحیٰ، عبیداللہ، بیوی کا نام سلمہ بنت ثابت ابن وحدانہ بن نعیم بن غنم بن ایاس تھا اور قبیلہ قضاعہ کے خاندان بلی سے تھیں[3]

صاحب طبقات کا بیان ہے کہ ان کی نسل باقی نہیں رہی[4]

فضل وکمال:

عہد رسالت میں جن صحابہؓ نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا تھا، ان میں حضرت مجمع بن جاریہ انصاری بھی تھے، لیکن ایک یا دو سورتیں باقی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کا وصال

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۰ جلد ۳۔ [2] استیعاب ص ۳۶۸ جلد ۱۔

[3] طبقات ص ۱۹۲ جلد ۵۔ [4] ایضاً ص ۳۴ جلد ۳۔

marfat.com

ہو گیا،[1] اور وہ اس کام کو مکمل نہ کر سکے۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے:

کان احد القرآن الذین قرؤ ا لقراء.[2]

''یعنی وہ ان قاریوں میں تھے' جنہوں نے قرآن پڑھا تھا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قرآن کی تعلیم کے لیے کوفہ بھیجا تھا،[3] حضرت عبداللہؓ بھی وہیں تھے' انہوں نے بھی ان سے قرآن پڑھا تھا۔

حدیثیں بہت کم روایت کیں' صحیح ترمذی میں ۳ حدیثیں ہیں' جن میں بعض صحیح سند سے ثابت ہیں۔

راویوں میں یعقوب' عبدالرحمٰن بن یزید بن جاریہ اور عکرمہ بن سلمہ ہیں۔

اخلاق:

زہد و تقدس کی وجہ سے اپنی قوم کے امام تھے' اور یہ منصب صغر سنی ہی میں حاصل ہو گیا تھا' باپ نے مسجد ضرار بنائی تھی' معصوم بیٹا اس میں نماز پڑھتا تھا' لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بیخ کنی مقصود ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو جلوا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے درخواست کی کہ مجمع رضی اللہ عنہ کو امام بنایا جائے' بولے یہ کبھی نہ ہوگا' وہ مسجد ضرار میں منافقین کی امامت کرتا تھا' مجمع رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو قسم کھا کر کہا کہ مجھے منافقین سے کوئی سروکار نہ تھا' جب ان کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امامت کی اجازت دی۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۰۲ جلد ا۔ [2] مسند ج ۳ ص ۴۲۰۔ [3] اصابہ ج ۶ ص ۴۶۔

marfat.com

حضرت محیصہؓ بن مسعود

نام ونسب:

محیصہ نام' ابوسعید کنیت' قبیلہ اوس سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمروؓ ابن مالک بن اوس۔

اسلام:

مسعودؓ بن کعب کے دو بیٹے تھے' حویصہ اور محیصہ' حویصہ بڑے تھے' ان کا ذکر صحیحین میں موجود ہے' محیصہؓ چھوٹے تھے' لیکن ان سے زیادہ عقل مند' ہوشیار اور وقت شناس تھے' ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس مقولہ کے مصداق بنے' بزرگی بعقل ست نہ بسال''۔

غزوات:

احد' خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی' غزوۂ احد سے قبل کعب بن اشرف یہودی کا قلع قمع ہو چکا تھا' چونکہ اس کو اور اس کی تمام جماعت کو اسلام سے خاص عداوت تھی' آنحضرتؐ نے عام حکم دے دیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ اس کو فوراً قتل کر دو' ابن سینہ ایک یہودی تاجر تھا' حویصہ کے اور اس کے خاص تعلقات تھے' محیصہؓ نے اس کو موقع پا کر قتل کر دیا' چونکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے' نہایت برہم ہوئے' مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے' خدا کے دشمن! تیرے پیٹ میں بہت سی چربی اسی کے مال کی ہے' محیصہؓ نے ان کے غصہ اور مار کا صرف ایک جواب دیا کہ ''جس شخص نے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا' اگر تمہارے قتل کا حکم دے تو تم کو بھی قتل کر دوں گا''۔ یہ سن کر سخت متعجب ہوئے اور حیرت سے پوچھا کیا واقعی اگر وہ میرے مارنے کا حکم دیں تو تم مجھ کو مار ڈالو گے؟ انہوں نے کہا'' خدا کی قسم! ضرور ماروں گا''۔ حویصہ پر اب غصہ کی بجائے حقانیت طاری ہوئی' بولے جس نے تجھ کو ایسا کر دیا وہ کوئی عجیب مذہب ہے اور پھر انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے[1] محیصہؓ نے اپنے بھائی کے اس مکالمہ کو نظم کر دیا' جس کو ہم بھی نقل کرتے ہیں:

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۳۵۔

marfat.com

یلوم ابن امی لو امرت بقتله لطبقت ذفراه بابیض قاضب
حسام کلون الملح اخلص عقله متی ما اصوبه فلیس بکاذب
وما سرنی انی قتلتك طائعا وان لنا ما بین بصری ومارب

آنحضرت ﷺ نے تاسیس حکومت کے بعد جب اشاعت اسلام کا محکمہ قائم کیا تو ان کو مبلغ بنا کر فدک روانہ فرمایا[1]

وفات:

سنہ وفات معلوم نہیں، لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، کیونکہ ان کے پوتے نے ان کو اچھی طرح دیکھا تھا اور حدیث سنی تھی اور یہ ثابت ہے کہ ان کے پوتے ۴۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

اولاد:

حدیثوں سے ایک لڑکے کا پتہ چلتا ہے، لیکن نام میں اختلاف ہے، مسند میں ساعدہ اور سعد دو نام آئے ہیں، طبقات میں سعد لکھا ہے، کتب رجال میں ہے کہ بعض لوگ ان کے صحابی ہونے کے قائل ہیں، اصل نام حرام ہے۔

فضل وکمال:

عہد نبوت میں اشاعت اسلام جیسے اہم کام پر متعین ہونا، ان کے فضل وکمال کی بین دلیل ہے، اس کے علاوہ چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں، جو محمد بن سہل بن ابی حثمہ اور حرام بن سعد کے سلسلہ سے مروی ہیں۔

اخلاق:

رسول اللہؐ سے ان کو جو محبت تھی، اور اطاعت کا جو جذبہ وہ اپنے دل میں رکھتے تھے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی، بارگاہ نبوی میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا انہوں نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا، جواب خلاف مزاج ملا تو جب تک ان کو اطمینان نہ ہوگیا، اس کو بار بار پوچھتے رہے۔[2]

[1] اسد الغابہ ص ۳۳۴۔ [2] مسند ص ۴۳۶ جلد ۵۔

marfat.com

حضرت منذرؓ بن عمرو

نام ونسب:

منذر نام، اعنق لیموت لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن کعب الکبیر۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے، حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔[1]

غزوات، عام حالات اور وفات:

طلیب بن عمیر سے مواخاۃ ہوئی، بدر اور احد میں شریک ہوئے، موخر الذکر غزوہ میں میسرہ کے افسر تھے۔

غزوۂ احد کے ۴ ماہ بعد صفر کے مہینہ میں انصار کے ستر نوجوان جو قراء کے نام سے مشہور تھے، اشاعت اسلام کی غرض سے نجد بھیجے گئے تھے، حضرت منذرؓ اس جماعت کے امیر تھے، بیر معونہ پہنچے تھے کہ رعل اور ذکوان کے سواروں نے گھیر لیا، ان لوگوں نے ہر چند کہا کہ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں، رسول اللہ ﷺ کے کام سے کسی طرف جارہے ہیں، لیکن ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو قتل کر ڈالا۔ صرف منذرؓ باقی رہ گئے ان سے کہا کہ درخواست کرو تو تم کو امان دی جائے، لیکن ان کی حمیت یہ بے غیرتی گوارا نہ کرسکتی تھی، صاف انکار کر دیا اور جس مقام پر حضرت حرامؓ شہید ہوئے تھے، وہیں پہنچ کر لڑے، اور قتل ہوئے،

---

[1] اسد الغابہ صہ ۴۱۸ جلد ۴۔

marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا اعنق لیموت! یعنی انہوں نے دانستہ موت کی طرف سبقت کی، اس وقت سے ان کا یہ لقب خاص و عام کے زبان زد ہو گیا،[1] یہ اوائل ۴ ہجری کا واقعہ ہے۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال:

جاہلیت میں عربی لکھتے تھے،[2] اسلام میں قرآن و حدیث کی جو واقفیت بہم پہنچائی تھی، اس کی بناء پر اشاعت اسلام کے لیے وہ منتخب ہوئے اور مبلغین کے امیر بنائے گئے۔

اخلاق:

زہد و تقویٰ، عبادت و قیام لیل، یہ تمام قراء کا شیوہ تھا، حضرت منذر رضی اللہ عنہ بھی انہی اوصاف سے متصف تھے۔

---

[1] طبقات ص ۳۶ و ۳۷ جلد ۲ و صحیح بخاری ۵۸۶ ج ۲۔ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۱۸۔

marfat.com

حضرت نعمانؓ بن بشیر

نام ونسب:

نعمان نام' ابوعبداللہ کنیت' قبیلہ خزرج سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' نعمان ابن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن الخزرج الاکبر' والدہ کا نام عمرہ بنت رواحہ تھا' جن کا سلسلہ نسب مالک اغر پر حضرت نعمانؓ کے آبا سے مل جاتا ہے۔ حضرت نعمانؓ کے والد بشیر بن سعد بڑے رتبہ کے صحابی تھے' عقبہ ثانیہ میں ۷۰ انصار کے ہمراہ مکہ جا کر بیعت کی تھی بدر' احد اور تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے' سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے انہی نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی تھی' ۱۲ ہجری میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کو نکلے' اور واپسی کے وقت عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ والدہ بھی جو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ مشہور صحابی کی ہمشیرہ تھیں' آنحضرتؐ سے بیعت کا شرف حاصل کر چکی تھیں۔

حضرت نعمانؓ ہجرت کے چودھویں مہینے ربیع الثانی ۲ ہجری میں اس مقدس گھر میں پیدا ہوئے' ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے ان کی ولادت کے چھ ماہ بعد حضرت عبداللہ بنؓ زبیر پیدا ہوئے۔ اسلام کی تاریخ میں ۲ ہجری کو خاص اہمیت حاصل ہے' آغاز سال ہی سے قریش اور دیگر ہمسایہ قبائل سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی تھی' جس کا نتیجہ چند ماہ بعد غزوۂ بدر کی صورت میں رونما ہوا' اس سال جولڑکے پیدا ہوئے' سب میں اس انقلاب انگیز زمانہ کا اثر موجود تھا' چنانچہ نعمانؓ جو بدر کے وقت ۳۔۴ مہینے کے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کہ اسی سال پیدا ہوئے' اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے انقلابات کے بانی ہوئے۔

عام حالات:

باپ ماں کو ان سے بڑی محبت تھی' باپ ان کو آنحضرتؐ کے پاس لاتے اور دعا کراتے تھے' ماں کو اس قدر محبت تھی کہ اپنی باقی اولاد کو محروم کر کے تمام جائیداد و املاک انہی کے نام منتقل کر دینا چاہتی تھیں' ایک روز شوہر کو مجبور کر کے اس پر آمادہ کر لیا اور گواہی

marfat.com

کے لیے رسول اللہ ﷺ کو منتخب کیا، حضرت بشیرؓ ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے، اور عرض کی کہ آپ گواہ رہیں، میں فلاں زمین اپنے اس لڑکے کو دیتا ہوں، فرمایا اس کے دوسرے بھائیوں کو بھی حصہ دیا ہے؟ بولے نہیں۔ ارشاد ہوا تو پھر میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا، یہ سن کر بشیرؓ اپنے ارادہ سے باز آئے۔[1]

چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو آنحضرتؐ کے پاس پہنچے، ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس طائف سے انگور آئے، آپ نے ان کو دو خوشے عنایت کیے اور فرمایا کہ ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا، نعمانؓ راستہ میں دونوں خوشے چٹ کر گئے اور ماں کو خبر تک نہ کی، چند دنوں کے بعد آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ اپنی ماں کو انگور دے دیئے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے ان کی گوشمالی کی اور کہا یا غدر! کیوں مکار۔[2]

اسی زمانہ میں نماز وغیرہ کی طرف توجہ کی، آنحضرتؐ کے واقعات دیکھتے تو ان کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے، منبر کے قریب بیٹھ کر وعظ سنتے،[3] ایک مرتبہ انہوں نے دعوے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق میں اکثر صحابہؓ سے زیادہ واقف ہوں۔[4]

شب قدر کی راتوں میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جاگے تھے، اور نمازیں پڑھی تھیں۔[5] ربیع الاول ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا، اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا سن ۸ سال ۷ ماہ کا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ سے جنگ چھڑی تو نعمانؓ نے ان ہی کا ساتھ دیا، اور یہ عجیب بات تھی کہ انصار میں یہی ایک دو صاحب امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے، چنانچہ نعمانؓ کے متعلق صاف طور پر مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے، چنانچہ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:[6]

وكان هواه مع معاوية وميله اليه والى ابنه يزيد.

''یعنی وہ معاویہ اور یزید دونوں کی طرف مائل تھے''۔

امیر معاویہؓ نے اس کے صلہ میں ان کو جلیل القدر عہدے دیئے، یمن التر میں

---

1. مسند ص ۲۶۸ جلد ۴۔ 2. استیعاب ص ۳۱۰ جلد ۱۔ 3. مسند ص ۲۶۹ و ۲۷۱ جلد ۴۔
4. ایضاً ص ۲۷۰۔ 5. مسند ج ۴ ص ۲۷۲۔ 6. اسد الغابہ ص ۲۳ جلد ۵۔

marfat.com

جناب امیر کی طرف سے مالک بن کعب ارحبی حاکم تھے' امیر معاویہؓ نے ان کو بھیج کر وہاں اسلحہ خانہ پر حملہ کرایا'[1] فضالہ بن عبید کے بعد دمشق کا قاضی مقرر کیا'[2] اور جب یمن پر تسلط ہوا تو عثمان ابن ابی العاص ثقفی کے بعد وہاں کا والی بنایا' اس بنا پر یمن کے (سلطنت بنی امیہ) تیسرے امیر تھے۔[3]

۵۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم بنایا اور تقریباً ۹ ماہ تک اس منصب پر مامور رہے' امیر معاویہؓ کے بعد یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا' اس نے حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو بیعت کے لیے مجبور کیا' حضرت امام حسینؓ نے بیعت سے صاف انکار کیا' ادھر کوفہ سے شیعیان علی کے خطوط پہنچنے لگے' جن میں ان کی خلافت تسلیم کرنے پر بڑی آمادگی کا اظہار تھا' چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے حضرت مسلمؒ بن عقیل کو تفتیش حالات کے لیے کوفہ روانہ فرمایا' مسلم کوفہ پہنچے تو شہر کا بڑا حصہ ان کے ساتھ تھا' ۱۲ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی' حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں پہنچ رہی تھیں' لیکن انہوں نے جگر گوشہ بتول کے معاملہ میں خاموشی ہی کو ترجیح دی۔

لیکن جب مختار ابن ابی عبید کے مکان پر شیعوں کا اجتماع ہوا اور نقض بیعت کی تیاریاں ہوئی تو نعمانؓ نے منبر پر ایک پرزور خطبہ دیا' جو درج ذیل ہے:

اما بعد! فاتقوا الله عبادالله ولا تسارعوا الالی الفتنة والفرقة فان فیها یهلک الرجال وتسفک الدماء وتغضب الاموال انی لم اقاتل من لم یقاتلنی ولااثب علی من یثب علی ولا اشاتمکم ولا اتحرش بکم ولا اخذ بالقذف ولا اتهمة ولاکم ان ابدیتم صفحتکم لی ونکثتم بیعتکم وخالفتم امامکم فوالله الذی لا اله غیره لا ضربنکم بسیفی ماثبت قائمه فی یدی ولولم یکن لی منکم ناصراماانی ارجوان یکون من یعرف الحق منکم اکثر ممن یردیه بالباطل.

''لوگو! خدا سے ڈرو اور فتنہ اور اختلاف پیدا کرنے میں جلدی نہ کرو' کیونکہ اس

[1] یعقوبی ص ۲۲۸ جلد ۲۔ [2] ایضاً ص ۲۲۸۔ [3] ایضاً ص ۲۷۸۔

marfat.com

میں آدمی ضائع ہوتے ہیں خونریزیاں ہوتی ہیں اور مال غصب کیے جاتے ہیں' جو شخص مجھ سے نہ لڑے گا میں بھی اس سے نہ لڑوں گا نہ تم کو برا کہوں گا' نہ آپس میں جنگ و جدل برپا کروں گا' لیکن اگر تم نے علانیہ میری نافرمانی کی بیعت توڑی' اور بادشاہ سے مخالفت شروع کی تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی تم کو ماروں گا' خواہ تم میں کا ایک شخص بھی میری مدد نہ کرے ہاں مجھے امید ہے کہ تم میں باطل کے بہ نسبت حق کے پہچاننے والے زیادہ موجود ہیں''۔

عبداللہ بن مسلم حلیف بنی امیہ بھی مجمع میں موجود تھا' والی حکومت کا یہ تساہل دیکھ کر جوش میں اٹھا اور کہا کہ ''آپ کی رائے اس معاملہ میں نہایت کمزور ہے' یہ نرمی کا وقت نہیں اس وقت آپ کو دشمن کے مقابلہ میں سخت ہونا چاہیے'' حضرت نعمانؓ نے فرمایا' میں خدا کی معصیت میں قوی ہونے سے اس کی اطاعت میں کمزور ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں' اور جس پردہ کو خدا نے لٹکا دیا ہے' میں اس کو چاک کرنا مناسب نہیں سمجھتا' عبداللہ نے وہاں سے واپس آ کر یزید کو خط لکھا کہ ''مسلم نے کوفہ آ کر تسلط کرلیا ہے' اگر آپ کو یہاں حکومت کی ضرورت ہے تو کسی قوی شخص کو بھیجیے کہ آپ کے احکام نافذ کر سکے نعمان بالکل بودے شخص ہیں یا عمداً کمزور بن رہے ہیں'' عبداللہ کے ساتھ عمارہ بن عقبہ عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی اسی مضمون کے خطوط روانہ کیے' یزید نے نعمانؓ کے بجائے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ شام چلے گئے[1] یہ سن ٦٠ ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد حمص کے امیر مقرر ہوئے' اور یزید کی وفات تک اسی عہدہ پر قائم رہے' ٦٤ ھ میں جب معاویہ بن یزید کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی بیعت کی اہل شام کو دعوت دی اور ان کی طرف سے حمص کے حاکم مقرر ہوئے' بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے پہلے تو ابن زبیر کی بیعت لی' اس کے بعد خود بیعت[2] لینا شروع کردی' لیکن یہ روایت قرین قیاس نہیں' اگر یہ واقعہ ہوتا تو تاریخ اور رجال میں اس کا تذکرہ ہوتا لیکن اکثر تذکرے اس ذکر سے بالکل ساکت ہیں۔ نعمان ؓ کی طرح اور لوگ بھی شام میں ابن زبیرؓ کے طرفدار ہوگئے

---

1 طبری صفحہ ٢٢٨ و ٢٣٨ و ٢٣٩ جلد ٧۔ 2 اصابہ ص ٢٤٠ جلد ٦۔

marfat.com

تھے، مروان نے یہ دیکھ کر شام کا سفر کیا، اور ایک لشکر فراہم کر کے ضحاک بن قیس کے مقابلہ کو بھیجا، ضحاک، ابن زبیر کی طرف سے بعض اضلاع شام کے حاکم تھے، نعمان کو خبر ہوئی تو شرحبیل بن ذوالکلاع کے ماتحت کچھ فوج ضحاک کی مدد کے لیے روانہ کی مرج راہط ایک مقام پر لڑائی پیش آئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی، نعمان ؓ کو معلوم ہوا تو خوف کی وجہ سے رات کو حمص سے کوچ کیا، مروان نے خالد بن عدی الکلاعی کو چند سوار دے کر تعاقب کے لیے بھیجا۔

وفات:

حمص کے نواح میں بیران ایک گاؤں ہے، وہاں سامنا ہوا، خالد نے نعمان ؓ کو قتل کر کے سر کاٹ لیا، اور ان کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے مروان کے پاس حاضر ہوا بیوی اپنے شوہر کے برے عبرت انجام کا تماشہ دیکھ چکی تھی، درخواست کی کہ ان کا سر میری گود میں دے دو، کیونکہ میں اس کی سب سے زیادہ مستحق ہوں، لوگوں نے سر ان کی گود میں ڈال دیا، یہ اوائل ۶۵ھ کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت نعمان کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔

اہل وعیال:

ان کی بیوی جن کا ابھی ذکر ہوا، خاندان کلب سے تھیں، ان کا عجیب قصہ مشہور ہے۔ وہ امیر معاویہؓ کے محل میں تھیں کہ انہوں نے ایک روز یزید کی ماں میسون سے کہا کہ تم اس عورت کو جا کر دیکھو، میسون نے دیکھ کر بیان کیا کہ حسن وجمال کے لحاظ سے اپنا نظیر نہیں رکھتی، لیکن اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے اس لیے یہ اپنے شوہر کا سر اپنی گود میں لے گی، چنانچہ حبیب بن مسلمہ نے ان سے نکاح کیا اور پھر طلاق دے دی، پھر حضرت نعمانؓ نے نکاح کیا اور قتل ہونے کے بعد جیسا کہ میسون نے پیشین گوئی کی تھی، ان کا سر ان کی گود میں رکھا گیا۔[1]

اولاد میں تین لڑکے مشہور ہیں اور وہ یہ ہیں، محمد، بشیر، یزید۔

فضل وکمال:

حضرت نعمان ؓ کو حدیث وفقہ سے کامل واقفیت تھی، اور اگرچہ نظم ونسق ملک اقامت دین اور دوسری ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں ان علوم کی خدمت کا موقع نہ ملا

[1] یہ واقعات یعقوبی ص ۳۰۵ جلد ۲ و استیعاب ص ۳۱۰ جلد ۱ سے لیے گئے ہیں۔

marfat.com

تاہم دارالامارت فقہ وحدیث کا مخزن بن گیا تھا' ہزاروں مقدمات فیصلہ کے لیے پیش ہوتے تھے' جن کو انہی علوم کی وساطت سے وہ فیصل کرتے تھے۔ حضرت نعمان اگرچہ عہد نبوت میں ہشت سالہ تھے تاہم بہت سی حدیثیں یاد ہوگئی تھیں' بعد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اپنے ماموں ابن رواحہؓ سے بھی حدیث سنی تھی۔

اس معاملہ میں اگرچہ نہایت محتاط تھے تاہم ان کی سند سے ۱۲۴ روایتیں منقول ہیں' فیصلے کے وقت حدیث کا حوالہ دیتے تھے ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا تو فرمایا کہ میں تیرا فیصلہ اسی طرح کروں گا' جس طرح آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کا فیصلہ کیا تھا۔[1]

بعض وقت مسائل بھی بتلاتے تھے' اور اس کا زیادہ تر خطبوں میں اتفاق ہوتا تھا' خطبے مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کے ہوتے تھے اور نہایت فصیح و بلیغ ہوتے تھے طرز اور انداز تعبیر پر جو قدرت تھی' اس کو سماک بن حرب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ''میں نے جن لوگوں کے خطبے سنے ان میں نعمان رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑھ کر پایا''[2] خطبہ میں محل و مقام کے مناسب اعضاء کو حرکت دیتے تھے ایک مرتبہ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو اس لفظ پر انگلی سے کانوں کی طرف اشارہ کیا۔[3]

آنحضرت ﷺ اور اپنے زمانہ کی معاشرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

ما کان نبیکم یشبع منه الدقل وماترضون دون الوان التمر و الزبد۔[4]

''تم مختلف اقسام کے چھوہاروں اور مکھن پر بھی راضی نہیں حالانکہ پیغمبر صاحب ردی چھوہاروں سے بھی سیر نہ ہوئے''۔

ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا اور اس میں جماعت کو رحمت اور تفریق کو عذاب بنا کر پیش کیا تو یہ اثر ہوا کہ ابوامامہ باہلی اٹھے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا ''علیکم بالسواد الاعظم''[5] تم پر سواد اعظم کا اتباع فرض ہے' ان مواقع پر جن لوگوں کو حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا' ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے لیکن وہ لوگ جو تلامذہ خاص کا درجہ رکھتے ہیں' حسب ذیل ہیں:

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۲۷۰ ج ۴۔ [2] تہذیب التہذیب ص ۴۴۸ جلد ۱۰۔
[3] مسند ص ۲۶۹ جلد ۴۔ [4] مسند جلد ۴ ص ۲۶۸۔ [5] ایضاً ص ۲۷۸۔

marfat.com

شعبی، حمید بن عبدالرحمٰن، خیثمہ، سماک بن حرب، سالم بن ابی الجعد ابواسحاق سبیعی، عبدالملک بن عمیر، یسیع کندی، حبیب بن سالم (نعمانؓ کے میرمنشی تھے مسند ص ۲۷۱ جلد ۴) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، ابوقلابہ الجرمی، ابوسلام الاسود، غیراز بن حریث، مفضل بن مہلب بن ابی صفرہ، ازہر بن عبداللہ حزاری۔

نثر کے ساتھ نظم میں بھی دخل تھا، یہ اشعار انہی کی طرف منسوب ہیں:

وانی الاعطی المال من لیس سائلا	وادرك للمولیٰ المعاند بالظلم
وانی متی مایلقنی صار ماله	فیما بیننا عند الشدائد من حرم
فلا تعدد المولیٰ شریکك فی الغنی	ولکنما الولی شریکك فی العدم
اذامت ذوالقربیٰ الیك برحمة	وغشك واستغنی فلیس بذی رحم
ومن ذالك للمولیٰ الذی یستخقنه	اذاك ومن یرمی المدو الذی توم

اخلاق:

حضرت نعمانؓ شوروشر، فتنہ وفساد اور دیگر انقلابات میں گھرے رہنے کے باوجود جبر وظلم روانہیں رکھتے تھے وہ نہایت نرم دل اور رحیم تھے اور شورش کے مواقع پر سختی کے بجائے لطف وکرم سے کام لیتے تھے، مورخ طبری لکھتے ہیں:

کان حلیماً ناسکا یحب العافیت. ''وہ بردبار، عابد اور عافیت پسند تھے''۔

مسلم بن عقیل کا واقعہ اور اس کے متعلق حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ اوپر نقل ہو چکا، قیس بن الہیثم کو ایک خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا ''تم نہایت بدبخت بھائی ہو، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی، تم نے نہ دیکھا نہ حدیث سنی، آپ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب بہت سے تیرہ وتار فتنے اٹھیں گے، جن میں آدمی صبح کو مسلمان ہوگا تو شام تک کافر ہو جائے گا، اور لوگ دنیا کی تھوڑی منفعت کے لیے اپنا مذہب بیچ ڈالیں گے۔[1]

لیکن یہ نرمی طبع، جبن و بزدلی کا نتیجہ نہ تھا، وہ حلم وتحمل میں جس طرح یکتا تھے شجاعت وبسالت میں بھی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سخاوت کا بھی یہی حال تھا، حمص کے والی ہوئے

[1] مسند ص ۲۷۷ جلد ۴۔

marfat.com

تو اعشیٰ ہمدانی پہنچا اور کہا کہ میں نے یزید سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے نہ سنی اب تمہارے پاس آیا ہوں کہ کچھ قرابت کا پاس کرو اور میرا قرض ادا کرو' نعمانؓ کے پاس کچھ نہ تھا' قسم کھا کر کہا میرے پاس کچھ نہیں' پھر کچھ سوچ کر کہا: ''ہونہہ'' اور منبر پر کھڑے ہو کر ۲۰ ہزار کے مجمع میں ایک خطبہ دیا' جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

'لوگو! اعشیٰ ہمدانی تمہارے ابن عم ہیں' مسلمان اور عالی خاندان ہیں' ان کو روپیہ کی ضرورت ہے' اور تمہارے پاس اسی غرض سے وارد ہوئے ہیں' اب تمہاری کیا رائے ہے' تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا جو آپ کا حکم ہو' فرمایا' نہیں میں کچھ حکم نہیں دیتا' کہا تو فی کس ایک دینار'' (۵ روپے) فرمایا ''نہیں دو شخصوں میں ایک دینار'' سب نے منظور کیا تو کہا کہ سردست میں ان کو بیت المال سے دیئے دیتا ہوں' جب تنخواہ کا روپیہ برآمد ہوگا تو وضع کر لیا جائے گا' حضرت نعمانؓ نے ۱۰ ہزار دینار[1] (۵۰ ہزار روپیہ) دیئے تو اعشیٰ سراپا شکر و امتنان تھا' چنانچہ حسب ذیل اشعار مدح میں کہے:

فلم ارللحاجات عند انکما شها کنعمان اعنی ذالندی ابن بشیر

''حاجتوں کے پیش آنے کے وقت میں نے نخی نعمان بن بشیر کی طرح کسی کو نہیں دیکھا''

اذا قال اونی بالمقال ولم یکن کمدل الی الاقوال حیل غروی

''جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اپنے قول کو ایفا کرتے ہیں اس شخص کی طرح نہیں جو لوگوں کی طرف ڈوری لٹکاتے ہیں''

متی اکفر النعمان لم اك شاکرا ولا خیر فیمن لم یکن بشکور

''جب میں نعمان کا کفران کروں تو مجھ میں احسان مندی کا مادہ نہیں کہ جو شکر گزار نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں''۔

---

[1] یہ استیعاب کی روایت ہے' اسد الغابہ میں ۲۰ ہزار دینار لکھا ہے' اس حساب سے دو لاکھ روپے ہوئے۔

marfat.com

حضرت نعمان بن عجلان رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

نعمان نام' خاندان زریق سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' نعمان بن عجلان بن نعمان بن عامر بن زریق اپنی قوم کے سردار تھے' اور انصار کی عمومی سیادت کی وجہ سے گویا ان کی زبان بن گئے تھے۔

حالات:

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بیمار ہوئے' تو آپ خود عیادت کو تشریف لائے اور صحت کی دعا فرمائی[1] جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل تھے' حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح شاید وہ بھی خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے' چنانچہ ان کے خاندان کا جو شخص بھی ان کے پاس پہنچتا اس کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیتے' ایک شاعر نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔

وفات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

اہل وعیال:

اہل وعیال کی تفصیل معلوم نہیں' اتنا معلوم ہے کہ بیوی کا نام خولہ بنت قیس تھا جو انصار سے تھیں' پہلے حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ کو منسوب تھیں' ان کی شہادت کے بعد ان کے نکاح میں آئیں۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا' پست قد' سرخ رنگ' لوگ ان کو کم رو سمجھتے تھے۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۶ جلد ۵۔

marfat.com

فضل وکمال:

شاعر تھے اور شعر اچھے کہتے تھے' عہد خلافت راشدہ اور انصار کے نمایاں کارناموں کو نظم کا جامہ پہنایا ہے جو اور کتابوں میں منقول ہے۔

حضرت ہلالؓ بن امیہ

نام ونسب:

قبیلہ اوس کے خاندان واقف سے ہیں' سلسلہ نسب یہ ہے' ہلال بن امیہ ابن عامر بن قیس بن عبدالاعلم بن عامر بن کعب بن واقف (مالک) بن امراء القیس بن مالک بن اوس۔

والدہ کا نام انیسہ تھا' اور حضرت کلثوم بن الہدمؓ جن کے مکان میں آنحضرتؐ نے ہجرت کے بعد قیام کیا تھا' ان کی یہ ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ کے بعد مسلمان ہوئے' اور خاندان واقف کے بت توڑنے کی سعادت حاصل کی۔

غزوات اور عام حالات:

بدر اور احد میں شرکت کی' فتح مکہ میں واقف کے علمدار تھے' غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکے' آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو خود ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا' یوں ہی بیٹھا رہ گیا اور شریک نہ ہو سکا' آنحضرت ﷺ نے جب لوگوں کو ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمادی تو یہ گھر میں بیٹھ رہے اور شب وروز گریہ وزاری میں لگ گئے' ۴۰ دن گزر گئے تو آنحضرت ﷺ کا حکم پہنچا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ' ان کی بیوی حاضر خدمت ہوئی' اور عرض کی کہ ہلال بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کوئی آدمی نہیں' کیا میں ان کی خدمت کر سکتی ہوں' فرمایا ہاں'

لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائیں' بولیں وہ تو حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں۔ ۱۰ روز کے بعد جب ۵۰ دن پورے ہوئے تو توبہ قبول ہوئی یہ آیت اتری:

﴿ وعلی الثلثة الذین خلفوا ﴾[1]

غالباً اس واقعہ کے بعد ہی لعان کا واقعہ پیش آیا' شریک بن سحماء ایک شخص تھے بلالؓ نے اپنی بیوی کو ان کے ساتھ متہم کیا اور جا کر آنحضرتؐ سے بیان کیا ارشاد ہوا کہ دو صورتیں ہیں' یا تو ثبوت پیش کرو یا اپنی پیٹھ پر درے کھاؤ' ہلالؓ نے کہا' یارسول اللہؐ جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس دوسرے کو دیکھے تو کیا اس کے لیے اس کا ثبوت بھی بہم پہنچانا ضروری ہے' آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ثبوت پیش کرو ورنہ سزا ہوگی' تو ہلالؓ بولے ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچا ہوں' اور امید ہے کہ خدا میری برأت میں قرآن نازل کرے گا جس سے میری پیٹھ حد سے بچ جائے گی''۔

اس کے بعد یہ آیت لعان (والذین یرضون ازواجھم الخ) (سورہ نور) اتری' تو آنحضرت ﷺ نے عورت کو بلا بھیجا اور ہلال ؓ بھی آ گئے اور انہوں نے شہادت دی تو آپ نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ تم دنوں میں ایک یقیناً جھوٹا ہے' تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کر رہا ہے پھر عورت اٹھی اور اس نے شہادت دی پانچویں مرتبہ لوگوں نے اس کو روکا اور کہا کہ اس قسم کا نتیجہ قطعی برآمد ہوگا' تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ عورت یہ سن کر ہچکچائی اور پیچھے ہٹ گئی' اور ہم نے یہ سمجھا کہ وہ اعتراف کرلے گی' لیکن اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کر سکتی اور اس نے اپنی شہادت پوری کر دی' ارشاد ہوا' خیال رکھنا اگر سرگیں چشم' پرگوشت سرین اور موٹی پنڈلیوں والا لڑکا ہوا تو شریک کا سمجھا جائے گا' چنانچہ شریک کا ہم صورت لڑکا پیدا ہوا' آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم نہ آیا ہوتا تو میرا اس کے ساتھ کچھ اور سلوک ہوتا[2]

اوپر گزر چکا ہے کہ یہی عورت جب آنحضرت ﷺ سے اپنے شوہر کی خدمت گزاری

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۵ و ۶۳۶ جلد ۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۶۹۵۔

marfat.com

کی اجازت لینے آئی تھی، تو آپ کے استفسار پر کہا تھا:

واللہ مابہ حرکۃ الی شی.

''میرا شوہر کسی قسم کی حرکت قابل نہیں''۔

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کا خیال بالکل صحیح تھا، چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا۔

وفات:

سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہیں، لیکن ابن شاہین نے لعان کے قصہ کو جس سلسلہ سے روایت کیا ہے اس میں اخیر نام عکرمہ کا ہے جنہوں نے ہلالؓ سے بلا واسطہ اس قصہ کو سنا تھا، اگر یہ صحیح ہے تو حضرت ہلالؓ نے امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی۔

اخلاق:

صحیح بخاری میں کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہلالؓ اور فلاں دونوں نہایت صالح تھے[1] اور در حقیقت بنوسلمہ کے بت توڑنا، تبوک میں اور لوگوں کے برخلاف جھوٹ اور بہانہ سے گریز کرنا، اپنی بیوی کے واقعہ میں صاف گوئی سے کام لینا، ان کے جوش ایمان، زہد و تقویٰ اور راست بازی و صداقت کی نہایت روشن علامات ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۵ جلد ۲۔

marfat.com

حلفائے انصار

یعنی

وہ لوگ جو قبائل انصار کے ہم معاہدہ تھے

حضرت ابو بردہؓ بن نیار

نام ونسب:

ہانی نام' ابو بردہ کنیت' قبیلہ بلی سے ہیں' سلسلہ نسب[1] یہ ہے۔ ہانی بن نیار ابن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن بلی۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر' احد' خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی' غزوۂ احد میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے' جن میں ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا تھا' فتح مکہ میں بنو حارثہ کا علم انہی کے پاس تھا۔ عہد نبوت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۴۱ ہجری میں وفات پائی۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

---

[1] ماخوذ از کتب رجال۔

marfat.com

فضل وکمال:

البتہ معنوی اولاد بہت سی ہیں اور ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں براء بن عازبؓ (بھانجے تھے) جابر بن عبداللہؓ، عبدالرحمن بن جابرؓ، کعب بن عمیر بن عقبہ بن نیار، نصر بن سیار، بشیر بن یسار۔

روایتوں کی تعداد ۲۰ ہے۔

حضرت ثابت بن دحداحؓ

نام ونسب:

ثابت نام، ابوالدحداح کنیت، قبیلہ بلی کے خاندان انیف یا عجلان سے تھے اور عمرو بن عوف کے حلیف تھے سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن دحداح بن نعیم ابن غنم بن آیاس۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوۂ احد میں نمایاں شرکت کی جنگ کی شدت سے جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو انہوں نے آگے بڑھ کر انصار کو آواز دی ''ادھر! ادھر! ثابت بن دحداح میں ہوں! اگر محمد (ﷺ) قتل ہوئے تو خدا موجود ہے تم کو اپنے دین کے لیے لڑنا چاہیے خدا فتح ونصرت عطا فرمائے گا'' انصار کے چند جانباز اس دعوت حق کے خیر مقدم کے لیے بڑھے قریش مکہ کی ایک زبردست جماعت جس میں خالد، عمرو ابن عاص، عکرمہ بن ابوجہل، ضرار بن خطاب اور دیگر روسائے قریش تھے قریب کھڑی تھی انہوں نے گروہ انصار کے ان جانبازوں کے ساتھ اس جماعت پر حملہ کیا خالدؓ نے بڑھ کر نیزہ مارا جس سے حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے لوگ اٹھا کر گھر لائے اور علاج شروع کیا اس وقت تو خون بند ہو گیا اور وہ اچھے ہو گئے لیکن غزوہ حدیبیہ کے بعد یکا یک زخم پھر پھٹ گیا

marfat.com

اور اس کے صدمہ سے انہوں نے وفات پائی۔

وفات:

آنحضرت ﷺ صحابہ کے ہمراہ جنازہ کی شرکت کے لیے تشریف لائے' اور دفن کرنے کے بعد گھوڑا منگوا کر سوار ہوئے' اس موقع پر آپ نے فرمایا' جنت میں چھوہارے کی کتنی شاخیں ہیں جو ابن دحداح رضی اللہ عنہ کے واسطے لٹکائی گئی ہیں[1]

اس کے بعد عاصم بن عدی کو طلب فرمایا اور پوچھا تم لوگوں سے ان کی کچھ قرابت تھی؟ بولے نہیں' ابولبابہ بن عبدالمنذر کے بھانجے تھے' آنحضرت ﷺ نے ترکہ ان کے حوالہ کیا۔[2]

اہل وعیال:

کوئی اولاد نہ تھی' بیوی کا نام دحداح تھا' مسند کی ایک حدیث میں ان کا ذکر ہے۔

اخلاق:

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ جب یہ آیت من ذالذی یقرض الله قرضاً حسنا فیضاعفه له '' نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ سے کہا' خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا ہاں' حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے اپنا مال صدقہ کر دیا۔[3]

ایک شخص اپنے باغ کی دیوار اٹھانا چاہتا تھا' بیچ میں دوسرے کا درخت پڑتا تھا آنحضرت ﷺ سے کہا کہ وہ درخت مجھ کو دلوا دیجئے' آپؐ نے درخت والے کو بلا کر فہمائش کی' اس نے انکار کیا تو فرمایا اس کے عوض جنت میں ایک درخت لو' وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا' حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے سنا تو اس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھ سے دیوار لے لو اور اپنا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو' اس نے منظور کیا تو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور اس واقعہ سے آگاہ کیا' آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا ابودحداح کے لیے جنت میں کتنے درخت ہیں۔

حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھ کر باغ میں آئے اور

---

[1] صحیح مسلم ص ۳۴۶ جلد ا۔ [2] اسد الغابہ ص ۱۸۵ جلد ۵۔ [3] اسد الغابہ ص ۱۸۵ و اصابہ ۵۸ جلد ۷۔

marfat.com

بیوی سے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ' میں نے یہ باغ جنت کے ایک درخت کے معاوضہ میں بیچ ڈالا' شوہر کی طرح بیوی بھی نہایت سعادت مند تھیں' خوشی سے اس واقعہ کو سنا اور بولیں کہ یہ نہایت نفع کا سودا ہے۔[1]

حضرت حذیفہ بن الیمان

نام ونسب:

حذیفہ نام' ابوعبداللہ کنیت' صاحب السر لقب' قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے' حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ ابن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی' والدہ کا نام رباب بنت کعب بن عدی بن عبدالاشہل تھا۔

حضرت حذیفہؓ کے والد اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر کے مدینہ گئے تھے' اور یہیں سکونت اختیار کرلی تھی' عبدالاشہل کے خاندان سے حلف کا تعلق ہوا' پھر بعد میں باہم قرابت بھی کرلی' کہتے ہیں کہ اوس وخزرج کا تعلق چونکہ یمن سے تھا' اس لیے ان کی قوم نیان کا نام یمان رکھ دیا[2] عبدالاشہل میں جو نکاح کیا تھا' اس سے حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی' حذیفہ' سعد' صفوان' مدلج' لیلیٰ[3] یہ لوگ اولاد یمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

اسلام:

والدین نے اسلام کا زمانہ پایا' اور مشرف باسلام ہوئے' بھائی بہنوں میں صرف حذیفہ اور صفوان کو یہ سعادت حاصل ہوئی' اس وقت آنحضرت ﷺ مکہ میں اقامت گزین تھے' حضرت حذیفہ ہجرت کر کے مکہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ سے ہجرت اور نصرت کے متعلق

---

[1] اصابہ ص ۵۸ جلد ۷۔ [2] اصابہ ص ۳۳۲ جلد ۱۔ [3] ایضاً ص ۲۳۴ جلد ۸۔

marfat.com

رائے طلب کی تو آپ نے ہجرت کے بجائے نصرت کو ان کے لیے تجویز فرمایا۔[1]

غزوات:

اگرچہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے' تاہم اپنے باپ کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلے تھے لیکن راستہ میں کفار قریش نے روکا کہ محمدؐ کے پاس جانے کی اجازت نہیں' بولے کہ محمدؐ کے پاس نہیں بلکہ مدینہ جاتے ہیں' چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمد (ﷺ) کی طرف سے شریک نہ ہوں' انہوں نے خدمت اقدس میں پہنچ کر ساری داستان سنائی' ارشاد ہوا کہ اپنے عہد پر قائم رہو اور مکان واپس جاؤ' باقی فتح نصرت تو وہ خدا کے ہاتھ ہے' ہم اسی سے طلب بھی کریں گے''۔[2]

غزوہ احد میں شریک ہوئے' والد بھی موجود تھے' اور ثابت بن وقش کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر متعین[3] تھے' جب مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو کسی شیطان نے آواز دی' دیکھنا مسلمان پہنچ گئے' چنانچہ مشرکین کا ایک دستہ پلٹ پڑا' جس سے مسلمانوں کی ایک جماعت کی مڈبھیڑ ہوگئی' حضرت حذیفہؓ کے والد درمیان میں تھے یہ دیکھ کر کہ ان کی خبر نہیں حضرت حذیفہؓ نے آواز دی ''خدا کے بندو! یہ میرے باپ ہیں'' لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سن سکتا تھا' ایک مسلمان نے نادانستہ قتل کر دیا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا' تو انتہائی حلم وعفو سے کام لے کر کہا یغفر اللہ لکم ! خدا تم لوگوں کی مغفرت کرے[4] آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیت ادا کی اور اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا۔[5]

غزوۂ خندق میں نمایاں حصہ لیا' قریش مکہ جس سروسامان سے اٹھے تھے اس کا یہ اثر تھا کہ مدینہ منورہ کی بنیادیں ہل گئیں' مدینہ کے چاروں طرف کوسوں تک آدمیوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا' آنحضرتؐ نے جناب باری میں دعا کی اور مدینہ کی حفاظت کے لیے خندق کھدوائی' ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے حق میں تائید غیبی سے کم نہ تھا'

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ا۔ [2] صحیح مسلم صفحہ ۸۹ جلد ۲۔ [3] اصابہ صفحہ ۱۳ جلد ۲۔
[4] صحیح بخاری صفحہ ۵۸۱ جلد ۲۔ [5] اصابہ ص ۱۴ جلد ۲۔

marfat.com

قریش کا لشکر جنگل میں خیمہ زن تھا کہ یکا یک نہایت تیز و تند ہوا چلی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، اور سردی نہایت تیزی سے چمک اٹھی، ابوسفیان نے کہا اب خیر نہیں، یہاں سے فوراً کوچ کرنا چاہیے[1] آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کی بڑی فکر تھی، ارشاد ہوا ''کوئی مشرکین کی خبر لائے، تو اس کو قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سناتا ہوں'' سردی اور پھر ہوا کی شدت، کوئی شخص حامی نہ بھرتا تھا، آپ نے ۳ مرتبہ یہی جملہ دہرایا لیکن کسی طرف سے جواب میں کوئی صدا نہ اٹھی، چوتھی بار آپ نے حذیفہ ؓ کا نام لیا کہ تم جا کر خبر لاؤ، چونکہ نام لے کر پکارا تھا، اس لیے تعمیل ارشاد میں اب کیا چارہ تھا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمت اقدس میں آئے، ارشاد ہوا دیکھو ''مشرکین کو میری طرف سے خوف نہ دلانا''، یعنی موقع پا کر کسی پر حملہ نہ کر دینا، حضرت حذیفہ بہت تیز چلے، مشرکین کے پڑاؤ پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوسفیان پیٹھ سینک رہا ہے چاہا کہ تیر و کمان سے اس کا خاتمہ کر دیں، لیکن پھر آنحضرت ﷺ کا قول یاد آیا اور اپنے ارادے سے باز آ گئے، واپس ہوئے تو دیکھا آنحضرت ﷺ اب تک نماز میں مصروف ہیں، نماز سے فارغ ہوئے تو خبر سنی، اس کے بعد آپ نے حذیفہ ؓ کو کمبل اڑھایا اور وہ یہیں شب باش ہوئے، صبح ہوئی تو فرمایا قم یا نومان[2] اے سونے والے اب اٹھ۔

خندق کے بعد دیگر غزوات اور واقعات میں بھی شرکت کی۔

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد عراق کی سکونت اختیار کی، اور کوفہ، نصیبین اور مدائن میں اقامت گزین ہوئے، نصیبین میں کہ الجزیرہ کا ایک شہر تھا شادی[3] بھی کی۔

عراق کے اضلاع فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے وہاں بندوبست کا ارادہ کیا تو دو مہتمم مقرر کیے علاقہ فرات کے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور نواح دجلہ کے حضرت حذیفہؓ افسر[4] مقرر ہوئے۔ نواح دجلہ کی رعایا نہایت بے ایمان اور شریر تھی، اس نے اپنے مہتمم بندوبست حضرت حذیفہ ؓ کو اس کام میں کوئی مدد نہ دی بلکہ الٹے مسخرہ پن کیا۔

---

[1] طبقات ص ۵۰ جلد ۲ قسم ۱۔ [2] صحیح مسلم ص ۸۹ جلد ۲۔

[3] اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ۱۔ [4] کتاب الخراج ص ۲۱۔

marfat.com

بایں ہمہ حضرت حذیفہؓ نے بندوبست کیا اور تشخیص ایسی معقول کی کہ حکومت کی آمدنی بڑھ گئی' چنانچہ جب حضرت عمرؓ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا شاید زمین پر زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے' تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا ''لقد ترکت فضلا'' [1] میں نے بہت زیادہ چھوڑ دیا ہے۔

۱۸ھ میں نہاوند پر فوج کشی کی تیاریاں ہوئیں' اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا کہ کوفہ کی فوج کو لے کر نکلو' اور نعمان بن مقرن [2] کے لشکر سے مل جاؤ' حضرت نعمانؓ نے نہاوند کے قریب پڑاؤ ڈالا اور فوج کی ترتیب قائم کی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ سپرد کیا' لڑائی شروع ہوئی' اور سخت کشت وخون کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی' اس میں حضرت نعمانؓ نے شہادت حاصل کی' حضرت عمرؓ نے سائب بن اقرع سے فرمایا تھا کہ نعمان (رضی اللہ عنہ) قتل ہوں تو حذیفہ امیر ہوں [3] گے' نعمانؓ نے بھی وفات سے قبل ان کی امارت کی وصیت کی تھی' چنانچہ ان کی شہادت کے بعد جب لوگوں کو امیر کی تلاش ہوئی تو معقل نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تمہارے امیر یہ ہیں' اور امید ہے کہ خدا ان کی آنکھیں فتح وظفر کے ذریعہ سے ٹھنڈی کرے گا' تمام لشکر نے حضرت حذیفہؓ سے امارت پر بیعت کی اور وہ فوج لے کر نہاوند کی طرف بڑھے [4]

نہاوند میں ایک آتش کدہ تھا' اس کا موبد خدمت میں حاضر ہوا' اور درخواست کی کہ مجھے امان ملے تو ایک متاع بے بہا کا پتہ دوں' حضرت حذیفہؓ نے امان دی اور اس نے کسریٰ کے نہایت بیش بہا جواہرات لا کر پیش کیے' حضرت حذیفہؓ نے مال غنیمت تقسیم کر کے پانچواں حصہ مع جواہرات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جواہرات دیکھ کر غصہ ہوئے اور ابن ملیکہ سے فرمایا کہ فوراً واپس لے جاؤ اور حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ ان کو بیچ کر فوج میں تقسیم کر دیں' حضرت حذیفہؓ اس وقت ماہ (نہاوند) میں مقیم تھے' انہوں نے ۴ کروڑ درہم پر جواہرات فروخت کیے۔ [5]

---

[1] طبری ص ۲۶۳۲ ج ۵۔ [2] ایضاً ص ۲۶۰۱ جلد ۵۔ [3] اخبار الطوال ص ۱۳۶۔

[4] طبری ص ۲۶۰۴ و ۲۶۰۵ جلد ۵۔ [5] طبری ص ۲۶۲۷ و ۳۰ جلد ۵۔

marfat.com

اس موقع پر حضرت حذیفہؓ نے اہل شہر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ بتمامہ درج کیا جاتا ہے:

هذا ما اعطى حذيفة بن اليمان اهل ماه دينار اعطاهم الامان على انفسهم واموالهم وارضيهم لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم وبين شرائعهم ولهم المنعة ما ادوا الجزية فى كل سنة الى من وليهم من المسلمين على كل حاكم فى ماله ونفسه على قدر طاقته وما ارشدوا ابن السبيل واصلحوا الطرق وقروا جنود المسلمين من مربهم فاوى اليهم يوماً وليلة ونصحوا فان غشوا وبدلوا فذمتنا منهم برئية.

''حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ کو ان کے جان و مال اور جائیداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان میں ہر بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا کرے گا' مسافروں کو راستہ بتائے گا' راستوں کو درست رکھے گا' اسلامی لشکر کی جو یہاں ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت کرے گا اور سلطنت کا خیر خواہ رہے گا ان صورتوں میں ان کی جان و مال اور زمین محفوظ رہے گی اور اگر انہوں نے اس عہد میں خیانت کی اور ان کی روش میں تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں''۔

یہ عہد نامہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا اور اس پر قعقاع' نعیم بن مقرن' سوید بن مقرن کی گواہی ثبت[1] کی گئی' آج مہذب ممالک میں اپنے دشمنوں کے ساتھ جو عہد نامے کیے جاتے ہیں' ان کا اس عہد نامہ سے مقابلہ کرو' کیا اس عفو وترحم اور اس درگزر وحلم ورواداری کے باوجود بھی مسلمان' متعصب' ظالم' جابر اور سخت گیر کے القاب کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔

نہاوند فتح کرنے کے بعد حضرت حذیفہؓ اپنے سابق عہدہ یعنی بندوبست کی افسری پر واپس آ گئے[2]

۲۲ھ میں حسب روایت بلاذری حملۂ آذربائجان میں فوج کا علم ملا' چنانچہ نہاوند

[1] طبری ص ۲۶۳۳ جلد ۵۔ [2] طبری ص ۲۶۳۸ جلد ۵۔

marfat.com

سے چل کر اردبیل پہنچے جو آذربائیجان کا دارالسلطنت تھا' یہاں کے رئیس نے ماجردان' میمند' سراۃ' سبز' میانج وغیرہ سے ایک لشکر فراہم کر کے مقابلہ کیا اور شکست کھائی' پھر ۸ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوئی' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں سے موقان اور جیلانی کی طرف بڑھے اور فتح حاصل کی' اسی اثناء میں دربار خلافت سے ان کی معزولی کا فرمان پہنچا' اور عتبہ بن فرقد ان کی جگہ پر مقرر ہوئے۔[1]

اس کے بعد غالباً مدائن کے والی بنائے گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ عاملوں کے فرمان تقرری میں اپنے احکام اور ان کے فرائض درج کرتے تھے' لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو فرمان تھا اس میں صرف یہ لکھا کہ ''تم لوگ ان کی اطاعت کرنا اور جو طلب کریں دے دینا'' حضرت حذیفہؓ مدائن پہنچے تو معززین شہر نے استقبال کیا اور جب فرمان امارت پڑھا تو ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ جو مانگنا ہو مانگئے ہم لوگ ہر طرح حاضر ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرتؐ اور خلفائے راشدین کے قدم بقدم چلتے تھے فرمایا' کہ مجھے صرف اپنے پیٹ کا کھانا اور گدھے کے چارہ کی ضرورت ہے' جب تک یہاں رہوں گا تم سے اسی کا طلب گار رہوں'' کچھ زمانہ کے بعد حضرت عمرؓ نے دارالخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے حذیفہؓ اپنی اسی شان سے نکلے تو حضرت عمرؓ سامنے آ کر لپٹ گئے اور فرمایا' تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں[2] اس کے بعد اسی عہدہ پر قائم رکھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت علیؓ کے ابتدائے زمانہ خلافت تک اسی منصب پر فائز رہے۔[3] ۳۰ ہجری عہد عثمانؓ میں' سعید بن عاص کے ہمراہ کوفہ سے غزوۂ خراسان کے لیے نکلے' طمیسہ نام ایک بندرگاہ پر لڑائی ہوئی' یہاں سعید بن عاص نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی تو ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کیا ہے'[4] فتح حاصل کر کے رے کی مہم پر روانہ ہوئے' پھر وہاں سے سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے ہمراہ آرمینیہ کا رخ کیا اس

---

[1] یہ تفصیل بلاذری میں ہے' طبری میں حملہ آذربائیجان اور ۸ لاکھ درہم پر صلح کرنے کا ایک موقع پر ضمناً ذکر آیا ہے' دیکھئے صفحہ ۲۸۰۶ جلد ۵ طبری۔ [2] اسد الغابہ ص ۳۹۲ جلد ۱۔ [3] اصابہ ص ۳۳۲ جلد ۱۔
[4] مسند ص ۳۸۵ جلد ۵ و طبری ص ۳۸۳۶ و ۳۷ جلد ۵۔

marfat.com

وقت وہ کوفہ کی تمام افواج کے افسر اعلیٰ تھے۔[1]

۳۱ھ میں خاقان خزر سے ایک عظیم جنگ پیش آئی، جس میں سلمان اور ۴ ہزار مسلمانوں نے شہادت حاصل کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سلمان کے بجائے لشکر کے امیر ہوئے[2] لیکن پھر دوسری مہم میں چلے گئے اور مغیرہؓ بن شعبہ کا ان کی جگہ تقرر ہوا۔

حضرت حذیفہؓ نے باب پر تین مرتبہ[3] حملہ کیا، تیسرا حملہ ۳۴ھ میں ہوا تھا،[4] یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، غزوہ ختم کر کے مدائن آئے اور زمام حکومت ہاتھ میں لی۔

وفات:

یہاں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنا[5] اور اس کے ۴۰ روز کے بعد خود بھی وفات پائی، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔ وفات سے پہلے ان کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ وبکا میں مصروف تھے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھ کو محبوب ہے لیکن اس لیے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا، اور میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت انہوں نے آخری سانس لی تو فرمایا، خدایا اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں"۔[6]

جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا، ایک شخص نے اشارہ کر کے کہا کہ میں نے ان سے سنا تھا کہ آنحضرتؐ نے جو کچھ فرمایا ہے کہ اس کے بیان کرنے میں ہم کو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تم لوگ آمادۂ قتال ہو تو میں اپنے گھر میں بیٹھ رہوں گا اس پر بھی کوئی وہاں پہنچے گا تو کہوں گا کہ آ اور میرے اور اپنے گناہ اپنے سر لے۔[7]

وفات کے وقت اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علی سے بیعت کرنا چنانچہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور صفین میں قتل ہوئے۔[8] حضرت حذیفہؓ نے خود بھی حضرت علیؓ سے بیعت کی تھی۔

---

۱ مسند جلد ۵ و طبری ص ۲۸۹۳۔ ۲ یعقوبی ص ۱۹۴ جلد ۲۔ ۳ طبری ص ۲۸۹۴۔ ۴ ایضاً ص ۲۹۳۶ جلد ۶۔
۵ طبقات ص ۸ جلد ۶۔ ۶ اسد الغابہ ص ۳۹۲ ج ۱۔ ۷ مسند ص ۳۸۹ جلد ۵۔ ۸ استیعاب ص ۱۰۵۔

marfat.com

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' ابوعبیدہؓ، بلالؓ، صفوان سعید' صاحب طبقات کے زمانہ میں ان کی اولاد مدائن میں موجود تھی[1] بیویاں غالباً دو تھیں۔

حلیہ:

صورت سے حجازی معلوم ہوتے تھے' حلیہ یہ تھا' قد متوسط' بدن اکہرا' آگے کے دانت خوبصورت'[2] نظر اس قدر تیز تھی کہ صبح کے اندھیرے میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے۔

فضل وکمال:

حضرت حذیفہؓ علمائے کبار میں تھے فقہ وحدیث کے علاوہ اسلام پر قیامت تک جو انقلابات ہونے والے ہیں ان کے بہت بڑے عالم تھے۔ منافقین اسلام کے متعلق جو واقفیت تھی اس کے لحاظ سے وہ آنحضرتؐ کے محرم راز تسلیم کیے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے اور لوگ بھی تھے دجال کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق ان سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔[3]

آنحضرت ﷺ نے ایک دن ایک خطبہ میں قیامت تک کے تمام واقعات صحابہؓ کے سامنے بیان فرمائے تھے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو وہ خطبہ یاد تھا' بعض باتیں فراموش ہوگئی تھیں' لیکن جب کوئی واقعہ پیش آتا تو یاد آجاتی تھیں' بعینہ اس طرح کہ آدمی کسی شخص کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور پھر اس کو بھول جاتا ہے لیکن پھر جب کبھی سامنا ہوتا ہے تو اس کی پہلی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔[4]

ان کا خود بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں تمام واقعات کی خبر دے دی تھی صرف ایک بات باقی رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ مدینہ والوں کے مدینہ سے نکلنے کا کیا سبب ہوگا۔[5]

صحابہؓ عام طور پر آنحضرت ﷺ سے فضائل اعمال' نماز روزہ اور اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے تھے' لیکن حضرت حذیفہ سے یہ نہیں پوچھتے تھے ان کا قول ہے کہ:

---

[1] طبقات جلد ۶۔ [2] مسند ص ۴۰۰ و ۴۰۳ جلد ۵۔ [3] صحیح مسلم ص ۵۱۴ جلد ۲۔
[4] صحیح مسلم ص ۳۹ جلد ۵۔ [5] ایضاً۔

marfat.com

کنت اساله عن الشر بخافة ان یدر کنی۔[1]

''میں آنحضرت ﷺ سے برائیاں پوچھتا تھا کہ ان میں مبتلا نہ ہو جاؤں''۔

صحابہؓ میں ان کا لقب ''محرم راز نبوت'' تھا حضرت ابودرداءؓ کہتے تھے:

الیس فیکم صاحب السر. ''کیا تم میں اسراء کا سب سے بڑا عالم موجود نہیں''۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس بہت سے صحابہ جمع تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا' فتنہ کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے' حضرت حذیفہؓ نے کہا' مال و دولت' اہل وعیال اور ہمسایہ کے متعلق آدمی سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے' اس کا نماز' صدقہ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کفارہ ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ نے کہا پوچھنے کا یہ مقصد نہیں' وہ فتنے بتاؤ جو سمندر کی طرح جوش ماریں گے' حذیفہؓ نے جواب دیا کہ ''آپ کے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے اس لیے آپ کو تردد کی ضرورت نہیں'' فرمایا ''دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا'' بولے ''توڑا جائے گا'' فرمایا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا' کہا ''جی ہاں''۔

حضرت حذیفہؓ نے جب ایک مجلس میں یہ حدیث بیان کی تو وہاں شقیق بھی تھے انہوں نے کہا کہ کیا عمر کو دروازہ کی خبر تھی؟ فرمایا ہاں جس طرح تم یہ جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا تو دروازہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا خود عمرؓ[2]

حضرت حذیفہؓ سے اس قسم کی بہت سی روایتیں ثابت ہیں اور اس قسم کے اسرار ان کو بہت معلوم تھے جو زیادہ تر اسلام کی سیاست سے تعلق رکھتے تھے' صحابہؓ میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ اور بھی ماہرین اسرار تھے جن کا وجود ہم کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے صحیح مسلم میں ان سے روایت[3] ہے کہ:

''میں اس وقت سے قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں' لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سوا اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی' آنحضرت ﷺ نے ہم کو ایک مجلس میں ایک دن یہ باتیں بتلائیں تھیں اور چھوٹے بڑے تمام واقعات کی خبر دی تھی' چنانچہ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں' حضرت حذیفہؓ اپنے علم سے وقتاً فوقتاً کام لیتے اور مسلمانوں

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۴۹ جلد ۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۱۰۵۱ جلد ۲۔ [3] صحیح مسلم ص ۳۹۷ جلد ۲۔

کو ان کے مستقبل کی نسبت مطلع کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ عامر بن حظلہ کے گھر میں خطبہ دیا تو فرمایا:

ان ھذا الحی من مضر لا تدع اللہ فی الارض عبدا صالحا الا افتنتہ واھلکتہ حتی یدرکھا بجنود من عبادہ فیذلھا حتی لا متع ذنب تلقہ.

''قریش ایک زمانہ میں دنیا کے کسی نیک بندہ کو نہ چھوڑیں گے اور اس کو فتنہ سے آلودہ کر کے ہلاک کریں گے اس وقت خدا ان کو اپنے بندوں کی ایک فوج سے بالکل پامال کر دے گا''۔

لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں' آپ خود بھی تو قریشی ہیں' فرمایا اس کو کیا کروں میں نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔[1]

ایک مرتبہ فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ہم سے دو باتیں بیان کی تھیں جن میں ایک کو میں دیکھ چکا' دوسری کا انتظار ہے' اس کے بعد خود کہتے ہیں' کہ مجھ پر ایک وقت تھا کہ جس امیر سے بیعت کرتا اس کی نسبت مجھ کو کچھ تردد نہ ہوتا تھا' اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام کے ذریعہ اور نصرانی ہوتا تو مسلمان عمال کے ذریعہ سے ہم پر حکومت کرتا تھا' لیکن اب میں بیعت میں تامل کرتا ہوں' میری نگاہ میں اس کے اہل صرف چند اشخاص ہیں' میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کر سکوں گا۔[2]

حضرت حذیفہؓ نے اسلام کے مستقبل کی نسبت ایک پیشین گوئی فرمائی ہے' جو آج ہماری حالت پر بالکل صادق آتی ہے اور وہ یہ ہے:

لا تقوم الساعۃ حتی یسود کلی قبیلتھا فقوھا[3]

''قیامت اس وقت آئے گی جب قبیلوں کے سردار منافق ہو جائیں گے''۔

حضرت حذیفہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کو صاحب خلاصہ نے ۱۰۰ سے اوپر شمار کیا ہے یہ ذخیرہ حضرت حذیفہؓ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت عمرؓ سے فراہم کیا تھا۔

---

[1] مسند ص ۳۹۰، ۳۹۵، ۴۰۴، ۴۰۴ جلد ۵۔ [2] بخاری ص ۱۰۴۹ و ۱۰۵۰ جلد ۲۔ [3] استیعاب ۱۰۶ جلد ۱۔

marfat.com

ان کے راویان حدیث میں متعدد صحابہ ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، جابرؓ، جندب بن عبداللہ بجلی، عبداللہ بن یزید خطمیؓ، ابوالطفیلؓ، تابعین میں کثیر جماعت ہے، بعض کے نام یہ ہیں، قیس بن ابی حازم، ابووائل، زید بن وہب، ربعی بن خراش، زر بن حبیش، ابوظبیان، حصین بن جندب، صلہ بن زفر، ابوادریس خولانی، عبداللہ بن عکیم، اسود بن یزید نخعی، عبدالرحمٰن بن یزید، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، ہمام بن الحارث، یزید بن شریک التیمی۔

مہمات سلطنت کی وجہ سے اگرچہ بہت کم فرصت رہتی تھی، تاہم جب کبھی فرصت ملتی تو حدیث کا درس دیتے تھے کوفہ کی مسجد میں حلقہ قائم ہوتا اور حضرت حذیفہؓ حدیث بیان فرماتے[1] شاگردان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے، یشکری ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام مجمع خاموش ہے اور ایک شخص کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

کانما قطعت روء سھم[2] ''گویا مجمع کے سر کاٹ لیے گئے ہیں''۔

شاگردوں کے خوف کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت عمرؓ سے متعلق فتنہ والی حدیث بیان کی تو باوجود اس کے کہ پوری حدیث رموز واشارات کا مجموعہ تھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی، چنانچہ انہوں نے معروق کو جو عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشد تلامذہ میں تھے،[3] اس کے پوچھنے پر آمادہ کیا اور انہوں نے پوچھا۔

ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ معراج کی حدیث بیان کر رہے تھے کہ زر بن حبیش آئے، حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے زر بولے آنحضرت ﷺ اندر گئے تھے اور نماز پڑھی تھی، فرمایا گنجے تیرا کیا نام ہے، میں تجھے پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا، انہوں نے نام بتایا تو فرمایا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے نماز پڑھی تھی کہا قرآن سے، فرمایا آیت پیش کرو، انہوں نے وہ آیت پڑھی جس میں معراج کا تذکرہ ہے، سبحن الذی اسری بعبدہ الخ (وہ پاک ذات ہے، جو اپنے بندہ کو شب کے وقت لے گیا) حضرت حذیفہؓ نے کہا، اس میں نماز کا کہاں تذکرہ ہے، زر نے

---

[1] مسند ص ۴۰۳ جلد ۵۔ [2] ایضاً ص ۳۸۶ جلد ۵۔ [3] صحیح بخاری ص ۱۰۵۱ جلد ۲۔

marfat.com

لاجواب ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔[1]

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں:

وانا سالناه لم یحدثنا[2] "ہم ان سے حدیث کی خواہش کرتے تو نہ بیان کرتے"۔

اسی وجہ سے لوگ موقع کے منتظر رہتے تھے' جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وہ حدیث بیان کرتے تو تمام مجمع کو نہایت اہتمام سے خاموش کیا جاتا تھا' دہقان کے واقعہ میں جب حدیث بیان کی تو لوگوں نے کہا اسکتوا اسکتوا[3] چپ رہو چپ رہو۔

ایک مرتبہ وہ اور حضرت ابو مسعودؓ ساتھ تھے ایک نے دوسرے سے حدیث کی درخواست کی تو ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا کہ بل حدث انت[4] تم ہی بیان کرو۔

اخلاق وعادات:

زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے زمانہ امارت میں بھی طرز معاشرت میں کوئی تغیر نہ پیدا ہوا' عجم کی آب وہوا میں رہنے اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود' کوئی ساز وسامان نہیں رکھتے تھے سواری کے لیے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے' استغنا کا یہ عالم تھا کہ قوت لایموت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ مال بھیجا تو سب اٹھا کر تقسیم کر دیا۔[5]

اس استغنا کے ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی میں جو انہماک تھا' اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام رات نماز پڑھتے رہ گئے اور راف تک نہ کی صبح کے وقت جب حضرت بلالؓ نے اذان پکاری تو اس وقت تک ان بزرگوں کی صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں۔[6]

امر بالمعروف کا یہ حال تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے' غایت احتیاط کی بناء پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کیا کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے' ان کو معلوم ہوا تو کہا کہ یہ شدت ٹھیک نہیں' آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ ایک

---

[1] مسند ص ۳۸۷ جلد ۵۔ [2] مسند ص ۳۹۷ جلد ۵۔ [3] ایضاً ص ۳۹۷۔
[4] ایضاً ص ۴۰۷۔ [5] اسد الغابہ ص ۳۹۲۔ [6] مسند ص ۴۰۰ جلد ۵۔

marfat.com

گھوڑے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا' میں آپ کے ساتھ تھا ہٹنا چاہا تو ارشاد ہوا کہ قریب رہو' چنانچہ میں بالکل آپ کی پشت کے قریب ہی کھڑا رہا۔[1]

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے' حذیفہؓ آئے اور فرمایا کہ یہ باتیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نفاق میں شمار کی جاتی تھیں۔[2]

ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز پڑھ رہا تھا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا تم کتنے زمانہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہو؟ بولا ۴۰ برس سے' فرمایا تمہاری ۴۰ سال کی نماز بالکل رائیگاں گئی' اور اگر اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے تم مر گئے تو دین محمدی پر نہ مرو گے اس کے بعد اس کو نماز کا طریقہ بتلایا' اور کہا کہ چھوٹی رکعت پڑھو' لیکن رکوع وسجود میں اعتدال کا خیال رکھو۔[3]

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں ربعی زیارت کے لیے مدائن آئے تو پوچھا کہ عثمانؓ پر خروج کن لوگوں نے کیا' ربعی نے نام گنائے تو فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اور امارت کو ذلیل کیا وہ خدا کے نزدیک بالکل بے وقعت ہے۔[4]

ایک شخص مجلس کے وسط میں بیٹھا تو فرمایا آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے۔[5]

عرب میں وفات کی خبر نہایت اہتمام سے مشتہر کی جاتی تھی' آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے' حضرت حذیفہؓ اس پر اس شدت سے عامل تھے' کہ جب کوئی مرتا تو اس کی خبر تک نہ کراتے کہ شاید اس میں بھی وہ صورت پیدا ہو جائے۔[6]

راستبازی خاص شعار تھی' ان کے ایک شاگرد ربعی حدیث روایت کرتے تو کہتے

حدثنی من لم یکذبنی.

''مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جو مجھ سے جھوٹ نہ بولتا تھا''۔

لوگ سمجھ جاتے کہ حذیفہؓ مراد ہیں۔[7]

ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی باتیں پہنچاتا تھا' سامنے سے نکلا تو لوگوں

---

[1] مسند ص ۳۸۲ جلد ۵۔ [2] ایضاً ص ۳۸۴۔ [3] مسند ص ۳۸۴۔ [4] ایضاً ص ۳۸۷۔

[5] ایضاً ص ۳۹۸۔ [6] ایضاً ص ۴۰۶ جلد ۵۔ [7] مسند ص ۳۸۵، ۴۰۱۔

marfat.com

نے کہا کہ یہ امراء کے پاس تمام خبریں لے جاتا ہے' فرمایا ایسا شخص جنت میں نہیں جا سکتا۔[1]

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے کسی ایسے صحابی کو بتلایئے جو آپ سے رفتار و گفتار و مذہب غرض ہر چیز میں مشابہ ہو' فرمایا ایسے شخص ابن مسعودؓ ہیں' لیکن جب تک گھر کے باہر رہتے ہیں' باقی گھر میں کیا کرتے ہیں اس کی مجھے اطلاع نہیں۔[2]

عفو و درگزر جس پیمانہ پر موجود تھا' وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے ان کے والد کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا' انہوں نے غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کے بجائے' ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عفو و درگزر کی صفت حضرت حذیفہؓ میں اخیر وقت تک موجود تھی۔[3]

اطاعت رسول ﷺ کا حال غزوۂ خندق کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہؓ میں ایک شخص بھی مشرکین کے لشکر میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا' لیکن حضرت حذیفہؓ گئے اور آنحضرت ﷺ سے جنت کی بشارت حاصل کی۔

ایک مرتبہ راستہ میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی' اور آپ ان کی طرف بڑھے' تو بولے میں جنبی ہوں' فرمایا مومن نجس نہیں ہو سکتا۔[4]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت حاصل ہوتی' تو پہلے خود نہ شروع کرتے بلکہ آنحضرت ﷺ ابتداء فرماتے تھے۔[5]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تقرب و خصوصیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان کے سینہ سے ٹیک لگائی'[6] ایک مرتبہ ازار کی حد بتائی تو ان کی پنڈلی دست مقدس سے پکڑی'[7] غزوہ خندق کی رات مشرکین کی خبر لائے تو اپنا کمبل اڑھایا' اور اپنی سواری پر بٹھایا'[8] ایک رات اپنے حجرہ میں رکھا' ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز کے لیے اٹھے تو لحاف کا ایک کنارہ خود اوڑھے تھے اور دوسرا حضرت عائشہؓ پر پڑا تھا' اور وہ نسوانی مجبوری کی وجہ سے نماز کو نہ اٹھ سکیں۔[9]

---

[1] مسند ص ۳۸۹۔ [2] ایضاً ص ۳۸۹ و ۳۹۴۔ [3] صحیح بخاری ص ۵۸۱ جلد ۲۔ [4] مسند ص ۳۸۴۔
[5] ایضاً ص ۳۸۳۔ [6] ایضاً ص ۳۹۱۔ [7] ایضاً ص ۳۸۲۔ [8] ایضاً ص ۳۹۳۔ [9] ایضاً ص ۴۰۰۔

marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو بسا اوقات ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں آپ کے ساتھ پڑھتے اور اتنے عرصہ تک شرف صحبت سے مشرف رہتے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے، اور طہارت کے لیے پانی دیتے تھے۔[2]

ایک روز ان کی والدہ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب سے نہیں گئے انہوں نے مدت بیان کی تو بہت خفا ہوئیں اور سخت سست کہا، بولے اچھا چھوڑیئے جاتا ہوں اور مغرب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا ہوں اور اپنے آپ کے لیے استغفار کراتا ہوں، چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر آپ کے پیچھے ہولیے، آپ نے مڑ کر دیکھا تو یہ نظر آئے پوچھا کون حذیفہ! غفر اللہ لك والامك. خدا تجھے اور تیری ماں دونوں کو بخشے۔

تمام لوگوں سے اچھی طرح ملتے، لیکن بیوی سے سخت گفتگو کرتے، اس کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا کہ تم استغفار کرو۔[3]

غصہ کم آتا تھا، لیکن جب احکام شرع پامال ہوتے دیکھتے تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی، مدائن میں کسی جگہ پانی مانگا، ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں لا کر پیش کیا، تو انہوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس پر کھینچ مارا اور فرمایا کیا میں نے تم کو تنبیہ نہیں کردی تھی، کہ رسول اللہؐ نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے۔[4]

بغض و کینہ دیر تک قائم نہ رکھتے، جن لوگوں سے شکر رنجی ہو جاتی تھی، ان سے جلد صاف ہو جاتے تھے، اصحاب عقبہ میں سے ایک صاحب سے کسی معاملہ میں بگاڑ ہو گیا تھا اور بول چال ترک ہو گئی تھی، لیکن حضرت حذیفہؓ نے خود ہی چھیڑ کر گفتگو کی، اور بالآخر ان کو بھی اپنا طرز عمل بدلنا پڑا۔[5] استغنا کے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں طبعاً بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، کوئی کھانے کے وقت پہنچ جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے۔[6] مذکورۂ بالا

---

[1] مسند ج ۵ ص ۳۹۲۔ [2] مسند ص ۳۹۱ و ترمذی ص ۶۲۵۔ [3] مسند ص ۳۹۴ جلد ۵۔
[4] ایضاً ص ۳۹۶۔ [5] ایضاً ص ۳۹۰۔ [6] ایضاً ص ۳۹۶۔

marfat.com

محاسن و مکارم کی بناء پر حضرت عمرؓ ان کا بڑا احترام کرتے تھے' جس جنازہ پر وہ نماز پڑھتے تھے خود بھی پڑھتے' اور جس پر وہ نماز نہ پڑھتے' حضرت عمر ؓ بھی نہ پڑھتے تھے۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنائیں پیش کیجیے' سب نے کہا کہ زور جواہر سے بھرا ہوا ایک گھر ملتا اور اس کو خدا کی رہ میں خرچ کر دیتے' حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری تمنا تو یہ ہے کہ کہ مجھ کو ابوعبیدہؓ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان جیسے لوگ ملیں اور ان کو سلطنت کے عہدے تفویض کروں۔[2]

حضرت زیدؓ بن سعنہ

زید نام' بنی اسرائیل سے تھے' اور یہود میں بہت بڑے حبر (عالم) شمار ہوتے تھے' آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو صورت دیکھتے ہی ان کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا تو راۃ میں نبوت کی جو علامات مذکور ہیں ان سے تطبیق دی تو صرف دو باتوں کی کمی محسوس ہوئی جن کا تعلق اخلاق سے تھا' اور انہی کی تحقیق پر ان کا ایمان لانا موقوف تھا۔

چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز دربار نبوی میں ایک سوار پہنچا کہ فلاں گاؤں کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں' لیکن قحط زدہ ہیں' آپ سے کچھ امداد ہو سکے تو دریغ نہ کیجیے شہنشاہ مدینہ کے پاس خدا کے سوا اور کیا تھا' زید ؓ کو اب آزمائش کا موقع ملا' توراۃ میں پیغمبر کی دو علامتیں مذکور ہیں' ایک یہ کہ اس کا حلم اس کے غیظ و غضب پر سبقت کرتا ہے' اور دوسری یہ کہ جاہلانہ حرکتوں کا جواب تحمل سے دیتا ہے' زید ؓ علم کے ساتھ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے' حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا "محمدؐ! اگر چاہو تو فلاں باغ کے چھوہارے اتنی مدت کے لیے میرے ہاتھ رہن کر دو' آپ نے ۸۰ دینار (۴۰۰ روپے)

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ا۔ [2] ایضاً ص ۳۹۲۔

marfat.com

چھوہاروں کی ایک معین مقدار رہن کردی اور روپیہ سوار کے حوالہ کیا' ایک روز آنحضرت ﷺ ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لائے' حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی ساتھ تھے' نماز سے فارغ ہوئے تو زیدؓ نے میعاد ختم ہونے سے قبل ہی تقاضا شروع کیا اور نہایت سختی کی' چادر اور قمیص کا دامن پکڑا' پھر آپ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا محمد میرا حق نہ دوگے؟ خدا کی قسم عبدالمطلب کی اولاد ہمیشہ کی نادہندہ ہے' یہ جملہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طیش آ گیا' بولے خدا کے دشمن! میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کو یہ باتیں کہتا ہے خدا کی قسم وار خالی جانے کا احتمال نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا' آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا'' یہ بات زیبا نہیں' تم ان کا قرض ادا کرنے کی فکر کرو' ان کو لے جا کر روپے دو' ۲۰ صاع اور زیادہ دینا جو اس خفگی کا جرمانہ ہے'' زید نے حضرت عمرؓ سے روپیہ لیا' اور چونکہ ان دونوں وصفوں کی اب تصدیق ہوگئی تھی' اس لیے کلمہ توحید پڑھ کر فوراً مسلمان ہوگئے۔

غزوات:

اکثر غزوات میں شامل ہوئے۔

وفات:

غزوۂ تبوک میں مدینہ واپس ہوتے وقت شہادت نصیب ہوئی' اس غزوہ میں نہایت شجاعت سے لڑے تھے' صاحب اصابہ لکھتے ہیں' استشهد فی غزوة تبوك مقبلا غیر مدبر[1]

[1] اصابہ ص ۲۸ جلد ۳۔

marfat.com

حضرت سعدؓ بن حبہ

نام ونسب:

سعد نام، ابن حبہ عرف، قبیلہ بجیلہ سے ہیں اور عمرو بن عوف کے حلیف ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن بجیر بن معاویہ بن نفیل بن سدوس بن عبدمناف بن ابی اسامہ بن لحمہ ابن سعد بن عبداللہ بن قذاذ بن معاویہ بن زید بن غوث بن انمار بن اراش۔

والدہ کا نام حبہ بنت مالک تھا، اور قبیلہ عمرو بن عوف سے تھیں، اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوئیں۔

اسلام:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ اسلام لائے۔

غزوات:

غزوۂ بدر اور احد میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے،[1] غزوۂ خندق میں شرکت کی، اس وقت ۱۵ برس کا سن تھا، نہایت جوش سے لڑے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا ''تمہارا کیا نام ہے'' بولے ''سعد بن حبہ'' فرمایا اسعد الله جدك، خدا تمہیں خوش نصیب کرے پھر پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔[2]

۶ھ میں غابہ نامی ایک مقام پر غزوہ کے لیے گئے یہاں آنحضرتؐ کی ۲۰ اونٹنیاں چرنے کے لیے گئی تھیں عیینہ بن حصن کے ۴۰ سوار آ کر ان کو ہانک کر لے گئے ایک شخص دوڑتا ہوا مدینہ آیا، کھڑے ہو کر فریاد کی الفزع الفزع آنحضرت ﷺ نے آواز سن کر سواروں کو امداد کے لیے بھیجا لیکن سواروں کی روانگی سے قبل عمرو بن عوف میں آواز پہنچ گئی تھی، اور وہاں سے ابوقتادہؓ اور سعد بن حبہ وغیرہ روانہ ہو چکے تھے، موقع پر پہنچ کر مقابلہ ہوا، ابوقتادہ

[1] استیعاب ص ۵۶۹ جلد ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۲۷۰ جلد ۲۔

marfat.com

نے سعد پر حملہ کیا اور ابن حبہ نے اس کو مار کر گرا دیا۔[1]

مصنف اصابہ نے اس واقعہ کو احد سے متعلق بتایا ہے لیکن وہ ابن کلبی کی روایت ہے اور بخاری و مسلم کے علاوہ تمام کتب سیر کے خلاف ہے غزوہ ذی قرد کے (ہیرو) حضرت سلمہؓ بن اکوع ہیں جن سے صحیح مسلم میں ایک طویل روایت منقول ہے اس کا ایک فقرہ یہ ہے:

فواللہ ما یشنا الا ثلث لیال حتی خرجنا الیٰ خیبر مع رسول اللہؐ.[2]

''غزوۂ ذی قرد کے بعد ۳ دن بھی نہ گزرے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خیبر کی لڑائی پر ہم لوگ روانہ ہوئے''۔

صحیح بخاری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے باب غزوہ ذات القرد میں ہے:

وھی الغزوۃ التی اغاروا علی لقاح النبیؐ قبل خیبر بثلاث.[3]

''ذی قرد وہ غزوہ ہے جس میں کفار نے آنحضرت ﷺ کی اونٹنیوں پر خیبر سے ۳ روز قبل لوٹ ڈالی تھی''۔

ثم قدمنا المدینۃ فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بظھرہ مع رباح غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا معہ.[4]

''ہم (یعنی سلمہ) حدیبیہ سے مدینہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے اپنی اونٹنیاں رباح کے ہاتھ جو آپ کے غلام تھے (غابہ) روانہ کیں میں بھی رباح کے ساتھ چلا''

اس روایتوں سے حسب ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے:

1. غزوۂ غابہ حدیبیہ کے بعد ہوا۔
2. حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ لڑائی اور لوٹ سے پہلے غابہ میں موجود تھے۔
3. غزوۂ غابہ کے ۳ دن بعد خیبر کی مہم پیش آئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ۶ ہجری یا ۷ ہجری کا ہے کیونکہ صلح حدیبیہ ۶ ہجری

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۵۸ جلد ۲ قسم اول اصابہ ۲۷ جلد ۳۔ [2] مسلم ص ۱۰۱ ج ۲۔

[3] بخاری ص ۶۰۳ جلد ۲۔ [4] مسلم ص ۹۹ جلد ۲۔

marfat.com

اور خیبر اوائل ۷ ہجری میں پیش آیا تھا' اس لیے اس کو غزوۂ احد سے ملحق سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں۔

وفات:

عہد نبوت کے بعد کوفہ میں اقامت کی اور یہیں انتقال کیا' حضرت زید بن ارقم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۵ تکبیریں کہیں۔

اولاد:

۳ بیٹے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی' فقہ حنفی کے دست راست اور اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ انہی کی اولاد ہیں[1]۔

فضل وکمال:

روایتیں بہت کم ہیں' آنحضرت ﷺ کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ارقم سے بھی حدیثیں سنی تھیں' راویوں میں ان کے بیٹے نعمان ہیں۔

حضرت سمرہؓ بن جندب

نام ونسب:

سمرہ نام' ابو عبدالرحمٰن کنیت' سلسلہ نسب یہ ہے' سمرہ بن جندب بن ہلال بن جریج بن مرہ بن حزن بن عمرو بن جابر بن ذوالریاستین خشین بن لای بن عاصم (عصیم) بن شمخ بن فزارہ ابن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔

حضرت سمرہؓ کے باپ ان کی صغرسنی میں فوت ہوئے' ماں ان کو لے کر مدینہ آئیں اور انصار میں نکاح کا پیام دیا' لیکن یہ شرط پیش کی کہ شوہر پر میری اور سمرہ دونوں کی کفالت ضروری ہوگی' مری بن شیبان نے اس کو منظور کیا' اور عقد ہو گیا' سمرہ نے انہی کے ظل عاطفت میں تربیت پائی۔

---

[1] اصابہ ص ۲۷ جلد ۳۔

marfat.com

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

کم سنی کی وجہ سے بدر میں شرکت نہ کی' احد میں انصار کے لڑکے معائنہ کی غرض سے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوئے' تو آنحضرت ﷺ نے ایک لڑکے کو جنگ کے قابل سمجھ کو میدان میں جانے کی اجازت دے دی اور سمرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا' سمرہؓ نے کہا آپ ان کو اجازت دیتے ہیں حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں' اور یقین نہ ہو تو کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے' آنحضرت ﷺ نے کشتی کا حکم دیا' جس میں سمرہؓ نے اپنے مقابل کو اٹھا کر دے ٹپکا آپ نے یہ دیکھ کر ان کو بھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔

احد کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

عہد نبوی مدینہ میں بسر کیا' بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کی' ۵۰ ہجری میں جب مغیرہؓ بن شعبہ والی کوفہ کا انتقال ہوگیا' اور زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی ہوگیا' تو اس نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا' وہ بصرہ اور کوفہ میں ۶۔۶ ماہ رہتا تھا' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ پہنچتا تو یہ بصرہ چلے جاتے تھے۔

زیاد کا عہد حکومت ہر حیثیت سے یادگار رہے گا' اس کے عہد میں امن وامان کا اس درجہ اہتمام تھا کہ کسی قسم کی شورش بصرہ اور کوفہ میں نشوونما نہ پا سکی' انقلاب پسندوں کا ایک گروہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھا' اس نے ایک مرتبہ سر اٹھایا تو اچھی طرح اس کی سرکوبی کی گئی۔

خوارج جن کا ظہور جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا' نہایت مفسد اور شورہ پشت تھے' باوجود اس کے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے جنگ نہروان میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے' لیکن پھر بھی پورے طور پر ان کا استیصال نہ ہوسکا' وقتاً فوقتاً سرکشی کرتے اور علم بغاوت بلند کرتے تھے بصرہ اور کوفہ ان کے مرکز تھے'

marfat.com

زیاد کو ان کے قلع قمع کرنے کی بڑی فکر تھی، حسن اتفاق سے سمرہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے ہم خیال تھے اس بنا پر سمرہؓ نے خوارج کے قتل کا بالکل تہیہ کر لیا[1] صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:[2]

کان اذا اتی بواحد منهم قتله ویقول شرقتلی تحت ادیم السماء یکفرون المسلمین ویسفکون الدما.

''سمرہؓ کے پاس جو خارجی آتا قتل کراتے اور کہتے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے بدتر مقتول ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور خونریزی کرتے ہیں''۔

خوارج اسی شدت اور عداوت کی وجہ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے اور ان کی روش پر اعتراض کرتے تھے ان کے مقابلہ میں فضلائے بصرہ کا ایک گروہ جس میں ابن سیرین اور حسن بصری بھی شامل تھے ان کی تعریف کرتا' اور ان کی طرف سے جواب دیتا تھا۔

رمضان ۵۳ ہجری میں جب زیاد نے وفات پائی تو نظام حکومت میں بھی کچھ تغیر ہوا' بصرہ اور کوفہ دو جداگانہ صوبے قرار پائے اور دونوں کے الگ الگ والی مقرر ہوئے' حضرت سمرہؓ بصرہ کے والی مقرر ہوئے جو کم و بیش ایک سال تک اس منصب پر رہے اور ۵۴ ہجری میں امیر معاویہؓ کے حکم سے معزول ہوئے۔

وفات:

۵۴ھ میں انتقال کیا' جسم میں سردی سما گئی تھی' علاج کے لیے گرم پانی کی دیگ پر عرصہ تک بیٹھے رہے' لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا' آخر اس نے مرض الموت کی صورت اختیار کر لی ایک روز شدت سے سردی محسوس ہوئی' آتش دانوں میں آگ جلوا کر چاروں طرف رکھوائی لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا' فرمایا کیا بتلاؤں کہ پیٹ کی کیا حالت ہے' غرض اس بے چینی میں دیگ پر بیٹھے اور کھولتے پانی میں گر کر انتقال فرما گئے' آنحضرت ﷺ نے ابوہریرہؓ، ابومحذورہؓ اور سمرہؓ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم تینوں میں سب کے بعد مرنے والا آگ میں جل کر مرے گا' چنانچہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے اس پیشین گوئی کی تصدیق ہوگئی۔[3]

---

[1] طبری ص ۹۱ جلد ۷۔ [2] اسد الغابہ ص ۳۵۴ جلد ۲۔ [3] طبقات ابن سعد ص ۲۲ جلد ۶ و اسد الغابہ ص ۳۵۵ جلد ۲ و استیعاب ص ۵۸۰ جلد ۲۔

marfat.com

اولاد:

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، دولڑکوں کے نام یہ ہیں، سلیمان، سعد۔

فضل وکمال:

حضرت سمرہؓ فضلائے صحابہؓ میں تھے اور باوجودیکہ عہد نبوت میں صغیر السن تھے، سینکڑوں حدیثیں یاد تھیں، استیعاب میں ہے[1]

كان من الحفاظ المكثرين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

''وہ حدیث کے حافظ اور آنحضرت ﷺ سے کثیر روایت کرتے تھے''۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان کی احادیث کا ایک بڑا نسخہ ان کے بیٹے کے پاس تھا[2] سیرین کہتے ہیں کہ یہ رسالہ علم کے بہت بڑے حصہ پر مشتمل تھا[3]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو احادیث یاد رکھنے میں خاص اہتمام تھا، حافظہ غیر معمولی تھا، جس بات کا ارادہ کرتے یاد ہو جاتی تھی، آنحضرت ﷺ نماز میں دوجگہ ٹھہرا کرتے تھے، ایک تکبیر کے بعد جب سبحانك اللهم پڑھتے، دوسرے ''ولا الضالین'' کے بعد جب آمین کہتے تھے، یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو یاد تھا اور وہ اس پر عامل بھی تھے حضرت عمران بن حصین جوان سے معمر تھے بھول گئے تھے، سمرہؓ نے نماز میں اس پر عمل کیا تو معترض ہوئے، حضرت ابی بن کعب کو مدینہ خط لکھا گیا انہوں نے جواب دیا سمرہ کو ٹھیک یاد ہے[4]

اسی طرح خطبہ میں ایک حدیث روایت کی، ثعلبہ بن عباد عبدی موجود تھے، کہتے ہیں کہ جب دوبارہ بیان کی تو الفاظ میں کہیں تفاوت نہ تھا،[5] بایں ہمہ قوت حفظ، روایت حدیث میں محتاط تھے، مسند احمد میں ہے:

انه ليمنعى ان اتكلم بكثير مما كنت اسمع من رسول الله ان ههنا من هو اكثر منى و كنت ليلتسنذ غلاماً دانى كنت لاحفظ ما اسمع منه.

---

[1] استیعاب ص ۲۷۹۔ [2] تہذیب ص ۱۹۸ جلد ۴۔ [3] اسد الغابہ ص ۳۵۴ جلد ۲۔
[4] مسند ص جلد ۵۔ [5] ایضاً ص ۱۶۔

marfat.com

''میں نے آنحضرت ﷺ سے بہت کچھ سنا ہے' لیکن اس کو بیان کرنے میں اکابر صحابہ کا ادب مانع ہوتا ہے' یہ لوگ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں' میں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لڑکا تھا تاہم جو کچھ سنتا تھا یاد رکھتا تھا''۔ (مسند ص۱۹ ج۵)

کبھی کبھی احادیث روایت کرتے اور کسی کو کوئی شبہ ہوتا تو اس کا جواب دیتے تھے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے ایک معجزہ کو سنا اور پوچھا کہ کیا کھانا زیادہ ہوگیا تھا؟ بولے تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن وہاں (آسمان) کے سوا اور کہیں سے نہیں بڑھا تھا[1]

حضرت سمرہؓ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سے روایتیں کی ہیں' کتابوں میں ان کی سند سے کل ۱۲۳ حدیثیں مندرج ہیں' راویوں کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت عمرانؓ بن حصین' شعبی' ابن ابی لیلیٰ' علی بن ربیعہ' عبداللہ بن بردہ' حسن بصری ابن سیرین' مطرف بن شخیر' ابوالعلاء' ابورجاء' قدامہ بن دبرہ' زید بن عقبہ' ربیع بن عمیلہ' ہلال بن یساف' ابونضرۃ العبدی' ثعلبہ بن عباد۔

اخلاق:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں' وہ نہایت امانت دار' راست گو اور بہی خواہ اسلام تھے[2]

پچھنا لگانا آنحضرت ﷺ کی سنت ہے' اس پر عمل درآمد کرتے تھے[3]

عرب میں احنف نامی ایک شخص نے ایک خاص قسم کی تلوار ایجاد کی تھی' جو حنفیہ کے نام سے مشہور تھی' آنحضرت ﷺ کے پاس اسی قسم کی ایک تلوار تھی' سمرہؓ نے اس کی نقل بنوائی ان کے شاگردوں میں ابن سیرین نے بھی اس کی نقل لی تھی[4]

آنحضرت ﷺ نماز میں جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا دو جگہ سکوت کرتے تھے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس پر عمل تھا[5]

---

[1] مسند ص ۱۸۔ [2] استیعاب ص ۵۷۹ جلد ۲۔ [3] مسند ص ۱۸ جلد ۵۔
[4] ایضاً ص ۲۰۔ [5] ایضاً ص ۲۳ جلد ۵۔

marfat.com

حضرت طلحہؓ بن البراء

طلحہ نام' قبیلہ عمرو بن عوف کے حلیف اور خاندان بلی سے ہیں' نسب نامہ یہ ہے[1]

طلحہ بن براء بن عمیر بن وبرہ بن ثعلبہ بن غنم بن سری بن سلمہ بن انیف۔

ان کا آغاز شباب تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی' طلحہ ؓ قریب آئے اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا کہ مجھ جو جی چاہے حکم دیجیے' تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی' آنحضرت ﷺ متعجب ہوئے اور ہنس کر فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کر دو وہ اس کے لیے آمادہ ہو گئے' چلنے لگے تو واپس بلایا کہ میں قطع رحم کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔

وفات:

اسی زمانہ میں بیمار پڑے' آنحضرت ﷺ عیادت کو تشریف لائے واپس ہوئے تو گھر والوں سے کہا صحت کی طرف سے ناامیدی ہے' مریں تو فوراً خبر کرنا۔

شب کو انتقال ہوا' وفات سے کچھ پہلے گھر والوں سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں' رات کا وقت ہے' کہیں ایسا نہ ہوا کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے اس لیے مجھ کو تم ہی لوگ دفن کر دینا' صبح کو آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو صحابہ کو لے کر قبر پر تشریف لائے' نماز جنازہ پڑھی' اور ہاتھ اٹھا کر کہا ''خدایا طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں''۔

وفات کے وقت خود نوعمر تھے اولاد کیا چھوڑتے؟ ہاں بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ گئے تھے جن کی قسمت میں جوان بیٹے کا صدمہ اٹھانا مقدر ہو چکا تھا۔

اخلاق:

جوش ایمان' جوش اطاعت' حب رسول اور بارگاہ نبوت میں مقبولیت کی شہادتیں اوپر گزر چکی ہیں۔

---

[1] ماخوذ از کتب رجال وابوداؤد

marfat.com

حضرت عاصم بن عدی

عاصم نام، ابوعمرو کنیت، قبیلہ قضاعہ کے خاندان بلی سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عاصم بن عدی بن العجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل بن عمرو بن ودم ابن ذبیان بن ہمیم بن ذہل بن بلی البلوی۔

قبیلہ عجلان کے سردار اور معن بن عدی کے بھائی تھے۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر کی شرکت کے لیے آنحضرت ﷺ کے ساتھ چلے، مسجد ضرار تک پہنچے تھے کہ منافقین کے متعلق آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو آپ نے ان کو قباء اور عوالی کا امیر بنا کر واپس کر دیا اور بدریین کے ساتھ غنیمت میں ان کا بھی حصہ لگایا۔

احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔

عویمر عجلانی جن کے متعلق آیت لعان نازل ہوئی تھی، ان کی بابت آنحضرت ﷺ سے انہی نے سوال کیا تھا، یہ غالباً ۹ھ کا واقعہ ہے۔

وفات:

۴۵ھ (امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت) میں انتقال کیا، اس وقت ان کا سن ۱۱۵ اور ۱۲۰ سال کے درمیان تھا، گھر کے لوگوں نے نوحہ کرنا چاہا تو منع کر دیا۔

اولاد:

ابوالبداح اور سہلہ دو اولاد یادگار چھوڑیں، سہلہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو کہ قبیلہ بنو زہرہ کے ممتاز بزرگ اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے منسوب تھیں۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۰ جلد ۳ قسم ۱

marfat.com

حلیہ:

حلیہ مفصل معلوم نہیں، طبری میں ہے کہ کوتاہ قد تھے۔

فضل وکمال:

آنحضرت ﷺ سے ٦ حدیثیں روایت کیں، سہل ؓ بن سعد، شعبی اور صاحبزادے ابوالبداح روایوں میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن انیس جہنی

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابویحییٰ کنیت، قبیلہ قضاعہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ ابن انیس بن اسعد بن حرام بن خبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن تیم بن نفاثہ بن ایاس بن یربوع ابن برک بن وبرہ برک بن وبرہ کی اولاد قبیلہ جہینہ میں مل گئی تھی، اس لیے جہنی کے نام سے مشہور ہوئی، حضرت عبداللہ ؓ اسی سبب سے جہنی کہلاتے ہیں۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور مکہ جا کر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی، اور کہیں مقیم ہو گئے، پھر مہاجرین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، اس لیے مہاجرین انصاری کہلاتے ہیں، جوش ایمان شروع ہی سے بہت تھا مدینہ میں حضرت معاذ بن جبل ؓ کے ہمراہ بنوسلمہ کے بت توڑے[1]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ شام اور پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

غزوات:

بدر، احد اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے، خلد بن نبیح عنبری اسلام کا ایک دشمن تھا آنحضرت ؐ نے ان کے ذریعہ سے اس کو قتل کرایا[2]

[1] اسد الغابہ ص ١٢٠ جلد ٣۔ [2] ابوداؤد۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کے بعد شام کی سکونت اختیار کی' بحر روم کے کنارے عسقلان کے قریب غزہ شام کا ایک ساحلی شہر ہے' جو حدود مصر کے قریب واقع ہے' اسی کو اپنا مسکن بنایا' مصر اور افریقہ بھی گئے (غالباً جہاد کے سلسلہ میں)

وفات:

۵۴ھ میں امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا' یہ ابوقتادہ کی وفات کے ۱۵ روز بعد کا واقعہ ہے' بعض لوگوں نے ۸۰ھ کو سال وفات قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب عبداللہؓ بن انیس بیمار ہوئے' تو ام البنین بنت ابی قتادہ آئیں' اور کہا'' چچا! ابا جان کو میرا سلام پہنچایئے گا'' اس روایت میں ۱۵ روز بعد کی تصریح موجود ہے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی' عطیہ' عمر' ضمرہ' عبداللہ' خلدہ۔

فضل وکمال:

حضرت عبداللہؓ نہایت جلیل القدر صحابی ہونے کے باوجود صرف ۲۴ حدیثوں کے راوی ہیں' لیکن اس سے ان کے دامن فضل پر کوئی داغ نہیں لگتا اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود حاشیہ نشینان نبوت ان کی طرف رجوع کرتے تھے' حضرت جابرؓ بن عبداللہ جیسے صحابی صرف ایک حدیث کے لیے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے ان کے پاس غزہ پہنچے تھے صحیح بخاری میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے' لیکن شہر کا نام مذکور نہیں ہے۔[1]

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت جابر مصر گئے تھے اور وہاں جا کر ان سے حدیث سنی تھی' لیکن ہمارے خیال میں یہ راوی کی غلطی ہے' غزہ شام میں ہے اور چونکہ مصر کی سرحد پر واقع ہے' اس لیے راوی نے سمجھا کہ یہ حدود مصر میں داخل ہے اور روایت میں بجائے غزہ کے مصر لکھ دیا' حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت عمرؓ سے حدیث روایت کی ہے' راویوں میں بہت سے صحابہؓ اور تابعین ہیں' بعض کے نام یہ ہیں:

[1] بخاری ص ۱۷ جلد ا۔

marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہؓ، ابوامامہؓ، بسر بن سعیدؓ، عبداللہ بن ابی امیہ، عبدالرحمٰن وعبداللہ پسران کعب بن مالک، عبداللہ و معاذ پسران عبداللہ بن حبیب، معنوی فرزندوں کے علاوہ صلبی اولاد بھی ان کے فضل و کمال کی خوشہ چین ہے۔

اخلاق:

عبادت گزار تھے، مسجد نبویؐ سے مکان دور تھا، اس لیے یہاں روزانہ آنے سے معذور تھے ایک مرتبہ لیلۃ القدر میں جاگنا چاہتے تھے، لیکن اس کے لیے کوئی تاریخ متعین نہیں تھی اس لیے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ایک تاریخ متعین فرما دیں تا کہ اس روز مسجد نبویؐ میں پہنچ کر شب بیداری کرسکوں، آپ نے رمضان ۲۳ ویں شب متعین کر دی چونکہ اس کی تعیین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے اہل مدینہ نے اس کی نسبت کے ساتھ ان کا نام لیلۃ الجہنی رکھ دیا[1]

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۲۰ جلد ۳، واستیعاب ص ۲۴۷ جلد ۱۔

marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن سلمہ

نام ونسب:

عبداللہ نام' ابو محمد کنیت' قبیلہ اوس میں عمرو بن عوف کے حلیف تھے' نسب نامہ یہ ہے' عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارثہ بن عدی بن الجد بن حارثہ ابن ضبیعہ' والدہ کا نام انیسہ بنت عدی تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر میں شرکت کی۔

شہادت:

اور غزوۂ احد میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے' ابن الزبعری نے ان کو قتل کیا' شہداء کی تدفین کے لیے یہ انتظام ہوا کہ دو دو' تین تین اشخاص ایک قبر میں رکھے جائیں' لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے خدمت اقدس میں آ کر عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں' تا کہ مجھے اطمینان رہے' آنحضرت ﷺ نے اجازت دی تو ان کی نعش ایک اونٹ پر رکھی گئی' حضرت مجذر بن زیاد ان کے بڑے دوست تھے' اور اس سفر آخرت میں بھی ان کے رفیق ثابت ہوئے' اس لیے اسی اونٹ پر ان کی لاش بھی رکھی گئی' اور دونوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر مدینہ بھیجا گیا' عبداللہ نہایت لحیم شحیم اور مجذرؓ دبلے پتلے آدمی تھے' اونٹ پر برابر اترتے تو سب کو بڑا تعجب ہوا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کے اعمال کا کرشمہ ہے۔

فضل وکمال:

چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں شہید ہو گئے تھے اس لیے ان سے کوئی روایت

marfat.com

منقول نہیں' شاعر تھے اور ان کی شاعری کی یادگاریں البتہ باقی ہیں۔

انا الذی قال اصلی من بلی اطعن بالصعدة حتی تنثنی

''لوگوں میں میرے ہی متعلق مشہور ہے کہ قبیلہ بلی سے ہوں چھوٹے نیزہ سے وار کرتا ہوں' یہاں تک کہ وہ مڑ جاتا ہے''

ولا یری مجذر ایضری قوی[1] ''لیکن مجذر کو کوئی سخت کام کرتے نہیں دیکھا''۔

حضرت عبداللہ بن سلام

نام ونسب:

عبداللہ نام' ابو یوسف کنیت' حبر لقب' یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے جس کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے' مختصراً آپ کا شجرہ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن حارث' قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے' اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے حضرت عبداللہ اسی قواقل کے حلیف تھے۔

ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے عبداللہ رکھا۔

اسلام:

عبداللہؓ بن سلام اپنے بچوں کے لیے باغ میں پھل چننے گئے تھے کہ آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے' اس کی خبر عبداللہؓ ابن سلام کو ہوئی' تو پھل لے کر دوڑتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس گئے آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب ترکس کا مکان ہے' حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں سب سے قریب رہتا ہوں' یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے' آنحضرتؐ نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا' جب آپ کا مستقر متعین ہو گیا' تو عبداللہ بن سلامؓ دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین

[1] ماخوذ از اصابہ ص ۸۱ جلد ۶ و اسد الغابہ ص ۱۷۷ جلد ۳ و استیعاب ص ۳۹۵ جلد ۱۔

maktabah.org

باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت ﷺ نے ان کا جواب دیا تو فوراً پکار اٹھے اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ (ﷺ) اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے اور میں عالم ابن عالم اور رئیس ابن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجیے لیکن میرے مسلمان ہو جانے کی خبر نہ دیجیے گا۔

آنحضرت ﷺ نے یہود کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہیں، جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے آواز دی، تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے، اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے ڈرو تمہیں خوب معلوم ہے، کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، اور بایں ہمہ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کر دیا انہوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو، اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو، اور تمہارا باپ بھی بدتر تھا، حضرت عبداللہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے دیکھا مجھ کو اسی کا خوف تھا[1]

غزوات:

بدر اور احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے صاحب طبقات کے نزدیک خندق میں وہ شریک تھے، اس لیے انہوں نے صحابہؓ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے ان میں بھی شامل ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس میں حضرت عبداللہؓ ان کے ہمراہ تھے۔

باغیوں نے جب حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر کے ان کے قتل کی تیاریاں شروع کیں تو عبداللہ ابن سلامؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں فرمایا آپ کا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہیں باہر جا کر مجمع کو منتشر کیجیے، حضرت عبداللہؓ باہر تشریف لائے اور ایک مختصری تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۶ و ۵۶۱ جلد ا

marfat.com

لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا (یعنی حصین) آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ رکھا' میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں' چنانچہ شھد شاھد من بنی اسرائیل اور قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب میری ہی شان میں اتری ہیں خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے اور فرشتوں نے تمہارے شہر کو کہ رسول اللہ ﷺ کا ہجرت گاہ ہے اپنا نشیمن بنا لیا ہے' پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو خدا کی قسم! اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے تو تمہارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے' اور خدا کی قسم وہ تلوار نکل پڑے گی' جو اس وقت تک نیام میں بند ہے اور پھر وہ قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی۔

لیکن سنگدلوں پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا' بلکہ اس کے خلاف ان کی شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی۔ بولے کہ "اس یہودی اور عثمانؓ دونوں کو قتل کر ڈالو"۔[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ دار الخلافہ بنایا' تو انہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کا منبر نہ چھوڑیئے' ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے' حضرت علیؓ نے فرمایا وہ بے چارے نہایت نیک آدمی ہیں۔[2]

وفات:

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے' یوسف اور محمد' دونوں آنحضرت ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے' یوسف بڑے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا' سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا۔[3]

حلیہ:

مفصل حلیہ معلوم نہیں' بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لے کر چلتے تھے' اور

---

1. صحیح ترمذی ص ۶۲۸۔ 2. اصابہ جلد ۴ ص ۳۲۱۔ 3. مسند ص ۳۵ جلد ۴۔

marfat.com

اس پر ٹیک لگاتے تھے، [1] چہرہ پر خشوع کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے۔ [2]

فضل وکمال:

تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ان کا سینہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا، تورات پر جو عبور تھا، اس کے متعلق علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں: [3]

کان عبدالله بن سلام عالم اهل الكتاب وفاضلهم في زمانه بالمدينة.

''عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے''۔

مسلمان ہو کر قرآن وحدیث پر توجہ کی اور حدیث میں مرجع کل بن گئے اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو تمام صحابہؓ میں حدیث کے سب سے بڑے گنجینہ دار تھے ان سے حدیثیں دریافت کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک بار شام گئے اور کعب احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس میں خدا سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور ملتا ہے، اس پر کعب نے کچھ ردوقدح کی، یہاں تک کہ اخیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے موافق ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ آ کر عبداللہؓ بن سلام سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ کعب نے جھوٹ کہا، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ انہوں نے میرے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا جانتے ہو وہ وقت کون سا ہے، یہ سن کر ابو ہریرہؓ ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہا جلد بتلایئے، فرمایا عصر اور مغرب کے درمیان! ابو ہریرہؓ نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے، عصر اور مغرب کے درمیان کوئی نماز ہی نہیں، فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ [4]

بایں ہمہ جلالت قدر ان سے صرف ۲۵ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں بعض صحابہ کرام بھی ہیں، جن کے نام نامی یہ ہیں، انس بن مالکؓ، زرارہ بن اوفی، ابو ہریرہؓ، عبداللہؓ بن معقل، عبداللہؓ بن حنظلہ، تلامذہ خاص کے نام حسب ذیل ہیں، خرشہ بن الحر،

---

[1] مسند ص ۴۵۲ جلد ۵۔ [2] اصابہ ص ۸۱ جلد ۴۔ [3] ایضاً ص ۲۲ جلد ۱۔

[4] مسند ص ۴۵۱ و ۴۵۳ جلد ۵۔

marfat.com

قیس بن عباد، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حمزہ بن یوسف (پوتے) عمر بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابو بردہ بن ابوموسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادہ الزرقی، عطاء بن یسار، عبیداللہ بن حبیش غفاری۔

حضرت عبداللہؓ سے ایک خاص حدیث منقول ہے، جس کے اخیر میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو ایک جمع کر کے سبح للہ کی چند آیتیں پڑھیں، حضرت عبداللہؓ نے اپنے شاگردوں کے سامنے وہی آیتیں پڑھیں اور پھر بالترتیب عطاء بن یسار، ہلال بن ابی میمونہ، یحییٰ بن ابی کثیر نے اپنے زمانہ میں اس سنت کو قائم رکھا، لیکن یحییٰ کے شاگرد اوزاعی پر پہنچ کر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔[1]

اخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پایہ عظمت بہت بلند ہے، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی زمین پر چلنے والے شخص کو جنتی نہیں فرمایا، البتہ عبداللہؓ بن سلام کو فرمایا تھا،[2] صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذؓ ابن جبل کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں دنیا سے اٹھ رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھتا، جو شخص اس کی جستجو کرے گا، پالے گا، اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنوائے جن میں ایک عبداللہ بن سلام تھے فرمایا:[3]

کان یھودیا فاسلم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ.

''پہلے وہ یہودی تھے، پھر مسلمان ہوئے اور میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ وہ گیارہویں جنتی ہیں''۔

بایں ہمہ فضیلت بڑے منکسر المزاج تھے، مسجد نبی میں ایک دن نماز کے لیے آئے اور لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جس بات کو آدمی نہ جانتا ہوں اس کو زبان سے نکالنا نہ چاہیے اس کے بعد اپنے اس خواب کا ذکر کیا جس کی آنحضرت ﷺ نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے۔[4]

---

[1] مسند ص ۴۵۲ جلد ۵۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۳۸ جلد ۱۔

[3] جامع ترمذی ص ۶۲۸۔ [4] صحیح بخاری ص ۵۳۸ جلد ۱۔

marfat.com

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے خدا نے مستغنی کیا ہے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں[1] حق و صداقت کا جوش بے اندازہ تھا' فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی' اس وقت اگر مجھ میں قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھ کو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا[2]

حضرت عبداللہؓ بن طارق

نام ونسب:

عبداللہ نام تھا' قبیلہ بلی سے تھے اور انصار میں قبیلہ ظفر کے حلیف تھے' سلسلہ نسب یہ ہے' عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک' مصنفین رجال کو ان کی نسبت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض لوگ ان کو ظفری کہتے ہیں' ابن سعد کے نزدیک ظفری اور بلوی دو جداگانہ اشخاص ہیں' لیکن ہمارے نزدیک ظفری اور بلوی دو الگ الگ شخص نہیں بلکہ ایک ہی مسمی کے دو نام ہیں۔ قبیلہ بلوی اپنے قبیلہ کی نسبت سے اور ظفری حلیف کی نسبت سے مشہور تھے اور یہ عرب میں عام طور پر رائج تھا' اوپر اس کی متعدد مثالیں گزر چکی ہیں۔

والدہ کا نام معلوم نہیں' اتنا پتہ چلتا ہے کہ معتب بن عبید اور یہ دونوں اخیافی بھائی تھے۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وفات:

۳ھ کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے جن ۶ آدمیوں کو قبیلہ عضل اور قارہ میں اشاعت اسلام کے لیے روانہ کیا تھا ان میں ایک عبداللہؓ بن طارق بھی تھے' یہ لوگ مقام

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۳ جلد ا۔ [2] استیعاب ص ۳۹۶ جلد ا۔

marfat.com

رجیع پہنچے تو قبیلہ ہذیل نے سرکشی کر کے ان کا محاصرہ کر لیا' مرثد بن ابی مرثد' خالدؓ ابن بکیر اور عاصمؓ بن ثابت تین بزرگ وہیں لڑ کر قتل ہوئے' خبیب بن عدی' عبداللہ بن طارق اور زید بن دشنہ کفار کے ہاتھ آ گئے اور قید ہو گئے' کفار ان کو لے کر مکہ چلے تو ظہران نام ایک مقام پر پہنچ کر حضرت عبداللہؓ نے اپنے کو قید و بند سے چھڑا لیا اور تلوار کھینچ کر پیچھے ہٹے' کفار نے یہ دیکھ کر ان کو پتھر مارنا شروع کیا' جس سے وہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔

بارگاہ نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے اور ان بزرگوں کے نام گنوائے ہیں' جس شعر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہے وہ یہ ہے:

وابن الدثنه وابن طارق منهم   واناه ثم حمامة المكتوب

اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے:

صلى الاله على الذى تتابعوا   يوم الرجيع فاكرموا واثيبوا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر ظہران میں موجود ہے اور آج تک اس واقعہ ہائلہ کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔

فضل وکمال:

قرآن وحدیث میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو دستگاہ تھی' وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اشاعت اسلام کا کام سپرد فرمایا تھا' وہ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ نومسلموں کو قرآن' مسائل دین اور ارکان اسلام کی باقاعدہ تعلیم بھی دیتے تھے صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

بعثهم رسول الله .... ليفقهوهم فى الدين ويعلموهم القرآن و شرائع الاسلام.

"یعنی ان کو رسول اللہ ﷺ نے اس لیے بھیجا تھا کہ مسائل دین کی تعلیم دیں' قرآن پڑھائیں اور اسلام کی ضروری باتیں سکھلائیں"۔

---

1 ماخوذ از اصابہ ص ۸۸ جلد ۴ و اسد الغابہ ۱۸۸ جلد ۳ و استیعاب ص ۳۶۹ جلد ۱۔

marfat.com

حضرت عدیؓ بن ابی الزغباء

نام ونسب:

عدی نام' قبیلہ جہینہ سے ہیں' انصار میں بنونجار کے حلیف تھے نسب نامہ یہ ہے عدی بن ابی الزغبا' سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن زہرہ بن بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نضر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ ۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے ۔

غزوات:

بدر' احد' خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی' بدر میں آنحضرت غزوہ کے ارادے سے نکلے تو مشرکین کی خبر معلوم کرنے کے لیے جن دوشخصوں کو آگے بھیجا تھا' ان میں عدی بھی تھے' چاہ بدر کے قریب واپس ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دی ۔

وفات:

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔

ا طبقات ابن سعد ص ۷ جلد ۲ قسم ا۔

marfat.com

حضرت عقبہؓ بن وہب

نام ونسب:

عقبہ نام' قبیلہ غطفان سے تھے اور بنو سالم کے حلیف تھے نسب نامہ یہ ہے' عقبہ بن وہب بن کلدہ بن الجعدہ بن ہلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم ابن عوف بن یہثہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس عیلان۔

اسلام:

عقبہ اولیٰ میں اسلام سے مشرف ہوئے' عقبہ ثانیہ کی بیعت میں بھی شرکت کی' بعض کا خیال ہے کہ یہ انصار میں سب سے پہلے مسلمان ہیں' اسلام لاکر مکہ میں مقیم ہوئے اور مہاجرین کے ہمراہ ہجرت نبوی سے قبل مدینہ آئے اس بنا پر مہاجر بھی ہیں اور انصار بھی۔

غزوات:

بدر' احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے' غزوہ احد میں جب آنحضرتؐ کے سر مبارک میں خود کی چند کڑیاں گھس گئیں' تو عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانت سے کھینچیں لیکن بعض کا خیال ہے کہ اس میں عقبہ بھی ان کے مددگار تھے۔[1]

حضرت کعبؓ بن عجرہ

نام ونسب:

کعب نام' ابومحمد کنیت' خاندان بلی سے تھے اور قواقل کے حلیف تھے' نسب نامہ یہ ہے' کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن خالد بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد ابن مری بن اراشہ بن عامر بن عبیلہ بن قسیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حارث بن قضاعہ۔

---

[1] ماخوذ از اصابہ ص ۲۶۴ جلد ۴ و اسد الغابہ ص ۴۳۱ و ۴۲۲ و استیعاب ص ۵۰۲ جلد ۲۹۔

marfat.com

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی، عمرہ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے، سر میں اس کثرت سے جوئیں پڑ گئیں تھیں کہ چہرہ پر آ آ کر گرتی تھیں، آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا تم کو سخت تکلیف ہے، اپنا سر منڈوا دو، حضرت کعبؓ اگرچہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے متابعت حکم رسول میں سر منڈوا دیا اور اس تکلیف سے نجات پا گئے۔[1]

روزہ کے فدیہ کے متعلق آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے کعبؓ بن عجرہ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے تین صورتیں ہیں، یا تو ایک بکری ذبح کرو، یا تین روزے رکھو، یا[2] مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، جس کی مقدار فی مسکین نصف صاع ہو، معلوم نہیں حضرت کعبؓ نے ان میں سے کون سی صورت اختیار کی، بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی مقدرت نہ تھی، اس کے بعد صرف دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، اب انہوں نے جس کو اختیار کیا روایت سے صاف پتہ نہیں چلتا۔

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی۔

وفات:

۵۱ ہجری میں مدینہ آ کر انتقال کیا، اس وقت ۷۵ برس کا سن تھا۔

اولاد:

چار بیٹے چھوڑے جو حدیث کے راویوں میں ہیں ان کے نام یہ ہیں، اسحاق، عبدالملک، محمد، ربیع۔

حلیہ:

ایک ہاتھ کسی غزوہ میں کٹ گیا تھا،[3] سر پر گھنے بال تھے۔[4]

---

[1] اصابہ جلد ۵ ص ۳۰۴۔ [2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۴۸۔ [3] ابن سعد۔ [4] مسند ص ۲۴۲ جلد ۴۔

marfat.com

فضل وکمال:

آنحضرت ﷺ، حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت کی، راویوں میں حسب ذیل حضرات ہیں:

ابن عمرؓ، جابرؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن عاص، ابن عباسؓ، عبداللہؓ بن معقل، ابن مقرن مزنی، طارق بن شہاب، ابووائل، زید بن وہب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ابن سیرین، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، محمد بن کعب قرظی، ابوثمامہ حناط، سعید مقبری، عاصم عدوی، موسیٰ بن وردان روایتوں کی تعداد ۴۷ ہے۔

اخلاق:

حمایت حق اور حب رسولؐ دو چیزیں حضرت کعبؓ کے اخلاق میں نہایت روشن ہیں آنحضرت ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا، جس میں مسلمانوں کی آئندہ خانہ جنگی کا تذکرہ بھی کیا تھا، کعبؓ بیٹھے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ وقت سامنے آ گیا ہے، اتنے میں ایک شخص چادر اوڑھے سامنے سے گزرا، آنحضرت ﷺ نے کہا اس روز یہ شخص حق پر ہوگا، کعبؓ فوراً اٹھے اور اس کے بازو پکڑ کر کہا یارسول اللہؐ! یہ شخص؟ فرمایا ہاں، کعب نے چہرہ دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔[1]

طبرانی کتاب الاوسط میں ہے کہ ایک روز کعبؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے چہرۂ مبارک (بھوک کی وجہ سے) متغیر دیکھ کر جلدی سے واپس گئے، راستہ میں ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا تھا، انہوں نے فی ڈول ایک چھوہارے کے حساب سے کچھ دیر مزدوری کی، کچھ چھوہارے جمع ہو گئے تو خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے اور پیش کیے۔[2]

---

[1] مسند ص ۲۴۲ جلد ۴۔

marfat.com

حضرت مجذرؓ بن زیاد

نام ونسب:

عبداللہ نام' مجذر لقب' قبیلہ بلی سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے' مجذر بن زیاد ابن عمرو بن اخرم بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن عمرو بن تمیرہ بن شنو بن قشر بن تیم بن عمرو مناۃ ابن رباح بن تیم بن اراسہ بن عامر بن عبیلہ بن غنیل بن قران بن بلی۔

اسلام:

غالباً ہجرت کے بعد اسلام لائے۔

غزوات:

غزوۂ بدر میں شرکت کی ابوالبختری مکہ میں ایک نہایت رحم دل اور نیک نفس شخص رہتا تھا' قیام مکہ کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ کو قریش کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہنچتیں' تو وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے سینہ سپر ہوتا' بنو ہاشم کے مقاطعہ کا جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا' اس کو اتروانے میں ابوالبختری کا خاص حصہ تھا' اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر میں صحابہ کو تاکید کر دی تھی کہ اس کو پانا تو قتل نہ کرنا' حضرت مجذرؓ میدان میں آئے تو اس سے سامنا ہو گیا' اونٹ پر سوار تھا۔ پیچھے ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا تھا' جو اس کے مال و متاع کا نگران تھا' مجذرؓ نے کہا کہ تمہارے قتل کی رسول اللہ ﷺ نے ممانعت کی ہے' لیکن دوسرے شخص کے لیے کوئی ہدایت نہیں فرمائی ہے اس لیے اس کو تو کسی طرح نہ چھوڑوں گا' ابوالبختری بولا یہ تو میرے لیے بڑے شرم کی بات ہوگی کہ اس کو تو قتل کرا دوں اور خود زندہ رہوں' یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا' قریش کی عورتیں طعنہ دیں گی کہ جینے کی بڑی ہوس تھی'

---

۲ اصابہ ص ۳۰۴ جلد ۵۔

marfat.com

ساتھی کو قتل کرا دیا' اور خود نہ مرگیا' غرض اونٹ سے اترا اور داد شجاعت دیتے ہوئے جان دی' حضرت مجذر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس کو لانا چاہتا تھا' لیکن وہ لڑائی کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہوا۔

وفات:

بدر کے بعد احد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا' ایام جاہلیت میں انہوں نے سوید بن صامت کو قتل کیا تھا' جس سے جنگ بعاث کی نوبت آئی تھی' فریقین کے مسلمان ہوجانے کے بعد اگرچہ معاملہ رفت و گزشت ہوگیا تھا' لیکن سوید کے بیٹے حارث کے دل میں مسلمان ہونے کے بعد ان کی طرف سے غبار تھا' اس نے موقع پاکران کو اپنے باپ کے عوض قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا' ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو دوبارہ مسلمان ہو کر آنحضرتؐ کے پاس آیا' آنحضرتؐ نے مجذر رضی اللہ عنہ کے عوض اس کے قتل کا حکم دیا۔[1]

حضرت معنؓ بن عدی

نام ونسب:

معن نام' قبیلہ بلی سے ہیں' عمرو بن عوف کے حلیف تھے' سلسلہ نسب یہ ہے' معن بن عدی بن الجد بن العجلان' حضرت عاصمؓ بن عدی کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہیں' معنؓ انہیں کے بھائی تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غزوات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زیدؓ سے مواخاۃ ہوئی' غزوہ بدر میں شریک ہوئے[2] احد' خندق اور تمام دوسرے غزوات میں آنحضرتؐ کے ہم رکاب تھے آنحضرت ﷺ

---

[1] اصابہ ص ۴۳ جلد ۴' اسد الغابہ ص ۳۰۲ جلد ۴' استیعاب ص ۲۹۰ جلد ۱۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۷۴ جلد ۲۔

marfat.com

نے انتقال فرمایا تو صحابہ کہنے لگے کہ کاش ہم آپ کے سامنے مرجاتے اور یہ وقت نہ دیکھتے' خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کن بلاؤں اور مصیبتوں کا سامنا ہو' حضرت معنؓ نے سنا تو کہا ''مجھے اس کی آرزو نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی زندگی میں میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی' وفات کے بعد بھی آپ کی اسی طرح تصدیق کروں''۔[2]

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ میں حضرت عمرؓ نے جن دو صالح شخصوں سے ملنے کا ذکر کیا ہے' ان میں ایک یہ بھی تھے[3] انہوں نے حضرت عمرؓ وغیرہ کو انصار کے ارادہ سے آگاہ کیا' اور مشورہ دیا کہ آپ لوگ وہاں نہ جائیں' بلکہ اپنی جگہ رہ کر فیصلہ کرلیں[4]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالدؓ، مرتدین کی مہم پر روانہ ہوئے' تو یہ بھی ہمراہ تھے' وہاں سے دو سو سوار لے کر مرتدین کی دیکھ بھال کے لیے یمامہ آئے[5]

وفات:

مسیلمہ سے جنگ چھڑی تو اس میں جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

اولاد:

مادی یادگار کوئی نہیں چھوڑی' البتہ روحانی یادگاریں بہت ہیں' اور اب تک زندہ ہیں۔

---

[1] فتح الباری ص ۱۳۳ جلد ۱۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۵۷۳ جلد ۲۔

[3] ایضاً ص ۱۰۱۰ جلد ۲۔ [4] اصابہ جلد ۶ ص ۱۲۹۔

marfat.com

اسلامی کُتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ ، چوک اُردو بازار ، لاہور

Ph: 7223506-7230718